کلیاتِ غالب

غزلیات فارسی

تحقیقی ایڈیشن

تدوین: سید وزیر الحسن عابدی

ناشر
مکتبہ میری لائبریری لاہور

میری لائبریری میں ادب و تنقید اور تاریخ و سوانح کی دوسری کتابیں

بہترین انشائی ادب ۔ مرتب ڈاکٹر وحید قریشی
جواہر ریزے ۔ مولانا ظفر علی خاں
غبارِ خاطر ۔ بہ اضافہ شذرات ، ابوالکلام آزاد
تذکرہ ۔ ابوالکلام آزاد
ادب کا تنقیدی مطالعہ ۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی
تنقیدی مضامین (اصناف شعر) عابد علی عابد
متاعِ ادب ۔ اطہر زیدی
ادب اور تعصب ۔ اکبر امامی
ناول نگاری ۔ ڈاکٹر سہیل بخاری
باغ و بہار ۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ، مرتب سلیم اختر
سرشار کا تنقیدی مطالعہ ۔ مرتب ڈاکٹر اعجاز نقوی
ولی " " " ۔ مرتب محمد خاں اشرف
پنجابی ادب کی مختصر تاریخ ۔ احمد حسین قریشی
دیوانِ ولی ۔ مرتب محمد خاں اشرف ۔ حسرت موہانی
دیوانِ مصحفی ۔ مرتب فراق گورکھپوری ، " "
دیوانِ آتش ۔ مرتب وحید قریشی ، " "
دیوانِ جرأت ۔ مرتب حسن عسکری ، " "
انتخابِ غالب ۔ مرتب سید اختر عباس
دیوانِ غالب (اردو) مقدمے اور شرح کے ساتھ
" " (فارسی) مرتب وزیر الحسن عابدی
ارنسٹ ہیمنگوے (تنقیدی مطالعہ) مترجم سلیم الرحمان
ولیم فاکنر " "

مارک ٹوین (تنقیدی مطالعہ) مترجم سجاد حارث
آغا حشر ان کا فن اور ڈرامہ نگاری ۔ اے بی اشرف
ابوبکر صدیق اکبرؓ ۔ محمد حسین ہیکل
عمر فاروق اعظمؓ "
دس بڑے مسلمان ۔ محمد اسماعیل پانی پتی
الحسینؓ ۔ عمر ابوالنصر
الزہراؓ "
الہارون ۔ "
خالد سیف اللہؓ ۔ ابو زید شلبی
ابوذر غفاریؓ ۔ عبدالحمید جودۃ السحار
امام زین العابدینؓ ۔ عبدالعزیز سید الاہل
رابعہ بصری ۔ وداد السکاکینی
عمر بن عبدالعزیزؓ ۔ احمد زکی صفوت
امیر معاویہؓ ۔ انیس زکریا
شیخ عبدالقادر جیلانی ۔ غلام حیدر سہیل
ایک مفسر قرآن ۔ چودھری محمد یوسف
سلطان محمد فاتح ۔ محمد مصطفیٰ صفوت
الکمال ۔ خورشید بخاری
عبداللہ بن عمر ۔ سلام اللہ صدیقی
قلوپطرہ ۔ آرتھر ویگل
روپ متی ۔ سید فیاض حسین
ہمارے غازی ہمارے شہید ۔ مرتب آغا اشرف

طابع : حمایت اسلام پریس لاہور
ناشر : بشیر احمد چودھری
ڈائرکٹر مکتبہ میری لائبریری
لاہور
بار اوّل : ۱۹۶۹ء

مزیّن

بنام نامی دانشورِ دانش پرور

ڈاکٹر جسٹس ایس - اے - رحمان دام اقبالہ

ہلالِ پاکستان ، ہلالِ قائد اعظم

"نامہ نامی کن گمنامان"

غالب

حق جلوه گر ز طرز بیان محمد است
آری کلام حق بزبان محمد است

آئینه دار پرتو مهر است ماهتاب
شان حق آشکار ز شان محمد است

تیر قضا هر آئینه در ترکش حق است
اما کشاد آن ز کمان محمد است

دانی اگر بمعنی لولاک وارسی
خود هر چه از حق است از آن محمد است

واعظ حدیث سایهٔ طوبی فرو گذار
کانجا سخن ز سرو روان محمد است

بنگر دو نیمه گشتن ماه تمام را
کان نیمه جنبشی ز بنان محمد است

ور خود ز نقش مهر نبوت سخن رود
آن نیز نامور ز نشان محمد است

غالب ثنای خواجه بیزدان گذاشتیم
کان ذات پاک مرتبه دان محمد است

هر کس قسم بدانچه عزیز است می خورد
سوگند کردگار بجان محمد است

(غالبؔ کے مشہور دوست اور شاگرد غلام علی وحشتؔ کے والد میر فرحت اللہ
کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غالبؔ کی نعتیہ غزل میرؔ صاحب کی بیاض سے)

غالب کی باغ دودر کے اصل قلمی
نسخے کا ایک صفحہ

غالب کے کلیات نظم فارسی (مطبوعہ ١٨٦٣ء) کا ایک صفحہ
حاشیے میں سبد چین کی ایک غزل غالب کے شاگرد قاضی
عبدالجمیل جنون، بریلوی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی۔

غالب کے دیوان فارسی
(مطبوعہ ١٨٤٥ء)
سے غزلیات کا پہلا صفحہ

نسخہ انجمن ترقی اردو ، کراچی (نسخہ دوم) میں دیوان کی پہلی غزل کا صفحہ۔

دیوان فارسی غالب کے قدیم ترین قلمی نسخے (تکمیل شدہ جنوری ۱۸۳۸ء) میں غزلیات کا پہلا صفحہ۔ وہ غزل جو بعد میں دیوان کی پہلی غزل قرار پائی۔ یہاں حاشیے میں بعد کا اضافہ ہے۔ اس نسخے کے متن میں قدیم تر ترتیب کے مطابق وہ غزل پہلی ہے جو بعد کے نسخوں میں دوسری ہے۔ دیوان کے حصہ غزلیات کا عنوان بھی تھا۔ جو یہاں موجود ہے اور بعد کے قلمی نسخوں میں بھی ہے۔

نسخہ انجمن ترقی اردو ، کراچی (نسخہ اول) میں دیوان کی پہلی غزل کا صفحہ۔

مرتب

سوانح

نام : سید وزیر الحسن عابدی

تاریخی نام : محمد خورشید احسان (۱۳۳۲ھ)

ولادت : ۲۵ دسمبر ۱۹۱۳ء ، پیدی ، بجنور ، ممالک متحدہ آگرہ و اودھ ، بھارت ۔

تعلیم : ابتدائی تعلیم کے مقامات : بجنور ، بدایوں ۔

اعلیٰ تعلیم اور امتحانات کے مرکز : الہ آباد بورڈ ، بنارس یونیورسٹی ، پنجاب یونیورسٹی (لاہور) ، لکھنئو یونیورسٹی ، دہلی یونیورسٹی ، دانشگاہ تہران ۔

بعض ممتاز اساتذہ پاک و ہند میں : علامہ سید محمد حسن مراد آبادی مرحوم تلمیذ علامہ مفتی محمد عباسؒ (غالب کے مکتوب الیہ) ، پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب ، پروفیسر سید یوسف حسین موسوی ،

ایران میں : استاد علامہ بدیع الزمان فروز انفرؒ ، سعیدنفیسی ، ملک الشعراء بہار ، دکتر ذبیح اللہ صفا ، دکتر حسین خطیبی ، استاد پور داؤد ، دکتر محمد مقدم ، دکتر علی اصغر حکمت ، استاد جلال الدین ھمائی ، استاد عبد العظیم قریب ، ڈاکٹر لطف علی صورتگر ، استاد بہمنیار کرمانی ، دکتر صادق کیا ، استاد فاضل تونی ۔

ڈگریاں : بی ۔ اے (لکھنئو) ام ۔ اے (دہلی) ، لیسانس ادبیات فارسی ، فوق لیسانس ادبیات فارسی (تہران) ۔

مشاغل : تدریس فارسی : اینگلو عربک کالج اینڈ اسکولز سوسائٹی ، دہلی (۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۷ء) ، جزوقتی تدریس اردو : آموزشگاہ عالی ، تہران ، ایران (۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۲ء) ، تدریس زبان تکلمی ایران (بعہدہ ریڈران

اسپوکن ایرانین) شعبۂ فارسی ، پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج ، لاہور (فروری ۱۹۵۲ء تا حال) -

امتیازات : میٹریکولیشن کے امتحان میں پوری یونیورسٹی میں اردو میں منفرد امتیاز ، انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں پورے صوبے میں فارسی میں منفرد امتیاز ، ام - اے (فارسی) کے امتحان میں یونیورسٹی میں درجہ اول ، لیسانس ادبیات (تہران) کے امتحان میں تحقیقی مقالے میں درجہ امتیاز ، فوق لیسانس ادبیات (تہران) کے امتحانات میں چودہ مضامین میں سے تیرہ میں درجۂ امتیاز۔

اعزاز : نشان سپاس درجہ اول ایران (۱۹۵۹ء) ، رکنیت انجمن ادبی ایران (۱۹۵۴ء) -

اہم علمی کام : تصحیح و ترتیب میں شرکت : ارمغان علمی ، باشتراک پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ ، دستور فارسی بہ سبک جدید -

تصحیح و ترتیب: مقالات منتخبہ (دو جلد) ، وامق و عذرای عنصری مرتبہ مولوی محمد شفیع مرحوم ، یادداشت ہای مولوی محمد شفیع مرحوم ، باغ دو در ، گل رعنا ، کلیات فارسیِ غالب ، دیوان غزلیات فارسی ، پنج آہنگ ، افادات غالب (لطائف غیبی ، سوالات عبدالکریم ، تیغ تیز) ، سبد چین -

ترجمہ : کورش اعظم ، فرہنگ شفیع -

زیر طبع کتابیں : سعدی!! و خسرو!! ، فارسی شاہ ، تاریخ فارسی امروزہ ایران ، ہنرستان -

مرتب

شخصیت

علامہ پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی کی محترم شخصیت ہم پاکستانیوں کا سرمایۂ عز و افتخار ہے۔ برصغیر پاکستان و ہند ہی میں نہیں بلکہ ایران و افغانستان میں بھی آپ کی بلند پایہ محققانہ ادبی حیثیت کا لوہا مانا جاتا ہے۔ مشرق اوسط، یورپ اور امریکہ کے محقق و مستشرق بلا امتیاز آپ کی علمی، ادبی اور تحقیقی فضیلت و بصیرت کے معترف ہیں اور ملکی و غیر ملکی اہل علم حضرات آپ سے علمی استناد اور مشورے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

فارسی میں تبحر کے علاوہ آپکو اردو، عربی اور انگریزی ادب سے بھی بڑا شغف ہے، کئی دوسری جدید اور قدیم زبانیں بھی جانتے ہیں۔ اردو اور فارسی میں شعر کہنے اور فن تاریخ گوئی میں ماہر و مشاق ہیں۔ لسانیاتی تحقیق میں کسی کو آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں۔ رومی؟، اقبال؟ اور غالب کے فکر و فن پر آپ کی تحقیق حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ کلاسیکی اور جدید فارسی شعر و ادب کے سلسلے میں آپ کا درس بے حد دلچسپ اور وجد آور ہونے کے ساتھ ساتھ سائنٹیفک بھی ہوتا ہے۔

جناب علامہ موصوف لکھنئو، دہلی اور تہران جیسے علم و ادب کے عظیم مرکزوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ فارسی زبان و ادب کی محبت آپ کو ایران کھینچ لے گئی۔ ھند و پاکستان کے آپ پہلے فارسی استاد ہیں جنہیں حکومت کی طرف سے ایرانی وظیفے پر فارسی علم و ادب کی اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کے لئے منتخب کر کے تہران یونیورسٹی بھیجا گیا، جہاں آپ نے مسلسل پانچ تعلیمی سال انہاک سے گذارے اور فارسی زبان و ادب کے امتحانات میں انتہائی امتیاز کے ساتھ کامیابیاں حاصل کیں۔ ایران میں اردو اور پاکستان میں جدید فارسی کو متعارف کرانے میں بھی آپ کو اولیت اور فضیلت حاصل ہے۔ ۱۹۵۹ء میں انھی خدمات کے اعتراف کے

طور پر آپ کو حکومت ایران کی جانب سے 'نشان درجہ اول سپاس' عطا کیا گیا۔

زیر نظر کلیات غالب (فارسی دیوان) کی تحقیقی اشاعت اسی عالم بے بدل کے برسوں کے ریاض اور غالب شناسی میں آپ کے منفرد شغف اور حیثیت کی آئینہ دار ہونے کے علاوہ ایک 'تحقیقی اعجاز' بھی ہے۔ اگر اس کتاب کی ظاہری خوبصورتی کی کم مایگی کو بعض ناگزیر مجبوریوں پر محمول کیا جائے تو اس کے حقیقی حسن کے احسن و اکمل ہونے میں کسی کو حرف گیری کا موقع نہیں ملے گا اور یہ بات بڑے دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ غالب کی صدی کے موقع پر جو بھی تحقیقی کام پاکستان و بھارت کے تمام اداروں اور سرکاروں کے اشتراک سے ہوا ہے، موصوف کا یہ کام اس سے کہیں زیادہ اور گران قدر ہی نہیں بلکہ اس پر بھاری بھی ہے — مکتبہ 'میری لائبریری' اس عظیم پیشکش پر مبارک باد کا مستحق ہے۔

کتاب کا پیش لفظ حکیم امت علامہ اقبال مرحوم کا ایک ارشاد ہے، جو انہوں نے غالب کے بارے میں اپنی بیاض میں لکھا تھا۔

ابتدائیہ بھی عابدی صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ اصل مقدمہ کتابی صورت میں علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے۔

خدا عابدی صاحب کو سلامت رکھے تا کہ علم کی دنیا کے تشنہ لب ان کے علم و فضل کے بحر بیکراں کی بدولت اپنی پیاس بجھا کر سکون پائیں، آمین اللهم آمین۔

محمد اقبال صلاح الدین

ایم - اے (فارسی، اردو)، ایم - او - ایل (پنجاب)
ایف - آر - اے - ایس (لندن)
ریسرچ اسکالر پیکجز لمیٹڈ، لاہور

لاہور
۱۳ فروری ۱۹۷۰ء



غالب کی آخری تصویر

عمل: اکبر فریدی، ایم۔ اے

زندگی کے آخری ایام میں غالب ملتانی دستار باندھتے تھے، جو انہیں لاہور سے بھیجی گئی تھی۔ انکی کلاہ پا پاخ کو کیڑا لگ گیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھیں ضمیمہ کتاب ـــــــ

پیش لفظ

"جہاں تک میری نظر جاتی ہے، میرزا غالب —— فارسی شاعر ——
غالباً ہمارا واحد دوامی سرمایہ ہے، جس کا ہم مسلمین برعظیم نے اسلامی دنیا کے عام
ادب میں اضافہ کیا ہے۔
درحقیقت اُس کا شمار ان شاعروں میں ہے جو اپنے تخیل اور ادراک میں،
محدود عقیدوں اور سرحدوں سے ماوراء ہوتے ہیں۔
دُنیا ابھی اُسے پہچانے گی۔"

حکیم مشرق علامہ اقبالؒ

قلمی اور مطبوعہ نسخے جن سے غزلیات کی ترتیب میں مدد لی گئی

۱- دیوانِ فارسی کتابت شدہ ۱۸۳۵ء مرمت شدہ ۱۸۳۶ء (نسخۂ مملوکۂ مرتب)

٭ ۲- دیوانِ فارسی کتابت شدہ جولائی ۱۸۳۸ء (نسخۂ بانکی پور)

٭ ۳- دیوانِ فارسی کتابت شدہ ۱۸۴۱ء (نسخۂ بانکی پور)

۴- دیوانِ فارسی (مطبوعہ) ۱۸۴۵ء (نسخۂ مطبع دار السلام دہلی)

٭ ۵- دیوانِ فارسی کتابت شدہ ۱۸۶۱ء (نسخۂ رام پور)

۶- کلیاتِ غالب (مطبوعہ) ۱۸۶۳ء (نسخۂ نولکشور)

۷- انتخابِ غالب (تالیف غالب ور ۱۸۶۶ء) مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی (مطبوعۂ بمبئی)

۸- سبد چین (مطبوعہ) ۱۸۶۷ء

۹- سبد چین (قلمی) مکتوبۂ قاضی عبد الجمیل جنون بریلوی شاگرد غالب (مملوکۂ مرتب)

۱۰- مجموعۂ کلامِ غالب مکتوبہ برائے نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ (نسخۂ علی گڑھ یونیورسٹی)

۱۱- بیاضِ فرحت اللہ معاصرِ غالب (قلمی) (نسخۂ مملوکۂ مرتب)

۱۲- باغِ دودر مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی (مطبوعہ جولائی ۱۹۶۸ء)

٭ - ہم نے ۱۹۴۱ء میں بانکی پور اور رام پور جاکر وہاں کے ان نسخوں کا مطبوعہ کلیات سے مقابلہ کیا تھا۔

نشاطِ جم طلب از آسمان نہ شوکتِ جم
قدح مباش ز یاقوت بادہ گر عنبیست

ترتیب نامہ

ترتیب نامہ

غالب کا کلیاتِ نظم فارسی ہم نے دو حصوں میں مرتب کیا ہے۔ پہلا حصہ غزلیات کا ہے۔ دوسری اصناف دوسرے حصے میں ہیں۔ یہ ایڈیشن اس مقصد کو نظر میں رکھ کر مرتب کیا گیا ہے کہ مطالعے کی عام سطح سے لے کر تحقیق و تنقید کی سطح تک قاری کی فکر و نظر کا ساتھ دے سکے۔ "میری لائبریری" کے ڈائرکٹر جناب بشیر احمد چودھری غالب کی صد سالہ برسی کی تقریب کے موقع پر اس اشاعت کو "تحقیقی ایڈیشن" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام صاحب کے "غالب نامہ" کے بعد سے غالب پر کام کرنے والوں کی توجہ کلامِ غالب کی تاریخی تدوین کی طرف رہی ہے اور تحقیق و تنقید کے تقاضوں نے ایک ایسے ایڈیشن کی اشاعت کو ضروری بنا دیا ہے جسے دَور بندی کے اصول پر مرتب کیا گیا ہو۔ اردو دیوان کے لئے یہ کام جناب امتیاز علی عرشی کی کوشش و کاوش سے انجام پا چکا ہے۔ کلیاتِ فارسی اس طرح کی کوشش کا منتظر تھا۔ خوش قسمتی سے کلامِ فارسی کی زمانی ترتیب کے لئے خارجی اور داخلی اسناد و شواہد اردو کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ موجود ہیں۔

زیرِ نظر مجموعے میں ہم نے فارسی غزلیات کو سات ادوار میں تقسیم کیا ہے، جن کی تفصیلی فہرست "ہفت وادیِ خیال" کے عنوان سے اس مجموعے میں ص ۲۱ تا ص ۲۸ درج ہے۔ ان میں سے پہلا دَور تین فرعی اَدوار میں تقسیم ہو جاتا ہے، جن کی زمانی حد بندی کے لئے بعض خارجی شواہد کے علاوہ داخلی شواہد و قرائن فراوان موجود ہیں۔ اس ایڈیشن کی تاریخی دور بندی اور بعض غزلیات کے انفرادی زمانی تعین کے لئے مأخذ کی نشاندہی اور اسناد کی تفتیش ہم نے اپنی کتاب "غالبِ غزل سرا" میں کی ہیں، جو زیرِ طبع ہے۔

غزلیات کے حاشیوں میں متن کے بعض اہم اختلافات بتائے ہیں اور جہاں ممکن ہوا ہے متعلقہ غزل کی تاریخ درج کی ہے۔ حاشیوں کے حوالے زیادہ تر "گُلِ رعنا" کے ہیں، جس کا تعارف مالک رام صاحب نے اپنے مضمون (رسالہ نگار جولائی ۱۹۶۰ء) میں کرایا ہے۔ اب ہمیں جناب حکیم محمد نبی خاں صاحب جمال سویدا کے لطف و نوازش سے "گُلِ رعنا" کا نسخہ مل گیا ہے

دیوانِ غزلیات کی روایتی ردیف وار ترتیب ہمارے اس ایڈیشن میں زیادہ درہم برہم نہیں ہوتی اس لئے کہ غالب کی فارسی غزلوں میں سے جن کی کل تعداد تین سو چونتیس ہے، دو سو پچھتر غزلیں از ردیف "الف" تا ردیف "یا" پہلے دور میں آتی ہیں۔ پھر اس دَور کی پہلی غزل وہی ہے، جو دیوان کی پہلی غزل ہے اور آخری غزل بھی وہی جو دیوان کی آخری غزل ہے

علائم و رموز — غزلوں میں جن اشعار پر "ن" کی علامت ہے وہ، وہ اشعار ہیں جو غالب نے اپنے دیوان سے منتخب کر کے نواب رام پور کو بھیجے تھے اور اس مجموعے میں شامل ہیں، جو عرشی

صاحب نے انتخابِ غالب کے نام سے شائع کیا ہے۔ 'ص' کی علامت اُن اشعار پر ہے، جن پر غالب کے اس قلمی مجموعۂ کلام میں 'ص' بنا ہوا ہے، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ یہ قلمی مجموعہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے لیے لکھا گیا تھا۔ پ کی علامت سے ان اشعار کی نشاندہی ہوتی ہے، جو غالب نے پنج آہنگ کی پہلی تدوین میں 'اشعارِ مکتوبی' کے عنوان سے درج کئے ہیں۔ 'پ۲' کی علامت ان اشعار پر ہے، جو غالب نے پنج آہنگ کی دوسری تدوین میں بڑھائے۔ جس غزل کے ترتیبی شمارے پر پھول (؎) بنایا گیا ہے وہ ان غزلیات میں سے ہے، جو غالب نے اپنے مرتبہ مجموعہ 'گلِ رعنا' (تالیف ۱۸۲۸ء) میں درج کی تھیں۔ ایسی غزلوں کا جو شعر غالب نے بعد میں حذف کر دیا اور اپنے دیوانِ فارسی میں شامل نہیں کیا اس پر علامت حہ بنا دی گئی ہے۔ جو شعر 'گلِ رعنا' میں کسی اور طرح تھا اور بعد میں غالب نے اس میں اصلاح کی ہے۔ اسے حا کی علامت سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح جو شعر 'گلِ رعنا' کے بعد کا اضافہ ہے اس پر خو کی علامت لگائی گئی ہے۔ اس حذف کی اصلاح اور اضافے کی توضیح حواشی میں کی ہے:

دیباچۂ دیوانِ فارسی چونکہ یہ ہمارے مرتب کردہ کلیاتِ غالب (فارسی) کا پہلا حصہ ہے اس لئے ہم نے اس مجموعۂ غزلیات کے شروع میں غالب کے دیباچہ دیوانِ فارسی کو جگہ دی ہے۔ غالب کی فکر اور فن کو سمجھنے کے لئے اس دیباچے میں وہ تمام نکتے اور اشارے ملتے ہیں، جو غالب کی شاعری خاص طور پر غزل گوئی کے ادراک اور تحسین کے لئے تنقیدِ عالیہ کی مستحکم بنیاد بن سکتے ہیں۔ دیباچے کے ان جواہرِ مخفی کو نمایاں کرنے کے لئے ہم نے اس اہم نگارش کی عبارت بندی کی ہے اور بغلی حاشیے میں ہر عبارت کو عنوان دیا ہے۔ ہماری نظر میں یہ دیباچہ غالب شناسی کے لئے عمیق مطالعے کا مستحق ہے اور تحقیق و تنقید کا ایک مستقل موضوع بن سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے انگریزی ادب میں ورڈز ورتھ کے مشہور دیباچے کی حیثیت ہے۔

اضافہ اس مجموعۂ غزلیات کو کامل بنانے کے لئے 'سبد چین'، اور 'باغِ دو در' کی غزلیں اور فردات بھی شامل کر لی گئی ہیں۔

ضمیموں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے

اختلافِ نسخ یہ مجموعۂ غزلیات غالب کے دیوانِ فارسی یا کلیاتِ نظم فارسی کے تین قدیم ترین قلمی نسخوں اور دو معاصر مطبوعہ نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ ان نسخوں کے متن کے اختلافات کی نشاندہی ایک جدول کی صورت میں کی گئی ہے جو اختلافِ نسخ کے عنوان سے درج ہے۔ (ص ۲۶۶ تا ص ۲۷۹)، دیوانِ فارسی کے ان بنیادی نسخوں کے علاوہ 'گلِ رعنا' اور 'انتخابِ غالب' کے متن سے بھی مدد لی گئی ہے۔ غالب کے اپنے کلیاتِ نظم فارسی کا جو نسخہ ۱۸۶۱ء میں نقل کرا کے نواب صاحب

رام پور کو بھیجا تھا اس کے بھی بعض اہم اختلافات ظاہر کئے گئے ہیں۔ جدول کے آخری ستون میں ۱۹۲۵ء کے نولکشوری ایڈیشن کے متنی اختلافات اور اغلاط کی نشاندہی اس لئے کی گئی ہے کہ یہ ایڈیشن اب تک معاشرے میں زیادہ دستیاب اور رائج رہا ہے۔

اشاراتِ غالب اس ضمیمے میں وہ عنوانات مع ضروری حوالوں کے ساتھ درج ہیں، جن کے تحت غالب نے اپنے اشعار 'پنج آہنگ'، کے آہنگِ سوم میں درج کئے ہیں۔ یہ عنوان شعر کے مفہوم تک پہنچنے میں خود شاعر کی طرف سے رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔

شرحِ غالب یہ ضمیمہ خطوطِ غالب کے ان اقتباسات پر مشتمل ہے، جن میں غالب نے اپنے اشعار کا مفہوم سمجھایا ہے۔ ان میں ایک عبارت (متعلقہ بیت ۲ از غزل شمارہ ۷۲ ص ۵۱) وہ ہے، جو غالب کے اپنے قلم سے دیوانِ فارسی کے قلمی نسخے (کتابت شدہ ۱۸۳۸ء) میں ایک جگہ حاشیے پر درج ہے۔

شرحِ حالی قارئین کرام کی سہولت کے لئے مناسب نظر آیا کہ اس صدی ایڈیشن میں یادگارِ غالب سے وہ تشریحات نقل کردی جائیں جو حالی نے بعض فارسی اشعار پر لکھی ہیں۔ ہر تشریحی عبارت کے ساتھ نشان دہی کردی گئی ہے کہ متعلقہ شعر ہمارے ایڈیشن میں کس صفحے پر اور کس غزل میں ہے۔

انتخابِ معاصرین حالی نے 'یادگار' میں، سرسید نے 'آثار' میں اور نواب صدیق حسن خان نے 'شمع انجمن' میں غالب کے جو فارسی اشعار منتخب کرکے درج کئے ہیں، وہ انیسویں صدی کے ان تین عالی دماغوں کے ذہن و ذوق اور فکر و نظر کے آئینہ دار ہیں۔ ہم نے یہ اشعار یک جا کرکے ردیف وار مرتب کر دیئے ہیں اور حاشیے میں علامت لگا کر صاحبِ انتخاب کی نشان دہی کی ہے۔ یہ مشترکہ انتخاب نہ صرف انیسویں صدی کے بلند ترین شعور اور لطیف ترین ذوق کی یادگار ہے بلکہ اسے غالب کے فارسی کلام کا ایک بہترین انتخاب کہنا چاہیے۔ خاص طور پر وہ اشعار بے حد اہم ہیں جن کے بارے میں عصرِ غالب کے تین نوابغ یا ان میں سے دو کی نگاہِ انتخاب متفق نظر آتی ہے۔

موارد اشعارِ غالب در نثرِ غالب اس ضمیمے میں غالب کے ان فارسی اشعار کی نشان دہی کی گئی ہے جو غالب کے اپنے خطوط میں مختلف مقامات پر آئے ہیں۔ یہ اشعار بھی ہم نے ردیف وار مرتب کرکے ان کے ماخذوں کی کامل نشان دہی کردی ہے۔ یہ اشعار خاص طور پر اس لئے اہم ہیں کہ ان میں شاعر کا فن اس کی زندگی کے مختلف مرحلوں میں اس کا ترجمان اور ہم زبان نظر آتا ہے۔ ان اشعار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نقش ہائے رنگ رنگ میں سے کون سے نقوش شاعر کے حافظے میں ابھرتے رہتے تھے اور اس کی روزمرہ کی تحریر یعنی خطوط پر اپنا پرتو ڈالتے تھے۔ یہ اشعار وہ ہیں، جو غالب کی نثر کے دوش بدوش چلتے ہیں اور اس کی سوانحِ زندگی کے شریک حال ہیں۔

تعبیرِ غالب

اس عنوان کے ضمیمے میں غالب کی فارسی نثر کے وہ اقتباسات ہیں جن میں اس نے اپنے فارسی اشعار اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے اصل مفہوم پر روشنی پڑتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ غالب خود اپنے شعر کی تعبیر کس طرح کرتا ہے۔

سرزمینِ سخن گستران

ان شعرا کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کی زمینوں میں غالب نے غزلیں کہی ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے پورے دیوان کا غزل بہ غزل جائزہ لیا گیا ہے اور اس مطالعہ میں غالب کے ذہنی ماحول کے شعرا ظہوری، فیضی، عرفی، نظیری، صائب، حزین اور بیدل کے ہاں غالب کی اختیار کردہ زمینوں کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اسلوب کے قرب و بعد کا تعیّن کرنے کے لئے اس فہرست میں تقابل کی غرض سے سعدی، امیر خسرو اور حافظ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ سعدی خراسانی اور شیرازی اسلوب کا، حافظ عراقی اسلوب کا اور امیر خسرو خراسانی و عراقی عناصر کے مخلوط اسلوب کا نمائندہ ہے، جس میں ہند پاکستانی اسلوب ابھرتا ہے۔ قتیل و واقف کی زمینوں میں بھی غالب کی بعض غزلیں ہیں۔ ایک طرف غالب اور دوسری طرف قتیل و واقف کے درمیان فن کے، قطعی بُعد کا پتہ چلانے کے لئے اس فہرست میں یہ دو نام بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ جو زمینیں اس دائرے سے ہٹ کر دوسرے شاعروں کے ہاں بھی ملتی ہیں ان کے حوالے اضافی خانے میں درج کئے گئے ہیں۔ جن دواوین مجموعہ ہائے اشعار اور تذکروں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے قلمی یا مطبوعہ نسخوں کے نام ماٰخذ میں درج کئے گئے ہیں۔

اس جدول میں قلمی کتاب کا صفحہ بتاتے ہوئے جہاں 'الف' لکھا ہے اس سے مراد ورق کا دائیں طرف کا صفحہ ہے اور جہاں 'ب' ہے وہاں بائیں طرف کا صفحہ۔ اس جدول کے مندرجات کی بنیاد پر جو مسائل سامنے آتے ہیں اور جن حقائق پر روشنی پڑتی ہے، ان سے متعلق ہم نے اپنی زیرِ طبع کتاب 'غالبِ غزل سرا' میں مبسوط بحث کی ہے۔

نوادرِ سخن گسترانِ پیشین

اس ضمیمے میں ظہوری، فیضی، طالب، بیدل اور قتیل کی وہ غزلیں درج کی گئی ہیں جن کی زمینوں میں غالب نے غزلیں کہی ہیں لیکن ان اساتذہ کی یہ غزلیں مطبوعہ دواوین میں نہیں ہیں، قلمی نسخوں میں ہیں۔ البتہ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ زیرِ نظر ضمیمے کی طباعت کے بہت بعد طالب کا کلیات ایران سے اور بیدل کا کامل کلیات افغانستان سے شائع ہوا ہے۔ اس ضمیمے میں غالب کی غزل کا مطالعہ کرنے والے کی سہولت کے لئے واقف کی ہم زمین غزلیں بھی جو تعداد میں دس ہیں شامل کر دی گئی ہیں۔ یہ غزلیں مطبوعہ دیوان سے لی گئی ہیں۔

غزلِ غالب در نثرِ غالب

اس ضمیمے میں پہلا عنوان ہے 'غالبِ غزل سرا'، جس کے تحت غالب کی فارسی اور اردو نگارشات سے وہ اقتباسات جمع کئے گئے ہیں جن میں غالب نے اپنی شاعری خاص طور پر غزل سرائی کی طرف اشارے کئے ہیں۔ دوسرا عنوان ہے 'غزلیاتِ فارسی'، جس کے تحت غالب کی فارسی اور اردو تحریروں سے وہ اقتباسات جمع کئے گئے ہیں جن میں غالب نے اپنی فارسی غزلیات درج کی ہیں یا غزلیات کا حوالہ دیا ہے۔

تیسرا عنوان ہے "ابیات غزل ہائے فارسی"، جس کے تحت غالب کی تحریروں سے وہ اقتباسات جمع کیے گئے ہیں جن میں غالب کی غزل کا کوئی شعر یا چند شعر آگئے ہیں۔

انتقاداتِ غالب — غالب کی تحریروں سے وہ اقتباسات یک جا کر دیے گئے ہیں جن میں غالب نے فارسی کے غزل گو شعرا یا فارسی غزل گوئی کے بارے میں اظہار رائے کیا ہے۔

فرہنگ غالب — یہ وہ اقتباسات ہیں جن میں غالب نے کسی ایسے لفظ کے معنی بتائے ہیں جو اس کی فارسی غزل میں استعمال ہوا ہے۔

عروضِ غزلیات — اس ضمیمے میں غالب کی فارسی غزلیات کی بحروں اور اوزان کی نشان دہی کی گئی ہے۔

جمع ابیات — ہر غزل کی ابیات کی تعداد اور غزلیات کی کل ابیات کی مجموعی تعداد درج کی گئی ہے۔

اشخاص و اماکن غزلیات — اس اشاریے میں اکثر شخصیتیں اور مقامات جانے پہچانے ہیں۔ البتہ ان میں سے بعض کے بارے میں تعارفی یادداشتوں کی ضرورت تھی، جو غالب غزلِ سرا میں درج ہیں، لیکن مختصر اشارات یہاں بھی درج کیے گئے ہیں۔

طلسم معانی — ان الفاظ کی شعر بہ شعر نشان دہی کی گئی ہے، جو غالب کے کلام میں خاص طور پر غزل میں مفہوم کے ایک خاص تصور کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

غالب کا عالم خیال — فارسی غزلیات کے حدود میں غالب کی خیال بندی یا تمثال یا پیکر تراشی کے تحقیقی مطالعے کے لیے تجزیاتی اعداد و شمار پیش کیے ہیں۔

ماخذ — ماخذ زیادہ تر وہ ہیں جن سے ہم نے اپنے ضمیمے "سرزمینِ سخن گستران" میں استفادہ کیا ہے۔ "پ" کی علامت سے کتاب خانۂ دانش گاہ پنجاب لاہور مراد ہے۔

غزلیاتِ غالب کا املا — غزلیات کے متن کو ہم نے عام قاری کے لیے واضح بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس مقصد کے لیے جہاں ضروری سمجھا ہے پاکستانی تلفظ کے لحاظ سے یائے تحتانی اور یائے معکوس کا التزام رکھا ہے، البتہ نونِ مدوّر ہر جگہ ملفوظ ہے۔ خاص طور پر قاطع برہان کے ہنگامے کے بعد سے غالب بعض فارسی الفاظ کو "ذ" کے بجائے "ز" سے لکھتے تھے، جیسے "گزشتن" بجائے گذشتن، "گزاشتن" بجائے "گذاشتن"۔ بعض لفظوں میں وہ "ذ" کے بجائے د کے قائل تھے "آذر" یعنی آتش کو "آدر" لکھتے تھے۔ دیوان میں ہم نے رائج الوقت املا رکھا ہے۔ غالب کے تفنّن کی پیروی نہیں کی۔ "ک" اور "گ"، اور "ب" اور "پ" کے بارے میں ہند و پاکستانی تلفظ اور املا کا ساتھ دیا ہے۔ ایران کی فارسی میں "شکوفہ" ہے اور شکفتن ہے بجائے شگوفہ اور شگفتن۔ اسی طرح تب ہے بجائے تپ۔

ردیف نامہ

رقم اعداد

اردو	-	فارسی
۴	=	۴
۵	=	۵
۷	=	۷

ردیف نامهٔ غزلیات

ردیف نامهٔ غزلیات

ہفت وادئ خیال

طوفانِ آبِ گوہر	۱۸۱۸ء تا ۱۸۳۸ء / ۱۲۳۳ھ تا ۱۲۵۳ھ
روشِ تازہ	۱۸۳۷ء تا ۱۸۳۸ء / ۱۲۵۳ھ تا ۱۲۵۴ھ
جستجوئے طرحِ خداداد	۱۸۳۸ء تا ۱۸۴۱ء / ۱۲۵۴ھ تا ۱۲۵۷ھ
نفسِ شرارہ فشان	۱۸۴۱ء تا ۱۸۴۵ء / ۱۲۵۶ھ تا ۱۲۶۱ھ
غالبِ آتش بیان	۱۸۴۵ء تا ۱۸۶۰ء / ۱۲۶۱ھ تا ۱۲۷۷ھ
چشمۂ آبِ حیات	۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۷ء / ۱۲۷۷ھ تا ۱۲۸۴ھ
واپسین نوا	۱۸۶۷ء تا ۱۸۶۹ء / ۱۲۸۴ھ تا ۱۲۸۵ھ

ترتیبِ مندرجات

شمارۂ ترتیب — شمارہ غزل در دیوان حاضر : صفحہ دیوان — قافیہ و ردیف غزل

طوفان آب گوهر — شیرازهٔ ظهوری

از آغاز (۱۸۱۸م) تا ۱۸۲۵م / (۳۴-۱۲۳۳ھ) تا ۴۱-۱۲۴۰ھ

۱ - ۴ : ۴ - اعمال ما
۲ - ۶ : ۶ - ماسا
۳ - ۹ : ۸ - عیانست مرا
۴ - ۱۱ : ۹ - گذر بسته ایم ما
۵ - ۱۲ : ۱۰ - آینه دار خودیم ما
۶ - ۱۵ : ۱۲ - ستم را
۷ - ۱۷ : ۱۳ - انتظار بیا
۸ - ۱۸ : ۱۴ - تیم را
۹ ۲۶ : ۱۹ - تابشش را
۱۰ - ۲۷ : ۲۰ - پیالهٔ ما
۱۱ - ۳۷ : ۲۷ - شاهی را
۱۲ - ۳۸ : ۲۷ - دیوانهٔ ما
۱۳ - ۴۶ : ۳۴ - دمیدنست نخسپ
۱۴ - ۵۱ : ۳۸ - دور بینیست
۱۵ - ۵۲ : ۳۸ - گمان تو نیست
۱۶ - ۵۵ : ۴۰ - دشوار ست
۱۷ - ۶۱ : ۴۴ - بودش نمانده است
۱۸ - ۶۳ : ۴۵ - احتسابی بیش نیست
۱۹ - ۶۴ : ۴۶ - حاصلست
۲۰ - ۶۸ : ۴۸ - بید بوده است
۲۱ - ۷۶ : ۵۴ - برای تو کیست
۲۲ - ۸۳ : ۵۸ - بو گرفت
۲۳ - ۸۴ : ۵۹ - پیچ و تابی هست
۲۴ - ۸۵ : ۵۹ - استخوان خالیست
۲۵ - ۸۷ : ۶۱ - بار هست
۲۶ - ۹۱ : ۶۵ - نمودن چه احتیاج
۲۷ - ۹۴ : ۶۸ - تماشائیش هیچ
۲۸ - ۹۶ : ۷۰ - خبر کنیم طرح
۲۹ - ۹۷ : ۷۱ - نظرها گستاخ
۳۰ - ۹۸ : ۷۲ - زد رخ
۳۱ - ۱۰۲ : ۷۵ - غم تان شد
۳۲ - ۱۰۶ : ۷۸ - بیان بر خیزد
۳۳ - ۱۰۷ : ۷۹ - شنیدن نشناسد
۳۴ - ۱۰۹ : ۸۰ - زود میرود
۳۵ - ۱۱۴ : ۸۳ - تابم بدر آورد
۳۶ - ۱۱۷ : ۸۵ - شبها چه می رود
۳۷ - ۱۱۹ : ۸۶ - زمین تو شود
۳۸ - ۱۲۱ : ۸۸ - سبدی تو بود
۳۹ - ۱۲۳ : ۹۰ - کمین فرو ریزد
۴۰ - ۱۲۶ : ۹۱ - ایام شد
۴۱ - ۱۲۷ : ۹۲ - صدا ندارد
۴۲ - ۱۲۸ : ۹۳ - فریاد میزند
۴۳ - ۱۳۲ : ۹۶ - سازد بد
۴۴ - ۱۳۳ : ۹۷ - پندار برد
۴۵ - ۱۳۴ : ۹۷ - ایام نزاید
۴۶ - ۱۳۵ : ۹۸ - جان نبود
۴۷ - ۱۴۰ : ۱۰۲ - فکر گیرد
۴۸ - ۱۵۲ : ۱۱۰ - رسیده باد
۴۹ - ۱۵۳ : ۱۱۰ - تجارت زند
۵۰ - ۱۶۲ : ۱۱۸ - نظرم ریز
۵۱ ۱۶۳ : ۱۱۹ - بسیار میاموز
۵۲ - ۱۶۴ : ۱۱۹ - تر هنوز
۵۳ - ۱۷۵ : ۱۲۸ - آسمان نامیدش
۵۴ ۱۷۶ : ۱۲۹ - گهر بارش
۵۵ - ۱۸۳ : ۱۳۶ - روزگار چه حظ
۵۶ - ۱۹۸ : ۱۵۱ - خون معدن لعل
۵۷ - ۲۰۰ : ۱۵۲ - درمیانه غافل
۵۸ - ۲۰۲ : ۱۵۴ - روانه کرده ایم
۵۹ - ۲۳۱ : ۱۷۴ - گران خواهم شدن
۶۰ - ۲۳۷ : ۱۷۸ - درم داشتن
۶۱ - ۲۴۳ : ۱۸۴ - فلاتی بشنو
۶۲ - ۲۴۸ : ۱۸۷ - پشیمان شو
۶۳ - ۲۵۲ : ۱۹۱ - غوغا کردهٔ
۶۴ - ۲۵۴ : ۱۹۲ - جان زدهٔ
۶۵ - ۲۵۹ : ۱۹۷ - هزار پیچی
۶۶ - ۲۶۱ : ۱۹۸ - کافر اداے

طوفان آب گوہر —— با ظہوری و صائب

از آغاز (۱۸۱۸ء) تا ۱۸۲۹ء / از (۲۲-۳-۱۲۱۱ھ) تا ۲۵-۱۲۴۴ھ

۱ - ۱۳ : ۱۱ - خلوت شبہا
۲ - ۱۹ : ۱۵ - حیرانی مرا
۳ - ۲۰ : ۱۵ - گلیم ما
۴ - ۲۱ : ۱۶ - اضطرار ما
۵ - ۲۳ : ۱۷ - پرداختۂ ما
۶ - ۲۳ : ۱۸ - ہوس ما
۷ - ۴۴ : ۳۲ - راندہ است امشب

۸ - ۶۰ : ۴۳ - ژندہ خانیاست
۹ - ۱۰۰ : ۷۴ - وفا ریزد
۱۰ - ۱۰۳ : ۷۶ - بقفائی آید
۱۱ - ۱۱۱ : ۸۱ - بجوش آمد
۱۲ - ۱۱۲ : ۸۲ - بی نیاز باید بود
۱۳ - ۱۱۶ : ۸۴ - آرند و کنند
۱۴ - ۱۴۶ : ۱۰۶ - بسامان خورش نکرد

۱۵ - ۱۵۷ : ۱۱۴ - دیدنم نگر
۱۶ - ۱۶۶ : ۱۲۱ - جایم نبود
۱۷ - ۲۰۵ : ۱۵۵ - در سر دارم
۱۸ - ۲۰۶ : ۱۵۶ - بجز تاب شستایم
۱۹ - ۲۱۵ : ۱۶۲ - چکیدن دہیم
۲۰ - ۲۲۹ : ۱۷۳ - فرہادم میتوان گفتن
۲۱ - ۲۳۵ : ۱۷۷ - ایمان زیستن
۲۲ - ۲۵۰ : ۳۱ - در آئینہ

تاریخ نظم غزلیات

۲ : بین ۱۸۲۸ء و ۱۸۲۹ء / ۱۲۴۳ھ و ۱۲۴۵ھ
۱۹ : بین ۱۸۲۸ء و ۱۸۲۹ء / ۱۲۴۳ھ ۱۲۴۵ھ

طوفان آب گوہر —— شیوۂ نظیری و طرز حزین

از آغاز (۱۸۱۸ء) تا ۲۹ سپتامبر ۱۸۳۷ء / ۲۴-۲۴-۱۲۲۴ھ تا ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ

۱ - ۲ : ۳ - بیگناہان را
۲ - ۳ : ۳ - تبان را
۳ - ۵ : ۵ - گلزار ما
۴ - ۷ : ۷ - بدگمانی ما
۵ - ۸ : ۷ - سفینۂ ما
۶ - ۱۴ : ۱۱ - پارسائیہا
۷ - ۲۵ : ۱۹ - بیقراران را

۸ - ۲۸ : ۲۱ - جنگش ما
۹ - ۲۹ : ۲۱ - میجوئیم ما
۱۰ - ۳۰ : ۲۲ - سنگ را
۱۱ - ۳۲ : ۲۲ - جان را
۱۲ - ۳۴ : ۲۴ - پہلو را
۱۳ - ۳۵ : ۲۵ - خدای را
۱۴ - ۳۶ : ۲۶ - پارہ را

۱۵ - ۲۹ : ۲۸ - دامان ترا
۱۶ - ۴۰ : ۲۹ - خامان را
۱۷ - ۴۱ : ۲۹ - بیابان را
۱۸ - ۴۲ : ۳۱ - ماہی سیماب
۱۹ - ۴۳ : ۳۲ - گمان چہ عجب
۲۰ - ۴۵ : ۳۳ - قلق میکنم امشب
۲۱ - ۴۷ : ۳۵ - مانیست

۲۲ - ۴۸ : ۳۶ - ساغر افتاده است
۲۳ - ۴۹ : ۳۶ - بزمگاه کیست
۲۴ - ۵۰ : ۳۷ - جامه گاه کیست
۲۵ - ۵۴ : ۳۹ - کاینجا گذشت
۲۶ - ۵۶ : ۴۱ - جگر تابست
۲۷ - ۵۷ : ۴۱ - باز ندانست
۲۸ - ۵۸ : ۴۲ - یگانه ایست
۲۹ - ۵۹ : ۴۲ - یار نازک ست
۳۰ - ۶۵ : ۴۶ - حسابست
۳۱ - ۶۶ : ۴۷ - آسوده رفت
۳۲ - ۶۷ : ۴۷ - چمن پیداست
۳۳ - ۶۹ : ۴۹ - یکباره آمد و رفت
۳۴ - ۷۱ : ۵۰ - انگشتم سوخت
۳۵ - ۷۳ : ۵۲ - حیران نیست
۳۶ - ۷۴ : ۵۲ پیکار فرید بخت
۳۷ - ۷۷ : ۵۴ - دگر ست
۳۸ - ۷۹ : ۵۶ - التماس کیست
۳۹ - ۸۱ : ۵۷ - کریست
۴۰ - ۸۴ : ۵۸ - دوخته نیست
۴۱ - ۸۸ : ۶۱ - اشکبار ترست
۴۲ - ۹۰ : ۶۴ - من درین چه بحث
۴۳ - ۹۲ : ۶۶ - همای ما شیخ
۴۴ - ۹۳ : ۶۷ - بیان هیچ
۴۵ - ۹۵ : ۶۹ - ایاغ دم صبح
۴۶ - ۱۰۴ : ۷۷ - غم نماند
۴۷ - ۱۰۸ : ۷۹ - آشنا بجنبد
۴۸ - ۱۱۵ : ۸۴ - جانش درلرزد
۴۹ - ۱۱۸ : ۸۶ - آسان بسی آید
۵۰ - ۱۲۰ : ۸۷ - یاد آمد

۵۱ - ۱۱۵ : ۹۱ - تگرگ زند
۵۲ - ۱۲۹ : ۹۴ - شراب زد
۵۳ - ۱۳۰ : ۹۴ - دور افگند
۵۴ - ۱۳۱ : ۹۵ - سری باشد
۵۵ - ۱۳۶ : ۹۹ - بلا دارد
۵۶ - ۱۳۷ : ۱۰۰ - مردمم باشد
۵۷ - ۱۳۸ : ۱۰۰ - ستم کشد
۵۸ - ۱۴۱ : ۱۰۲ - راز ندارد
۵۹ - ۱۴۲ : ۱۰۳ - خاموش مباد
۶۰ - ۱۴۳ : ۱۰۳ - بوس میرسد
۶۱ - ۱۴۴ : ۱۰۴ - کار ماند
۶۲ - ۱۴۵ : ۱۰۵ - روان دارد
۶۳ - ۱۴۷ : ۱۰۶ - چندش بود
۶۴ - ۱۴۸ : ۱۰۷ - تلاشم گرد ماند
۶۵ - ۱۵۰ : ۱۰۸ - گم گردد
۶۶ - ۱۵۴ : ۱۱۲ - پرواز کاغذ
۶۷ - ۱۵۵ : ۱۱۳ - بیابان بر
۶۸ - ۱۵۶ : ۱۱۴ - بهار ست بهار
۶۹ - ۱۵۹ : ۱۱۶ - نشانی بمن آر
۷۰ - ۱۶۰ : ۱۱۶ - سر آمد
۷۱ - ۱۶۵ : ۱۲۰ - گمان برخیز
۷۲ - ۱۶۷ : ۱۲۲ - سر از من پرس
۷۳ - ۱۶۸ : ۱۲۲ عشوه گری او چنک
۷۴ - ۱۶۹ : ۱۲۳ - خشمگین شناس
۷۵ - ۱۷۱ : ۱۲۵ - ستایش مینویس
۷۶ - ۱۷۲ : ۱۲۶ - تازه آورد نقش
۷۷ - ۱۷۳ : ۱۲۷ - پرسشش
۷۸ - ۱۷۴ : ۱۲۸ - بستر آتش
۷۹ - ۱۷۷ : ۱۲۹ - تابش

۸۰ - ۱۷۸ : ۱۳۰ - معما نقش
۸۱ - ۱۷۹ : ۱۳۲ - بلا برقص
۸۲ - ۱۸۰ : ۱۳۳ - جان میدهد بعشق
۸۳ - ۱۸۱ : ۱۳۴ - وفا بوده است شرط
۸۴ - ۱۸۲ : ۱۳۵ - تبان قرعه بود اط
۸۵ - ۱۸۴ : ۱۳۷ - سفر چه حظ
۸۶ - ۱۸۵ : ۱۳۸ - تن شمع
۸۷ - ۱۸۶ : ۱۳۹ - برهمن گشته جمع
۸۸ - ۱۸۷ : ۱۴۰ - سده گذر دروغ دروغ
۸۹ - ۱۸۸ : ۱۴۱ - جانان خورم دریغ
۹۰ - ۱۸۹ : ۱۴۲ شمع گشت تلف
۹۱ - ۱۹۰ : ۱۴۳ - تماشا یکطرف
۹۲ - ۱۹۱ : ۱۴۴ - همدگر تفریق
۹۳ - ۱۹۲ : ۱۴۵ - شکایت شوق
۹۴ - ۱۹۳ : ۱۴۶ - تمنا شود هلاک
۹۵ - ۱۹۴ : ۱۴۶ شیوه خاشاک چه باک
۹۶ - ۱۹۵ : ۱۴۷ - یار من اندک
۹۷ - ۱۹۶ : ۱۴۹ - دریچه نیرنگ
۹۸ - ۱۹۷ : ۱۵۰ - احتجیل
۹۹ - ۱۹۹ : ۱۵۱ - بدی گل
۱۰۰ - ۲۰۳ : ۱۵۴ - آزاد خودم
۱۰۱ - ۲۰۴ : ۱۵۵ - کاعتباری داشتم
۱۰۲ - ۲۰۷ : ۱۵۷ - بیدارش کنم
۱۰۳ - ۲۰۸ : ۱۵۷ - نگاهش گرفته ایم
۱۰۴ - ۲۰۹ : ۱۵۸ - آشنا فرشته ایم
۱۰۵ - ۲۱۱ : ۱۵۹ - رسوائی خرشیم
۱۰۶ - ۲۱۲ : ۱۶۰ - تیرام
۱۰۷ - ۲۱۳ : ۱۶۱ - پنهان کرده ایم
۱۰۸ - ۲۱۴ : ۱۶۲ - برکنار افتاده ام

تاریخ نظم غزلیات

۱۱ : قبل از ۱۴ اکتوبر ۱۸۳۴ء / ۹ جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ

۱۲ : قبل از ۱۸۲۹ء / ۱۲۴۴-۴۵ھ

۳۳ : قبل از ۱۸۳۳ء / ۱۲۴۸-۴۹ھ

۳۹ : ۱۸۳۵ء / ۱۲۵۰-۵۱ھ

۵۱ : ۱۸۲۶ء یا کے بعد ازان / ۱۲۴۱-۴۲ھ

۵۹ : ۱۸۳۵ء / ۱۲۵۰-۵۱ھ

۶۰ : ۱۸۲۸ء یا کے بعد ازان / ۱۲۴۳-۴۴

۱۲۸ : قبل از ۱۸۳۵ء / ۱۲۵۰-۵۱ھ

روشِ تازہ - ۱

از ۲۹ ستامبر ۱۸۳۷ تا ۱۲ ژانویه ۱۸۳۸ام / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ تا ۲۳ شعبان ۱۲۵۳ھ

۱ - ۱ : ۲ هنگامه‌ها
۲ - ۲۲ : ۱۷ - زمانی را
۳ - ۳۱ : ۲۲ - نقاب را
۴ - ۳۴ : ۲۵ - کشت ما
۵ - ۵۳ : ۳۹ - جانفزاست هست
۶ - ۶۲ : ۴۴ - بند نیست
۷ - ۷۰ : ۴۹ - می‌بایست
۸ - ۷۲ : ۵۱ چو من بیست
۹ - ۷۵ : ۵۳ - رنجیدن نداشت
۱۰ - ۷۸ : ۵۵ - گمنامی هست
۱۱ - ۸۶ : ۶۰ - مشکل افتاد است
۱۲ - ۸۹ : ۶۱ - بی بیست
۱۳ - ۹۹ : ۷۳ - جنون نهد
۱۴ - ۱۰۱ : ۷۴ - مراد می‌دهد
۱۵ - ۱۰۵ : ۷۷ - شبانم دادند
۱۶ - ۱۱۰ : ۸۱ - جور بود
۱۷ - ۱۲۲ : ۸۸ - تو بود
۱۸ - ۱۳۹ : ۱۰۱ - کار برد
۱۹ - ۱۴۹ : ۱۰۸ - بدر زد
۲۰ - ۱۵۱ : ۱۰۹ - آستان بگرداند
۲۱ - ۱۵۸ : ۱۱۵ - بسر به
۲۲ - ۱۷۰ : ۱۲۴ - بیرون نکرده کس
۲۳ - ۲۰۱ : ۱۵۳ - برانگنم
۲۴ - ۲۱۰ : ۱۵۹ - درهم افگنم
۲۵ - ۲۱۷ : ۱۶۴ - ندامت می‌کنم
۲۶ - ۲۲۰ : ۱۶۶ - آسمان بگردانیم
۲۷ - ۲۳۲ : ۱۷۵ - بیک بار کشیدن
۲۸ - ۲۴۵ : ۱۸۵ - رسیده کو
۲۹ - ۲۵۱ : ۱۹۰ - گرانبار بوده
۳۰ - ۲۶۳ : ۱۹۹ - بیان بگردانی
۳۱ - ۲۶۹ - ۲۰۳ - خوشنود نیابی
۳۲ - ۲۷۳ : ۲۰۶ - بشمار دلبری

روشِ تازہ - ۲

بین ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸ام و ۴ ژوئیه ۱۸۳۸ام / ۲۳ شوال ۱۲۵۴ھ و ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۴ھ

۱ - ۱۰ : ۸ - دامن ما
۲ - ۱۴ : ۱۲ - دگر مستان فریفت مرا
۳ - ۸۰ : ۵۶ - نمایانم سوخت
۴ - ۱۲۳ : ۸۹ - کار نداند
۵ - ۱۶۱ : ۱۱۷ - خاکش نگر
۶ - ۲۲۶ : ۱۷۰ - اغیار ندانم

جستجوی طرح خداداد

بین ۴ ژوئیه ۱۸۳۸ام و ۲۹ دسامبر ۱۸۴۱ام / ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۴ھ و ۱۵ ذی قعده ۱۲۵۷ھ

۱ - ۲۷۶ : ۲۱۲ - فسونگری گرفت
۲ - ۲۷۷ : ۲۱۳ - کشمیر برد
۳ - ۲۷۸ : ۲۱۳ - چنین باشد
۴ - ۲۷۹ : ۲۱۴ - دین دارم

نفسِ شرارہ فشان

از آغاز سال ۱۸۴۲م تا ۱۸۴۵م / ذی قعدہ ۱۲۵۷ھ تا ۱۲۶۱ھ

۱- ۲۸۰ : ۲۱۸ - پیغام ما
۲- ۲۸۱ : ۲۱۹ - جان نمکست
۳- ۲۸۲ : ۲۱۹ - فلک نخاست
۴- ۲۸۳ : ۲۲۰ - فراوان شدہ است
۵- ۲۸۴ : ۲۲۱ - مانند است
۶- ۲۸۵ : ۲۲۲ - عصا نخفتست
۷- ۲۸۶ : ۲۲۲ - نام چیست
۸- ۲۸۷ : ۲۲۳ - تا مسی است
۹- ۲۸۸ : ۲۲۴ - توان افتاد
۱۰- ۲۸۹ : ۲۲۵ - عنوانم نمی آید
۱۱- ۲۹۰ : ۲۲۶ - یغما ماند
۱۲- ۲۹۱ : ۲۲۶ - غم نرسد
۱۳- ۲۹۲ : ۲۲۷ - پرہیز گفتہ اند
۱۴- ۲۹۳ : ۲۲۸ - رہزنی دارد
۱۵- ۲۹۴ : ۲۲۸ - وین گوید
۱۶- ۲۹۵ : ۲۲۹ - مرداد
۱۷- ۲۹۶ : ۲۲۹ - کمان بجنباند
۱۸- ۲۹۷ : ۲۳۰ - دوش نکردند
۱۹- ۲۹۸ : ۲۳۱ - من یاد آرد
۲۰- ۲۹۹ : ۲۳۱ - مدگوش
۲۱- ۳۰۰ : ۲۳۳ - آسمان در بغل
۲۲- ۳۰۱ : ۲۳۳ - گمراہیم
۲۳- ۳۰۲ : ۲۳۴ - محشر داشتم
۲۴- ۳۰۳ : ۲۳۵ - اثر نمایم
۲۵- ۳۰۴ : ۲۳۵ - رم شان
۲۶- ۳۰۵ : ۲۳۶ - ہجران
۲۷- ۳۰۶ : ۲۳۶ - رم گرفتہ
۲۸- ۳۰۷ : ۲۳۷ - شراب خواہ
۲۹- ۳۰۸ : ۲۳۸ - سرودی چہ خستی
۳۰- ۳۰۹ : ۲۳۹ - آری ندہی

تاریخ نظم غزلیات

۲ : قبل از ۲۹ اپریل ۱۸۴۳م / ۲۹ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ
۵ : قبل از ۲۲ فروری ۱۸۴۴م / ۵ رجب ۱۲۶۰ھ
۷ : بین ۱۸۴۲م و ۱۸۴۳م / ۱۲۵۷ھ و ۱۲۵۹ھ
۸ : بین ۱۸۴۲م و ۱۸۴۳م / ۱۲۵۷ھ و ۱۲۵۹ھ
۱۰ : قبل از ۲۹ اپریل ۱۸۴۳م / ۲۹ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ
۱۳ : ۱۸۴۳م / ۱۲۵۸-۵۹ھ
۲۴ : قبل از ۲۳ مارچ ۱۸۴۳م / ۲۲ صفر ۱۲۵۹ھ

غالب آتش بیان

از ۱۸۴۵ تا ۱۸۶۰م / ۱۲۶۱ھ تا ۱۲۷۷ھ

۱- ۳۱۰ : ۲۴۴ - بیان محمد است | ۲- ۳۱۱ : ۲۴۵ - دلبر نتوان گفت | ۳- ۳۱۲ : ۲۴۵ - شرابخانہ تست

روش تازه - ۱

از ۹ سپتامبر ۱۸۳۷ تا ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ تا ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ

۱- ۱ : ۲ هنگامه‌زا
۲- ۲۲ : ۱۷ - زمانی را
۳- ۳۱ : ۲۲ - نقاب را
۴- ۳۴ : ۲۵ - کشت ما
۵- ۵۳ : ۳۹ - جانفزاست هست
۶- ۶۲ : ۴۴ - بندنیست
۷- ۷۰ : ۴۹ - می‌بایست
۸- ۷۲ : ۵۱ چو من بیست
۹- ۷۵ : ۵۳ - رنجیدن نداشت
۱۰- ۷۸ : ۵۵ - گناهی هست
۱۱- ۸۶ : ۶۰ - مشکل افتادست
۱۲- ۸۹ : ۶۱ - بی نیست
۱۳- ۹۹ : ۷۳ - جنون ندهد
۱۴- ۱۰۱ : ۷۴ - مراد میدهد
۱۵- ۱۰۵ : ۷۷ - شبانم دادند
۱۶- ۱۱۰ : ۸۱ - جگر بود
۱۷- ۱۲۲ : ۸۸ - گوید
۱۸- ۱۳۹ : ۱۰۱ - کار برد
۱۹- ۱۴۹ : ۱۰۸ - بدر زند
۲۰- ۱۵۱ : ۱۰۹ - آستان بگرداند
۲۱- ۱۵۸ : ۱۱۵ - بسر بر
۲۲- ۱۷۰ : ۱۲۴ - بیرون نکرده کس
۲۳- ۲۰۱ : ۱۵۳ - برانگنم
۲۴- ۲۱۰ : ۱۵۹ - درهم افگنم
۲۵- ۲۱۷ : ۱۶۴ - ندامت میکنم
۲۶- ۲۲۰ : ۱۶۶ - آسمان بگردانیم
۲۷- ۲۳۲ : ۱۷۵ - بیک بار کشیدن
۲۸- ۲۴۵ : ۱۸۵ - رسیده گو
۲۹- ۲۵۱ : ۱۹۰ - گرانبار بوده
۳۰- ۲۶۳ : ۱۹۹ - بیان بگردانی
۳۱- ۲۶۹ - ۲۰۳ - خوشنود نیابی
۳۲- ۲۷۳ : ۲۰۶ - بشمار دلبری

روش تازه - ۲

بین ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸م و ۴ ژوئیه ۱۸۳۸م / ۲۳ شوال ۱۲۵۴ھ و ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۴ھ

۱- ۱۰ : ۸ - دامن ما
۲- ۱۴ : ۱۲ - دگر نمیتوان فریفت مرا
۳- ۸۰ : ۵۶ - نمایانم سوخت
۴- ۱۲۳ : ۸۹ - کار نداند
۵- ۱۶۱ : ۱۱۷ - خاکش نگر
۶- ۲۲۴ : ۱۷۰ - اغیار ندانم

جستجوی طرح خداداد

بین ۴ ژوئیه ۱۸۳۸م و ۲۹ دسامبر ۱۸۴۱م / ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۵۴ھ و ۱۵ ذی قعده ۱۲۵۷ھ

۱- ۲۷۶ : ۲۱۲ - فسونگری گرفت
۲- ۲۷۷ : ۲۱۳ - کشمیر برد
۳- ۲۷۸ : ۲۱۳ - چنینی باشد
۴- ۲۷۹ : ۲۱۴ - دین دارم

نفسِ شرارہ فشان

از آغاز سال ۱۸۴۲م تا ۱۸۴۵م / ذی قعدہ ۱۲۵۷ھ تا ۱۲۶۱ھ

۱ - ۲۸۰ : ۲۱۸ - پیغام را
۲ - ۲۸۱ : ۲۱۹ - جان نمکست
۳ - ۲۸۲ : ۲۱۹ - فلک نخواست
۴ - ۲۸۳ : ۲۲۰ - فراوان شده است
۵ - ۲۸۴ : ۲۲۱ - مانند است
۶ - ۲۸۵ : ۲۲۲ - عصا نخفتست
۷ - ۲۸۶ : ۲۲۲ - نام چیست
۸ - ۲۸۷ : ۲۲۳ - تماشی است
۹ - ۲۸۸ : ۲۲۴ - توان افتاد
۱۰ - ۲۸۹ : ۲۲۵ - عنوانم نمی آید
۱۱ - ۲۹۰ : ۲۲۶ - یغما ماند
۱۲ - ۲۹۱ : ۲۲۶ - غمم نرسد
۱۳ - ۲۹۲ : ۲۲۷ - پرہیز گفته اند
۱۴ - ۲۹۳ : ۲۲۸ - رہزنی دارد
۱۵ - ۲۹۴ : ۲۲۸ - وین گوید
۱۶ - ۲۹۵ : ۲۲۹ - مرداد
۱۷ - ۲۹۶ : ۲۲۹ - کمان بجنباند
۱۸ - ۲۹۷ : ۲۳۰ - دوش نکردند
۱۹ - ۲۹۸ : ۲۳۱ - من یاد آرد
۲۰ - ۲۹۹ : ۲۳۱ - صد گوش
۲۱ - ۳۰۰ : ۲۳۳ - آسمان در بغل
۲۲ - ۳۰۱ : ۲۳۳ - گمراہیم
۲۳ - ۳۰۲ : ۲۳۴ - محشر داشتم
۲۴ - ۳۰۳ : ۲۳۵ - اثر بنمایم
۲۵ - ۳۰۴ : ۲۳۵ - رم شان
۲۶ - ۳۰۵ : ۲۳۶ - ہجران
۲۷ - ۳۰۶ : ۲۳۶ - رم گرفته
۲۸ - ۳۰۷ : ۲۳۷ - شراب خواہ
۲۹ - ۳۰۸ : ۲۳۸ - سرودی چه غمستی
۳۰ - ۳۰۹ : ۲۳۹ - آری ندہی

تاریخ نظم غزلیات

۲ : قبل از ۲۹ آوریل ۱۸۴۳م / ۲۹ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ
۵ : قبل از ۲۲ ژوئیه ۱۸۴۴م / ۵ رجب ۱۲۶۰ھ
۷ : بین ۱۸۴۲م و ۱۸۴۳م / ۱۲۵۷ھ و ۱۲۵۹ھ
۸ : بین ۱۸۴۲م و ۱۸۴۳م / ۱۲۵۷ھ و ۱۲۵۹ھ
۱۰ : قبل از ۲۹ آوریل ۱۸۴۳م / ۲۹ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ
۱۳ : ۱۸۴۳م / ۱۲۵۸-۵۹ھ
۲۴ : قبل از ۲۳ مارس ۱۸۴۳م / ۲۲ صفر ۱۲۵۹ھ

غالب آتش بیان

از ۱۸۴۵ تا ۱۸۶۰م / ۱۲۶۱ھ تا ۱۲۷۷ھ

۱ - ۳۱۰ : ۲۴۴ - بیانِ محمد است | ۲ - ۳۱۱ : ۲۴۵ - دلبر نتوان گفت | ۳ - ۳۱۲ : ۲۴۵ - شرابخانۂ تست

۴ - ۳۱۳ : ۲۴۶ - زیان رسد
۵ ۳۱۴ : ۲۴۷ - شہریارانند
۶ - ۳۱۵ : ۲۴۷ - جفا نیز کنند
۷ - ۳۱۶ : ۲۴۸ - بامامان میرود

۸ - ۳۱۷ : ۲۴۸ - روزگار گرد
۹ - ۳۱۸ : ۲۴۹ - بگردش آورد
۱۰ - ۳۱۹ : ۲۵۰ - برکش
۱۱ - ۳۲۰ : ۲۵۱ - ماخواستیم

۱۲ - ۳۲۱ : ۲۵۱ - ترش بین
۱۳ - ۳۲۲ : ۲۵۲ - آسودگان تو
۱۴ - ۳۲۳ : ۲۵۳ - گرانی نهادهٔ

تاریخ نظم غزلیات

۱ : قبل از ۱۸۵۰ء / ۶۷ - ۱۲۶۶ھ
۷ : قبل از ۱۰ یا ۱۱ آوریل ۱۸۵۳ء / ۲۹ یا ۳۰ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ
۸ : بعد از ۴ ژوئیہ ۱۸۵۰ء / ۲۳ شعبان ۱۲۶۶ھ
۹ : چهارشنبه، شب ۱۴ اکتبر ۱۸۵۵ء / شب پنجشنبه ۲۲ محرم ۱۲۷۲ھ

چشمۂ آب حیات

از ۱۸۶۱ء تا اواسط ۱۸۶۷ء / ۱۲۷۷ھ تا ۸۴-۱۲۸۳ھ

۱ ۳۲۴ : ۲۵۶ - دانا
۲ - ۳۲۵ : ۲۵۶ - کام ما
۳ - ۳۲۶ : ۲۵۷ - روان پرور است
۴ - ۳۲۷ : ۲۵۷ - پا انداخت

۵ - ۳۲۸ : ۲۵۸ - بگفتار آورد
۶ - ۳۲۹ : ۲۵۹ - خدا گوید
۷ - ۳۳۰ : ۲۵۹ - دهان تیز هم
۸ - ۳۳۱ : ۲۶۰ - بلند را میرم

۹ - ۳۳۲ : ۲۶۰ - خاتم تیز تا پا یا هر
۱۰ ۳۳۳ ۰ ۲۶۱ - نقاب تا کی

تاریخ نظم غزلیات

۱ : مارس ۱۸۶۶ء / (۱۲ شوال - ۱۳ ذی قعده) ۱۲۸۲ھ
۲ : بین ۱۵ اکتبر و ۱۲ نوامبر ۱۸۶۱ء / ۱۰ ربیع الثانی و ۸ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ
۳ : قبل از ۲۹ آوریل ۱۸۶۵ء / ۲ ذی الحجہ ۱۲۸۱ھ
۱۰ : قبل از ژوئن ۱۸۶۱ء / قبل از ۲۲ ذی قعده ۱۲۷۷ھ

واپسین نوا

بین اواسط ۱۸۶۷ء و ۱۵ فوریہ ۱۸۶۹ء / اوائل سال ۱۲۸۴ھ و ۲ ذی قعده ۱۲۸۵ھ

۱ - ۳۳۴ : ۲۶۴ - ما آبند

دیباچۂ غالب

دیباچهٔ غالب

(۱) یگانه یزدان را بزبانیکه بخشیدهٔ اوست سپاس گزارم و — نخستین دیوان
خود را چه پایاب سپاسگزاری اوست که چون منی را که
حرف از حرف نشناسم اینهمه نیرو کرامت کرد
که پرده از رخ این شاهد نوخاسته که خرد نخستین دیوانش
نامد برگرفتم و بهوای جلوهٔ دیگر که هنوز صفحهٔ
اندیشه بیرنگ آن نپذیرفته آئینه زدائی از سر گرفتم۔

(۲) بارخدایا دردِ ناروائی کالا دل را آنچنان — بیگانگی در محیط
فرونگرفته که تن بزبونی در دهم و بدین آرزو
منت برخویشتن ننهم که یارب پس از من
چون من بگردِ سراپایِ گفتار گردیدهٔ بیافرینی تا وارسد
که دیوارِ کاخِ والایِ سخن در چه پایه بلند است — درآرزوی ظهورِ هنوای سخن‌شناس
و سررشته کمندِ خیالم در آن فرازستان بکدامین ذروه
بند فرد ذوقیست همی بلفظ آن نگذارم زرشک
خارِ درست بپای عزیزان خلیده باد

(۳) بنامیزد نخستین نقابی ست از روی شاهد بر بست کرده معنی — شعر طبیعی
بجنبشِ نسیم برافتاده یعنی تنگِ کشاکشِ دست
ناکشیده . بازپسین چراغیست از گرمیِ چراغانِ نیم سوخته پهلو
رخ بافروختن داده ، یعنی داغِ منت سخن نادیده — استفاده و الهام از سخن ادبی پیشین
کهن داغهایِ جنونست سراسر بناخنِ شوخیِ نفس خراشیده — تجربیات شخصی
گرماگرم خونابهٔ درونست بتفِ نهانیِ دل ناگه از ناسور
تراویده . کاغذی پیرهنانند چون پیکرِ تصویر — تحریک و تقاضای درونی
از حیرت واقعه خاموش . مشعل نکهت گر فنگانند چون
آذر از دودِ دل سیه پوش .

(۴) ملازم آشامانِ نگه را بدستگیریِ صلایِ فراوانیِ باده — فراوانی معانی زیباشناسی

دریاب که این خسروی میکده ایست در به روی	خسروی میکده
انجمن بازکرده ، زمزمه سنجانِ طرب را بدمسازی نوید	در بروی انجمن بازکرده
ابزهی نغمه بنواز که این باربدی پرده ایست
ازبالِ موسیقار سازکرده ۰ خسروی شبستانی است	گوناگونی اندیشهای هنری
بصاعقهٔ سنه گرمیِ ذوقِ انجمن آرا آتش خیز	ذوقِ انجمن آرا
گردیده ، بچشمک زنی درخشنگیِ اجزای خاکستری
از اندوهِ سرآمدنِ هنگامه پرده کشای ، قیصری شارسانی است	یاد بودِ عظمتِ گذشته
بزلزلهٔ وعیدِ دلِ کارفرما ازهم پاشیده ، بشورِ انگیزی
تابشِ ذره های آفتابی از دردِ بر شکستن بارنامه داستان سرای

۵

نگویم دودِ چراغست یا لاله و داغ ، اما سوختگی را
سرگذشت است و خستگی را رویداد ۰ نگویم
تجلی و طورست یا جنت و حور ، اما نازش را	حفظِ مفاخرِ ملی و آرایشِ درونی
قلمرواست و آرامش را سوادِ طلسم شعله و دودست
بازبستهٔ زردشتِ خیال ، شعله پنهان و دود پیدا
دل لوحِ طلسم و زبان طلسم کشا ۰ هنگامهٔ ابر و باد است
برانگیخته جادوی فکر ، ابر گهرپاش و باد الماس فشان
اندیشه طومارِ نیرنگ و لب افسون خوان ۰ دود کنایت	حفظِ معنویِ ارزش های
بانداز پیچ و تابی که از شعله در دل افتاده است	مادی از دست رفته
بر هوا تتق بسته ۰ خیل غزالی است بسامان جنبشی
که درکمینگاه روی داده است از رم
بدرجسته ۰ جانیست درپرده بنمایشِ خویش مشاطهٔ
حقیقی را ستایش نگار ۰ نهالی ست درسایهٔ برومندیِ خویش	توحید
نخل بندِ ازل را سپاسگزار مثنوی

ای نهان بخششِ آشکار نواز
دل بغم جان به تن گرامی ساز
شراری کزتو در دلِ سنگ ست	شرر در دلِ سنگ
نه درخِ لعل جلوهٔ رنگ ست	جلوهٔ رنگ رخِ لعل
ای بساطِ زمین نشینان را
دی مشامِ یگانه بینان را

از رگِ نوبهار نافه کشای

وز دمِ بادِ صبح غالیه سای

ای فگنده بروی شاهدِ ذات

عنبرین طرّه از نقابِ صفات

ای فلکها حبابِ قلزمِ تو

وی زمین لایِ بادهٔ خمِ تو

بودنی بخشش خوب و زشت توئی

خوب و زشت

رونقِ کعبه و کنشت توئی

کعبه و کنشت

دیده را جویِ خون کشادهٔ تست

ناله را بالِ برق دادهٔ تست

هم به تسلیمِ عجز تن زده ام

تسلیم عجز و مدح خویشتن

کز تو در مدحِ خویشتن زده ام

لغزدعنت همین نیایش جای

از نشاطِ سیاهِ کیهان زای

از رحیقِ نخست بدیرِ مغان

لای پالای می سهیل فشان

ای گزین نقشها کشیدهٔ تو

هرکه و هرچه آفریدهٔ تو

ای مرا فرخسروی داده

فرخسروی

پارسی را بمن نوی داده

پارسی

ناتوانی قوی اساسیهاست

ناتوانی و قوی اساسی

خود نمائی خداشناسیهاست

خود نمائی و خداشناسی

(۶) سخن آفرین خدای گیتی آرای را بستایم که تا

فراوانی رنگارنگ معانی

نهانخانهٔ ضمیرم را از فراوانیِ رنگارنگ معنی به لعل و گوهر

انباشت بازویم را ترازوی مرجان سنجی

و خامه‌ام را هنگامهٔ گهرپاشی ارزانی داشت.

اینست رایگان دهندهٔ منت ناخواهنده. سخنور نواز داور پیروزگر را

نازم که چون تن یکتاکش تحسین دادن

گرانمایگی بیان

تنگ گرانمایگی بیانم شناخت به نازش روائی همین روش ها

همین روش و گزین ادا

برارکش دیباچهٔ گزین اداها، از قبول خلق
بی نیازم ساخت، آنت دشمنکام آفریده
بجوری چشم دشمن برگزیده. فطرتِ پاکیزگی گوهرم را

پاکیزگی گوهر

درخورِ آلایشِ داغِ ہیچکسی ندید و پیداست که
یکتائی جز اورا نزیبد، لاجرم مژه ام را
درخونابه فشانی با زبانم همداستان کرد.
زہی یگانه داورِ دانا رحمت حوصلهٔ آفرینش را
گنجائیِ اندوهِ غمخواریِ من بخشید و دانست
که رنجور جز به تیمار نشکیبد، ہرآئینه دلم را

بیکسی و غمخواری خود

درین جانگزائی برمن بدرد آورد.

(۷) خہی مہربان خدای توانا بہوائش سینه انبی تابی نفسم

عرفان ذات

آذرنگار، بہ ثنائش صفحه از شادابی رقمم
بہار انداي، نہادی درکہ از سوزِ دوزخ غوطه خوار،
سوادی از رازِ بہشت گلگش پرده کشای.
خردِ آشوب زمزمه که بذوق بخشیِ نشاطِ سماعش

زمزمهٔ خرد آشوب

زہره از آسمان فرود آید، بزبانم ودیعت
نہادهٔ اوست و ہوش ربا جنبشی که بکرشمه ریزیِ

روشِ اعجاز

انگیزِ ادائش از حورانِ طوبی نشین درود آید
بہ نیِ کلکم بازدادهٔ او فرد
رشحِ کفِ جم بیچکد از مغزِ سفالم
سیرابیِ نطقم اثرِ فیضِ حکیم ست

(۸) تار و پودِ تشریفِ عقیدتِ مسلمانیم و فرزانه قہرمانِ

نعت و منقبت

قلمروِ سخن رانی دل بشراکِ نعلینِ محمدی آویختن
کیش و آئینِ من و طغرایِ والایِ یا اسدالله الغالب
نقشِ نگینِ من.

(۹) لایِ خمِ میخانه سرمدیِ نسبت ناچشیدگان سگالند

وحدتِ

که بیچرانی را این مایه سیرابیِ نطق از کجاست،

مبدأ فیض

غافل که نمِ رشحهٔ یک فیض است که
سبزه را دمیدن و نہال را سرکشیدن

وحدت و کثرت

و میوه را رسیدن و لب را
زمزمه آفرین آموخت و پرتو مهتاب ازلی هدایت
شبگیر نوردگان اندیشند که تیره سرا انجای را
اینهمه روشنایی گفتار چراست ، بی خبر که
فروغ تابش یک نور است که شمع را بشعله
قدح را بباده و گل را برنگ و درون را
بسخن برافروخت .

(۱۰) آنکه سیه خیمۀ لیلی نشان را بفروغ شمعهای کافوری — حسن و عشق
خاورستان کرد ، وادی مجنون دوشان را
از هجوم کرمک شب تاب پرواز چراغان بخشید .
ریشۀ نخل آرزو آب از مغز سر خاروَن میخورد . — فراوانی آرزو
مایه داری بینوایان دریاب و خامه
در ایثار لعل و گهر عرض گنجینۀ توانگران می برد . فراوانی
دستگاه معنی نگاران نگر .

(۱۱) باغ از گل افشانی نهالهای دست نشان
نامۀ اعمال نیکو کاران خداپرست است و راغ — وسعت معنی نگاری
از انبوهی گوناگون لاله های خودرو کارگاه خیال — خیره و شور زندگی
هوسناکان شاهد باز . فرد

هر دل شده از دست در انداز سپاسی ست
مانا که نگاهِ غلط انداز ندارد

(۱۲) رهرو آزرده پای را سایه خاربُن نشیمن پرواز — فقر و همت
است و در پیچ کشاورز . اخگر تافته
گوهر شب چراغ ، سیل سرشکی که بروی ماتمیان
میرود دیار غم را روائی فرمان در دست
و دامن پرچیده که بدست آزادگان
اندر است ده گیای قلمرو خرسندی را توقیع .
تنومندان را رخ برافروختگی فرخ سرمایه . همان
کعب خرسنت که اگر بشر دوید گرما
گرم از شره ریختیم و اگر رنگ گردید

ومادم بروی شکستیم •

(۱۳) خودآرایان را اطلس و سنجاب ارزانی • و جام
جز آزردن اندام نیست و ما
به تن از ناتوانی تابِ گرانی نداریم
و بدل از نازکی رنجِ تنگی قبا برنتابیم •

عرفان فقر و همت

لطافتِ تازه بهارِ رنگهای شکسته دریافتن
نه زَهرهٔ هر دیده‌ور است و به نزاکتِ ریشه تماشِ
کتانهای مهتابی وارسیدن نه اندازهٔ هر اداشناس •
اگر ذره از بیرنگی آفتاب پرستی
زرّین طیلسانانِ خودآرای را چه رشک و اگر
دیوانه از جگر تفتگی ماهتاب آشناستی
شبستانیانِ آرمیده درون را چه خبر • داغم
از کوته نظرانِ تنگ چشم که دمیدنِ تازه گل

کمال هنر در دیدهٔ زوال

از گیاه و درخشیدنِ برق بشبهای سیاه
شگفت ندارند و جنبیدنِ زبانهای گویا
بسخنهای نغز دشخوار انگارند •

(۱۴) غنچه مشکین نفس است و باد غالیه

ظهور طبیعی هنر

سای و گل کشاده روی و بلبل نواسنج زبان
چه گنه کرده است که سخن سرای
نباشد مهر جلوه برتابد و ذره بیتابی
و بحر روانی و قطره اشتلم ، دل را
که گفته است که از شورش ستوه آید •

(۱۵) همانا دانستِ این گروه باده درمیخانهٔ توفیق

دوام توفیق

همان قدر بود که حریفان گذشته را

از
میل فیض

تردماغ ساخته حالیا بساطِ بزم سخن
برچیده ، و جام و سبو بر سرِ هم شکسته

دوام سیر تکامل هنر

و ازان قلزمِ راوق نمی برجای نمانده
پندارند • کاش بانجمنی که من
در فرودین رده بحلقهٔ اوباش بوده قدح میگیرم

فرارسند تا وارسند که می فراوانست
و ساقی بیدریغ بخش . پیمانه‌ها جرعه ریز
است و لبها العطش گوی الله وزمن تعال
فرد هنوز آن ابر رحمت دُر فشانست
می و میخانه با مهر و نشانست .

(۱۲) آری صهبای سخن بروزگار من از کهنگی
تند و پر زور است و شب اندیشه را
بفرسیدن سپیدهٔ سحری را براتِ فراوانیِ نور است
هر آئینه رفتگانِ سرخوش غنوده اند
و من خرابستم . پیشینیان چراغان بوده اند
و من آفتابستم . قطعه

تکامل و پیشرفت هنر در شعر غالب

مسنج شوکتِ عرفی که بود شیرازی
مشو اسیرِ زلالی که بود خوانسازی
بسومناتِ خیالم درآی تا بینی
روان فروز و شهای زناری

ممیزات شعر غالب دربرابر سخن سرایان ایرانی

(۱۷) قلم که سودبارِ ناپیدکنارِ اندیشه را هنجارهٔ
آب سنج بوده است بروزگارِ گزیده یابیم
ولاخیز گردابی پیموده است که ازبسکه
دران آمدشد بنافِ صدفهایِ گوهر آبستن
خلیده پنداری خطِ شعاعیِ مهر است
بمغز شبنمستان فرودویده . ورق که میکدهٔ
سخن را کاسهٔ باده پیمائی است بدوران پسندیده جویم
از بادهٔ نابی شاداب رشحه ربائی است که
ازبسکه نم آن قدسی زلال کیفیتِ نشئهٔ خضری
بطینتش درآورده گوئی چمن سرمایه غفلیت
دسته دسته ریحان ازخویش برآورده .

وسعت اندیشه و کثرت معانی لطیف

(۱۸) دل بنورِ دین افروخته بازپسین و خشنودم .
اگر گویم که گذشتنِ من بپایه ازگذشتگان
عجب نیست ، چه عجب . پرورش آموختهٔ نخستین دستورم

معانی دینی

فضیلت غالب بر گذشتگان

اگر سنجم که سرآمدن من در شیوه
برهمنغان شگفت نیست، چه شگفت .

(۱۹) خوان ایزدی نیایش به ترهٔ ستایش خویش آراستن — ستایش خویش
بشمارهٔ بخششهای داور افزونی ذوق سپاس خواستن — سپاس ایزد
است . بتکلف برطرف، سعیم در منعم پرستی
است نه در خودفروشی. زمزمهٔ نعت ومنقبت
یک پرده بیک آهنگ سرودن دلدادهٔ نوای سبز در
بودن است . تعصب پیشکش قدمم در جاده پیمائی
است نه در بیراهه روی قطعه

نه چنانم که برعقیدهٔ خویش
از فسون کسی هراس کنم
نتوانم که از نصیحت و وعظ
عالمی را خداشناس کنم
نه که اخبار باستانی را
دیو افسانها قیاس کنم
چون نه من ساقیم نه محتسبم
نه به بزم نه می بکاس کنم
بر مدارا اگر مدار نهم
کاخ الفت قوی اساس کنم
فصلی از مدح خود توانم خواند
گر نه لب را زلاف پاس کنم
میتوان پنجه از نظامی برد
پارهٔ جمع گر حواس کنم
مزرع خویش را بگاه درو
ناخن حرص داس کنم
کوثر از موج وا کند آغوش
اگر انداز ارتماس کنم
بدو بیتی ز گفته های حزین
صفحه را طرهٔ ایاس کنم

کس زبان مرا نمی فهمد،
بعزیزان چه التماس کنم
نه که زاثار هرچه مشهورست
اثر تازه اقتباس کنم
نه که درعالم فراخ روی
عار از ژندهٔ پلاس کنم
نه بواجب زسعی وا مانم
نه بهر مدعا سپاس کنم
لیک تا یاد زمن که درگفتار
مدحت لاله سور واس کنم
خوش نزایم مرا رسد که زرشک
زهر در جام بو نواس کنم
ترسن طبع من بدان ارزد
که زبال پری قطاس کنم
همچو سرو ازغم خزان برهد
گلبنی را که من مساس کنم
چه ازین فرقهٔ ادا نشناس
خویشتن را هلاک یاس کنم
لائق مدح در زمانه چو نیست
خویشتن را همی سپاس کنم

(۲۰) سرو اگر ببرای تلافی عطیهٔ نشو ونما سر وظیفهٔ نبوغ
بپای ابر ساید و ابر در ادای سپاس سرمایه‌بخش
گهر بر فرق دریا افشاند، دیده وران
شناسند که نیروی گستاخی سرو هم از پهلوی ابرست
و فراخی دستگاه ابر هم از گنجینهٔ دریای
بشادِ روانِ سهیل و زهره فشانِ معنی بار نیافته و مرا
از کوتهی برداشت یا درازی فروگذاشت
به ترجمانی نپذیرفته یکره بدانش و داد گرای
خانلای.. فرحتة و گردش روزگار

آیینی نگاه پرور سراپای چون بوی گل از بساطت معنای سخن را
بیمانی و هم از خود پرس که
روان بشناختن رمز هرگونه گزارش چه مایه دانا — تکاملِ سبکِ خاص
و بنان بگزاردن حق هر شیوه نگارش چه قدر توانا
گردد تا ادای سرو روشی و اندازِ وزیده خرامشی
دست بهم دهد و از عالمِ ناهمواری کیش و آیینِ هستی
نشانان آشکارا سگال چها در اندیشه گرد آید تا — وحدتِ فکر
برخاستنِ فرجام دورروئی و درست نشستن نقش یکتا
گزینی را دلکشا انگاره وجود پذیرد .

(۲۱) بزبان موجی که صهبا را به پیمانه اندرست — معرفتِ نبوغ
سرگذشتِ جوشِ خویشتن پارئی که در خلوت خم میزند
شنیدنیست و به نگاهِ رگِ تپشی که پروانه را
در بال و پر است برقِ ذوقِ هستی نشانی
که در نهادِ دل دارد دیدنی ، چنانکه
انتهای آرزوی متقدمین و ابتدای آبروی متأخرین
شیخ علی حزین سراید .

فرد شبها برده ام از صدق بخاک شهدا
تا دل و دیدهٔ خونابه نشانم دادند

(۲۲) انصاف با طاعت است ، در هوائی که — شعرِ عشقیہ و شعرِ مدحیہ
بال بالا خوانی و در مادائی که
خود را بیگرفتی ستوده نیمهٔ ازان شاهد بازیست
یعنی هوا پرستی و نیمهٔ دیگر آزگرستائی
یعنی بادخوانی .

(۲۳) بیدادبین که هرجا بشانه خمی از زلفِ — غزل سرائی
مرغوله سریان کشوده شود بلا در من آویزد
تا دل بر بیچاکِ آن شکن بندی ، و خواری
نگر که هرگاه از خود غافل و از خدا
فارغی بر اورنگِ سروری کج نشیند هرکس — مدیحہ گوئی اہلِ جاہ
مرا برانگیزد پیشش بنده وار

راست اىتى •

(۲۴) شادم از آزادی که بساحن بهنجارِ عشق بازان
گزاردستم و داغم از آزمندی که ورقی چند
بکردارِ دنیا طلبان در مدحِ اہلِ جاه سیه کردستم •
دریغا که عمرِ بکسیر تختی بجامه و چنگ
سرآمد و پارهٔ به دروغ و دریغ رفت •
فرجام گران خوابی برنخاست و آشوبِ ہوسناکی
فرونشست •

(۲۵) ترتیب دیوان — ہنوز خون را در پوست ہنگامهٔ شورشِ رستخیز
این آز گرم و داحیبِ دل از خارخارِ شوق
زبانِ گزارشِ این آرزو درازاست که ہر آئینه
گفتارہای پریشان بفراہم آوردن .ارزد
و خواہی نخواہی اوراقِ پراگنده به شیرازه بستن
سزد ، چه مایهٔ شرمندگیست درین جہان بادپیمودن
و دران گیتی گسسته دم بودن •

(۲۶) حسن وکیفیاتِ آن — حسن را نظرفریبیِ رنگ و روان آسائیٔ بوی
و نشستِ کرشمه و انگیزِ اندام و
درازیِ مژه و کوتہیِ نگاه و راستیِ بالائی و
کژیِ خوی و دم سردیِ وفا و خونگرمیِ جفا و
دربائیِ التفات و جانگزائیِ تغافل و سبکخیزیِ مہر و گرانپائیِ کین و
نکوئیِ روی و زشتیِ گمان و توانائیِ دل و نازکیِ میان مسلم

سخن وعطیات آن — سخن را دوشیزگیِ نہاد و پاکیزگیِ گوہر و برشتگیِ مغزِ
و گداختگیِ نفس و چاشنیِ سپاس و نمکِ شیوه
و نشاطِ نغمه و اندوهِ شیون و روائیِ کار
و رسائیِ بار و پرده کشائیِ راز و جلوه فروشیِ
نوید و سازگاریِ آفرین و دل خراشیِ نکوہش و
ہمواریِ صلا و درشتیِ دورباش و گزارشِ وعده
و سپارشِ پیام و بادنامهٔ بزم و ہنگامهٔ رزم
حاصل ، اما من و ایمانِ من که

کثرت تجلیات حسن

برالا دید یگانه بینان سهی کیش که سیاه و سپید را وجود و
پلاس و پرنیان را تار و پود نیافته اند این
بچراغان دل پروانه و آن به بهاران زیر بال بلبل
ماند .

فیضان ذات واحد در حدوث تنوع هنرمند

(۲۷) اشیاء صور علمیهٔ حق اند و الا این نگار بال عنقا
به نقشهای از رگ کلک فروریخته نقاش را صد رنگ
پرده در پیست و نواهای از ساز بدر ناجسته
مطرب را هزار پرده رامشگری . هرچه از پردهٔ گفت
بال هویدائی زند جنبش موج شمال است
و هرچه از آئینهٔ دید جلوه انگیزد گردش
فانوس خیال . سبک مغزانی که بباد آویخته اند
از گفتار جز گفتار چه دریافته و گرانجانانی
که هستی اشیاء هستو شده اند از سواد
جز سواد چه واشگافته ، چنانکه پرده سنج این سوز و ساز
خداوند گلشن راز فرماید

هر آنکس را که اندر دل شکی نیست
یقین داند که هستی جز یکی نیست

(۲۸) هلا هان اسدالله جامه گرد آور نامه سیاه ای کنش تیره و
بدانش تباه جامه گذاشتن دل در نبرد گردن کشان
هرا و دامن بدندان گرفتن خرد در پیکار زور آوران
هوس نه کم اندوهی و اندک تشویریست که
بحلقهٔ ماتم نشسته این مصیبت نشاط کار دیگر
درخور آهنجد و چشم بر پشت پا دوختهٔ این خجالت
سر برداشتن از نماز نسنجد .

حقیقت بهشت در نظر اهل دنیا

(۲۹) وین که اشارت بکارنامهٔ مینوست و
آن رنگارنگ آرزوهای هرزهٔ خون گشتهٔ تن پرور اینست
که گیتی از سرمایهٔ کامرانی بی برگ و نوا مشتی
بفرمان تهیدستی پا به گل و گروهی
بامید پاداش سربها بوده اند ، مزد حسرتیان دنیا /

عبادت از هنگامهٔ جاه است و آن
گونه‌گون نقشهای گزاف انگیختهٔ بی خردانی است که
سراب را محیطی و هیچ را همگی برگرفته
بی شراره و خاشاک باهم درگرفته اند ، صفتِ
کثرتیان، خیالی درنظر خون کردن و گلستان نامیدن،
غباری از رهگذرِ وهم برانگیختن و آسمان
نقش بستن .

(۳۰) از معنی بصورت آیم و بمذاقِ آشکارا پرستان
پوزش گزار . به بادِ افراهِ این شوخ چشمی که
بستودنِ خویش حدِ حاسد آزاری دلیری کرده خونها
دردل و عقده‌ها برلب افگنده‌ام سخن را
درحقِ خویش به پستی درافگنم تا آموزگارانه
فطرت را گوش تابی داده باشم .

(۳۱) لختی خزف ریزه بریسمان کشیدن و سلکِ گوهر
شهوار شمردن ، مشتی نی پاره بدمهٔ دم برافروختن و
خود را هیربدِ آذرکدهٔ پارس دانستن بوریا بافتن و
بدیباطرازی نام برآوردن ، سنگِ آسیا آژدن و آدار
الماس تراشی درافگندن ، روا بودهٔ کدام دستور و
بازنمودهٔ کدام فرهنگ است ؟ ای آزادهٔ آزگرفتاری و
ای فرورفتهٔ نشیبِ لاخِ پندار ای مسلمان زاده کافرماجرا
و ای شایستهٔ نفت و بوریا ، ای بزبان جهان جهان
شور و غوغا و ای بدل یک ابرمنستانِ رنگ و بو دلت
از تابِ ناروا اندیشه‌ها خون و زبانت بکیفرِ
بیهوده گفتارها ازقفا بیرون باد . فریبم دهی که هنگامه را
گنجایی خرد الفنجیدن نیست و به پوستینِ
یاران افتی که هنگامهٔ روائی هنرسنجیدن ندارد .

آخر نه ازتست در بروی هوس
فرازکردن و دیده بدانستنِ خویش بازکردن ،
راه دانش و داد سپردن و روزگار بآراستنِ خودها

معرفتِ نفس و تزکیه و
تصفیهٔ باطن

و کاستنِ آرزوها بسر کردن • با خویش در آمیخت
و با خلق میاویز • بکنجِ تنهائی بنشین و
از سرِ انجمن آرائی برخیز • فرد

ز الّا دم زن و تسلیم لا شو
یکی الله و برقِ ماسوا شو

(۳۲) اندیشه نسنجد و گمان نسگالد که غالب
از دانش بی بهره بدسته بستن این گلهای غمزه زهره آهنگ خود آرائی
ز اندازۂ انگشت نمائی دارد ، بلکه خون
گرمی ابرام والا برادر ، صدره از جان گرامی تر ،
بهر ابر گوهرباز و بخشم آتش بی زینهار ، تقوی ها
پیشه سروری دستگاه ، راستی اندیشۂ کجکلاه ، بورع پیشگی
از جنید و شبلی خرقه یاب و بکجکلهی روکش
کیخسرو و افراسیاب ، پرویز بزم تهمتن رزم مهر جمالِ مشتری
خصال بهشتی روی بهاران خوی جفا گسلِ وفا پیوند
دوست کشای دشمن بند ،

ترتیب دیوان و محرک آن

امین الدین احمد خان

مثنوی

کجیبتی از وفاداری جهانی
محبت ها زمین و آسمانی
بدارایان بدارائی نشانه
بدانایان بدانائی فسانه
بنیرو سرکشان را پنجه برتاب
بدانش صاحبِ آثارِ فرتاب
نظر پروانۂ شمعِ جمالش
تماشا بلبلِ باغِ خیالش
نگاهش سالکِ در دل دویدن
دلش مجذوبِ بار دل کشیدن
دل و جانِ تمنا جلوه گاهش
هجوم آرزوها گردِ راهش
خطش عنوان نگارِ خوبروئی
بش فرهنگ دانِ بذله گوئی

بهمت مهر گلشن ساز ابری
بسطوت سینه زور افگن هژبری
نهادش را زوالائی، نشانها
زبانش را زدانائی بیانها
خیابانِ نکوئی را نهالی
بیابانِ شگرفی را غزالی
بدریای محبت بی بها دُر
امین الدین احمد خان بهادر

(۳۶) آنکه پارسائی را در سرشتش از استواری آن پایه که با چون منی عمرها از یکدلی یکروئی بوده و بیچگاه در حلقهٔ رسوائی من و خلوتِ برنائیِ خویش لب بمی نیالوده. آنکه مهرش از دلنشینی در نهادم بدانپایه که اگر بشایستگیِ نگارش مسلّم نداشتمی جان را گرامی نه پنداشتمی. مرا برین کار داشته و همتم را به بخیه دوزی این کهن دلق گماشته است، رنگهایِ از خجلتِ این خودنمائی به روشکسته را دیدن برنتابد و ننگهایِ از قبول این رسوائی بخرد بازبسته را شنیدن درنیابد. نه بدان معنی که از سبکمایگی کالا خواری میکشم بلکه چون متاعم باب این قلمرو نیست، از گرانیِ خاطرِ احباب شرمساری میکشم. آری چرا چنین نباشد که شخصِ استعدادِ مرا پیرایهٔ نازشِ فضلی و تشریفِ وجودِ مرا سرمایهٔ بازشِ کمالی نیست.

هنر و هنرشناسی در محیط وطن بر اغراض آن

(۳۴) نه ترانهٔ صرف واشتقاقم برلب است و نه زمزمهٔ سلب وایجابم بر زبان. نه خرینِ صرائحم بگردن است و نه نعشِ قاموسم بر دوش نه آبله پایِ جادهٔ صنایعم و نه گوهر آمای رشتهٔ بدایع

موقفِ هنری غالب در شعر فارسی

(۳۵) کبابِ گرمیِ آتشِ بی دودِ پارسیم و خرابِ تلخیِ بادهٔ پرزورِ معنی، آتش کدهٔ نادسیانِ عجم را سمندرم، سوزش کن همه از من

پرس و گلزار نخلبندان پارس را - بلبلم ، شورِمن
هم از من . جوی سبزه و ماندۂ ابر است
و گل نشاندۂ باد چیدن و دسته بستن
کهنه صنعت است و یاران پیشه ور اند .
آری بیکار نشاید زیست . نفس در شراره
کاشتن است و زبان در زبانه درودن .
در گرفتن و هم از خود مایه برگرفتن شگرف
حالت است و ما اندرین هنگامه ایم
یعنی از ذوق میتوان مُرد . **فرد**

در تهِ هر حرف **غالب** چیده ام میخانۂ
تا ز دیوانم که سرمستِ سخن خواهد شدن

هیجان و فوران بتوغ بعد طبیعی،

طوفانِ آبِ گوہر

غزلیات

از ۱۸۱۸م تا ۱۸۳۸م / ۱۲۳۳ھ تا ۱۲۵۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ای بخلا و ملا خوی تو ہنگامہ زا — با ہمہ در گفتگو بی ہمہ با ماجرا ن

شاہد حسن ترا در روش دلبری — طرۂ پرخم صفات موی میان ما سوا ن

دیدہ وران را کند بیتو بینش فزون — از نگہ تیز رو گشتہ نگہ توتیا

آب تبخشی بزور غون سکندر بدر — جان نپذیری بہیچ نقد خضر ناروا

بزم ترا شمع و گل خستگی بوتراب — ساز ترا زیر و بم واقعۂ کربلا

نکبتیان ترا قافلہ بی آب و نان — نعمتیان ترا مائدہ بی اشتہا

گرمی نبض کسی کز تو بدل داشت سوز — سوختہ در مغز خاک ریشہ دارو گیا

مصرف زہر ستم دادہ بیاد تو ام — سبز بود جای من در دہن اژدہا

کم مشمر گریہ ام زانکہ بعلم ازل — بودہ درین جوی آب گردش ہفت آسیا

سادہ ز علم و عمل مہر تو ورزیدہ ایم — مستی ما پایدار بادۂ ما ناشتا

ن خلد بہ غالب سپار زانکہ بدان روضہ در
نیک بود عندلیب خاصہ نوآئین نوا

غزل ۱: بین ۲۹ ستمبر ۱۸۳۷م / ۲۰ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۱ ژانویہ ۱۸۳۸م / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ ۔ (عابدی)

(۲)

ص تعالی الله برحمت شاد کردن بیگناهان را
خجل نپسندد آزرم کرم بیدستگاهان را

ن خوی شرم گنه در پیشگاه رحمت عامت
سهیل و زهره افشاند ز سیمای روسیاهان را

زهی دردت که با یک عالم آشوب جگرخائی
دود در دل گدایان را و در سر پادشاهان را

بحرفی حلقه در گوش افگنی آزادمردان را
بخوابی مغز در شور آوری بالین پناهان را

ز شوقت بیقراری آرزو خارا نهادان را
به بزمت لای خواری آبرو پرویزجاهان را

بداغت شادم اما زین خجالت چون برون آیم
که رشکم در جحیم افگند خلدآرامگاهان را

ن بدلها ریختی یکسر شکستن هم زیزدان دان
که لختی بر خم زلف و کله زد کج کلاهان را

ص بنازم خوبی خونگرم محبوبی که در مستی
کند ریش از مکیدنها زبان عذرخواهان را

بمی آسایش جانها بدان ماند که ناگاهان
گذر بر چشمه افتد تشنه لب گم کرده راهان را

ص ز جورش داوری بردم بدیوان لیک زین غافل
که سعی رشکم از خاطر برد نامش گواهان را

گسست تار و پود پردهٔ ناموس را نازم
که دام رغبت نظاره شد رسوانگاهان را

نشاط هستی حق دارد از مرگ ایمنم غالب
چراغم چون گل آشامد نسیم صبحگاهان را

(۳)

ن خاموشی ما گشت بدآموز بتان را
زین پیش وگرنه اثری بود فغان را

منت کش تاثیر وفائیم که آخر
این شیوه عیان ساخت عیار دگران را

در طبع بهار این همه آشفتگی از چیست
گوئی که دل از بیم تو خون گشته خزان را

ن موئی که برون نامده باشد چه نماید
بیهوده در اندام تو جستیم میان را

طاقت نتوانست بهنگام طرف شد | دادیم بدست غمت از ناله عنان را
تا شاهد رازت بخموشی شده رسوا | چون پرده برخسار فرو هشت بیان را
در مشرب بیداد تو خونم می نابست | کز ذوق بخمیازه در افگنده کمان را
بر طاعتیان فرخ و بر عشرتیان سهل | نازم شب آدینهٔ ماه رمضان را ن
اینک زده ام بال تقاضا ز دو مصرع | تا مژدهٔ معراج دهم سعی بیان را
زینسان که فرو رفته بدل پیر و جوان را | مژگان تو جوهر بود آئینهٔ جان را
وا داشت سگ کوی تو زین حد نشناسی | در پای تو می خواستم افشاند روان را
بر تربتم از نخل قدت جلوه فرو بار | تا خاک کند نو بر ازان پای نشان را
جستیم سراغ چمن خلد به مستی | در گرد خرام تو ره افتاد گمان را
ای خاک درت قبلهٔ جان و دل غالب | کز فیض تو پیرایهٔ هستیست جهان را ن
تا نام تو شیرینی جان داده به گفتن | در خویش فرو برده دل از مهر زبان را ن

ن برامت تو دوزخ جاوید حرامست
حاشا که شفاعت نکنی سوختگان را

(۴۶)

چون عذار خویش دارد نامهٔ اعمال ما | ساده پرکار فراوان شرم اندک سال ما
میل ما سوی وی و میلش بسوی چون خودیست | آرد از خود رفتنش تا گه باستقبال ما
حال ما از غیر می پرسی و منت می بریم | آگهی باری که آگه نیستی از حال ما
عیش و غم در دل نمی استد خوشا آزادگی | باده و خونابه یکسانست در غربال ما
نقش ما در خاطر یاران دژم صورت گرفت | بسکه رو در هم کشید آئینه از تمثال ما

نیشتر سازید و بگداز ید هر جا تیشه ایست — خون گرم کوهکن دارد رگ قیفال ما

ن ما همای گرم پروازیم فیض از ما مجوی — سایه همچون دود بالا میرود از بال ما

خضر در سر چشمهٔ حیوان فرو غلتید نش — لغزش پائیست کش رو داده در دنبال ما

خاک را از ابر ادرار معین داده اند — بی می پارینه بر ما رانده اند امسال ما

با چنین گنجینه ار زداژدهائی همچنین — حلقه بر گرد دل ما زد زبان لال ما

پ ن جانِ غالب تابِ گفتاری گمان داری هنوز
سخت بیدردی که میپرسی ز ما احوال ما

۵

ن گر بیائی مست ناگاه اندر گلزار ما — گل ز بالیدن رسد تا گوشهٔ دستار ما

وحشتی در طالع کاشانهٔ ما دیدہ است — می پرد چون رنگ از رخ سایهٔ دیوار ما

گوشه گیرانیم و محو پاس ناموس خودیم — آبروی ما گداز جوهرِ رفتار ما

خستهٔ عجزیم و از ما جز گنه مقبول نیست — تکیه دارد بر شکست توبه استغفار ما

سخت جانیم و تماش خاطر ما نازکست — کارگاه شیشه پنداری بود کهسار ما

میفزاید در سخن رنجی که بر دل میرسد — طوطیِ آئینهٔ ما می شود زنگار ما

از گداز یکجهان هستی صبوحی کرده ایم — آفتاب صبح محشر ساغر سرشار ما

سرگرانیم از وفا و شرمساریم از جفا — آه از ناکامیِ سعی تو در آزار ما

ن چاک لا اندر گریبان جهات افگنده ایم — بی جهت بیرون خرام از پردهٔ پندار ما

ن ذره جز در روزن دیوار نگشود ست بار — جنس بیتابی بدزدی برده از بازار ما

از نمِ باران نشاط گل بد آموز تو شد — گریهٔ ابر بهاری کرده آبی کار ما

غالب از صهبای اخلاق ظهوری سرخوشیم
پارهٔ بیش است از گفتار ما کردار ما

(۶) *

نمی بینیم در عالم نشاطی کاسمان ما را
چو نور از چشم نابینا ز ساغر رفت صهبا را

مکن نازو ادا چندین دلستان و جانی هم
دماغ نازک من بر نمیتابد تقاضا را

سراب آتش از افسردگی چون شمع تصویرم
فریب عشقبازی میدهم اهل تماشا را

من و ذوق تماشای کسی کز تاب رخسارش ۴
جگر بر تابه چسپد آفتاب عالم آرا را ن

چه لب تشنه است خاکم کاستین گردباد من
چو اشک از چهره از روی زمین برچید دریا را

خیالش را بساطی بهر پا انداز میجستم ۴
پسندیدم به مستی مخمل خواب زلیخا را

دل مایوس را تسکین بمردن میتوان دادن
چه امید است آخر خضر دادرس و مسیحا را ن

بهارانست و خاک از جلوهٔ گل امتلا دارد
برگ نشتر زدن از موج خرام ناز صحرا را

سر و کارم بود با ساقئی کز تندی خویشش
نفس در سینه میلرزد ز موج باده مینا را پ

خطی بر هستی عالم کشیدیم از مژه بستن
ز خود رفتیم و هم با خویشتن بردیم دنیا را

در آغوشش تغافل عرض یکرنگی توان دادن ۴
تهی تا میکنی پهلو بما بنمودهٔ جا را

نمی رنجد که در دام تغافل میتپد صیدش ۴
نمی دانم چه پیش آمد نگاه بیحیا را

زمین گوئی است کو مجنون که من بردم ز میدانش ۴
غبارم در نورد خود فرو پیچید صحرا را

ازین بیگانگیها می تراود آشنائیها
حیا می ورزد و در پرده رسوائی کند ما را ص

حذر از مهر بر سینهٔ آسودگان غالب
چه منتها که بر دل نیست جان ناشکیبا را

---

* : آمده اسدی 'نگل رضا' (طبق روایت مالک رام) ۴ : 'عرض بیتابی' بجای 'عرض یکرنگی' (ایضاً)
۶ بیت: این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخهٔ مالک ۱۸۲۸م/۱۲۵۴ه اضافه شده (عابدی).

(۷)

پس از کشتن بخوابم دیدٔ نازم بدگمانی را — بخود پیچد که ہی ہی دی غلط کردم فلانی را

دلم بر رنج تابرداری فرہاد می سوزد — خداوندا بیامرز آن شہیدِ امتحانی را

دریغ از حسرتِ دیدار ورنہ جای آن دارد — کہ بی رویت بدشمن دادہ باشم زندگانی را

سرشتم را بیالودند تا سازند از لایش — پرِ پروانہ و منقارِ مرغِ بوستانی را

چہ خود را ذرہ گویم رنجد از حرفم نہ بے طالع — زخود میدانم بیمہر نازم مہربانی را

ن بپالیش جان فشاندن شرمسارم کرد میدانم — کہ داند ارزشی نبود متاعِ رایگانی را

فدایت دیدہ و دل رسم آرایش مپرس از من — خرابِ ذوق گلچینی چہ داند باغبانی را

چہ خیزد گر ہوس گنج امیدم در دل افشاند — درین کشور روائی نیست نقد شادمانی را

نشاطِ لذّتِ آزار را نازم کہ در مستی — ہلاکِ فتنہ دارد ذوق مرگِ ناگہانی را

مپرس از عیش تعمیری کہ زندان در دل افشردن — اساسِ محکمی باشد بہشتِ جاودانی را

سراسر غمزہ بایت لاجوردی بود من عمری — بہ معشوقی پرستیدم بلای آسمانی را

بجز سوزندہ اخگر می نگنجد در گریبانم — بدآموزِ عتابم برنتابم مہربانی را

دلم معبودِ زردشتست غالب فاش میگویم
بہ نی یعنی قلمم من دادہ ام آذرفشانی را

(۸)

ن محو کن نقش رونی از ورقِ سینۂ ما — ای نگاہت الف صیقل آئینۂ ما

وقف تاراج غم تست چہ پیدا چہ نہان — ہمچو رنگ از رخ ما رفت دل از سینۂ ما

چہ تماشاست کہ خود رفتہ خویشت بودن — صورت ما شدہ عکس تو در آئینۂ ما

عرصه بر الفت اغیار چه تنگ آمده است — خوش فرو رفته بطبع تو خوشا کینهٔ ما ن

محتشم زادهٔ اطراف بساط عدمیم — گوهر از بیضهٔ عنقاست به گنجینهٔ ما

نیست مستان ترا تفرقهٔ بدر و هلال — باده مهتاب بود در شب آدینهٔ ما

غالب امشب همه از دیده چکیدن دارد

خون دل بود مگر بادهٔ دوشینهٔ ما

۹

سوز عشق تو پس از مرگ عیانست مرا — رشتهٔ شمع مزار از رگ جانست مرا ن

می نگنجم ز طرب در شکن خلوت خویش — حلقهٔ بزم گر چشم نگرانست مرا

هر خراشی که ز رشک تنم افتد بر دل — در سپاس دم تیغ تو زبانست مرا

دل خود از تست و هم از ذوق خریداری تست — این همه بحث که در سود و زیانست مرا ب ن

جوئی از باده و جوئی ز عسل دارد خلد — لب لعل تو هم این ست و هم آنست مرا

چون پری زاد که در شیشه فرودش آرند — روی خوبت بدل از دیده نهانست مرا ن

به تگ و تاز من افزود گسستن یکدست — در رهت رشتهٔ امید عنانست مرا

بیخودی کرده سبکدوش فراغی دارم — کوه اندوه رگ خواب گرانست مرا

خارها از اثر گرمی رفتارم سوخت — منتی بر قدم راهروانست مرا

رهرو تفتهٔ در رفته به آهم غالب

توشهٔ بر لب جو مانده نشانست مرا

۱۰

آشنایا نه کشند خار رهت دامن ما — گو سیا بود ازین پیش به پیراهن ما

ن بی تو چون بادهٔ در شیشه هم از شیشه جداست — نبود آمیزش جان در تن ما با تن ما
سایه و چشمه به صحرا دم عیشی دارد — اگر اندیشهٔ منزل نه شود رهزن ما
لن تا رود شکوهٔ تیغ ستم آسان از دل — بخیه بر زخم پریشان فتد از سوزن ما
دوست با کینهٔ ما مهر نهان می ورزد — خود ز رشکست اگر دل برد از دشمن ما
ن می برد مور مگر جان بسلامت ببرد — تا چه برقست که شد نامزد خرمن ما
دعوی عشق ز ما کیست که باور نکند — می چکد خون دل ما ز رگ گردن ما
سخن ما ز لطافت نپذیرد تحریر — نشود گرد نمایان ز رم توسن ما
طوطیان را نبود هرزه جگر گون منقار — خورده خون جگر از رشک سخن گفتن ما

ن ما نبودیم بدین مرتبه راضی غالب
شعر خود خواهش آن کرد که گردد فن ما

(۱۱)

نقشی ز خود براه گذر بسته ایم ما — بر دوست راه ذوق نظر بسته ایم ما
پ لن با بندهٔ خود این همه سختی نمی کنند — خود را به زور بر تو مگر بسته ایم ما
دل مشکن و دماغ و دل خود نگاه دار — کاین خود طلسم دود و شرر بسته ایم ما
بر روی حاسدان در دوزخ گشوده رشک — از بهر خویش جنت در بسته ایم ما
قربان درد تا چه روائی گرفته است — صد جا چو نی بناله کمر بسته ایم ما
ن سوز ترا روان همه در خویشتن گرفت — از داغ تهمتی به جگر بسته ایم ما
پ ن گوئی وفا ندارد اثر هم بسا گرای — زین سادگی که دل به اثر بسته ایم ما
تا در وداع خویش چه خون در جگر کنیم — از کوی دوست رخت سفر بسته ایم ما

هرجاست ناله همتِ ما حق گزار اوست   حرزی ببالِ مرغِ سحر بسته‌ایم ما

از خوانِ نطقِ **غالب** شیرین سخن بود
کاین مایه زلّه‌ها ز شکر بسته‌ایم ما

(۱۲)

در گردِ غربت آینه دارِ خودیم ما   یعنی ز بیکسان دیارِ خودیم ما ن
دیگر ز سازِ بیخودیِ ما صدا مجوی   آوازی از گسستنِ تارِ خودیم ما
از بسکه خاطرِ هوسِ گل عزیز بود   خون گشته‌ایم و باغ و بهارِ خودیم ما
ما جمله وقفِ خویش و دل ما ز ما پرست   گوئی هجومِ حسرتِ کارِ خودیم ما
از جوشِ قطره همچو سرشکِ آب گشته‌ایم   اما همان بجیب و کنارِ خودیم ما
مشتِ غبارِ ماست پراگنده سو بسو   یارب بدهر در چه شمارِ خودیم ما
با چون توئی معامله بر خویش منّت است   از شکوهٔ تو شکرگزارِ خودیم ما ب پ ن
روی سیاهِ خویش ز خود هم نهفته‌ایم   شمعِ خموشِ کلبهٔ تارِ خودیم ما پ
در کارِ ماست ناله و ما در هوای او   پروانه چراغِ مزارِ خودیم ما
خاکِ وجودِ ماست بخونِ جگر خمیر   رنگینیِ قماشِ غبارِ خودیم ما
هر کس خبر ز حوصلهٔ خویش میدهد   بدمستیِ حریف و خمارِ خودیم ما
تار نگاه پیرو ما سلکِ گوهر است   رفتارِ پای آبله دارِ خودیم ما

ن **غالب** چو شخص و عکس در آئینهٔ خیال
با خویشتن یکی و دو چارِ خودیم ما

۱۳ *

به شغل انتظار مهوشان در خلوت شبها — سر تار نظر شد رشتهٔ تسبیح کوکبها

برودی برگ گل تا قطرهٔ شبنم نپنداری — بهار از حسرت فرصت بدندان میگزد لبها

بخلوت خانهٔ کام نهنگ لا زدم خود را — ستوه آمد دل از هنگامهٔ غوغای مطلبها

کند گر فکر تعمیر خرابیهای ما گردون — نیاید خشت مثل استخوان بیرون ز قالبها

خوشا بیرنگی دل دستگاه شوق را نازم — نمی بالد بخویش این قطره از طوفان مشربها

ندارد حسن در هر حال از مشاطگی غفلت — بود ته بندی خط سبزهٔ خط در ته لبها

خوشا رندی و جوش زنده رود مشرب عذبش — به لب خشکی چه میری در سرابستان مذهبها

تو خود می پنداری و دانی که جان بردم نمیدانی — که آتش در نهادم آب شد از گرمی تبها

مبادا همچو تار سبحه از هم بگسلد غالب
نفس با این ضعیفی بر نتابد شور یاربها

۱۴

پس از عمری که فرسودم بمشق پارساییها — گدا گفت و بمن تن در نداد از خودنماییها

فغان زان بلهوس برکش محبت پیشه کش کز من — رباید حرف و آموزد بدشمن آشناییها

بت مشکل پسند از ابتذال شیوه میرنجد — بگوییدش که از عمر ست آخر بیوفاییها

نشد روزی که سازم طره اجزای گریبان را — بدستم چاکها چون شانه ماند از نارساییها

نبرزم التفات دزد و رهزن بی نیازی بین — متاعم را بغارت داده اند از ناروائیها

بروز رستخیز از جنبش خاکم برآشوبی — تو و یزدان چه سازد کس بدین صبرآزماییها

کدویی چون زمی یابم چنان برخویشتن بالم — که پندارم سرآمد روزگار بینواییها

---

* از غزلهای گل رعنا (طبق روایت مالک رام) م : در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخهٔ سال ۱۸۳۸م/۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی)
م: در گل رعنا، ندارد حسن از مشاطگی های خوش غفلت (طبق روایت مالک رام)

چه خوش باشد دو شاهد را به بحث ناز پیچیدن — نگه در نکته زاییها نفس در سرمه ساییها

سخن کوته مرا هم دل به تقوی مایلست اما — ز ننگ زاهد افتادم بکافر ماجراییها

نرنجم گر بصورت از گدایان بوده ام غالب
بدار الملک معنی می کنم فرمان روائیها

(۱۵)

جان بر نتابد ای دل هنگامهٔ ستم را — از سینه ریز بیرون مانند تیغ دم را ن

از وحشتِ برونم بنگر غم درونم — آمیزش غریبی باشد بهوش رم را

گویند می نویسد قاتل برات غیری — یارب شکسته باشد بر نام ما قلم را

بیوجه در رهت نیست از پا فتادن من — بر دیده می نشانم در هر قدم قدم را ن

سوگند کشتنم خورد از غصه جان سپردم — کردم ز بی نیازی خون در جگر قسم را

در نامه تا نبشتی بر من نوید قتلی — در دل چو جوهر تیغ جا داده ام رقم را سپ

بیداد گر ندارد سرمایهٔ تواضع — تیغت برسم یغما از ما ربوده خم را

کاشانه گشت ویران ویرانه دلکشاتر — دیوار و در نسازد زندانیان غم را

مانند خار زاری کاتش زند بروی — سوزد ز بیم خوبیت اجزای ناله هم را ن

در مشرب حریفان منعست خود نمائی — بنگر که چون سکندر آئینه نیست جم را

زاهد منا ز چندین زنارم ار گسستی — از جبهه ام ندزدد کس سجدهٔ صنم را ص

اشکی نماند باقی از فرط گریه غالب
سیلی رسید گوئی از دیده شست نم را

(۱۶)

ن من آن نیم که دگر میتوان فریفت مرا — فریبمش که مگر میتوان فریفت مرا
ن بحرف ذوق نگه می توان ربود مرا — بوهم تاب کمر میتوان فریفت مرا
ز ذکر پل بگمان میتوان نگند مرا — ز شاخ گل به ثمر میتوان فریفت مرا
ز درد دل که بافسانه درمیان آید — به نیم جنبش سر میتوان فریفت مرا
ز سوز دل که بو اگویه بر زبان گذرد — بیکدو حرف حذر میتوان فریفت مرا
ن من فریفتگی هرگز آن محال اندیش — چرا فریفت اگر میتوان فریفت مرا
خدنگ جز بگرایش کشاد نپذیرد — از و بزخم جگر میتوان فریفت مرا
ن ز باز نامدن نامه بر خوشم که هنوز — به آرزوی خبر میتوان فریفت مرا
ن شب فراق ندارد سحر ولی یکچند — به گفتگوی سحر میتوان فریفت مرا
نشان دوست ندانم جز اینکه پرده درست — ز دریه زن در میتوان فریفت مرا
گرسنه چشم اثر نیستم که در ره دید — بکیمیای نظر میتوان فریفت مرا

سرشت من بود این ورنه آن نیم غالب
که از وفا به اثر میتوان فریفت مرا

(۱۷)

ن اص ز من گرت نبود باور انتظار بیا — بهانه جوی مباش و ستیزه کار بیا
ن بیک دو شیوه ستم دل نمیشود خرسند — بمرگ من که بسامان روزگار بیا
ن بهانه جوست در الزام مدعی شوقت — یکی بر غم دل نا امیدوار بیا
ن هلاک شیوهٔ تمکین مخواه مستان را — عنان گسسته تر از باد نو بهار بیا

زما گسستی و با دیگران گرو بستی | بیا که عهد وفا نیست استوار بیا پ

وداع و وصل جداگانه لذتی دارد | هزار بار برو صد هزار بار بیا ن

تو طفل ساده دل و همنشین بدآموز است | جنازه گر نه توان دید بر مزار بیا

فریب خوردهٔ نازم چها نمی خواهم | یکی به پرسش جان امیدوار بیا پ

ز خوی تست نهاد شکیب نازک تر | بیا که دست و دلم میرود ز کار بیا

رواجِ صومعه هستیست زینهار مرو | متاعِ میکده مستیست هوشیار بیا

حصار عافیتی گر هوس کنی غالب
چو ما به حلقهٔ رندان خاکسار بیا

(۱۸)

در هجر طرب بیش کند تاب و تبم را | مهتاب کف مار سیاهست شبم را ن ع

آوخ که چمن جستم و گردون عوض گل | در دامن من ریخته پای طلبم را ص

ساز و قدح و نغمه و صهبا همه آتش | یابی ز سمندر ره بزم طربم را

در دل ز تمنای قدمبوس تو شوریست | شوقت چه نمک داده مذاق ادبم را پ

از لذتِ بیداد تو فارغ نتوان زیست | دریاب عیار گلهٔ بی سببم را ص

ترسم که دهد ناله جگر را بدریدن | قطع نظر از جیب بدوزید لبم را ع ن

از ناز بنبضم بنه ای دوست سر انگشت | مانند نی اندر ستخوان جوی تبم را

ساقی به نمی کز قدح باده چکانی | بر خلد بخندان لب کوثر طلبم را

در من هوس باده طبیعیست که غالب
پیمانه به جمشید رساند نسبم را

(۱۹)

ن برنمی آید ز چشم از جوشش حیرانی مرا — شد نگه زنّار تسبیحِ سلیمانی مرا

دامن افشاندم بجیب ماندہ در بند تنم — وحشتی کوتا برون آرد ز عریانی مرا

ن ده که پیش از من بپابوس کسی خواهد رسید — سجدهٔ شوقی که می بالد به پیشانی مرا

ن همچنین بیگانه زی با من، دل و جانِ کسی — بدگمان گردم اگر دانم که میدانی مرا

ص با همه خرسندی از وی شکوه ها دارم همی — تا نه اند صیدِ پرستشهای پنهانی مرا

برنیایم بار وا ینهای طبع خویشتن — موجِ آبِ گوهرِ من کرده طوفانی مرا

ص تا براهست مردم ویکره بخاکم نادمی — دوزخی گردیده اندوه پشیمانی مرا

خویش را چون موج گوهر گرچه گرد آورده ام — دل پرست از ذوق انداز پرافشانی مرا

ن تشنه لب بر ساحلِ دریا ز غیرت جان دهم — گر بموج افتد گمان چینِ پیشانی مرا

با سراج الدین احمد چاره جز تسلیم نیست
ورنه غالب نیست آهنگ غزلخوانی مرا

(۲۰) *

ن از وهمِ قطره گیست که در خود گمیم ما — اما چو وارسیم همان قلزمیم ما

در خاک از هوای گل و شمع فارغیم — از توسن تو طالب نقشِ سمیم ما

ص تمکینِ ما ز چرخ سبکسر بباد رفت — خوشش دستگاهِ انجمن انجمیم ما

مردم به کینه تشنهٔ خونِ همند بس — خون می خوریم چون هم ازین مردمیم ما

از حد گذشت شملهٔ دستار و ریش شیخ — حیران این درازیِ یال و دمیم ما

دستت زما بشوی مسیحا که زیرِ خاک — آب از تفِ نهیبِ صدای قمیم ما

پنهان به عالمیم زبس عین عالمیم — چون قطره در روانی دریا گمیم ما ص
ما را مدد ز فیض ظهوری ست در سخن — چون جام باده راتبه‌خوار خمیم ما

غالب ز هند نیست نوائی که می کشیم
گوئی ز اصفهان و هرات و قمیم ما

(۲۱) *

به گیتی شد عیان از شیوهٔ عجز اضطرار ما — ز پشت دست ما باشد قماش روی کار ما
به بیم افگنده می را چارهٔ رنج خمار ما — قدح بر خویش می لرزد ز دست رعشه‌دار ما ن
خوشا جانی که اندوهی فروگیرد سراپایش — ز نومیدی توان پرسید لطف انتظار ما ص
نشستن بر سر راه تحیر عالمی دارد — که هر کس میرود از خویش میگردد دوچار ما
چو بوی گل جنون تازیم از مستی چه می پرسی — گسستن دارد از صد جا عنان اختیار ما
فروزد هر قدر رنگ گل افزاید تب و تابش — کباب آتش خویش است پنداری بهار ما ن
حریفان شورش عشق ترا بی پرده دیدندی — بدامان گر نگشتی موسم گل پرده دار ما
هنوز از مستی چشم تو می بالد تماشائی — بموج باده ماند پرتو شمع مزار ما ص
بدین تمکین حریف دستبرد ناله نتوان شد — بود سنگ فلاخن مرصدا را کوهسار ما
خوشا آوارگی گرد رنوردِ شوق بربندد — بتار دامنی شیرازهٔ مشت غبار ما
بدین یک آسمان کو در روانه می بینی نمی بینی — که ماه نو شد از سودن کف گوهرشمار ما

نهال شمع را بالیدن از کاهیدن است اینجا
گداز جوهر هستی ست غالب آبیار ما

---

* از غزلهای "گل رعنا" طبق روایت "مالک رام"
غزل (۲۱) بیت ۱۰ - نسخهٔ مرتب "نوری" بجای "نوردِ"

(۱۹)

بر نمی آید ز چشم از جوشش حیرانی مرا / شد نگه زنّار تسبیحِ سلیمانی مرا

دامن افشاندم بجیب، مانده در بند تنم / وحشتی کو تا برون آرد ز عریانی مرا

ده که پیش از من بپابوسِ کسی خواهد رسید / سجدهٔ شوقی که می بالد به پیشانی مرا

همچنین بیگانه زی با من، دل و جانِ کسی / بدگمان گردم اگر دانم که میدانی مرا

با همه خرسندی از وی شکوه ها دارم همی / تا نه اند صیدِ پرسشهای پنهانی مرا

برنیایم با روانیهای طبعِ خویشتن / موجِ آبِ گوهرِ من کرده طوفانی مرا

تا براهست مردم دیکرد بخاکم نادمی / دوزخی گردیده اندوه پشیمانی مرا

خویش را چون موجِ گوهر گرچه گرد آورده ام / دل پرست از ذوقِ اندازِ پرافشانی مرا

تشنه لب بر ساحلِ دریا ز غیرت جان دهم / گر بموج افتد گمانِ چینِ پیشانی مرا

با سراج الدین احمد چاره جز تسلیم نیست
ورنه غالب نیست آهنگِ غزلخوانی مرا

(۲۰) *

از وهمِ قطرگیست که در خود گمیم ما / اما چو وارسیم همان قلزمیم ما

در خاک از هوای گل و شمع فارغیم / از توسنِ تو طالبِ نقشِ سمیم ما

تمکینِ ما ز چرخِ سبکسر بباد رفت / خوشش دستگاهِ انجمنِ انجمیم ما

مردم به کینه تشنهٔ خونِ همند و بس / خون می خوریم چون هم ازین مردمیم ما

از حد گذشت شملهٔ دستار و ریشِ شیخ / حیرانِ این درازیِ یال و دمیم ما

دستت ز ما بشوی مسیحا که زیرِ خاک / آب از تفِ نهیبِ صدای قمیم ما

پنهان به عالمیم ز بس عین عالمیم
چون قطره در روانی دریا گمیم ما ص

ما را مدد ز فیض ظهوری است در سخن
چون جام باده راتبه خوار خمیم ما

غالب ز هند نیست نوائی که می کشیم
گوئی ز اصفهان و هرات و قمیم ما

(۲۱) *

به گیتی شد عیان از شیوهٔ عجز اضطرار ما
ز پشت دست ما باشد قماش روی کار ما

به بیم افگنده می را چارهٔ رنج خمار ما
قدح بر خویش می لرزد ز دست رعشه دار ما ن

خوشا جانی که اندوهی فروگیرد سراپایش
ز نومیدی توان پرسید لطف انتظار ما ص

نشستن بر سر راه تحیر عالمی دارد
که هر کس میرود از خویش میگردد دوچار ما

چو بوی گل جنون تازیم از مستی چه می پرسی
گسستن دارد از صد جا عنان اختیار ما

فروزد هر قدر رنگ گل افزاید تب و تابش
کباب آتش خویش است پنداری بهار ما ن

حریفان شورش عشق ترا بی پرده دیدندی
بداماں گر نگشتی موسم گل پرده دار ما

هنوز از مستی چشم تو می بالد تماشائی
بموج باده ماند پرتو شمع مزار ما س

بدین تمکین حریف دستبرد ناله نتوان شد
بود سنگ فلاخن مرصدا را کوهسار ما

خوشا آوارگی گرد رنورد شوق بر بندد
بتار دامنی شیرازهٔ مشت غبار ما

بدین یک آسمان در دانه می بینی نمی بینی
که ماه نو شد از سودن کف گوهر شمار ما

نهال شمع را بالیدن از کاهیدن است اینجا
گداز جوهر هستی ست غالب آبیار ما

---

* از غزلہاے "گل رعنا" طبق روایت "ملک رام"
غزل ۲۱، بیت ۱۰ ـ نسخهٔ مرتب "نوزی" بجای "نورد"

(۲۲)

ن بپایانِ محبت یاد می آرم زمانی را | که دل عهدِ وفا نابسته دادم دلستانی را

فسونی کو که بر حالِ غریبی دل بدرد آید | بداندیشی باندده عزیزان شادمانی را

اجازت داد و پیشش یکدو حرف از درد دل گفتم | پس از دیری که بر خود عرضه دادم استانی را

جهان، هیچست بادی لاجرم زینها چه اندیشد | گرفتم کز فغانم دل زهم پاشد جهانی را

ن ندارم تاب ضبط راز و می ترسم ز رسوائی | مگر جویم زهبر همزبانی بیزبانی را

کشادِ شستش از سستی ندارد دلنشین تیری | مگر برمن گمارد آسمان زورین کمانی را

بیا در گلشنِ بختم که در هر گوشه بنمایم | ز جوشِ لاله و گل در حنا پای خزانی را

کمالِ دردِ دل اصلست در ترکیبِ انسانی | بخون آغشته اند اندر تنِ هر موی جانی را

غورم خوف از تو بیحد لیکن از زاری چه کم گردد | اگر شد زهره آب و برد اجزای فغانی را

ن بشهر از دوست بعد از روزگاری یافتم غالب
زعنوانِ خطی کز راه دور آمد نشانی را

(۲۳)*

ن از تست اگر ساخته پرداختهٔ ما | کفرے بنود مطلبِ بیساختهٔ ما

پروردهٔ نازیم برحمت کدهٔ عجز | برپای تو باشد سرِ افراختهٔ ما

ش همطرحی سود از دکان تو بلا شد | کاشانهٔ اغیار برانداختهٔ ما

در عشق تو برماست دیت اهلِ نظر را | ابروی تو تیغِ بخیال آختهٔ ما

حیرانیِ ما آینهٔ شهرتِ یارست | شد جاده بکویش نفسِ باختهٔ ما ع

ن دقتست که چون گرد ز تحریکِ نسیمی | ریزد پر و بال از قفس فاختهٔ ما

---

* [illegible] ... در نسخهٔ سال ۱۲۴۸ھ / ۱۲۵۳ھ اضافه شده (عابدی)
ع [illegible] ... (ایضاً) ... ۱۲۵۳ھ ... ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ - (عابدی)

ای دیده نوازش زتو ننواختهٔ ما ۶ بودیم نظر باز و تو بر دل زدهٔ باز ص

چاکیست بجیب هوس انداختهٔ ما — هر جاده که از نقش پی تست به گلشن

غالب بدم افسون اقامت کربلائیست
دیوانهٔ از بند برون تاختهٔ ما

(۲۴) ٭

خوش وقت اسیری که برآمد هوس ما — شد روز ز ختنین سبد گل قفس ما ن

مهتاب نمکسار بود بادهٔ مارا — ای بیمزه بی روی تو بزم هوس ما

حیرت زدهٔ جلوهٔ نیرنگ خیالیم — آئینه مدارید به پیش نفس ما

آوازهٔ شرع از سر منصور بلند است ۶ از شب روی ماست شکوه عسس ما ص ن

وقتست که خون جگر از درد بجوشد — چندان که چکد از مژهٔ دادرس ما

ای بی خبر از نیستی و ذوق فرایش — در پیرهن ما نبود خار و خس ما

در دهر فرو رفتهٔ لذت نتوان بود — بر قند نه بر شهد نشیند مگس ما ص ن

طول سفر شوق چه پرسی که درین راه — چون گرد فرو ریخت صدا از جرس ما

حوران بهشتی که ندارند گلابی ۶ بر خویش فشانند گداز نفس ما

هر جا رم سنگیست در آورده سر خویش ۶ در بند برومندی نخل هوس ما

باشد که بدین سایهٔ سرچشمه گرایند ۶ یاران عزیزند گروهی ز پس ما

خرسندی غالب نبود زین همه گفتن
یکبار بفرمای که ای هیچکس ما

۶: در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً) ، در نسخه سال ۱۸۳۸ء/۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی)

٭ از غزلهای گل رعنا (طبق روایت مالک رام) ۶: از ناله بجای از درد گل رعنا (ایضاً)

ص ۲۴ بیت ۶ نسخهٔ مرتبه : معراج نبی = بر قند نشسته است چاشنی ما

(٢٥)

شکست رنگ تا رسوا نسازد بیقراران را — جگر خونست از بیم نگاهت رازداران را

ن ز پیکانهای ناوک در دل گرمم نشان نبود — بریگستان چه جوئی قطره‌های آب باران را

بود پیوسته پشت صبر بر کوه از گرانجانی — چه افسون خواندهٔ در گوشِ دل امیدواران را

ن کفِ خاکیم از ما بر نخیزد جز غبار آنجا — فزون از صرصری نبود قیامت خاکساران را

به ترکِ جاه گو تا گردشِ ایام برخیزد — که گلخن تاب دائم در نظر دارد بهاران را

ن درآ بیخود به بازی گاهِ اهلِ حسن تا بینی — بروی شعله گرم مشقِ جولانی سواران را

نگشت از سجدهٔ حق جبهه زهاد نورانی — چنان کافروخت تاب باده روی باده خواران را

دریغ آگاهی کافسردگی گردد سر و برگش — ز مستی بهره جز غفلت نباشد هوشیاران را

ز غیرت میگدازد در خجالت گاهِ تاثیرم — زبون دیدن بدست شیشه سازان کوهساران را

برنجم غالب از ذوقِ سخن خوش بودی ار بودی
مرا لختی شکیب و پارهٔ انصاف یاران را

(٢٦)

سپردم دوزخ و آن داغهای سینه تابش را — سرابی بود در ره تشنهٔ برقِ عتابش را

ن ز پیدائی حجابِ جلوه سامان کردنش نازم — کف صهباست گوئی پنبهٔ مینای شرابش را

ندانم تا چه برق فتنه خواهد ریخت بر هوشم — تصور کرده ام بگسستن بند نقابش را

ن دم صبح بهار این مایه مدهوشی نمی ارزد — صبا بر مغزِ دهر افشانده گوئی رخت خوابش را

سوادش داغِ حیرانی غبارش عرضِ ویرانی — جهان را دیدم و گردیدم آباد و خرابش را

ز تابِ تشنگی جان را نویدِ آبرو بخشم — کمند جذبهٔ دریا شناسم موجِ آبش را

زمن کن بیخودی در وصل سگ از بوی نشناسم | بهر یک شیوه نازش باز میخواهد جوابش را
سوار توسن نازست و بر خاکم گذر دارد | ببال ای آرزو چندانکه دریابی رکابش را
شکایت نامه گفتم در نوردم تا روان گردد | همان در راهِ قاصد ریخت رشکم پیچ و تابش را ن پ
ندانم تا چسان از عهدهٔ دروش برون آیم | ز شادی جان بها گفتم متاعِ کم بهابش را
ز خوبان جلوه و ز ما بخود ان جان رونما خواهد | خریدارست زانجم تا به شبنم آفتابش را ن
خیالش صید دام پیچ و تاب شوق بود اما | من از مستی غلط کردم بشوخی اضطرابش را

بہ نظم و نثر مولانا ظهوری زنده ام غالب
رگِ جان کرده ام شیرازه اوراقِ کتابش را

(۲۷)

مدام محرمِ صهبا بود پیالهٔ ما | بگردِ مهر تنیدست خطِ هالهٔ ما ن
زهی ز گرمیِ خوبیت نفس گرانمایه | گداز نالهٔ ما آبیارِ نالهٔ ما
چمن طرازِ جنونیم دشت و کوه از ماست | به مهر داغِ شقایق بود قبالهٔ ما ن
بدل ز جورِ تو دندان فشرده ایم و خوشیم | ز استخوان اثری نیست در نوالهٔ ما ن
تو زود مستی و ما را ز دارِ خوی توایم | شراب در کش و پیمانه کن حوالهٔ ما
درازیِ شبِ هجران ز حد گذشت بیا | فدای روی تو عمرِ هزار سالهٔ ما ن
جنون بہ بادیہ پرداز گلستان بخشید | سوادِ دیدهٔ آهوست داغِ لالهٔ ما
ز سعیِ هرزه بہ بیجا صلای علم گشتیم | چو بادِ بید پدید آمد از اثالهٔ ما پ ن

همین گدا نتوانست آبروی ما غالب
گرچه ناز فروشد به پیش ژالهٔ ما

متن ۲۷ بیت ۹ ـ نسخهٔ مرتب: 'دل' بجای 'ما'

(۲۸)

نهفت شوخیِ بی پرده شورِ جنگش را — زباده تندیِ این باده برد رنگش را

ن کدام آینه باردی او مقابل شد — که بیقراریِ جوهر نبرد زنگش را

ن چو غنچه جوشِ صفایِ تنش ز بالیدن — دریده برتنِ نازک قبای تنگش را

زگرمیِ نفسش دل در اهتزاز آمد — شرارِ شهپرِ پرواز گشت سنگش را

نظارهٔ خطِ پشت لبش ز خویشم برد — زبادهٔ نشهٔ فزون داده اند بنگش را

چه نغمها که بمرگم سرود پنداری — ز رشتهٔ کفنم تار بود چنگش را

به حشر وعدهٔ دیدار کرده بیتابم — شتابِ من بسر آرد مگر درنگش را

ن جگر نشانه نهم بر خود اعتمادم نیست — مباد دل به تپش رد کند خدنگش را

کشیده ایم بدیوانگی ز شوخیِ دوست — بگونه گونه اداناز رنگ رنگش را

زظرفِ غالبِ آشفته گر نهٔ آگاه
بیا ز ما بِرِی تند هوش و هنگش را

(۲۹)

رازِ حیرت از بد آموزِ تو میجوئیم ما — از تو می گوئیم گر با غیر می گوئیم ما

حشرِ مشتاقان همان بر صورتِ مژگان بود — مرز خاکِ خویشتن چون سبزه میروئیم ما

رازِ عاشق از شکستِ رنگ رسوا می شود — با وجودِ سختِ جانیها تنک روئیم ما

ن زین بهار آئین نگاهان بو که بپذیرد یکی — عمرها شد رخ بخونِ دیده میشوئیم ما

آفتاب عالم سرگشتگیهای خودیم — میرسد بوی تو از هر گل که می بوئیم ما

ن ص تا چها مجموعهٔ لطفِ بهاران بودهٔ — تا بزانو سوده پای ما و می پوئیم ما

غزل ۲۸- بیت ۳- نسخهٔ مرتب: «دریده» بجای «دریده». غزل ۲۹: بیت ۵ و ۶ - در نسخهٔ مرتب مصراع ثانی بیت پنجم موخر و بیت ششم مقدم است

رحمت احباب توان داد غالب بیش ازین
هرچه می گوییم بهر خویش می گوییم ما

(۳۰)

ای روی تو بجلوه درآورده رنگ را — نقش تو تازه کرده بساط فرنگ را
از ناله تیزی دل سخت تو در تهم — در عطسهٔ شرر مفگن مغز سنگ را
از عمر نوح عرض برد انتظار تو — در عرض شوق تاب نیاری درنگ را
داغم که در هوای سر دامن کیست — در خون من ز ناز فرو برده چنگ را ن
در بزم می بجام زمرد نخوردهٔ — سنجد بدشت جلوهٔ داغ پلنگ را ن
جوی گشاد شست ترا تا نمانده آب — کاندازه آورد رقم خشم و جنگ را
چون آبگینه بر جگر در شکسته ایم — آن چشمه چشمه لذت زخم خدنگ را
در گوشهٔ خزیده ز اندوه بیکسی — آن بر شکسته خلوت دلهای تنگ را ن
شوخی که خود ز نام دفا ننگ داشتی — بر باد میدهد بلوفا نام و ننگ را ص

ن غالب ز عاشقی به ندیمی رسیده ام
نازم شگرفکاری بخت دو رنگ را

(۳۱)

سوزد ز بسکه تاب جمالش نقاب را — دانم که در میان نپسندد حجاب را ن
پیراهن از کتان بود و مادم ز سادگی — نفرین کند بپرده دری ماهتاب را ن
تا خود شبی بهمدمی ما بسر برد — در چشم بخت غیر رها کرد خواب را ن
نارفته دم ز وعدهٔ باز آمدن زند — تا در وصال یاد دهد اضطراب را

غزل ۳۰، بیت ۷ ـ نسخهٔ مرتب: «ام» بجای «ایم»، غزل ۳۱ ـ بین ۲۹ ستمبر ۱۸۳۷م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ تا ۱۲ ژانویه ۱۸۳۸م / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (حامدی)

دردل خزد به لابه و از جان بامد کشد
دیرینه شکوهٔ ستم بی حساب را

جرأت نگر که هرزه به پیش آید سوال
گیرم به بوسه زان لب نازک جواب را

ن نازم فروغ باده ز عکس جمال دوست
گویی فشرده اند بجام آفتاب را

سوزد ز گریش می داد همچنان به لهو
ریزد ز آبگینه به ساغر شراب را

ن آبش دهم بباده واد هردم از تمیز
نوشد می و ز جام فرو ریزد آب را

پ آسوده باد خاطر غالب که خوی اوست
آمیختن بباده صافی گلاب را

(۳۲)

نوید التفات شوق دادم از بلا جان را
کمند جذبهٔ طوفان شمردم موج طوفان را

پرستارم جگر در یاغت یارب دل اندازش
ز بیتابی بزخمم سرنگون کردن نمکدان را

ن چنان گرمست بزم از جلوهٔ ساقی که پنداری
گداز جوهر نظاره در جاست مستان را

ندارم شکوه از غم با هجوم شوق خرسندم
ز جا برداشت جوش دل همانا داغ هجران را

قضا از نامه آهنگ دریدن ریخت در گوشم
به پشت ناخنم نسترده نقش روی عنوان را

به تن چسپید بازم از نم خونابه پیراهن
خراش سینه سطر بخیه شد چاک گریبان را

بجرم تاب ضبط ناله با من داوری دارد
ز شوخی می شمارد زیر لب دزدیده افغان را

هنوز آئینه ما می پذیرد عکس صورتها
چو تا صبح خنده زد بالا اندر دل افشردیم دندان را

ن تکلف برطرف لب تشنهٔ بوس و کنارستم
ز راهم باز چین دام نوازشهای پنهان را

به مستی گر بجنت بگذری زنهار نفریبی
سرابی در رهستی تشنهٔ دیدار جانان را

چمن سامان بتی دارم که دارد وقت گل چیدن
خرامی کز ادای خویش پر گل کرده دامان را

غزل ۳۲، بیت ۵ – نسخهٔ مرتب: «ز» بجای «به» «ایضاً» بیت ۱۱ – «خانقاه» بجای «جالفزا»

باند از صبوحی چمن به گلشن ترکتاز آری ❊ پریدنهای رنگِ گل شفق گردد گلستان را ن

کباب نو بهار اندر تنور لاله می سوزد ❊ چه فیض از میزبانِ لاابالی پیشه مهمان را

چه دود دل چه موج رنگ هر پرده از هستی ❊ خیالم شانه باشد طرهٔ خوابِ پریشان را

بشبها پاس ناموست زخویشم بدگمان دارد ❊ ز شور ناله میر بزم نمک در دیده دربان را

ز مستی محو پا کوبی بود هر گرد باد اینجا ❊ رواجِ خانقاهست از کفِ خاکم بیابان را

ن رسیدنهای منقار هما بر استخوان غالب

پس از عمری بیادم داد رسم و راهِ پیکان را

(۲۳)

بخلوت مژدهٔ نزدیکیِ یارست پهلو را ❊ فریبِ امتحانِ پاکبازی داده ام او را ن

ز محوِ پردهٔ محمل مگو فرهاد را ایرم ❊ که میخاید بذوقِ فتنه شادروانِ مشکو را

جهان از باده و شاهد بدان ماند که پنداری ❊ بدنیا از پسِ آدم فرستادند مینو را ن

زمن رنجیده با اغیار در نازست و میخواهد ❊ بجنبشهای ابرو از گره پرواز ابرو را

بذوقِ تندخوئی خستگان را رام خود کردن ❊ به آتش بردن ست از موی تابِ پیچشِ مو را

نباشد دیده تا حق بین مده دستوریِ انگشتش ❊ چو گوهر سنج کو چشمی از گهر سنجد ترازو را ن

چو بنشیند به محفل بگذرانم در دل تنگش ❊ که رنجد غیر از و چون بی سبب در هم کشد رو را

اگر داند که در نسبت مرا با کیست هم چشمی ❊ کشد در دیده هر گردی که از ره خیزد آهو را

بهاران گو برو مشاطهٔ کوه و بیابان شو ❊ گلِ از لخت دل عشاق زیبد آن سر کو را

نشان درست غالب در سخن این شیوه بس بنود

بدین زورین کمان می آزمایم دست و بازو را

(۳۴)

بادهٔ مشکبوی ما بید و کنار کشتِ ما
کوثر و سلسبیل ما طوبیِ ما بهشت ما

ن بسکه غم تو بوده است تعبیه در سرشت ما
نسخهٔ فتنه می برد چرخ ز سر نوشت ما

حسرت وصل از چه رو چون بخیال سرخوشیم
ابر اگر بایستد بر لب جوست کشت ما

نورِ خرد در آگهی خواهشِ تن پدید کرد
صرفِ زقومِ دوزخ است نامیهٔ بهشت ما

این همه از عتابِ تو ایمنی عدو چرا ست
ای به بدی و ناخوشی خوی تو سرنوشت ما

ن بردہ صدا ز جبین بسر بر سر صد هزار خم
گر بنهی در آفتاب باده چکد ز خشت ما

بیخطر از خودی بر آ لب به انا الصنم گشا
شیوهٔ گیر و دار نیست در کنش کنشت ما

پ ن باده اگر بود حرام بذله خلافِ شرع نیست
دل ننهی بخوبِ ما طعنه مزن بزشت ما

گفت بحکمِ حسرتی غالب خسته این غزل
شاد بهیچ میشود طبع وفا سرشت ما

(۳۵)

ن دل تاب ضبطِ ناله ندارد خدای را
از ما مجوی گریهٔ بی های های را

آید بچشم روشنیِ ذره آفتاب
بر هر زمین که طرح کنی نقش پای را

مشتاق عرض جلوهٔ خویش ست حسن دوست
از قرب مژده ده نگهٔ نارسای را

سرگشتگی بر اوج فنا بال میزند
ای شعله فراغ گرد و نگهدار جای را

وامانده گیست پی سپر وادیِ خیال
شوق تو جاده کرد رگِ خوابِ پای را

ن سر منزل رسائیِ اندیشهٔ خودیم
در ما گمست جلوهٔ پی رهنمای را

از پیچ و تاب آز ستوهند سرکشان
انگشتِ زینهار شمر هر لوای را

غزل ۳۴: بین ۲۹ سپتامبر ۱۸۳۷ء / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸ء / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

حسنِ بتان زجلوهٔ ناز تو رنگ داشت — بیخود به بوی باده کشیدیم لا ی را ن

گوید تغافل تو که رد کردهٔ توام — از پشتِ چشم می نگرم پشتِ پا ی را

یارب به بالِ تیغ که پرواز می کند — ننگست دوش فرقِ بلندی گرا ی را ن

گر چشم اشک آلودوست وگر سینه آه ازوست — باکیست داوری دل دردآزما ی را

مُردم زفرطِ ذوق و تسلی نمی شوم — یارب کجا برم لبِ خنجر ستا ی را ن

غالب بریدم از همه خواهم که زین سپس
کنجی گزینم و بپرستم خدا ی را

(٣٦)

تا دوخت چاره گر جگرِ چارپاره را — از بخیه خنده بردم تیغست چاره را ن

با اضطرابِ دل زهر اندیشه فارغم — آسایشیست جنبشِ این گاهواره را

چون شعله هم زروی تو پیداست خوی تو — تا کی بتابِ باده فریبی نظاره را

سرگرمِ مهر شد دلِ چرخ ستیزه خو — چندان که داغ کرد جبینِ ستاره را ن

دانی که ریگِ بادیهٔ غم روان چراست — اینجا گسسته اند عنانِ شماره را

گیتی زگریه ام ته و بالاست بعد ازین — جویند در میانهٔ دریا کناره را

ای لذتِ جفای تو در خاک بعدِ مرگ — با جان سرشته حسرتِ عمرِ دوباره را ن

جوهر دمید ز آینهٔ دلخسته تا کجا — دزدد بخود ز بیم نگاهت اشاره را

خونم ستاده بود بدرد فسردگی — دل داد پایمردیِ تیغت گذاره را

شمع از فروغِ چهرهٔ ساقی در انجمن — چون گل بسر زدست زمستی نظاره را

بنگر نخست تا ستم از جانبِ که بود — با شیشه داوری پی داد ست خاره را

داغم ز بخت گر همه اوجِ اثر گرفت — آه از سپهر ریخت بفرقم شراره را

غالب مرا ز گریه نوید شهادتی ست
کاین سبحه رنگ داد بخون استخاره را

(۳۷)

قضا آئینه دارِ عجز خواهد نازِ شاهی را — شکستی در نهادستی ادای کج کلاهی را

ن طبیعی نیست هر جا اختلاط از وی حذر خوشتر — کم از سوزنده آتش نیست آبِ گرم ماهی را

ز رختِ خوابم آتشپاره ها رفتست میداند — تنم در لرزه افگندست بادِ صبحگاهی را

نماند از کثرتِ داغِ غمت آنمایه جا باقی — که داغی در فضای سینه اندازد سیاهی را

ص شبم تاریک و منزل دور و نقشِ جاده ناپیدا — هلاکم جلوهٔ برقِ شرابِ گاه گاهی را

چه رو بسازی ای آئینه آه از ساده گیهایت — به من بگذار گفتم شیوهٔ حیرت نگاهی را

ودیعت بوده است اندر نهادِ عجز ما نازی — جدا از قطره نتوان کرد طوفان دستگاهی را

همانا کز نوآموزانِ درسِ رحمتی زاهد — بذوقِ دعوی از بر کرده بحثِ بیگناهی را

ن دلا گر داوری داری بچشمِ سرمه آلودش — نخستم بی زبان کن تا بکار آیم گواهی را

پ ن مرو در خشم گر دستی بدامانِ تو زد غالب
وکیلش من نمیداند طریقِ دادخواهی را

(۳۸)

ن لرزه دارد خطر از هیبتِ ویرانهٔ ما — سیل را پای بسنگ آمده در خانهٔ ما

ن نفی از برقِ بلا تعبیه دارد در خویش — دهن خاک کند آبله از دانهٔ ما

چشم بر تازگیِ شورِ جنون دوخته است — در خزان بیش بود مستیِ دیوانهٔ ما

می باندازه حرام آمده ساقی برخیز — شیشهٔ خود بشکن بر سر پیمانهٔ ما

تنگیش نام برآورده تماشا دارد — در پی مور فرو رفتن کاشانهٔ ما

بچراغی نرسیدیم درین تیره سرا — شمع خاموشش بود طالع پروانهٔ ما ن

دم تیغت تنک و گردن ما باریک ست — آفرین بر تو و بر همت مردانهٔ ما

دود آه از جگر چاک دمیدن دارد — زلف خیز ست زهی دستگه شانهٔ ما

خورش فرو میرود افسون قلیبت در دل — پنبهٔ گوش تو گردد مگر افسانهٔ ما

مو برآید ز کف دست اگر دهقان را — نیست ممکن که کشد ریشه سر از دانهٔ ما ن

ن داده بر تشنگی خویش گواهی غالب

دهن ما بزبان خط پیمانهٔ ما

(۲۹)

ای گل از نقش کف پای تو دامان ترا — گلفشان کرده قبا سرو خرامان ترا ن

تا زخون کرا زین پرده شفق باز دمد — رونق صبح بهارست گریبان ترا ن

هر قدر شکوه که در حوصله گرد آمده بود — گوی گردید بمستی خم چوگان ترا ن

جذبهٔ زخم دلم کار گر افتاد مباد — عطسه غربال کند مغز نمکدان ترا

ندهد بوی کباب از نفس غیر و خوشم — می شناسم اثر گرمی پنهان ترا

راحت دائمی ذوق طلب نازم — گرد نمناک بود سایه بیابان ترا

چشم آغشته بخون بین و ز خلوت بدرآی — اینک ابر شفق آلوده گلستان ترا ن

آئی از بزم رقیب و سر راهت میرم — تا ربایم دل از ناز پشیمان ترا

چه غم ار سیلی سنگ ستمش کرد کبود — سبزه زاریست تنم طرف خیابان ترا ن

فرصتت باد که سر در سر کارت کردیم — آفتابِ لبِ بامیم شبستان ترا
هر حجابی که دهد روی بهنگامهٔ شوق — پردهٔ ساز بود زمزمه سنجان ترا

فارغش ساخته از حسرتِ پیکان غالب
حق بود بر جگرِ ریشِ تو دندانِ ترا

(۱۴۰)

ن غمت در بوتهٔ دانش گدازد مغز خامان را — لبت تنگ شکر سازد دهانِ تلخکامان را
قضا در کارها اندازهٔ هر کس نگه دارد — بقطعِ وادیِ غم می گمارد تیزگامان را
ن ز هستی پاک شو گر مردِ راهی کاندرین وادی — گرانیهاست رخت رهرد آلوده دامان را
دماغ فتنه می نازد بسامانِ رسیدنها — طلوعِ نشئه گردِ راه باشد خوش‌خرامان را
پی رسوائیِ اربابِ تقوی جلوهٔ سر کن — کتانها ماهتابی ساز شام نیکنامان را
بعرضِ ناز خوبان را ز ما بیتاب تر دارد — عنان از برق باشد در رهش زرین سنانان را
خرابیم و رضایش در خرابیهای ما باشد — ز چشمِ بد نگهدارد خدا ما دوستکامان را
ن بسا افتاده سرمست و بسا افتاده در طاعت — تو دانی تا به لطف از خاک برداری کدامان را
ز قاتل مژدهٔ زخمی کلم در جیبِ جان ریزد — نشاط انگیز باشد بوی خون خونین مشامان را

ن جهان از خاصی و عامیست آن مغرور و این عاجز
بیا غالب ز خاصان بگذر و بگذار عامان را

(۱۴۱)

نگویم تازه دارم شیوهٔ جادو بیانان را — ولی در خویش بینم کارگر جادوی آنان را
همانا پیشکارِ بختِ ناسازم به تنهائی — ستوه آورده‌ام از جانجوئی مهربانان را

غزل ۱۴۰، بیت ۸ — نسخهٔ مرتبه «خم گشته» بجای «افتاده» — ایضاً «کدامان» بجای «کدایان»

ندارد حاجتِ لعل و گہر حسنِ خداداد ت — عبث در آب و آتش راندہ بازارگانان را
چہ بی برگیست جان دادن بزخمی دان دم خنجر — ہلاکستم فراخی ہای عیشِ سخت جانان را

عوض دارد دگر آزار دلم آزردہ میخواہم — بہ قتلِ خویش دست و ساعد نازک میانان را
سراغ فتنہ ہای زہرہ سوز از خویشتن گیرم — رگ اندیشہ نبض کار باشد کاردانان را
بہ لفظِ عشق صدرہ کوہ و دریا درمیان گفتن — بیاموزید تا پیشش برید افسانہ خوانان را
نہ بینی برگ رز زر گشت و گل کبریتِ احمر شد — کند پائیز گوئی کیمیاگر باغبانان را
مرنج از ناروائی بی نیازی عالمی دارد — حکایتہا بود با خویشتن مر بی زبانان را
نگیرد دیگران را حق بجرمی کز یکی بخشد — سرت گردم شفیعی روز محشر دلستانان را
نداند قدرِ غم تا در نماند کس بدان غالب
مسرت خیزد از تقلیدِ پیران نوجوانان را



۴۲

خیز و بیراهه روی را سر راهی دریاب — شورش افزا نگه حوصله کاهی دریاب

ن عالم آئینهٔ رازست چه پیدا چه نهان — تاب اندیشه نداری به نگاهی دریاب

ن گر به معنی نرسی جلوهٔ صورت چه کمست — خم زلف و شکن طرف کلاهی دریاب

غم افسردگیم سوخت کجائی ای شوق — نفسم را به پر افشانی آهی دریاب

بر توانائی ناز تو گواهیم ز عجز — تاب بیجاده بجذب پر کاهی دریاب

تا چها آئینهٔ حسرت دیدار توایم — جلوه بر خود کن و ما را به نگاهی دریاب

ن تو در آغوشی و دست و دلم از کار شده — تشنه بی دلو و رسن بر سر چاهی دریاب

داغ ناکامی حسرت بود آئینهٔ وصل — شب روشن طلبی روز سیاهی دریاب

فرصت از کف مده و وقت غنیمت پندار — نیست گر صبح بهاری شب ماهی دریاب

ن غالب و کشمکش بیم و امیدش هیهات
یا به تیغی بکش و یا به نگاهی دریاب

غزل ۴۲، بیت ۷ — نسخهٔ مرتبه: «لب»، بجای «بر» مصرع که ظاهراً حذف «بر» پیش از «لب» سهو کتابت است.

(۴۳)

گر بس از جور بانصاف گراید چه عجب   از حیا روی بما گر ننماید چه عجب ن

بودش از شکوه خطر ورنه سری داشت بمن   بمزارم اگر از مهر بیاید چه عجب ن

رسمِ پیمان بمیان آمده خود را نازم   گفته باشد که ز بستن چه کشاید چه عجب ن

شیوه ها دارد و من معتقدِ خوی ویم   شوقم از رنجش او گر بفزاید چه عجب

چون کشمی گشدم رشک در پردهٔ جام   از لب خویش اگر بوسه رباید چه عجب

طرهٔ درهم و پیراهن چاکش نگرید   اگر از ناز بخود هم نگراید چه عجب

بہرزه میرم ز شمر دوزپی تعلیم رقیب   بوفا پیشگیم گر بستاید چه عجب

کار با مطربهٔ زهره نهادی دارم   گر لبم ناله به هنجار سراید چه عجب ن

آنکه چون برق بیکجای نگیرد آرام   گله اش در دل اگر دیر نپاید چه عجب

با چنین شرم که از هستیِ خویشتش باشد
غالب از رخ برهٔ دوست نساید چه عجب

(۴۴) *

جنون محمل بصحرای تحیر رانده است امشب [۱۳]   نگه در چشم و آهم در جگر وامانده است امشب ن

بذوق وعده سامان نشاطی کرده پندارم [۱۲]   ز فرش گل بروی آتشم بنشانده است امشب

خیال وحشت از ضعف روان صورت نمی بندد [۱۴]   بیابان بر نگه دامانِ ناز افشانده است امشب

دل از من عاریت جستند اہلِ لاف دانستم   سمندر این غریبانه ز ابد عوت خوانده است امشب

زہی آسایشِ جاوید ہمچون صورتِ دیبا [۱۶]   نم زخمم تن و بستر بهم چسپانده است امشب ن

بقدرِ شامِ ہجرانش درازی باد عمرش را   فلک نیز از کواکب سبحه ها گردانده است امشب ن

---

* از غزلهای «گل رعنا» (طبق روایت مالک رام) ۱۲، ۱۳ «از بس» بجای «محمل» (ایضاً) ۱۴ «خیال وحشتم» بجای «خیال وحشت از» (ایضاً)
۱۶: در «گل رعنا» این بیت را ندارد (ایضاً)، در نسخهٔ سال ۱۸۳۸م/۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی).

بخوابم میرسد بندِ قبا وا کرده از مستی ۴ ندانم شوق من بر کی چه افسون خوانده است امشب
بدستِ کیست تا لغت کاین دل شوریده مینالد ۴ سر زنجیر مجنون را که می جنبانده است امشب
خوشست افسانهٔ دردِ جدائی مختصر غالب
به محشر میتوان گفت آنچه در دل مانده است امشب

(۶۵)

از اندهِ نایافت قلق میکنم امشب — گر پردهٔ هستیست که شق میکنم امشب
ن ہان آینه بگذار که عکسم نفریبد — نظارهٔ یکتائی حق میکنم امشب
ن آتش به نهادم شده آب از تفِ مغزم — از تب بنود اینکه عرق میکنم امشب
جان کلیم اندازهٔ دریاکشیم نیست — از می طلب سدِ رمق میکنم امشب
از هر بن مو چشمهٔ خون باز کشادم — آرایش بستر ز شفق میکنم امشب
می میچکد از لعل لبش در طلب نقل — مستی ز کواکب به طبق میکنم امشب
ن ص نازم سخنش را و نیابم دهنش را — خوش تفرقه در باطل و حق میکنم امشب
عمریست که قانونِ طرب رفته زیادم — آموخته را باز سبق میکنم امشب
غالب بنود شیوهٔ من قافیه بندی
ظلمیست که بر کلک و ورق میکنم امشب



(۴۶)

سحر دمید و گل در دمیدنست مخسپ | جهان جهان گلِ نظاره چیدنست مخسپ
مشام را به شمیمِ گلی نوازش کن | نسیمِ غالیه سا در وزیدنست مخسپ ب
ز خویش حسنِ طلب بین و در صبوحی کوش | می شبانه ز لب در چکیدنست مخسپ
ستارهٔ سحری مژده سنجِ دیداریست | ببین که چشمِ فلک در پریدنست مخسپ
تو محوِ خواب و سحر در تأسف از انجم | به پشتِ دست به دندان گزیدنست مخسپ ل
نفس ز ناله به سنبل درودنست بخیز | ز خونِ دل مژه را لاله چیدنست مخسپ ل
نشاطِ گوش بر آوازِ قلقلست بیا | پیاله چشم براهِ کشیدنست مخسپ ل
نشانِ زندگیِ دل دویدنست مایست | جلای آینهٔ چشم دیدنست مخسپ ل
ز دیده سودِ حریفان کشودنست مبند | ز دل مرادِ عزیزان تپیدنست مخسپ ل

ل بذکرِ مرگ شبی زنده داشتن ذوقیست
گرت فسانهٔ غالب شنیدنست مخسپ



(۴۷)

گلشن بفضای چمنِ سینهٔ ما نیست — هر دل که نه زخمی خورد از تیغ تو وا نیست

میسوزم و می ترسم از آسیبِ زوالش — آوخ که در آتش اثرِ آب بقا نیست

ن عمریست که می میرم و مردن نتوانم — در کشورِ بیدادِ تو فرمانِ قضا نیست

هفت اختر و نه چرخ خود آخر بچه کارند — بر قتلِ من این عربده با یار روا نیست

عمری بسری گشت و همان بر سرِ جور است — گویند بتان را که وفا نیست چرا نیست

ن جنّت نکند چارهٔ افسردگیِ دل — تعمیر باندازهٔ ویرانیِ ما نیست

با خصمِ زبون غیرِ ترحّم چه توان کرد — من ضامنِ تاثیر اگر ناله رسا نیست

ن فریاد ز زخمی که نمک سود نباشد — هنگامه بیفزای که پرسش بسزا نیست

گر مهر و گر کین همه از دوست قبولست — اندیشه جز آئینهٔ تصویر نما نیست

مینای می از تندیِ این می بگدازد — پیغامِ غمت در خورِ تحویلِ صبا نیست

هر مرحله از دهر سرابست لبی را — کز نقشِ کفِ پای کسی بوسه ربا نیست

از ناز دلِ بی هوسِ ما نه پسندید — دلتنگ شد و گفت درین خانه هوا نیست

ن برگشتنِ مژگانِ تو از روی عتابست — کاندر دلم از تنگیِ جا یک مژه جا نیست

دریوزهٔ راحت نتوان کرد ز مرهم
غالب همه تن خستهٔ یارست گدا نیست

(۴۸)

بسکه درین داوری بی اثر افتاده است — اشک تو گوئی مرا از نظر افتاده است

عکسِ تنش را در آب لرزه بود هم ز موج — بیم نگاه خودش کارگر افتاده است

ناله نداند که من شعله زبان می کنم — هر چه ز دل جسته است در جگر افتاده است

خاطرِ بلبل بجوی قطرهٔ شبنم مگوی — کز پیِ گوشِ گل نالهٔ تر افتاده است

هر چه ز سرمایه کاست در هوس افزوده ایم — هر چه ز اندیشه خاست در خطر افتاده است

از نگهِ سرخوشت کام تمنّا کند — آینهٔ سادہ دل دیده ور افتاده است

او ولی از ما گداخت وین نفست گرم ساخت — نالهٔ ما از نگاه شوخ تر افتاده است

خونِ هوس پیشگان خوش نبود ریختن — تیغِ ادا پارهٔ بد گهر افتاده است

رشکِ دهانت گذاشت غنچهٔ گل چون شگفت — دید که از روی کار پرده بر افتاده است ل

ده به فرو ماندگی داد فرو ماندگان — سایه در افتادگی وقفِ هر افتاده است

مستیِ دل دیده را محرمِ اسرار کرد — بیخودیِ پرده دار پرده در افتاده است

ل آن همه آزادگی وین همه دلدادگی
حیف که غالب ز خویش بیخبر افتاده است

(۴۹)

در گردِ نالهٔ وادیِ دل رزمگاهِ کیست — خونی که میدود بشرائین سپاه کیست ن

حسن تو در حجاب ز شرمِ گناه کیست — جا بر کرشمه تنگ ز جوشِ نگاه کیست ع

مستست و در رخ گشاده به گلزار میرود — خون در دل بهار ز تاثیرِ آه کیست

ص ما با تو آشنا و تو بیگانهٔ ز ما | آخر تو و خدا که جهانی گواه کیست
ص مو بر نتابد این همه پیچ و خم و شکن | زلف تو روز نامهٔ بخت سیاه کیست
زینسان که سر بسر گل و ریحان و سنبلست | طرفِ چمن نمونهٔ طرفِ کلاه کیست
ن رشک آیدم بروشنی دیده‌های خلق | دانسته‌ام که از اثرِ گردِ راه کیست
ن با من بخوابِ نازی و من از رشک بدگمان | تا عرصهٔ خیالِ عدو جلوه‌گاه کیست
ن ص بیخود بوقت ذبح تپیدن گناهِ من | دانسته دشنه تیز نکردن گناه کیست

غالب حسابِ زندگی از سر گرفته است
جانا بمن بگو که غمت عمر کاه کیست

(۵۰)

در تابم از خیال که دل جلوه‌گاهِ کیست | داغم ز انتظار که چشمش براهِ کیست
ص از ناله‌خیزیِ دلِ سختش در آتشم | کاین سنگِ پر شرر ز هجومِ نگاهِ کیست
چشمش پر آب از تفِ مهرِ پری وشیست | من در گمان که از اثرِ دودِ آهِ کیست
ظالم تو و شکایتِ عشق این چه ماجراست | باری بمن بگو که دلت دادخواهِ کیست
در خود گمست جلوهٔ برقِ عتابِ تو | این تیرگی بطالعِ مشتِ گیاهِ کیست
نیرنگِ عشق شوکتِ رعنائیِ تو برد | در طالعِ تو گردشِ چشمِ سیاهِ کیست
ص گوید ز عجز چون تو خدا ناشناس چیست | یا چون خودی که داورِ گیتی گواهِ کیست
با این همه شکست درستی ادای اوست | رنگ شکست نمونهٔ طرف کلاهِ کیست
ص با تو به پند حرف به تلخی گناهِ من | با من بعشق غلبهٔ بدعوی گناهِ کیست

غالب کنون که قبلهٔ او کوی دلبریست
کی میرسد بدین که درش سجده‌گاهِ کیست

غزل ۴۹، بیت ۱ — نسخهٔ مرتب: 'دادخواه' بجای 'عمرکاه'

(۵۱)

یاد از عدو نیارم و اینهم ز دوربینیست ‌‌ کاندر دلم گذشتن یار دوست همنشینیست ن

در عالم خرابی از خیل منعمانم ‌‌ سیلم برخت شوئی برقم بخوشه چینیست پ ن

میرم ملی بترسم کز فرط بدگمانی ‌‌ داند که جان سپردن از عافیت گزینیست

در باده دیر مستم آری ز سخت جانیست ‌‌ در غمزه زود رنجی آری ز نازنینیست

من سوی او ببینم داند ز بیحیائیست ‌‌ او سوی من نبیند دانم ز شرمگینیست

ذوقیست در ادایت قاصد تو و خدایت ‌‌ در جیب من بیفشان خلدی که آستینیست

زین خونچکان نواها دریاب ماجراها ‌‌ هنگامه ام اسیری اندیشه ام حزینیست

در دو شکست دل را رام صدا نخواهم ‌‌ ساز شکایت من تارش ز موی چینیست

نازم بزودیابی نازد بگوشش دگر دن ‌‌ چندان که ابر نیسان در گوهر آفرینیست ن

سوزم دمی که یارم یاد آورد که غالب ‌‌ در خاطرش گذشتن با غیر همنشینیست

(۵۲) *

چه فتنه ها که در اندازهٔ گمان تو نیست ‌‌ قیامتست دل دیرمهربان تو نیست

فریب آشتی، ای این ظفر مبارک باد ‌‌ دل ستمزده در بند امتحان تو نیست ن

مگر ز پارهٔ سنگم که ریزد دم تیغ ‌‌ بکش مترس که در سود من زیان تو نیست

دلم بعهد وفائی فریفت نامه سپار[۲] ‌‌ خوش است وعدهٔ تو گرچه از زبان تو نیست پ

شکسته رنگ تو از عشق خوش تماشائیست ‌‌ بهار دهر برنگینی خزان تو نیست

شباهتیست مر آنرا که بر نیامده است ‌‌ دگر نه موی بباریکی میان تو نیست

ز حق مرنج و در ابرو ز خشم چین مفگن ‌‌ خوش است رسم وفا گرچه در زمان تو نیست ص

عتاب و مهر تماشائیان حوصله اند ‌‌ بهیچ عربده اندیشه رازدان تو نیست

روان فدای تو نامم که برده ناصح ‌‌ زهی لطافت ذوقیکه در بیان تو نیست

---

* از غزلهای دگل رعنا (طبق روایت مالک رام)، ۲، در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخهٔ سلسله ۱۸۴۳، ۱۸۴۵ م اضافه شده (عابدی)

۲، نامه برست بجای نامه سپار (طبق روایت مالک رام)

دل از خموشی لعلت امیدوار چراست   چه گفته بزبانی که در دهان تو نیست

ن ص گمان زیست بود بر منت ز بیدردی   بدست مرگ ولی بدتر از گمان تو نیست

عیار آتش سوزان گرفته ام صد بار   ف بسینه تابی داغ غم نهان تو نیست

تغافل تو دلیل تجاهل افتاده است   تو خود خدای تو غالب ز بندگان تو نیست؟

(۵۳)

ن ای که گفتی غم درون سینه جانفرساست هست   خامشیم اما اگر دانی که حق با ماست هست

ن این سخن حق بود گاهی بر زبان ما نرفت   چون تو خود گفتی که خوبان را دل از خاراست هست

دیده تا دل خون شدن کز غم روایت می کنی   گر بگویم کاین نخستین موج آن دریاست هست

پ دیدی آخر کانتقام خستگان چون می کشند   آنکه می گفتیم ما کامروز را فرداست هست

هم وفا هم خواهش ما هیچ پرسش عیب نیست   آنکه میگفتی که خواهش در وفا بیجاست هست

ن یاری از خود گو که چون در زمن پرسی بپرس   بخت ناسازست آری بی پرواست هست

ن خوی یارت را تو دانی ورنه از حسن و جمال   زلف عنبر بوست آری عارض زیباست هست

ن صبر وانگاه از تو پندارم نه حد آدمیست   وانکه میگوئی بظاهر گرم استغناست هست

با چنین عشقی که طوفان بلا میخوانیش   چون ببینی کان شکوه دلبری برجاست هست

رهگذارت را دل و جان همچنان فرش ست هان   جلوه گاهت را ز جان بازان همان غوغاست هست

نظم و نثر شورش انگیزی که می باید بخواه   آنکه میپرسی که غالب در سخن یکتاست هست

(۵۴)

ن سینه بگشودیم و خلقی دید کاینجا آتشست   بعد ازین گویند آتش را که گویا آتشست

انتظار جلوهٔ ساقی کبابم می کند   می بساغر آب حیوان و به مینا آتشست

گریه ات در عشق از تاثیر دود آه ماست   اشک در چشم تو آب و در دل ما آتشست

ای که میگوئی تجلی گاه نازش دور نیست   صبر مشتی از خس و ذوق تماشا آتشست

بی تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست
قعرِ دریا سلسبیل و روی دریا آتشست

پردہ از رخ برگرفت و بیمحابا سوختیم
بادہ بادست آتشِ او را و ما را آتشست

ہم بدین نسبت ز شوخی در دلت جا کردہ ایم
فاش گوئیم از تو سنگست آنچہ از ما آتشست ن

گریہ دارم کہ تا تحت الثری آبست و بس
نالہ دارم کہ تا اوجِ ثریا آتشست

پاک خور امروز زنہار از پیِ فردا منہ
در شریعت بادہ امروز آب و فردا آتشست ن

رازِ بدخویان نہفتن برنتابد بیش ازین
پردہ دار سوز و ساز ماست ہر جا آتشست

گشتہ ام غالب طرف با شربِ عرفی کہ گفت
روی دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتشست

(۵۵) *

بخود رسیدنش از ناز بسکہ دشوارست
چو ما بدامِ تمنای خود گرفتارست ن

تمام زخمتم از بستیم چہ می پرسی
ز جسمِ لاغرِ خویشم بہ پیرہن خارست ن

صلای قتل دہ و جانفشانیِ ما بین
برای کشتنِ عشاق وعدہ بسیارست

ستم کش سرِ ناموس جوی خویشتنم
کہ ناز جیب برآمد بہ بندِ دستارست

بشب حکایتِ قتلم ز غیر می شنود
ہنوز فتنہ بہ بندوق فساد بیدارست

بقامتِ من از آوارگیست پیرہنی
کہ خارِ رہگذرش پود و جادہ اش تارست ن

بیا کہ فصلِ بہارست و گل بہ صحنِ چمن
کشادہ روی تر از شاہدانِ بازارست

غمم شنیدن و لختی بخود فرو رفتن
خوشا فریبِ ترحم چہ سادہ پرکارست ن

فناست ہستیِ من در تصورِ کمرش
چو نغمہ کہ ہنوزش وجود در تارست

ز آفرینشِ عالم غرض جز آدم نیست
بگردِ نقطۂ ما دورِ ہفت پرکارست

نگاہ خیرہ شد از پرتو رخش غالب
تو گوئی آئینۂ ما سرابِ دیدارست

* از غزلہای «گل رعنا» (طبق روایت مالک رام)

(۵۶)

ن سموم وادی امکان ز بس جگرتابست — گداز زهرهٔ خاکست هر کجا آبست

ن مرنج از شب تار و بیا ببزم نشاط — که پنبهٔ سر مینای باده مهتابست

بخوابم آمدنش جز ستم ظریفی نیست — خدا نخواسته باشد بغیر بیخوابست

ن ز وضع روزن دیوار می توان دانست — که چشم خمکدهٔ ما براه سیلابست

ز ناله کار باشک اوفتاده دل خون باد — ز شرم بی اثریها فغان ما آبست

ز وهم نقش خیالی کشیدهٔ ورنه — وجود خلق چو عنقا بدهر نایابست

نگه ز شعلهٔ حسنت چه طرف بربندد — چنین که طاقت ما را بنا ز سیمابست

بعرض دعوی همطرحی تو خوبان را — نگه در آینه همچون خسی بگردابست

زمین ز نقش سم توسن تو ساغرزار — هوا ز گرد رهت شیشهٔ می نابست

ن توی فتاده چو نسبت ادب مجو غالب — ندیده که سوی قبله پشت محرابست

(۵۷)

گر ذره خویش از نفسم باز ندانست — تنگش ز خرام آمد و پرواز ندانست

زانسان غم ما خورد که رسوائی ما را — خصم از اثر غمزهٔ غماز ندانست

فریاد که تا این همه خون خوردنم از غم — یکره بدلش کرد گذر راز ندانست

ن نازم نگه شرم که دلها ز میان برد — زانسان که خود آن چشم فسونساز ندانست

ن یکچند بهم ساخته ناکام گذشتیم — من عشوه نپذرفتم و او ناز ندانست

از شاخ گل افشاند و ز خار گهر انگیخت — آئینهٔ ما در خور پرداز ندانست

ن گریم که برد موجهٔ خون خوابگش را — در ناله مرا دوست ز آواز ندانست

همدم که ز اقبال نوید اثرم داد — اندوه نگاه غلط انداز ندانست

غزل ۵۶، بیت ۳ ــ نسخهٔ مرتب: 'بخوابم' بجای 'بخواب'

محوِ مکافات بہ خلد و سقر آویخت — مشتاقِ عطا شعلہ زگل باز ندانست ن

غالب سخن از ہند برون بر کہ کس اینجا
سنگ از گہر و شعبدہ ز اعجاز ندانست

(۵۸)

ہر ذرہ محوِ جلوۂ حسنِ یگانہ ایست — گوئی طلسمِ شش جہت آئینہ خانہ ایست ن

حیرت بدہر بیسر و پای برد مرا — چون گوہر از وجودِ خودم آب و دانہ ایست ن

ناچار با تغافلِ صیاد ساختم — پنداشتم کہ حلقۂ دام آشیانہ ایست ن

پابستۂ نوردِ خیالی چو وارسی — ہر عالمی ز عالمِ دیگر فسانہ ایست

خود داریم بہ فصلِ بہاران عنان گسیخت — گلگونِ شوق را رگِ گل تازیانہ ایست

ہر سنگ عینِ ثابتۂ آبگینۂ — ہر برگِ تاک قفلِ درِ شیرہ خانہ ایست

ہر ذرہ در طریقِ وفای تو منزلی — ہر قطرہ از محیطِ خیالت کرانہ ایست

در پردۂ تو چند کشم نازِ عالمی — داغم ز روزگار و فراقت بہانہ ایست

وحشت چو شاہدان بنظر جلوہ می کند — گردِ رہ و ہوا سر زلفی و شانہ ایست

غالب دگر ز منشاءِ آوارگی مپرس
گفتم کہ جبہہ را ہوس آستانہ ایست

(۵۹)

مالاغریم گر کمرِ یار نازک ست — فرقیست در میانہ کہ بسیار نازک ست ن

دارم دلی ز آبلہ نازک نہاد تر — آہستہ پا نہم کہ سرِ خار نازک ست ن

از جنبشِ نسیم فرو ریزدی ز ہم — ما را چو برگِ گل درو دیوار نازک ست

با نالہ ام ز سنگدلیہای خود مناز
غافل قماشِ طاقت کہسار نازک ست

زخمت کشیدہ آن مژہ برگشت ہمچنان
ناسخت جانِ لذت آزار نازک ست

رسوایئی مبساد خودآرائی ترا
گل بر مزن کہ گوشۂ دستار نازک ست

ترسم تپش ز بند بدن افگند مرا
تابِ کمند کاکلِ خمدار نازک ست

از جلوہ ناگداختن و رونساختن
آئینہ را ببین کہ چہ مقدار نازک ست

ن ‌ سیر بخندد از تحمل ما بر جفای خویش
ہان شکوہ کہ خاطر دلدار نازک ست

از ناتوانی جگر و معدہ باک نیست
غالب دل و دماغِ تو بسیار نازک ست

※ (۶۰)

امشب آتشین روئی گرم ژند خوانیہاست
کز لبش نوا ہر دم در شرر فشانیہاست

تا در آب افتادہ عکسِ قد دلجویش
چشمہ ہمچو آئینہ فارغ از روانیہاست

ن ‌ در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن
اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

ن ‌ از خمیدن پشتم روی بر قفا باشد
تا چہا درین پیری حسرت جوانیہاست

ن ‌ کشتۂ دل خویشم کز ستم گران یکسر
دید و لفریبیہا گفت مہربانیہاست

سوی من نگہ دارد چین فگندہ در ابرو
باگران رکابیہا خوش سبک عنانیہاست

دائم از سر خاکم رخ نہفتہ بگذشتن
ہان وہان خدا دشمن این چہ بدگمانیہاست [۳]

شوخیش در آئینہ محو آن دہن دارد
چشم سحر پردازش باب نکتہ دانیہاست

با عدو عتابستی وز منش حجابستی
دہ چہ دلربایہا ہی چہ جانستانیہاست [۴]

با چنین تہیدستی بہرہ چہ بود از ہستی
کار ماز سرمستی آستین فشانیہاست

※ از غزلہای "گل رعنا" طبق روایت مالک رام ۳: ای قرو خدای تو بجای "ہان وہان خدا دشمن" ۴: "دہ چہ دلربائیہاست" بجای "دہ چہ دلربائیہا" (ایضاً) غزل ۶۰، بیت ۹ – نسخۂ مرتب: "سخت جانیہا" بجای "جانستانیہا"

ایکہ اندرین وادی مژدہ از ہما دادی ‏ ‏ ‏ ‏ بر سرم ز آزادی سایہ را گرانیہاست ن

ذوق فکر غالب را بردہ ز انجمن بیرون
با ظہوری و صائب محو ہمزبانیہاست

(۶۱) *

جیب مراد وز کہ بودش نماندہ ست ‏ ‏ ‏ ‏ تارش ز ہم گسستہ و پودش نماندہ است پ

سرگرمی خیال تو از نالہ باز داشت ‏ ‏ ‏ ‏ دل پارہ آتشیست کہ دودش نماندہ است

داد از تظلمی کہ بگوشت نمیرسد ‏ ‏ ‏ ‏ آہ از توقعی کہ وجودش نماندہ است ن

چون نقطہ اختر سیہ از سیر باز ماند ‏ ‏ ‏ ‏ گوئی دگر ہبوط و صعودش نماندہ است

مکتوب ما بتار نگاہ تو عقدہ ایست ‏ ‏ ‏ ‏ کز ہیچ رو امید گشودش نماندہ است

دل را بوعدۂ سستی میتوان فریفت ‏ ‏ ‏ ‏ نازی کہ بر وفای تو بودش نماندہ است

افتادگی نماز دل ناتوان ماست ‏ ‏ ‏ ‏ درد سر قیام و قعودش نماندہ است

دل جلوہ میدہد ہنر خود در انجمن ‏ ‏ ‏ ‏ رحمی مگر بجان حسودش نماندہ است

دل در غم تو مایہ برہزن سپردہ ایست ‏ ‏ ‏ ‏ ÷ کار از زیان گذشتہ و سودش نماندہ است

ن غالب زبان بریدہ و آگندہ گوش نیست
اما دماغ گفت و شنودش نماندہ است

(۶۲)

بلبل دلت بنالۂ خونین بہ بند نیست ‏ ‏ ‏ ‏ آسودہ زی کہ یار تو مشکل پسند نیست

اندازہ گیر ذوق غم دردمند من ‏ ‏ ‏ ‏ تلخاب گریہ را نمک زہر خند نیست

عہد وفا ز سوی تو نا استوار بود ‏ ‏ ‏ ‏ بشکستنی و ترا بہ شکستن گزند چیست ص

---

* از غزلہای ’گل رعنا‘ (طبق روایت مالک رام) م، و در گل رعنا، ویج بیت ما ندارد (ایضاً) و رسالہ ۱۸۴۵ام/۱۲۶۱ھ اضافہ شدہ عابدی.
غزل ۶۲ بیت ۲ و ۳ سہ در نسخۂ مرتب بیت دوم موخر و بیت سوم مقدم است۔ غزل ۶۲ بین ۹ ستمبر ۱۸۴۷م/

ن از دوست میلِ قربِ به کشتن غنیمت ست
گر تیغ در کمان به نشاطِ کمند نیست

بر یادِ تو کدام پری خوان بخور سوخت
کو شرمسارِ دعوتِ ناسودمند نیست

پ ن ص آن لابه های مهر فزا را محل نماند
بر خوانِ غود وانِ یکاد کز ما را سپند نیست

بیخود بزیر سایهٔ طوبیٰ غنوده اند
شبگیرِ رهروانِ تمنّا بلند نیست

هنگامه دلکش ست نویدم بخلد چیست
اندیشه بی غش ست نیازم به بند نیست

ص می نوش و تکیه بر کرمِ کردگار کن
خطِ پیاله را رقمِ چون و چند نیست

غالب من و خدا که سرانجامِ برشگال
غیر از شرابِ انبه و برفاب و قند نیست

۶۳

ل منعِ ما از باده عرضِ احتسابی بیش نیست
محتسب افشردهٔ انگور آبی بیش نیست

ل رنج و راحت برطرف شاهد پرستانیم ما
دوزخ از سرگرمیِ نازش عتابی بیش نیست

خارج از هنگامه سرتاسر به بیکاری گذشت
رشتهٔ عمرِ خضر بد حسابی بیش نیست

ل قطره و موج و کف و گرداب جیحونست و بس
این من و مائی که می بالد حجابی بیش نیست

ل خویش را صورت پرستان هرزه رسوا کرده اند
جلوه می نامند و در معنی نقابی بیش نیست

ل شوخیِ اندیشهٔ خویشست سرتاپای ما
تار و پودِ هستیِ ما پیچ و تابی بیش نیست

زخمِ دل لب تشنهٔ شورِ تبسم های تست
این نمکدانها بچشمِ ما سرابی بیش نیست

پ ن نامه بر از پیش گاهِ ناز مکتوبِ مرا
پاسخی آورده است اما جوابی بیش نیست

جلوه کن منّت منه از ذرّه کمتر نیستم
حسن با این تابناکی آفتابی بیش نیست

ن چند رنگین نکتهٔ دلکش تکلف برطرف
دیده ام دیوانِ غالب انتخابی بیش نیست

(۶۴)

لذتِ عشقم زفیضِ بینوائی حاصلست   آنچنان تنگست دستِ من که پنداری دلست پ ن

هم بقدرِ جوششِ دریا تنومندست موج   تیغ سیراب از روانیهای خونِ بسملست

وای لب گر دل زتابِ تشنگی نگداز دم   میگساران مست و من مخمور و ساقی غافلست

در خمِ بندِ تغافل نالم از بیدادِ عمر   پردهٔ سازِ فغانم پشتِ چشمِ قاتلست

بسکه ضبطِ مشقِ غم فرسود اعضای مرا   رازِ دل از همنشینانم نهفتن مشکلست ن

شهریِ دل نیست گر حسرت مرا اینجا از چه رد   چشمِ اہلِ دل ز باماندنِ نگاهِ سائلست

باهمه نزدیکی از وی کامِ دل نتوان گرفت   تشنهٔ ما بر کنارِ آب جو پا در گلست

در نوردِ گفتگو از آگهی وامانده ایم   پیچ و تابِ نشانِ دوریِ سر منزلست

عقل در اثباتِ وحدت خیره میگردد چرا   هرچه جز هستیست هیچ و هرچه جز حق باطلست ن

ن ما همان عینِ خودیم اما خود از وهمِ دوئی

در میانِ ما و غالب ما و غالب حائلست

(۶۵)

هم ز عدم هم ز منع چه بخشش چه حساب است   جان نیست مکرر نتوان داد شرابست ص ن

در مژده زجوی عسل و کاخ زمرد   چیزی که بدلبستگی ارزد می نابست ن

لهراسپ کجا رفت و پرویز کجائی   آتشکده ویرانه و میخانه خرابست ص

از جلوه بهنگامه شکیب نتوان شد   لب تشنهٔ دیدار ترا خلد سرابست

با این همه دشوار پسندی چه کند کس   تا پرده برانداخته در بند حجابست ن

دوشینه بمستی که بکیدست لبش را   کامروز به پیمانهٔ می در شکر آبست ص

غزل ۶۴، بیت ۳ — نسخهٔ مرتب: "نگداز دی" بجای "نگداز دم"

آن قلزم داغیم که برما ز جهنم — چندان که فتد صاعقه باران آلبست

سرگرمی هنگامهٔ طاعات ندارم — فیضی که من از دل طلبم بوی کبابست

همچشمی آئینه فگند از نظر ما — ماراکه ز بیداری دل دیده بخوابست

تا غالب مسکین چه تمتع برداز تو

برداشتهٔ آنچه خود از چهره نقابست

(۶۶)

بسکه از تابِ نگاه تو ز آسودن رفت — باده چون رنگِ خود از شیشه بپالودن رفت

این سفال از کف خاک جگر گرم که بود — دست شستیم ز صهبا که به پیمودن رفت

خیز و در دامن بادِ سحر آویز بعذر — گر شبت تیره بداغ مژه نکشودن رفت

هرچه از گریه فشاندیم به نشمردن ریخت — هرچه از ناله رساندیم به نشنودن رفت

ریگ در بادیهٔ عشق روانست هنوز — تا چها پای درین راه به فرسودن رفت

باغت از بسکه زلیخا بتماشای ترنگ — از حیا بر در زندان بگل اندودن رفت

بر تنک مایگیم رحم که یک عمر گناه — هم بتاراجِ سبکدستی بخشودن رفت

داغ تردستی اشکم که ز افسردن دل — هرچه ز گریه فزودیم در افزودن رفت

شست و شو مشغلهٔ شوخی ابر کرمست — دژم آن خرقه که با داغ نیالودن رفت

مدعی خواست رود بر اثرِ من غالب

هرچه زو بود بسودای چو من بودن رفت

(۶۷)

ص نگه چشم نهان وز جبهه جبین پیداست — شگرفی تو ز اندازِ مهر و کین پیداست

نظاره عرضِ جمالت ز نوبهار گرفت — شکوه صاحب خرمن ز خوشه چین پیداست ن

رسید تیغِ توام بر سر و ز سینه گذشت — زهی شگفتگی دل که از جبین پیداست ن

بجرمِ دیدهٔ خونبار گشته‌ای ما را — ترا ز دامن و ما را ز آستین پیداست ن

زهی لطافتِ پرواز سعیِ ابرِ بهار — که هر چه در دلِ باد است از زمین پیداست

فتیلهٔ رگِ جان سربسر گداخته شد — ز پیچ و تابِ نفسهای آتشین پیداست

نفس گداختن جلوه در هوای قدش — ز خوی فشانی آن روی نازنین پیداست

عیارِ فطرتِ پیشینیان ز ما خیزد — صفای باده ازین دردِ ته نشین پیداست

زهی شکوه تو کاندر طرازِ صورت تو — ز خود بر آمدن صورت آفرین پیداست ص ن

نهادِ نرم ز شیرینی سخن غالب
بسان موم ز اجزا ن انگبین پیداست

(۶۸)

گر بار نیست سایهٔ خود از بید بوده است — باری بگو که از تو چه امید بوده است پ ن

شادم ز دردِ دل که بعجز شکیب ریخت — نومیدیی که راحتِ جاوید بوده است

ظالم هم از نهاد خود آزار میکشد — بر فرق ارّه ارّهٔ تشدید بوده است ص ن

فیها کند ز روی تو دریوزهٔ ضیا — مه کاسهٔ گدائی خورشید بوده است

تلخست تلخ ز رشکِ تمنای خویشتن — شادم که دل ز وصل تو نومید بوده است ص

در ماهِ روزه طرّه پریشان چه میروی — می خور که در زمانه شب عید بوده است

از رشکِ خوشنوائی سازِ خیالِ من — مضرابِ نی بناخن ناهید بوده است ص

هرگونه حسرتی که ز ایام می کشیم — دُردِ ته پیالهٔ امید بوده است ص

ص حق رازِ خلق جو کہ نوآموزِ دید را　　آئینہ خانہ مکتبِ توحید بودہ است

نادان حریفِ مستیِ غالبؔ مشو کہ او
دردی کشِ پیالۂ جمشید بودہ است

(۶۹)

ن یار در عہدِ شبابم بکنار آمد و رفت　　ہمچو عیدی کہ در ایامِ بہار آمد و رفت

تا نفس باختہ پیرویِ شیوۂ کیست　　تند بادی کہ بتاراجِ غبار آمد و رفت

سبحہ گردانِ اثرہای وجود ست خیال　　ہر چہ کل کرد تو گوئی بشمار آمد و رفت

طالع بسمل ما بین کہ کماندار ازپی　　پارۂ برا ثر خونِ شکار آمد و رفت

شادی و غم ہمہ سرگشتہ تر از یکدگر اند　　روزِ روشن بوداعِ شبِ تار آمد و رفت

ہرزہ مشتاب و پیِ جادہ شناسان بردار　　ای کہ در راہِ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

ن برق تمثالِ سراپای تو میخواست کشید　　طرزِ رفتار ترا آینہ دار آمد و رفت

ن ہلہ غافل ز بہاران چہ طمع داشتۂ　　گیرکامسال برنگینیِ پار آمد و رفت

بفریبِ اثرِ جلوۂ قاتل صدبار　　جان بہ پروانگیِ شمعِ مزار آمد و رفت

غالبا عین حزینست بہ ہنجارِ بروز
موجِ این بحر کر ریکنار آمد و رفت

(۷۰)

ن اختری خوشتر از نیم بجہان میبایست　　خسرد پیر مرا بخت جوان میبایست

ن بزمینی کہ بہ آہنگِ غزل بنشینم　　خاک گلبوی و ہوا مشک فشان میبایست

ن برنتابم بسبو بادہ ز دور آوردن　　خانۂ من بسر کوی مغان میبایست

غزل ۶۹، بیت ۲، نسخۂ مرتب: 'من' بجای 'ما'، غزل ۷۰ بین ۲۹ ستمبر ۱۸۳۲ء/ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۱ جنوری ۱۸۳۸ء/ ۲۴ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

به گزایش خوشم اما به نمایش خوارم — پرسشی چند نیارم بزبان میبایست

تابِ مهرم نکند خسته دلی دردِ شوق — روی گرمی ز رفیقان بمیان میبایست

نرسد نامه در اندیشه بیبهاست بسی — پرسشِ در حقیٔ ز عزیزان بگمان میبایست پ

هرزه دل بر در و دیوار نهادن نتوان — سویم از روزنه چشمی نگران میبایست ن

سازِ هستی کنم و دل بفسوسم گیرد — هم در اندیشه خدنگم بنشان میبایست

یا تمنای من از خلد برین نگذشتی — یا خود امیدگهی در خور آن میبایست

تا تنک مایه بدریوزه خود آرا نشود — نرخِ پیرایهٔ گفتار گران میبایست

قدرِ انفاس گرم در نظرستی غالب
در غمِ دهر دریغم بفغان میبایست

(۷۱)

فغان که برقِ عتابِ تو آنچنانم سوخت — که راز در دل و مغز اندر استخوانم سوخت ن

بذوقِ خلوتِ ناز تو خواب گشت حرام — قضا بعربده در چشمِ پاسبانم سوخت

شنیدهٔ که به آتش نسوخت ابراهیم — ببین که بی شرر و شعله میتوانم سوخت عں ن

شرارِ آتشِ زردشت در نهادم بود — که هم بداغِ مغان شیوه دبرانم سوخت

عیارِ جلوهٔ نازش گرفتن ارزانی — هزار بار بتقریبِ امتحانم سوخت

مرا دمیدنِ گل در گمان فگند امروز — که باز بر سرِ شاخِ گل آشیانم سوخت ن

ز گل فروشی نالم که اهلِ بازارست — تپاکِ گرمیِ رفتار باغبانم سوخت

چه مایه گرم برون آمدی ز خلوتِ غیر — که شکوه در دل و پیغاره بر زبانم سوخت س

چو داد بیند فلک کاب در متاعم نیست — ز جوشِ گرمیِ بازارِ من دکانم سوخت

نفس گداختگیهای شوق را نازم
چه شعلها بسراپردهٔ بیانم سوخت

نوید آمدنت رشک از قفا دارد
شگفته روئی گلهای بوستانم سوخت

کسی درین کف خاکسترم مباد انباز
چه شد گر آتش همسایه خانمانم سوخت

مگر پیام عتابی رسیده است از دوست
شکسته رنگی یاران رازدانم سوخت

خبر دهید بقاتل که هجر می کشدم
زماهتاب چه منت برم کتانم سوخت

سخن چه عطر شرر بر دماغ زد غالب
که تاب عطسهٔ اندیشه مغز جانم سوخت

(۷۲)

گفتم بروزگار سخنور چو من بسیست
گفتند اندرین که تو گفتی سخن بسیست

معنی غریب مدعی و خانه زاد ماست
هرجا عقیق نادر و اندر یمن بسیست

مشکین غزالها که نبینی بهیچ دشت
در مرغزارهای ختا و ختن بسیست

در صفحه ننمودم همه آنچه در دلست
در بزم کمترست گل و در چمن بسیست

لیلی بدشت قیس رسیدست ناگهان
در کاروان جنازهٔ محمل فگن بسیست

باید بغم نخوردن عاشق معاف داشت
آنرا که دل نبود ز نشناختن بسیست

زور شراب جلوهٔ بت کم شمرده‌ایم
اما نظر بحوصلهٔ برهمن بسیست

گردد هوای قرب تو بستیم دل مرنج
خود ناکشوده جای در آن انجمن بسیست

تاثیر آه و ناله مسلم ولی مترس
مارا هنوز عربده با خویشتن بسیست

غالب نخورد چرخ فریب ار هزار بار
گفتم بروزگار سخنور چو من بسیست

(۷۳)

دل برد از من شیوه عیانست و عیان نیست
دانی که مرا بر تو گمانست و گمان نیست

در عرضِ غمت پیکر اندیشه لالم
پا تا سرم انداز بیانست و بیان نیست

قربانِ تو به جانِ من و کارِ من از تو
بی پرده بهر پرده روانست و روان نیست

نازم بفریبی که دهی اهلِ نظر را
کز بوسه پیامی بلبانست و دهان نیست

داغیم ز گلشن که بهارست و بقا هیچ
شادیم به گلخن که خزانست و خزان نیست

سرمایهٔ هر قطره که گم گشت به دریا
سودیست که ما را بزیانست و زیان نیست

در هر مژه برهم زدن این خلق جدیدست
نظاره سگالد که همانست و همان نیست

در شاخ بود موجِ گل از جوشِ بهاران
چون باده بمینا که نهانست و نهان نیست

ناکس ز تنومندی ظاهر نشود کس
چون سنگِ سرِ ره که گرانست و گران نیست

پهلو بشگافید و ببینید دلم را
تا چند بگویم که چسانست و چسان نیست

غالب به نظارگی خویش توان بود
زین پرده برون آ که چنانست و چنان نیست

(۷۴)

اندوده بداغی دو سه پرکاله فرو ریخت
چون برگِ شقائق جگر از ناله فرو ریخت

آتشکده خوی تو نازم که ز طرفش
گفتم شرر و داغ گل و لاله فرو ریخت

بر ساده دلانست بوفا جلوه همی داد
بیدادِ تو آب از رخ و لاله فرو ریخت

گفتم ز که پرسم خبرِ عمرِ گذشته
ساقی بقدح بادهٔ ده ساله فرو ریخت

بی سعیِ نگه مستی آن چشمِ فسون گر
خونم بسیه مستی دنباله فرو ریخت

مشاطه به آرایش آن حسن خداداد — گل در چمن و قند به بنگاله فرو ریخت

با موج خرامش سخن از باده مگویید — کاب رخ این جوهر سیاله فرو ریخت

چون انجم و خورشید ز برق دم گرمم — شیرازهٔ جمعیت تبخاله فرو ریخت

ن رشک خط زدی تو گر افشرد بدین رنگ — بینی که مه از دایرهٔ هاله فرو ریخت

در قالب ملّا اثرش پرده کشا شد — خاکی که قضا در تن گوساله فرو ریخت

دزدیده سر اهل سخن از بیم تو غالب
گویی رگ ابر قلمت ژاله فرو ریخت

(۷۵)

ن خواست کز ما رنجد تقریب رنجیدن نداشت — جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

ن آمد از تنگی جا بس که پرچین کرد و رفت — بر خود از ذوق قدوم دوست بالیدن نداشت

شد نگار از نازکی چندانکه رفتارش نماند — نازنین پایش بکوی غیر پوییدن نداشت

ن گل فراوان بود و می پرزور و دوشم بر بساط — خود بخود پیمانه میگردید و گردیدن نداشت

دیر خواندی سوی خویش و زود فهمیدم دریغ — بیش ازین پایم ز گرد راه پیچیدن نداشت

ن جوش حسرت بر سر خاکم ز بس جا تنگ کرد — همچو نبض مرده دود شمع جنبیدن نداشت

پس گر منافق وصل ناخوش ور موافق هجر تلخ — دیده داغم کز دو روی دوستان دیدن نداشت

برد آدم آن امانت هر چه گردون برنتافت — ریخت می بر خاک چون در جام گنجیدن نداشت

گریه‌ام آزاد خود را در تعلق باختم — سود زیر کوه دامانی که برچیدن نداشت

نامرادی بود نزعی آیه غالب دریغ
در هلاک خویش کوشیدیم و کوشیدن نداشت

غزل ۷۵: دیکھیے ۹ بہ مقام ۸۳۲، ۲۹ جمادی الثانی ۱۲۵۴ھ = ۲۰ اگست ۱۸۳۸ء / ۲۳ ... ۱۲۵۴ھ (عابدی)

(۷۶)

ببین که در گل و مل جلوه‌گر برای تو کیست — بپوش دیده ز حق طالب رضای تو کیست

چه ناکسی که ندزدد فراق بینائی — نمی‌رسی که درین پرده همنوای تو کیست

کلید بستگی تست غم بکوش ای دل — تو گر چنین نگدازی گره‌کشای تو کیست

شکایتی نفروشی و عشوه نخری — تو آشنائی کی خواهد آشنای تو کیست

ترا که موجهٔ گل تا کمر بود دریاب — که غرق خون بد بوستانسرای تو کیست

بلا به صورت زلف تو بی‌بها آورد — به بند خصمی دهر بیم مبتلای تو کیست

تراست جلوه فراوان درین بهار ولی — حریف باده و نظاره آن ادای تو کیست

ز داوری شهیدان بر آن نتیجه چه — ز نیست در مستی تغافل ادای تو کیست

به آتش از کف پاس وقت خویشتنم — فریب خوردهٔ نیرنگ دلربای تو کیست

زلال عشق تو میرابی هوسناکان — نگه ببین که جگر تشنهٔ جفای تو کیست

ترا ز دل هوس سیر کی بجای غلت — تو خود خدای تو شاهم مرا بجای تو کیست

ای فرشته سخن من ز بدگمانی فهم
بمن بگو مگر غالب بگو خدای تو کیست

(۷۷)

کشته را رشک کشتهٔ دگرست — مردنی که به دل از جگرست

رو اجزای روزگار زهم — روز و شب در تقاضای یکدگرست

مستی انداز غمزه‌اش داده — حیف پائی که آن‌قدر ز سرست

ناله را ما اماله کرده اثر — دل سختش دکان شیشه‌گرست

ص دوستان دشمنند ورنه مدام — تیغ او تیز و خون ما هدرست

پردهٔ عیب جو دریدهٔ او — نوک کلکم ز دشنه تیزترست

ص عقل و دین برده دل و جان نیز — آنچه از ما نبردهٔ خبرست

ن ص شه سریر و گدا پلاس برید — آنچه من قطع کرده ام نظرست

ص منت از دل نمیتوان برداشت — شکر ایزد که ناله بی اثرست

قفس و دام را گناهی نیست — ریختن در نهاد بال و پرست

ص ریزد آن برگ و این گل افشاند — هم خزان هم بهار در گذرست

کم خود گیر و بیش شو غالب
قطره از ترک خویشتن گهرست

(۷۸)

هند را اند سخن پیشهٔ گمنامی هست — اندرین دیر کهن میکده آشامی هست

خسروی باده درین دور اگر میخواهی — پیش ما آی که نه جرعهٔ از جامی هست

ن نامه از سوز درونم برقم سوخته شد — قاصد ار دم زند از حوصله پیغامی هست

چشمهٔ آزادیِ جاوید شمارا نازم — کش بهر سو کششی از شکن دامی هست

گفته اند از تو کر بر ساده دلان بخشائی — پخته کاریست که مارا طمع خامی هست

ن گه رخ آرائی و گه زلفِ سیه تاب دهی — یاد ناری که مرا تیره سر انجامی هست

بی تو گر زیسته ام سختی این درد بسنج — بگذر از مرگ که وابسته بهنگامی هست

کیست در کعبه که رطلی ز نبیدم بخشد — ور گروگان طلبد جامهٔ احرامی هست

ن می صافی ز فرنگ آید و شاهد ز تتار — ما ندانیم که بغدادی و بسطامی هست

بردل نازک دلدار گرانی مکناد   خواهش ما که جگر گوشهٔ ابرامی هست ب

شعر غالب نبود وحی دنگوئیم ولی
تو و یزدان نتوان گفت که الهامی هست

(۷۹)

لعل تو خستهٔ اثر التماس کیست   بخت من از تو شکوه گزار سپاس کیست
گیرم ز داغ عشق تو طرفی نبسته دل   اینم نه بس بود که جگر رو شناس کیست ن
لرزم بکوی غیر ز بیتابی نسیم   کاندر امید داری بوی لباس کیست
باد و بساز وصل تو با من بعزم قتل   آه از امید غیر که بی چشم پاس کیست
از بیکسان شهرم و از ناکسان دهر   گر کشته سر تو سلامت هراس کیست ن
از پرنیان بعربده راضی نمی شود   خار رہ تو چشم براه پلاس کیست
لطفت بشکوه از مه بیشمار من   شوقم بنالہ از ستم بے قیاس کیست
گیرم که رسم عشق من آورده ام بدهر   ظلم آفریده دل حق ناشناس کیست
صحن چمن نمونهٔ بزم فراغ تو   باد سحر عساقه ربط حواس کیست
غالب بت مرا نگه ناز قحط نیست
تا با منش مضایقه چندین بپاس کیست

(۸۰)

آنکه بی پرده بصد داغ نمایانم سوخت   دیده پوشید و گمان کرد که پنهانم سوخت ل
نه بدر جستهٔ شرار و نه بجا مانده رماد   سوختم لیک ندانم بچه عنوانم سوخت ن
سینه از اشک جدا دیده جدا میسوزد   این رگ ابر شرر باره پریشانم سوخت

حاجت افتاد بہ بزمم زیبائی بچراغ — دل بہ سیر و تقی مہرِ درخشانم سوخت

سوزم از اثرِ شمع افروزان بود آن تماشایم — کز پی پیشہ توان در چمنستانم سوخت

کافرِ عشقم و در دوزخ نبود در خورِ من — غیرتِ گرمیِ ہنگامۂ صنعانم سوخت

پایم از گرمیِ رفتار نمی‌سوخت براہ — در قدم سوختن خارِ بیابانم سوخت

تا نہادی بفسون تو در آتش رفتم — خود بداغ تو دلِ بد پشیمانم سوخت

کردم از سنگ جگر تا نشوم خستۂ عشق — ہم بدان سنگ کہ ہم خوردن پیکانم سوخت

دیگر از خاتمۂ کفر چگویم غالب
آنکہ بخشندگی جوہرِ ایمانم سوخت

(۸۱)

در ہندلی قلمی و رقم دست گزیست — ذوقِ نی کلکم رگِ مژگان شمیست

مدحت کہ تپم می بہ نہ عذر بعالم — سیرابی نطقم اثرِ فیضِ حکیمست

از آتشِ ابر اسپ نشان سینہ بخورید — سوزی کہ بجانم ز تو در عظم رمیمست

از تیرِ من اندیشہ گلستانِ خلیلست — از روی تو آئینہ کفِ دستِ کلیمست

چشم و نگہت گردشِ جامِ نبیدست — کلک دو رقم تاب سیلی بر ادیمست

در حسن مانند تو نظارہ زبونست — در زادن ہمتای من اندیشہ عقیمست

ذوقِ خلیست جنبشِ اجزای بہارست — شورِ نفسم رعشۂ اعضای نسیمست

... بیداد کم از خصم چہ باکست — درناز ز خود میرمی از غیر چہ بیمست

بی پردہ ستم کن نخست از باد دور تنگست — بیصرفہ بنالم دلم از غصہ دو نیمست

بختم نہ بدکامِ دلِ غمزدہ غالب
گوئی لبِ یارست کہ در بوسہ لئیمست

(۸۲)

در بند تو چشم اندو جهان سوخته هست   هشدار که شهباز نو آموخته هست

افغان مرا بیخودی ساخته نیست   در زمزمه بوی جگر سوخته هست ن

در دیده ز رخ پرده بر انداخته نیست   در سینه دو صد عربده اندوخته هست ن

زانسوی بمیدان وفا تاخته نیست   زین سو هوس جانسپری توخته هست ن

در راه نوایش قد افراخته نیست   در بزم عتابش رخ افروخته هست ن

در تاب مرو غالب اگر بیهده گردد
در کوی تو گویی سگ پا سوخته هست

(۸۳)

گل را بجرم عربده رنگ و بو گرفت   راز سخن به عاشق آزرم جو گرفت

لطف خدای ذوق نشاطش نمیدهد   کافردلی که با ستم دوست خو گرفت

چون اصل کار در نظر همنشین نبود   بیچاره خرده بر روش جستجو گرفت ن

در خلوتی که شود خیالم رود دعا   کز تنگی لب از نفس در گلو گرفت

شرمنده نوازش گردون نمانده ام   گر چاک سوخت جامه به نزد رفو گرفت

با خویشتن چه مایه نظر باز بوده است   کز من دل مرا به هزار آرزو گرفت

گفتم خود از مشاهده بخشایش آورد   خوش باد حال دوست که عالم نکو گرفت ب ن

از یک سبوست باده و قسمت جدا جداست   جمشید جام برد و قلندر کدو گرفت

فرمان روا نگشت مسلمان به هیچ قصر   گر رفت مغ ز میکده ترسا فرو گرفت ن

ایمان اگر بخوف و رجا کردم استوار   اخلاص در نمود قایم دو رو گرفت

هر فتنه در نشاط و سماع آورد مرا   گویی فلک لعربده هنجار او گرفت

رضوان چو شهد و شیر به غالب حواله کرد   بیچاره باز داد و می مشک بو گرفت ن

(۸۴)

غبارِ طرفِ مزارم بہ پیچ وتابی ہست | ہنوز در رگ اندیشہ اضطرابی ہست
بہ بانگ صور سر از خاک بر نمی دارم | ہنوز در نظرم چشم نیم خوابی ہست
ز سرو ہیٔ نفس نامہ بر توان دانست | کہ نارسیدہ پیام مرا جوابی ہست
بہرزہ جان بہ غلط دادم و ندانستم | کہ یار دیر پسندی و زود یابی ہست
نظر فروز ادا ہا بدشمن ارزانی | بمن سپار اگر داغ سینہ تابی ہست
ز شوریِ نمکِ پرسشِ نہانی تست | اگر مرا جگرِ تشنۂ عتابی ہست
خدا دلیں قدح می بنوش و ساقی شو | کہ آخر از طرفِ تست گر حجابی ہست
مگر دہم جگرِ تشنہ را دلے بدروغ | نشان دہید براہش اگر سرابی ہست
ز سرد مہری ایام نیستیم نژند | کہ در خرابیِ ما روی آفتابی ہست

بہار ہند بود بر شگال ہان غالب
درین خزان کدہ ہم موسم شرابی ہست

(۸۵)

نہ ہرزہ ہمچو نی از مغز م استخوان خالیست | کہ جای نالۂ زاری درین میان خالیست
ز دم بہ کعبہ ز کوی تو و ز حق خجلم | ز سجدہ جبہہ و از پوزشم زبان خالیست
ہجوم گل بگلستان ہلاک شوقم کرد | کہ جا نماندہ و جای تو ہمچنان خالیست
گریستم نگرستی بخون تپم کامروز | ز پارۂ جگرم چشم خونچکان خالیست
نہ شاہدی بتماشا نہ بیدلے بنوا | ز غنچہ گلبن و از بلبل آشیان خالیست
کنم بہ جنبش دل شیشہ از پری لبریز | سرم ز باد فسون سنجی زبان خالیست

گرش بدیدن من گریہ روند ادچہ جرم — نہاد آتش شوق من از دخان خالیست

پر از سپاس ادای تو دفتری دارم — کہ یکسر از رقم پرسش نہان خالیست ب

امام شہر بہ مسجد اگر رہم ندہد — نہ جای من بہ نیایش گہ مغان خالیست

ن خراب ذوق بردوش کیستم غالب
کہ چون ہلال سراپایم از میان خالیست

(٨٦)

ز من گسستی و پیوند مشکل افتادست — مرا مگیر بخونے کہ در دل افتادست

رسد دمی کہ خجالت کشم ز گرمی دوست — ز خشم داغم و اندیشہ باطل افتادست

بہ قدر ذوق تپیدن بکشتہ جان بخشند — سخن بہ محکمہ در کیش قاتل افتادست

شگافی از جگر ذرہ نم برون ندہد — بوادیی کہ مرا بار در گل افتادست بپ ن

درین روش بچہ امید دل توان بستن — میانہ من و او شوق حائل افتادست ن

بہ ترک گریہ برم دہشت اثر ز دلش — کہ خود ز شبروی نالہ غافل افتادست

بہ صبر کم نیم اما عیار ایوبے — بقدر آنکہ گرفتند کامل افتادست ن

چرہ نہنگ و سمندر در آب و آتش من — تنم بہ قلزم و کشتے بساحل افتادست

بپرد می صید تو از ذوق استخوان تنش — ہما ز تیزی پرواز بسمل افتادست (ن)

چو اندر آئینہ با خویش لابہ ساز شوی — ز خود بجوی کہ ما را چہ در دل افتادست (ن)

حریف ما همه بی بذله می خورد غالب
مگر ز خلوت واعظ به محفل افتادست

(٨٧)

ایمنم از مرگ تا تیغت جراحت بار هست — روزی ناخوردهٔ ما در جهان بسیار هست
ما و خاک رهگذر بر فرق عریان ریختن — گل کسی جوید که او را گوشهٔ دستار هست
پارهٔ امیدوارستم تکلف برطرف — با همه بی التفاتی در دمن آزار هست
بر سر کوی تو با هر هم بجنگ آمده نی — این هجوم فتنه کاندر روزن دیوار هست
در خموشی تابش روی عرقناکش نگر — تا چها هنگامهٔ سرگرمی گفتار هست
بی نوایی بین که گر در کلبه ام باشد چراغ — بخت را نازم که با من بخت بیدار هست
در پرستش سستم و در رهٔ مجبوری استوار — باد فیضی را بندهٔ کم خدمت پرخوار هست
راز دیدنها مجوی و از شنیدنها مگوی — نقشها در خامه و آهنگها در تار هست
گر نمودار یست نقش سجده بر سیما دریغ — در نشان بندیست دوش خرقه زنار هست
دور باش از ریزه‌های استخوانم ای هما — کاین بساط دعوت مهمان آتش خوار هست
کهنه نخل تازه از صرصر ز پا افتاده ام — خاکم ار کاوی هنوزم ریشهٔ گلزار هست

باد برد آن گنج باد آورد غالب را هنوز
ناله الماس پاش و چشم گوهربار هست

(٨٨)

چشم از ابر اشکبار ترست — از عرق جبهه بهار ترست

گریه کرد از فریب زارم کشت　　نگه از تیغ آبدارترست ن

می برانگیزدش بکشتن من　　دشمن از دوست غمگسارترست

دمی مگر مست بوده کامروز　　شکرم از شکوه ناگوارترست

ای که خوی تو بهجو روی تونیست　　دیده از دل امیدوارترست ن

نوبدولت رسیده را نگرید　　خطش از زلف مشکبارترست

طفلی و پر دلیر می شکنی　　آه عهدی که استوارترست

همه عجز و نیاز می خواهند　　زار تر هر که حق گزارترست

خسته از راه دور می آییم　　پا ز تن پاره فگارترست ن

شکوه از خوی دوست نتوان کرد　　بادهٔ تند سازگارترست ن

ن میرسد گر بخویشتن نازد

غالب از خویش خاکسارترست

(۸۹) ف

ظهور بخشش حق را ذریعه بی سببیست　　دگرنه شرم گنه در شمار بے ادبیست ن

زگیر و دار چه غم چون بعالمیکه منم　　هنوز قصهٔ حلاج حرف زیر لبیست

رموز دین نشناسم درست و معذورم　　نهاد من عجمی و طریق من عربیست ن

نشاط جم طلب از آسمان نه شوکت جم　　قدح مباش ز یاقوت باده گر عنبیست پ

بالتفات نیرزم ز دد آه زد چه نزاع　　نشاط خاطر مفلس ز کیمیا طلبیست

بود به طالع ما آفتاب تحت الارض　　فروغ صبح ازل در شراب نیم شبیست ن

(۱) نہ ہم پیالگی زاہدان بلاے بود — خوشست گرمی بغش خلاف شرع نیست

ہر آنچہ در نگری جز بہ جنس مائل نیست — عیار بیکسی ما شرافت نسبیست

کسیکہ از تو فریب وفا خورد داند — کہ بیوفائی گل در شمار بلبجیست

(ل) میان غالب و واعظ نزاع شد ساقی

بیا بہ لابہ کہ ہیجان قوت غضبیست



(۹۰)

محو خودست لیک چو من درین چه بحث — او چون خودی نداشته دشمن درین چه بحث ل

افسانه گوست غیر چه مهر افگنی برد — غم برنتابد این همه گفتن درین چه بحث ل،

جیحون و نیل نیست دلست از خدا بترس — گر نیست خون دیده بدامن درین چه بحث ل

بیچاره بین که جان بشکرخنده داده است — خویشانش ار روند بشیون درین چه بحث

بی پرده شو ز غصه والزام ده مرا — گفتم که گل خوشست بگلشن درین چه بحث

مژگان بدل ز ذوق نگه میرود فرو — بی رشته نیست جنبش سوزن درین چه بحث

بت را بجلوه دیده در برجای مانده است — گر بحث می کنم به برهمن درین چه بحث

همسایه ناخوشست خوشم همنشین خموش — گر نامه ام نهاد بروزن درین چه بحث

بعد از حزین که رحمت حق بر روانش باد — ما کرده ایم پرورش فن درین چه بحث ل

ل او جسته جسته غالب و من دسته دسته ام
عرفی کیست لیک چو من درین چه بحث



(۹۱)

ن نقشم گرفته دوست نمودن چه احتیاج — آئینهٔ مرا بزدودن چه احتیاج
ن با پیرهن ز ناز فرو میرود بدل — بندِ قبای دوست کشودن چه احتیاج
ن چون میتوان برهگذر دوست خاک شد — بر خاکِ راه ناصیه سودن چه احتیاج
بنگر که شعله از نفسم بال میزند — دیگر ز من فسانه شنودن چه احتیاج
از خود بذوقِ زمزمهٔ میتوان گذشت — چندین هزار پرده سرودن چه احتیاج
ن در دستِ دیگریست سفید و سیاه ما — با روز و شب بعربده بودن چه احتیاج
تا لب کشودهٔ مزه در دل دو دیده است — بوس لب ترا بربودن چه احتیاج
ن بنگر در آتش و تب و تابم نظاره کن — غمنامهٔ مرا بکشودن چه احتیاج
آن کن که در نگاه کسان محتشم شوی — بر خویش هم ز خویش فزودن چه احتیاج
خواب است وجه همت آواره بینشان — محوِ رخ ترا به غنودن چه احتیاج

تابِ سموم فتنه گرانیست غالبا
کشتِ امید را بدرودن چه احتیاج

(٩٢)

جلوه میخواهیم آتش شو هوای ما مسنج
دستگاه خویش بین و مدعای ما مسنج ن

گر خود دست مهری بجنبد کام مشتاقان بده
ورنه بیرون می قضا اندر رضای ما مسنج

همنشین وارسته و دل آشنای پاک بند
میبری از کار و در بی دست و پای ما مسنج ن

مرگ ما را تا بتمهید شکایت کرده است
رنج و اندوهی که دارد از برای ما مسنج

دی که نعش ما بری پندارم از ما برده
دستمزد او چه داری خونبهای ما مسنج ن

خویش را شیرین شمردی خصم را پرویز گیر
سرگذشت کوهکن با ماجرای ما مسنج

آه از شرم تو دونا کامی ما زود باش
در تلافی پایه عهد و وفای ما مسنج

زاری ما در غمت دید و شادی مرگ شد
مردن دشمن ز تاثیر دعای ما مسنج ن

کامها محو ست عیش بی زوال ما مپرس
دیده ها کور ست جنس ناروای ما مسنج

ن در گذر زین پرده چون دمساز غالب نیستی
مدعی هنجار خود گیر و نوای ما مسنج



(۹۳)

ن در پرده شکایت ز تو داریم و بیان هیچ — زخم دل ما جمله دهانست و زبان هیچ

ن ای حسن گر از راست نرنجی سخنی هست — ناز این همه یعنی چه کمر هیچ و دهان هیچ

در راه تو هر موج غباریست روانی — دل تنگ نگردم ز هراس خطر جان هیچ

بر گریه بیفزود ز دل هرچه فرو ریخت — در عشق بود تفرقهٔ سود و زیان هیچ

تن پروری خلق فزون شد ز ریاضت — جز گرمی افطار ندارد رمضان هیچ

دنیا طلبان عربده مفت است بجوشید — آزادی ما هیچ و گرفتاری تان هیچ

پیمانهٔ رنگیست درین بزم بگردش — هستی همه طوفان بهارست خزان هیچ

ن عالم همه مرآت وجودست عدم چیست — تا کار کند چشم محیطست و کران هیچ

ن در پردهٔ رسوائی منصور نوائیست — راز تو نشنودیم ازین خلوتیان هیچ

ن غالب ز گرفتاری اوهام برون آی
بالله جهان هیچ و بد و نیک جهان هیچ

غزل ۹۲، بیت ۷ ــ نسخهٔ مرتب: بعد از «بهارست» «و» را دارد ــ

(۹۴)

ای کہ نبوی ہرچہ نبود در تماشایش ہیچ
نیست غیر از سیمیا عالم بسودایش ہیچ

موجہ از دریا شعاع از مہر حیرانی چراست
محو اصل مدعا باش و بر اجزایش ہیچ ن

آسمان و ہست از جبین و کیوانش مگوی
نقش ما ہیچست بر پنہان و پیدایش ہیچ ن

آخر از مینا بجاد و پایہ افزون نیستی
بندۂ ساقی شود گردن ز دیمایش ہیچ ص

صورتی باید کہ باشد نغز و زیبا روزگار
گو بہ انسوانش مپوش و گو بہ پیرایش ہیچ

نامہ عنوانش بنام تست نے از او تازہ است
داغ غم دارد سوادش بر سراپایش ہیچ

دل ازان تست نے نعمتہای الوانش تراست
سخت در ہم چون سماط خوان یغمایش ہیچ ن

ای ہوس کارت ز گستاخی بہ بیرحمی کشید
ناز کیمای میانش بین بیا لایش ہیچ

پیش ازین کی بود اینہم التفاتی بودہ است
اینقدر بر خود ز بخشہای بیجایش ہیچ پ ن

ن نعش غالب ہمچنین بیجا گذار آخر شست
خیزد در کحلی پرند گوہر آمایش ہیچ



(٩٥)

بادهٔ پرتو خورشید و ایاغ دم صبح — مفت آنان که درآیند بباغ دم صبح

آشناییم بهم دشمن و همدرد ای شمع — ما هلاک سر شامیم و تو داغ دم صبح

بعد آنانکه قریب اند بما نوبت ماست — آخر کلفت شبهاست فراغ دم صبح

زین سپس جلوهٔ خورشید چراغان گیرد — شب به اندیشهٔ ما یافت سراغ دم صبح

پیش ازین بادهٔ ما نیمه میسر نبود — شبنم ماست که تر کرد دماغ دم صبح

سخن ما ز لطافت همه سرجوش حق است — که فرو ریخته از ظرف ایاغ دم صبح

ذوق مستی ز بم آهنگی بلبل خیزد — مفلس آواز به آواز کلاغ دم صبح

حق آن گرمی هنگامه که دیشب با ماست — ای که در بزم تو نام چراغ دم صبح

بوی گل گر نه نوید آمد دوست چه بود — ای لب شب کرده فراموش چراغ دم صبح

غالب امروز بوقتی که سخن زده ام
چیده ام [illegible] گل اندیشه [illegible] دم صبح

(۹۶)

آهی بعشق فاتح خیبر کنیم طرح / در گنبد سپهر مگر در کنیم طرح

در فصل دی که گشته جهان زمهریر ازو / بنشین که آب گردش ساغر کنیم طرح

تا چند نشنوی تو و ما حسب حال خویش / افسانه های غیر مکرر کنیم طرح ب

ما را زبون مگیر گر از پا در آمدیم / از ما عجب مدار گر از سر کنیم طرح

هونی بچرخ دادن گردون بر آوریم / عیشی بداغ کردن اختر کنیم طرح

خود را بشاهدی بپرستیم زین سپس / در راه عشق جادهٔ دیگر کنیم طرح

از داغ شوق پرده نشینی نشان دهیم / در زخم رشک روزنهٔ در کنیم طرح

از تار و پود ناله نقابی دهیم ساز / وز دود سینه زلف معنبر کنیم طرح

برگ حلل ز شعلهٔ آذر بهم نهیم / پیرایه از شراره و اخگر کنیم طرح

از زخم و داغ لاله و گل در نظر کشیم / از کوه و دشت حجله و منظر کنیم طرح

از سوز و ساز محرم و مطرب کنیم جمع / از خار و خاره بالش و بستر کنیم طرح

آیین برهمن بنهایت رسانده ایم
غالب بیا که شیوهٔ آذر کنیم طرح



(۹۷)

ن ای جمالِ تو بتاراج نظرها گستاخ — وی خرامِ تو بیغمای سرها گستاخ

ن دامنِ شوقِ تو به آرایش ، نعا سرگرم — زخمِ تیغِ تو به انگشت جگرها گستاخ

هردم از درد تو و دوری تو داغم از غیر — که رساند بتو این گونه خبرها گستاخ

باخبر باش که دردی که ز بیدردی ست — ناله را کرد در اظهار اثرها گستاخ

خواهشِ وصل خود از غیر زا خلاص مسنج — کاین گدائیست بدریوزهٔ درها گستاخ

شاد گردم که بخلوت نرسیدست رقیب — بینمش چون بتو در راه گذرها گستاخ

گریه ارزانی آن دل که به نیرو باشد — بشناورزی سیلاب خطرها گستاخ

پ های این پنجه که با جیب کشاکش دارد — بود با دامنِ پاکت چه قدرها گستاخ

ناز دلهای نزارش چه محابا باشد — سرِ زلفی که به پیچد به کمرها گستاخ

طوطیانی در شکر آمده به غالب ورا است

لبی از نطق بتاراج شکرها گستاخ

غزل ۹۷، بیت ۸ — نسخهٔ مرتب: 'پاکش' بجای 'پاکت'

(۹۸)

تا بشوید نهاد ما ز وسخ
گشت گرمابه سان از دوزخ

تا چه بخشند در جهان دگر
کشتگان ترا چمن برزخ

ده که از کشت زار امیدم
[illegible]

دلم اجزای ناله را مدفن
دوست اشخاص نغمه را مسلخ

از دلی آرم بساط پر آتش
از تو آرم برات من [illegible]

[illegible]
نفس با دوام اندیشه [illegible]

برگ در خور بهشت فلک [illegible]
بشکایت چه سینه نیم [illegible]

[illegible]
به سلیمان رسید پای ملخ

با تو شد هم سخن پیام گزار
چه شنیدیم باز گوش پاسخ

در سخن کار بر قیاس مکن
ترش گردد ترش نه تلخ تلخ

قاصد من براه مرده و من
همچنان در شمارهٔ فرسخ

مرگ غالب دلت بدرد آورد
خویش را کشت و هرزه کشت آوخ



۹۹

دگر فریب بهارم سر جنون ندهد — گلست، و جامهٔ آبی که بوی خون ندهد

گسسته تار امیدم دگر بخلوتِ انس — بزخمه گله سازم نوا برون ندهد

ن زقاتلی بعذابم که تیغ و خنجر را — بحکم وسوسه زهراب بی شگون ندهد

بدان پری است نیازم که بهر تسخیرش — ز مهر دل بزبان رخصت فسون ندهد

جنون مگو ادبش نیست بلکه خود دار است — که تن بهمدمی عقل ذو فنون ندهد

کفیل هوشِ خودم وقت می ببزم حبیب — بشرط آنکه زیک قلزمم فزون ندهد

ببوی گنج گزیدم خرابه ورنه جنون — بهرزه ذوق دلآویزی سکون ندهد

شریک کار نیاورد تاب سختیِ کار — جواب نالهٔ ما غیر بی ستون ندهد

لن بمن گرای و وفا جو که ساده برهمنم — بسنگ هر که دهد دل بغمزه چون ندهد

ترا بحر به چه حاجت نه آن بود غالب
که جان به لذت آویزش درون ندهد

غزل ۹۹ : بیت ۲۹ ر ۱۸۳۷م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ و ۲۱ ترا نوبیه ۱۸۳۸م / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

۱۰۰ *

نگاهش ار بسر نامهٔ وفا ریزد — سواد صفحه ز کاغذ چو توتیا ریزد ن

بفرق ما اگرش ناگهان گذار افتد — چو گرد سایه ز بال و پر هما ریزد ن

خوشا بریدن راه وفا که در هر گام — جبین ز پای باندازِ نقش پا ریزد

زناله ریخت جگر پاره های داغ آلود — چو برگ لاله که در گلشن از هوا ریزد

تبسمیست ببالین کشتگان خودت — که گل بجیب تمنای خونبها ریزد

دماغ ما ز بلا میرسد مگر ساقی — گداز زهرهٔ مادر ایاغ ما ریزد

خوش آنکه عجز منش بر سر عتاب آرد — خسک به پیرهن شعلهٔ جفا ریزد

بهشت خویش توانی شدن اگر داری — دلی که خون شود و رنگ مدعا ریزد

بروز وصل در آغوشم آنچنان بفشار — که نی من از لب من شکوهٔ تو وا ریزد

بچاره درد تو اکسیر بی نیازیهاست — که دل گدازد و در قالب دوا ریزد

بروی عقدهٔ کارم بشکل برگ خزان — ز لرزه ناخن دست گره کشا ریزد

غبار شوق بخونابهٔ امید سرشت — دمی که خواست قضا طرح این بنا ریزد

شباب و زهد چه ناقدردانی ست — بلا بجان جوانان پارسا ریزد ح

بسجده بر در یار اوفتیم تا غالب
خط جبین چو غبار از جبین ما ریزد

۱۰۱

غم چه بسم درافگند ره که مراد میدهد — دانه ذخیره می کند کاه بباد میدهد ن

آخر منزل نخست خوی تو راه میزند — اول منزل دگر بوی تو زاد میدهد

---

* از غزلهای «گل رعنا» (طبق روایت مالک رام) م: در «گل رعنا» این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخه سال ۱۸۳۸ء / ۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی)

غزل ۱۰۱: بین ۲۹ سپتامبر ۱۸۳۷م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۰ ژانویه ۱۸۳۸م / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

...که به بیدم زتست نی که بسینه غم زتست | زانکه تری غم که هم زتست خاطر شاد میدهد

شوخی نمکشناختنت برگ نواله میدهد | تهمتی بیوفادیت رزق جهاد میدهد

ن ...ست عطای خود کند ساقی ما نه مست می | داده زیاد می برد بسکه زیاد میدهد

دوست ز رفته بگذرد نیک خیاره ... | در رهش از فزودن سرکشی اش ... میدهد

آنچه به من نوشته نیست نامه بنهان | شوخی نامه در کفش نامه کشاد میدهد

میدهیم به خلد جا رحم کجاست ای خدا | آب هوای این فضا کوی کی یاد میدهد

خو بجفا گرفته را تازه کند خراش دل | درد به بهانه جوی من چیست که ... میدهد

توسن کلک غالب است ... عنان است

صبح چو ترک مست من شیشه کشاد میدهد

(۱۰۲)

ن دل اسباب طرب گم کرد در بند غم نان شد | زراعتگاه دهقان بیشتر چون باغ ویران شد

گرفتم کز تغافل طاقت ما باج می گیرد | حریف یک نگاه بیمحابای تو نتوان شد

تو گستردی بصحرا دام و از رشک گرفتاری | کف خاکم برنگ قمری بسمل پر افشان شد

جنون کردیم و مجنون شهره گشتیم از خردمندی | برون دادیم راز غم بعنوانی که پنهان شد

بدین رنگست گر کیفیت مردن خوشا حسرت | لب از ذوق کف پای تو عشرتخانه جان شد

سراپا زحمت خویشیم از هستی چه می پرسی | نفس بر دل دم شمشیر و دل در سینه پیکان شد

فراغت برنتابد همت مشکل پسند من | ز دشواری بجان می افتدم کاری که آسان شد

چه پرسی وجه حیرانی که هنگام تماشایت | نگاه از بیخودیها دست و پا گم کرد و مژگان شد

زما گرمست این هنگامه بنگر شور هستی را | قیامت میدمد از پردهٔ خاکی که انسان شد

غزل ۱۰۲، بیت ۲ — نسخهٔ مرتب: «من» بجای «ما»

نشاط انگیزی اعجاز سعی چاک را نازم | به پیراهن نمی گنجد گریبانی که دامان شد
شب غربت بها تا شیوهٔ غمخوارگی دارد | که هم در ماتم صبح وطن زلفش پریشان شد
تمنا از ذوق سعی شیرهٔ سیر نجستهٔ رگ جانها | نمی از نای پا افتش چکید و آب حیوان شد
دلم سوزیست پنهان دارد ولی در سینه کو پیدا | چراغی جستم از چشمش اگر داغی نمایان شد
چو اسکندر زنادانی هلاک آب حیوانی | خوشا سودی که هر کس غوطه زد در رود نیلش جان شد

ن خدایا ای بجانان گر نبود دلش گرویدنی دارد
دریغا آبروی دیر گر غالب مسلمان شد

(١٠٣)

دانم از پردهٔ دل من رقصا می آید | تا نیم که از این پرده چها می آید
همچو رازی که به مستی ز دل آید بیرون | در بهاران همه بوی تو ز صبا می آید
جلوه‌ای داغ کزو دم زنمک میخیزد ع | مژده‌ای درد که تنگم ز دوا می آید
سود غارت زدگیهای محبت را نازم ع | که نفس میزند و آه رسا می آید
زیستم بی تو در این ننگ نه کشتم خود را | جان فدای تو میا کز تو حیا می آید
دعوی گمشدگی محضر رسوائیهاست | گر پی مور به ویرانهٔ ما می آید
راز از سینه بمضراب نریزم بیرون | ساز عاشق ز شکستن بصدا می آید ن
برگ گل پردهٔ ساز است تمنای ترا | بو که دریافته باشی چه نوا می آید
درهم افشردن اندام تو چون یابم خواست | خنده بر تنگی آغوش قبا می آید
رفته در حسرت نقش قدمی عمر بسر | جادهٔ راکه بسر منزل ما می آید ن

بجز از غزلهای گل رعنا، طبق روایت مالک رام ، ع : تا : بجای دگر : در ماهی ، ع : در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً ، در نسخه سال ۱۲۳۸ هـ و م ۱۲۵۲ هـ
اضافه شده (عابدی) ع : این بیت : به چه کار آیدت ، ای شیخ گر آتش بزنی بو ببینی که از او بوی دعا می آید)
در گل رعنا ، بوده در نسخه های بعدی حذف شده (عابدی) ن ل ۱۰۰ ابیات ۳ نسخه مرتب ، حمیدیه وی "رمو تمها"

اتفاق سفر اُفتاد بہ پیری غالب
آنچه از پای نیاید ز عصا می آید

(۱۰۴)

ن خوش ست آنکه با خویش جز غم ندارد — ولی خوشترست آنکه این هم ندارد
قوی کرده پیوند ناسور پشتش — گرانمایه زخمی که مرهم ندارد
سرابی که رخشد بویرانه خوشتر — ز چشمی که پیرایهٔ نم ندارد
بجوش عرق رنگ رو باخت لیکن — گل از نازکی تاب شبنم ندارد
ن گلت زانو از گست را تماشا — تو داری بهاری که عالم ندارد
چه ناکس شمرد آنکه خون ریختن را — به تیغی که ترکیب او خم ندارد
ز ماتم نباشد سیه پوش زلفت — که هند و بدین گونه ماتم ندارد
نگهدار خود را ز آئینه بگذر — نگاه تو پروای خود هم ندارد
سخن نیست در لطف این قطعه غالب
بهشتی بود هند کادم ندارد

(۱۰۵)

ن مژدهٔ صبح درین تیره شبانم دادند — شمع کشتند و ز خورشید نشانم دادند
ن رخ کشودند و لب هرزه سرایم بستند — دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند
سوخت آتشکده ز آتش نفسم بخشیدند — ریخت بتخانه ز ناقوس فغانم دادند
گهر از رایت شاهان عجم برچیدند — بعوض خامهٔ گنجینه فشانم دادند
افسر از تارک ترکان پشنگی بردند — به سخن ناصیهٔ فر کیانم دادند

غزل ۱۰۵ بیت ۷ سودۂ مرتب این بیت را ندارد. غزل ۱۰۵ : بیاض ۲۹ دسمبر ۱۸۳۷م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ، ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸م /
۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

گوهر از تاج گسستند و بدانش بستند | هرچه بردند به پیدا به نهانم دادند

هرچه در جزیه ز گبران می ناب آوردند | بشب جمعهٔ ماه رمضانم دادند ن

هرچه از دستگه پارس به یغما بردند | تا بنالم هم از آن جمله زبانم دادند ن

دل ز غم مرده و من زنده همانا این مرگ | بود از زنده بساتم که امانم دادند

هم ز آغاز بخوف و خطر ستم غالب
طالع از قوس و شمار از سرطانم دادند

(۱۰۶)

تاکیم دود شکایت ز بیان برخیزد | بزن آتش که شنیدن ز میان برخیزد ن

می رمی از من و خلقی بگمانست ز تو | بیجا باش و بنشین که گمان برخیزد ن

گر دهم شرح عتابی که بدلها داری | دود از کارگه شیشه گران برخیزد

با قدت سرو چه شخصیست که ناگه یکبار | نتوو از جا ز هجوم خفقان برخیزد

بچه گیرند عیار هوس و عشق دگر | رسم بیداد مبادا ز جهان برخیزد ب

کشتهٔ دعوی پیدائی خویشیم همه [۲] | وای گر پرده ازین راز نهان برخیزد

زینهار از تعب دوزخ جاوید مترس [۳] | خوش بهاریست کزو بیم خزان برخیزد

ناله برخاست و دم خستن از آتش ز سپند | تو شگرفی که چه ها از همه جان برخیزد

جز دمی ز عالم و از همه عالم بیشم | همچو موئی که بتان را ز میان برخیزد ن

عمرها چرخ بگردد که جگر سوخته | چون من از دودهٔ آزر نفسان برخیزد

گرده‌ام شرح ستمهای عزیزان غالب
رسم امید همانا ز جهان برخیزد

[illegible]
۳ [illegible]

(۱۰۷) *

ن گویم سخنی گرچه شنیدن نشناسد | صبحیست شبم را که دمیدن نشناسد

از بند چه بگشاید و از دام چه خیزد | مائیم و غزالی که رمیدن نشناسد

گوهر چه شکایت کند از بی سروپائی | مائیم و سرشکی که چکیدن نشناسد ۳

ساقی چه شگرفی کند و باده چه تندی | خون باد دماغی که رسیدن نشناسد

پ بالذتِ دیدار ز پیغام گرفتیم | مشتاق تو دیدن ز شنیدن نشناسد

ن بی پرده شو از ناز و میندیش که مارا ۴ | چون آینه چشمیست که دیدن نشناسد

بینم چه بلا بر سر جیب و کفن آرد | دستی که بجز جامه دریدن نشناسد

ن پیوسته روان از مژه خون جگرستم | رنگیست رخم را که پریدن نشناسد

شوقم می گلگون بسبو ریز نداشب | پیمانه ز ساقی طلبیدن نشناسد

بالذت اندوه تو در ساخته غالب
گوئی همه دل گشت و طپیدن نشناسد

(۱۰۸)

ن هر دم ز نشاطم دل آزاد بجنبد | تا کیست درین پرده که بی باد بجنبد

برهم زدن کار من آسان تر از آنست | کز باد سحر طرهٔ شمشاد بجنبد

خواهم ز تو آزردگی غیر چو بینم | عرق حسد خاطر ناشاد بجنبد

ترسم بدم نزع هم از آن صید که در دام | لختی پی مشغولی صیاد بجنبد

زان شیخ پریخوان می گلگون بقدح ریز | تا در نظرت بال پریزاد بجنبد

برقی بلغتار آرم و ابجی تراوش | زان دشنه که اندر کف جلاد بجنبد

...نجواز غزلهای «گل رعنا» (طبق روایت مالک رام) ۳: «داریم» بجای «مائیم و» (ایضاً)
...۴: در «گل رعنا» این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخهٔ سال ۱۸۳۸ء/۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی) غزل ۱۰۷، بیت ۳ـ نسخهٔ مرتبه: بی سروپائی بجز...

از رشک بخون غلطم از ذوق برقصم — زان تیشه که در پنجهٔ فرهاد بجنبد

ای آنکه در اصلاح تو هرگز ندهد سود — چون طبع کجت را رگ بیداد بجنبد

هر بلیه که گرد دل آگاه بگردد — هر چاره که در خاطر استاد بجنبد

وصل تو به نیروی دعا نیست ازین بعد — چون باد زبانی که باوراد بجنبد

غالب قلمت پرده کشای دم عیسیست

چون بر روش طرح خداداد بجنبد

(۱۰۹)

عاشق چو گفتمش که برو زود میرود — نازم بخواجگی غضب آلود میرود ل

امشب ببزم دوست کسی نام ما نبرد — گویی سخن ز طالع مسعود میرود

از ناله ام مرنج که آخر شد است کار — شمع خموشم از سرم دود میرود پ ل

شادم ببزم وعده که راهش اگرچه نیست — باری حدیث چنگ و نی و عود میرود

فردوس جز بعمر بوسواس داده را — سرمایه نیز در هوس سود میرود

نخوت نگر که مینهد اندر دلش برشک — حرفی که در پرستش معبود میرود

ما هم به لاغ و لابه تسلی شویم کاش — نادان ز بزم دوست چه خوشنود میرود

رشک وفا نگر که بدعوی گه رضا — هر کس چگونه در پی مقصود میرود ل

فرزند زیر تیغ پدر می نهد گلو — ق — گر خود پدر در آتش نمرود میرود ل

غالب گذشت فرصت موهوم و فکر عیش

تا دی گذشت در سر این بود میرود

غزل ۱۰۸، بیت ۱۱ نسخهٔ مرتب: "طرح" بجای "طرز"

۱۱۰

ن دانست کز شهادتم امید حور بود　　برگشتنم زدین دم بسمل ضرور بود

ن رفت آنکه باز سخن مدارا طمع کنیم　　سررشته در کف ارنی گوی طور بود

ن مجرم منج رند انا الحق سرای را　　معشوقه خود نمای ونگهبان غیور بود

سالک نگفته ایم که منزل شناس نیست　　بیجاده ماند راه از آن رو که دور بود

ن نازم بامتیاز که بگذشتن از گناه　　با دیگران زعفو وبما از غرور بود

ای آنکه از غرور بهیچم نمی خری　　زان پایه بازگوی که پیش از ظهور بود

دردم دلم بحشر زشدت گسسته باد　　خون باد ناله که هم آهنگ صور بود

دل از تو بود وتو پی الزام ما زما　　بردی نخست آنچه زجنس شعور بود

قطع پیام کردی ونداستم آشتیست　　دلاله خوبروی ودلم ناصبور بود

دادی صلای جلوه وغالب کناره کرد
کو بخش آن گدا که زغوغا نفور بود

* ۱۱۱

ن ز گرمی نگهت خون دل بجوش آمد　　زشادی ستمت سینه در خروش آمد

ن بجان نوید که شرم از میانه هم رفت　　به عیش مژده که وقت وداع هوش آمد

خیال یار در آغوشم آنچنان بفشرد　　که شرمم امشبم از شکوه های دوش آمد

بآستین بفشان وبه تیغ خویش بردار　　که جانی غبار تن وسرو بال دوش آمد

فدای شیوه رحمت که در لباس بهار　　بعذر خواهی رندان باده نوش آمد

ن زدعلی یار قناعت کنون نه پیدا نیست　　خزان چشم رسید وبهار گوش آمد

[illegible]
[illegible] ۱۸۲۲م / [illegible] ۱۲۵۳ھ / ۲۱ نومبر ۱۸۳۸م / ۲۲ شوال ۱۲۵۴ھ [illegible]

زمام حوصله نگرفت و کوهکن جان داد | چه نرم شانه گذشت و چه سخت کوش آمد
شهید چشم تو گشتم که خوش سخن گو نیست | هلاک طرز تبسم شو که پر خموش آمد
ترا جمال و مرا مایهٔ سخن ساز زیست | بهار زینت دکان گلفروش آمد

مپرس وجه سواد سفینه ها غالب
سخن بمرگ سخن رس سیاه پوش آمد

(۱۱۲) *

به عشق از دو جهان بی نیاز باید بود | مجاز سوز حقیقت گداز باید بود
بجیب حوصله نقد نشاط باید ریخت | بجان شکوه تغافل طراز باید بود
چو لب بهرزه نوایان شوق نتوان شد | چو دل ز پرده سرایان راز باید بود
چو بزم عشرتیان تازه رو توان جوشید | چو شمع خلوتیان جان گداز باید بود
کمر نهفته بتاراج خویش باید بست | شریک مصلحت سعی ناز باید بود
چو شوق بال کشاید توان بخود بالید | چو ناز جلوه گراید نیاز باید بود
به صحن میکده سرمست میتوان گردید[۲] | به کنج صومعه وقف نماز باید بود
بخون تپیدهٔ ذوق نگاه نتوان زیست | شهید آن مژه های دراز باید بود
نگر ز دیدهٔ بیدار جو که سائل را | به گدیه طالب درهای باز باید بود

چه بر تر راحت آزادگی خوری غالب
ترا که این همه یا برگ و ساز باید بود

(۱۱۳)

نفس از بیم خویت ریشه پیچیده را ماند | نگاه از تاب رویت موی آتش دیده را ماند

*: هنوز دیوان «گل رعنا» (طبق روایت مالک رام)، ۲: «به صحن میکده هاست» بجای «به صحن میکده سرمست» (ایضاً)
۳: «به کنج صومعه ها در نماز» بجای «به کنج صومعه وقف نماز» (ایضاً)

زجوش دل بهنوزش ریشه در آبست پنداری
بمژگان قطرهٔ خون غنچهٔ ناچیده را ماند

ز بس کز لاله و گل حسرت ناز تو می جوشد
خیابان محشر دلهای خون گردیده را ماند

خورشادلدادهٔ چشم خودش بودن در آئینه
ز سرگرمی نگه صیاد آهو دیده را ماند

غبار از جاده تا اوج سپهر ساده میبالد
زجوش وحشتم صحرا دل رنجیده را ماند

بهر جا میخرامی جلوه ات نر راست پنداری
دل از آئینه داریهای شوقت دیده را ماند

چه غم ز افتادگیها چون بدوان پالاست اندوهمت
تن از مستی بکویت جان آرامیده را ماند

بهار از رنگ بود در پیشگاه جلوهٔ نازش
گدایان نثار از رهگذر برچیده را ماند

پ رقیبش برده از راه و دقا بنگر که در چشم
غبار راه او مژگان برگردیده را ماند

جهان دودیست از سودا که میگرد اندش غالب
تو گوئی گنبد گردون سر شوریده را ماند

(۱۱۴)

شادم بخیالت که زتابم بدر آورد
از کشمکش حسرت خوابم بدر آورد

فریاد که شوق تو بکاشانه زد آتش
وانگاه پی بردن آبم بدر آورد

رسوائی من خوش است اگر کاینهمه سرمست
دور فلک از بزم شرابم بدر آورد

افگنده بجیحون فلک از وادی شادم
کز پیچ و خم موج سرابم بدر آورد

پ جان بر سر مکتوب توام از شوق فشاندن
از عهدهٔ تحریر جوابم بدر آورد

نازم به نگاهت که ز سرمستی انداز
از تفرقهٔ مهر و عتابم بدر آورد

ساقی نگهی تا بشناسم ز چه جاست
آن باده که از بند حجابم بدر آورد

نازم به گرانمایگی سعی تحیر
کز سر حد این دیر خرابم بدر آورد

آن کشتی اشکسته ز موجم که تبابی — افگند در آتش گر از آبم بدر آورد

غالب ز عزیزان وطن بوده ام اما
آوارگی از فرد حسابم بدر آورد

(١١٥)

گرسنه به که برآید ز فاقه جانش ولرزد — از آنکه در رسد از راه میهمانش ولرزد ن
نفس بگرد دل از مهر می‌تپد ز فراقت — چو طائری که بسوزانی آشیانش ولرزد ن
منم بوصل به گنجینه راه یافته دزدی — که در ضمیر بود بیم پاسبانش ولرزد
دگر بکام خود ای دل چه بهره برد توانی — ز ساده‌ای که زنی بوسه بر دهانش ولرزد
نترسد ار ز گسستن خدا نخواسته باشد — چرا رسد سر آن طره بر میانش ولرزد
ز شور نالهٔ دل دارد اضطراب روانم — چو راکبی که ز کف رود عنانش ولرزد
ز جنبش مژه مانی دم نگاه به مستی — که بی اراده جهد تیر از کمانش ولرزد
ز شیخ وجد بذوق نشاط نغمه نیابی — مگر بدل گذرد مرگ ناگهانش ولرزد
فغان ز خجلت صراف کم عیار که ناگه — برآورند ز ر قلب از دکانش ولرزد

گر از فشاندن جان شور نیست در سر **غالب**
چرا به سجده نهد سر بر آستانش ولرزد

(١١٦) *

آنانکه وصل یار همی آرزو کنند — باید که خویش را بگدازند داو کنند ن
وقتست کز روانی می ساقیان بزم — پیمانه را حباب لب آب جو کنند ن
پیشانی از نیی که به ناخن شکسته اند — ای وای ناخنی بدلت گر فرو کنند

* از غزلهای "گل رعنا" (طبق روایت مالک رام)

دیوانه و جه رشته ندارد مگر همان
تاری کشد ز جیب که چاکی رفو کنند

خون هزار ساده بگردن گرفته اند ۴
آنانکه گفته اند نکویان نکو کنند

لب تشنه جوی آب شمارد سراب را
ی ز پیدار هستی اشیا غلو کنند

از بس بشوق روی تو مستست گل بهار
بوی می آید ار دهن غنچه بو کنند

پیمانه را به ماتم صهبا نشاند نست
ای وای گر ز خاک وجودم سبو کنند

ن آلودهٔ ریا نتوان بود غالبا
پاکست خرقهٔ که بمی شست و شو کنند

(۱۱۷)

پ ن چون گویم از تو بر دل شیدا چه میرود
بنگر بر آبگینه ز خارا چه میرود

خوابیدهٔ است تا که بکویت رسیده است
گر سر رود براه تو از پا چه میرود

ن گوئی مباد در شکن طره خون شود
دل زان تست از گره ما چه میرود

پیداست بی نیازی عشق از فنای ما
گر زورقی شکست ز دریا چه میرود

آئینه خانه ایست غبارم ز انتظار
او جانب چمن بتماشا چه میرود

ص گر جلوهٔ رخ تو بساغر ندیده ایم
چندین بذوق بادهٔ دل از جا چه میرود

پ با ما که محو لذت بیداد گشته ایم
دیگر سخن ز مهر مدارا چه میرود

یک ره اگر بوادی مجنون کند گذار
از ساربان ناقهٔ لیلا چه میرود

ای شرم باز داشته از جلوه سازیت
از پشت پا بر آینه آیا چه میرود

ن هفت آسمان بگردش و ما در میانه ایم
غالب دگر مپرس که بر ما چه میرود

۴: آیینه خود بخلق؛ بجای «خون هزار ساده» (ایضاً)

(۱۱۸)

نه از شرمست کز چشم وی آسان بر نمی آید
نگاهش با درازیهای مژگان بر نمی آید ن

ازین شرمندگی کز بند سامان بر نمی آید
سر شوریدهٔ ما از گریبان بر نمی آید

گر از رسوائی نازت پروا نیست عاشق را
چرا دل خون نمی گردد چرا جان بر نمی آید

ببزمم سوختن دود از چراغان بر نمی خیزد
بباغ خون شدن بو از گلستان بر نمی آید

سرت گردم بزن تیغ و دری بر روی دل بکشا
دلم تنگست کار از زخم پیکان بر نمی آید ن

شگفتن عرض بیتابیست هان ای غنچه میدانم
دلت با نالهٔ مرغ سحرخوان بر نمی آید

همان خون کردن از دیده بیرون ریختن دارد
دلی کز عهدهٔ غمهای پنهان بر نمی آید

مگر آتش نفس دیوانهٔ مرد از اسیرانت
که دود از روزن دیوار زندان بر نمی آید

چه گیرائیست کاین تار زمو باریکتر دارد
کسی از دام این نازک میانان بر نمی آید

مجو آسودگی گر مرد راهی کاندرین وادی
چو خار از پا بر آمد پا ز دامان بر نمی آید

برم پیش کی یارب شکوه اندوه دلتنگی
نفس چندان که بینالم پریشان بر نمی آید

بدوش خلق نعشم عبرت صاحبدلان باشد
بپای خود کسی از کوی جانان بر نمی آید ن

بر آر از بزم بحث ای جذبهٔ توحید غالب را
که ترک سادهٔ ما با فقیهان بر نمی آید

(۱۱۹)

چون بپوئی بزمین چرخ زمین تو شود
خوش بهشتی ست که کس راه نشین تو شود ن

لبم از نام تو آن مایه پرستی که اگر
بوسه بر غنچه زنم غنچه نگین تو شود

چون بسنجد که نه آنست بکاهد از شرم
ماه یک چند ببالد که جبین تو شود ن

غزل ۱۱۸، بیت ۱۰ — نسخهٔ مرتب: 'برآید' بجای 'برآمد'

صد قیامت بگداز ند وہم امیزند | تا خمیر دل ہنگامہ گزین تو شود
پ تاب ہنگامۂ دردارم وگویم ہیہات | چہ کنم تا غم ہجر تو یقین تو شود
بہ سخن پیچم واندوہ گسارش گردم | برم از غیر دلی راکہ حزین تو شود
جلوہ جز در دل آگاہ سرایت نکند | من در آتش فتم از ہر کہ قرین تو شود
چشم و دل باختہ ام داو ہنر خواہد داد | آنکہ چون من ہمہ دان و ہمہ بین تو شود
کفر و دین چیست جز آلایش پندار وجود | پاک شو پاک کہ ہم کفر تو دین تو شود

دوزخ تافتۂ ہست نہادت غالب
آہ ازان دم کہ دم بازپسین تو شود

(۱۲۰)

دیگر از گریہ بدل رسم فغان یاد آمد | رگ پیمانہ زدم شیشہ بفریاد آمد
ن دل ورا فروختنش منت دامن نکشید | شادم از آہ کہ ہم آتش و ہم باد آمد
تا ندانی جگر سنگ کشودن بدرست | تیشہ داند کہ چہا بر سر فرہاد آمد
داغم از گرمی شوق تو کہ ہمدرد بدلم | ہمچنان بر اثر شکوۂ بیداد آمد
ن خیزد در ماتم ما سرمہ فرد شوی ز چشم | وقت مشاطگی حسن خدا داد آمد
رفتہ بودی دگر از جا بہ سخن سازی غیر | منت از بخت کہ خاموشی ما یاد آمد
خشک و تر سوزی این شعلہ تماشا دارد | عشق یکرنگ کن بندہ و آزاد آمد
دید پہ ریختہ دانہ قفسم کرد آزاد | رحم در طینت ظالم ستم ایجاد آمد
ن بر در یار چہ غوغاست عزیزان بروید | خونبہا مزد سبک دستی جلاد آمد

دادهٔ خونین نفسی درس خیالم غالب
رنگ بر روی من از سیل استاد آمد

(۱۲۱)

دوش کز گردش بختم گله بر روی تو بود ۔ چشم سوی فلک و روی سخن سوی تو بود ن
آنچه شب شمع گمان کردی و رفتی بعتاب ۔ نفسم پرده‌کشای اثر خوی تو بود ن
چرخ کج باخت بمن در خم دام تو فگند ۔ نعل وارون بلا حلقهٔ گیسوی تو بود
دوست دارم گرهی را که بکارم زده اند ۔ کاین همانست که پیوسته در ابروی تو بود پ ن
چه عجب صانع اگر نقش دهانت گم کرد ۔ کو خود از حیرتیان رخ نیکوی تو بود
شب چه دانی ز تو در بزم بخوبان چه گذشت ۔ خاصه بر صدرنشینی که به پهلوی تو بود
مردن و جان بتمنای شهادت دادن ۔ هم ز اندیشهٔ آزردن بازوی تو بود پ
خلد را از نفس شعله‌فشان میسوزم ۔ تا ندانند حریفان که سرکوی تو بود
روش بادِ بهاری به گمانم افگند ۔ کاین گل و غنچه پی قافلهٔ بوی تو بود
بلف باد مباد اینهمه رسوائیِ دل ۔ کاخر از پردگیان شکن موی تو بود
هم از آن پیش که مشاطه بدآموز شود ۔ نقش هر شیوه در آئینهٔ زانوی تو بود

ن لاله و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چها در دل غالب هوس روی تو بود

(۱۲۲)

در کلبهٔ ما ز جگر سوخته بو برد ۔ با ما گله سنجید شماتت بعدو برد ن
خواهم که برد ناله غبارم ز دل دوست ۔ چون گریه تن زار مرا زان سر کو برد

غزل ۱۲۲ بین ۲۹ ستمبر ۱۸۳۷ء / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۱ اکتوبر ۱۸۳۸ء / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

همره رود شش کو ثرو عوطان که دم مرگ | ذوق می ناب هلوس روی نکو برد
بستند زه جرعه آبی به سکندر | دریوزه گر میکده صهبا به کدو برد
دی رند بهنگامه خجل کرد عسس را | می خورد هم از میکده آبی بسبو برد
بر ما غمِ تیمار دلِ زار سر آمد | دیوانهٔ ما را صنمم سلسله مو برد
ما را نبود هستی و او را نبود صبر | دستی که ز ما شست بخون که فرو برد
دلدار تو هم چو تو فریبنده نگاریست | در حلقه وفا یک قلم آورد و دو رو برد
پ ن یک گریه پس از ضبط و صد گریه رضا | تا تلخی آن زهر توانم ز گلو برد

ن نازد به نکویان ز گرفتاریِ **غالب**
گوئی بگزو برد دلی را که از و برد

(۱۲۳)

ن نادان صنم من روش کار نداند | بر هر که کند رحم سر از بار نداند
ن بی دشنه و خنجر نبود معتقد زخم | دلهای عزیزان بغم افگار نداند
ن بر تشنه لب بادیه سوزد دلش از مهر | اندوهِ جگر تشنهٔ دیدار نداند
گویم سخن از رنج و براحت کندش طرح | روز سیه از سایهٔ دیوار نداند
ن دل را بغم آتشکدهٔ راز نسنجد | دم را به تف نالهٔ شرر بار نداند
عنوان هواداری احباب نبیند | پایان بلوسنا کی اغیار نداند
ن دشوار بود مردن و دشوار تر از مرگ | آنست که من میرم و دشوار نداند
دانم که ندانست و ندانم که غم من | خود کمتر از آنست که بسیار نداند
از ناکسی خویش چه مقدار عزیزم | در عربده خوارم کند و خوار نداند

گردم سر آوازهٔ آزادگی خویش
صد ره نهدم بند و گرفتار نداند

فصلی ز دل آشوبی درمان بسر آید
تا چند بخود پیچم و غمخوار نداند

پیمانه بر آن رند حرامست که **غالب**
در بیخودی اندازهٔ گفتار نداند

(۱۲۴)

خوشتم که گنبد چرخ کهن فرو ریزد
اگرچه خود همه بر فرق من فرو ریزد ن

بریده ام ره دوری که گر بیفشانم
بجای گرد روان از بدن فرو ریزد

ز جوش شکوهٔ بیدادِ دوست می ترسم
مباد مهر سکوت از دهن فرو ریزد پ ن

دهد به مجلسیان باده و بنوبت من
بمن نماید و در انجمن فرو ریزد ن

مرا چه قدر بگوئی که نازنینان را
غبار بادیه از پیرهن فرو ریزد

ز خار خار چنین کس چه نالمی که خسک
برخت خواب گل و یاسمن فرو ریزد

ترا که عالم نازی بغمزه بستاید
کسی که گل بکنارِ چمن فرو ریزد

مکن بپرسشم از شکوه منع کاین خونیست
که خود ز زخم دم دوختن فرو ریزد ن

بمن بساز و بدان غمزه می بجام مریز
که هوشم از سر و تابم ز تن فرو ریزد

بذوق باده ز بس آب در دهن گردد
می نخورده مرا از دهن فرو ریزد

بترس از آنکه به محشر ز طرهٔ طرار
دل شکسته ام از هر شکن فرو ریزد

رواست **غالب** اگر در قفایش گوئی
که از لبش زر دانی سخن فرو ریزد

غزل ۱۲۴، بیت ۱ ـ نسخهٔ مرتب: «خوشتم» بجای «خوشا»؟

(۱۲۵)

اگر بدل نخلد ہرچہ از نظر گذرد
زہی روانی عمری کہ در سفر گذرد

ن بوصل بطلف باندازۂ تحمل کن
کہ مرگ تشنہ بود آب چون ز سر گذرد

ہلاکِ نالہ خویشم کہ در دلِ شبہا
دود بعربدہ چندانکہ از اثر گذرد

ازین اُریب نگاہان حذر کہ ناوک شان
بہر دلی کہ رسد راست از جگر گذرد

ن نفس ز آبلہ ہای دلم برآرد سر
چنانکہ رشتہ در آمودن از گہر گذرد

حریف شوخیِ اجزای نالہ نیست شرر
کہ آن بردن جہد این ز خارہ در گذرد

کند خدنگ تو قطع خصومت من و غیر
مرا خود از دل و او را ہم از نظر گذرد

ز شعلہ خیزیِ دل بر مزار ما چہ عجب
کہ برق مرغ ہوا را ز بال و پر گذرد

شکستِ ما بعدم نیز ہمچنان پیداست
بصورتِ سرِ زلفی کہ از کمر گذرد

خوشا گلی کہ بفرقِ بلند بالائیست
دمد ز شاخ و ازین سبز کاخ بگذرد

دماغ محرمی دل رساندن آسان نیست
چہا کہ بر سرِ خارا ز شیشہ گر گذرد

حریف منت احباب نیستم غالب
خوشم کہ کار من از سعی چارہ گر گذرد

(۱۲۶)

شوخیِ چشم حبیب فتنۂ ایام شد
قسمت بخت رقیب گردش صد جام شد

تا تو بہ عزمِ حرم ناقہ فگندی برا؟
کعبہ ز فرشِ سیاہ مردمک احرام شد

پیچ وخم دستگاہ کرد فزون حرمن جاہ
ریشہ چو آمد برون دانۂ ما دام شد

ہست تفاوت بسی ہم ز رطب تا نبیذ
لذتِ دیگر دہد بوسہ چو دشنام شد

ای که ترا خواستم لب نگزیدن فگار   خود لبم اندر طلب خستهٔ ابرام شد

گر همه مهری برود ور همه خشمی بجنب   صبح امید مرا روز سیه شام شد

ساده دلم در امید خشم تو گیرم به مهر   بوسه شود در لبم هر چه ز پیغام شد

همچو خسی کش شرر چهره کشائی کند   صورت آغاز ما معنی انجام شد پ

دیگرم از روزگار شکوه چه درخور بود   ناله شرر تاب شد اشک جگر فام شد

ای شده غالب ستای دشمنی بخت بین
خود صفت دشمنست آنچه مرا نام شد

(۱۲۷)

آوازگیست سازی اما صدا ندارد   از هر چه درگذشتیم آواز پا ندارد ن

عشقت به ناتوانی حسنت به سرگرانی   جور و جفا تمام مهر و وفا ندارد

فارغ کسی که دل را با درد وا گذارد   کشت جهان سراسر دارد گیا ندارد

درهم فشار خود را تا در رسد دماغی   در بزم ناز تنگی پیمانه جا ندارد

ای سبزهٔ سر برد از جور پا چه نالی   در کیش روزگاران گل حسن بها ندارد ن

صد ره درین کشاکش بگذشته در ضمیرش   رنجور عشق گوئی آه رسا ندارد

هر مطلعی که ریزد از خامه ام فنائیست   جز نغمهٔ محبت سازم نوا ندارد

جانم ز غمت فشاندن مرگ از قفا ندارد   تن در بلا فگندن بیم بلا ندارد

بر خویشتن ببخشا گفتم دگر توانی   دارم دلی که دیگر تاب جفا ندارد پ ن

گشتن چنانکه گوئی نشناختست ما را   هی ناتمام لطفی کز شکوه وا ندارد

مهرش ز بیدماغی ماناست با تغافل   یارب ستم مبادا بر باروا ندارد

چشمی سیاه دارد یعنی بما نبیند　　روئی چو ماه دارد اما بما ندارد

چون لعل تست غنچه اما سخن نداند　　چون چشم تست نرگس اما حیا ندارد

آبش گداز خاکی بادش تف بخاری

دہلی بمرگ غالب آب و ہوا ندارد

(۱۲۸)

ن شوقم ز پند بر در فریاد میزند　　بر آتش من آب دم از باد میزند

تا افگنی چه ولوله اندر نهاد ما　　کائینه از تو موج پریزاد میزند

از جوی شیر عشرت خسرو نشان نماند　　غیرت هنوز طعنه به فرهاد میزند

هرگز مذاق درد اسیری نبوده است　　با ناله که مرغ قفس زاد میزند

پ ن ممنونِ کاوش مژه و نیشتر نیم　　دل موجِ خون ز درد خداداد میزند

خونی که دی به جیبم از و خار خار بود　　امروز گل بدامن جلاد میزند

اندر هوای شمع هما نا ز بال و پر　　پروانه دشنه در جگر باد میزند

زین بیش نیست قافلهٔ رنگ را درنگ　　گل یک قدح بسایهٔ شمشاد میزند

ذوقم بهر شراره که او داغ می جهد　　دل را لوای دیر بمناد میزند

چون دید کز شکایت بیداد فارغم　　بر زخم سینه ام نمک داد میزند

تا دستبرد آتشِ سوزان دهد بباد　　سنگ از شرار خنده به پولاد میزند

غالب سرشک چشم تو عالم فرو گرفت

موجیست دجله را که به بغداد میزند

(۱۲۹)

صبحت خوش بود قدحی از شراب زد — یاقوت بادہ بر فوہ آفتاب زد

نشتر بہ مغز پنبہ مینا فرو برید — کافاق امتلا ز ہجوم سحاب زد

ذوق می مغانہ ز کردار باز داشت — آہ از فسون دبو کہ راہم بآب زد

تا خاک کشتگان فریب وفای کیست — کاندر ہزار مرحلہ موج سراب زد

رنگی کہ در خیال خود اندوختم ز دوست — تا جلوہ کرد چشمک برق عتاب زد

گفتم گرہ ز کار دل و دیدہ باز کن — از جبہہ تاکشودہ بہ بند نقاب زد

گر ہوش ما بساط ادای خرام نیست — نقشی توان بہ صفحۂ دیبای غراب زد

تا در ہجوم نالہ نفس باختم بہ کوہ — سنگ از گداز خویش بروی گلاب زد

ای لالہ بر دلی کہ سیہ کردہ مناز — داغ تو بر دماغ کہ بوی کباب زدن

غم مشربان بچشمۂ حیوان نمی دہند — موجی کہ دشنہ در جگر از پیچ و تاب زد

غالب خسان ز جہل حکیمش گرفتہ اند

بیدانشی کہ طعنہ بر اہل کتاب زد

(۱۳۰)

ننگ فرہادم بغیر سنگ از وفا دور افگند — عشق کافر شغل جان دادن بمزدور افگندن

شادم از دشمن کہ از رشک گدازم درد دلش — نیست زخمی کز چکیدن طرح ناسور افگند

قربتی خواہم بقاتل کاستخوان سینہ ام — قرعۂ فالی بنام زخم ساطور افگند

از شہیدان ویم کز بیم برق خنجرش — لرزہ در حور افتد و جام از کف حور افگند

شرم جور خاص خاص اوست لیکن در جواب — چون فرو ماند سخن در رسم جمہور افگند

غزل ۱۲۹، بیت اب نسخۂ مرتب: 'از' بجای 'در'

ن چون بجوید کام تاخیتی پرستاری کنم — خویش را بر رخت خواب از ناز رنجور افگند
ن دقت کار این جنبش خلخال کاندر ساقِ تست — حلقهٔ رغبت بگوش خونِ منصور افگند
گر قضا سازِ تلافی در خور عشرت کند — آه ازان خونابه کاندر جام فغفور افگند
گر مسلمانی یکی بین ذره دهشت ست آنکه او — اختلافی در میان ظلمت و نور افگند

آمدم بر راه غالب گر و دل میگرددم
لغزش پائی که باز از جادهٔ ام دور افگند

(۱۳۱)

ن بره با نقش پای خویشیم از غیرت سری باشد — که ترسم دوست جویان را بکویش رهبری باشد
نمی گیری بخون خلق بی پروا نگاهان را — تواند بود یارب بعد محشر محشری باشد
ن چه گویم سوز دل با چون تو غم نادیدهٔ بد مستی — مثالی وانمایم گر کباب و اخگری باشد
رسد هر روزم از خلد برین ناخوانده مهمانی — جحیم من گر از داغِ بهشتی پیکری باشد
ن نخواهد بود رسم آنجا بدیوان داوری بردن — گرفتم کشور مهر و وفا را داوری باشد
توان صیقل بهای تیغِ قاتل هم ادا کردن — اگر فصاد را در دهر مزدِ نشتری باشد
ن مکیدم آن قدر کز بوسه و دشنام خالی شد — لب یار ست و حرفی چند گویا دیگری باشد
بذوق لذتی کز خارهٔ خارست پهلو را — بنالم همچنین گر هم ز نسرین بستری باشد
بجانی گر خود از کوهست دردی لرزه انداز — بچشمی گر خود از سامست گردی لشکری باشد
ستایم حق شناسیهای محبوبی که در محفل — دلش با چشم پر خون و لبش با ساغری باشد
نبود از تیشه پیدا سر بسنگی میزدم لیکن — ستم باشد که در بیهوده میری همسری باشد

غزل ۱۳۰ بیت ۱ ـ نسخهٔ مرتب : بعد از «خواب» «از» را دارد ـ

بیا بد ہم ز من آنچہ از ظہوری یافتم غالب
اگر جادو بیانان راز من دلپستری باشد

(۱۳۲)

دل نہ تنہا ز فراق تو فغان ساز دہد
رفتن عکس تو از آینہ آواز دہد

مغز جان سوخت ز سودای بکام تو ہنوز
زہر رسوائی ما چاشنی راز دہد

خاک خون باد کہ در معرض آثار وجود
زلف و رخ در کشد و سنبل و گل باز دہد

داغم از پرورش چرخ کہ در بزم امید
سر شمعی کہ فروزد بدم گاز دہد

دل چہ بیند ستم از دوست نشاط آغاز د
شیشہ ساز نیست کہ تا بشکند آواز دہد

ہای پرکاری ساقی کہ بہ ارباب نظر
می باندازہ و پیمانہ باندازہ دہد

طرہ ات مشک بدامان نسیم افشاند
جلوہ ات گل بکف آئینہ پرداز دہد

سعی زین بال فشانی جگرم سوخت دریغ
کاش آبی ز نم خجلت پرواز دہد

ای کہ بر خوان وصال تو قناعت کفرست
ہان صلائی کہ مرا حوصلۂ آز دہد

من سر از پا نشناسم بره سعی و سپہر
ہر دم انجام مرا جلوۂ آغاز دہد

پردہ داران بہ نی و ساز فشارش دادند
نالہ میخواست کہ شرح ستم ناز دہد

ہر نسیمی کہ ز کوی تو بنجاکم گذرد
یادم از ولولۂ عمر سبک تاز دہد

چون نتازد سخن از مرحمت دہر بخویش
کہ بر و عرفی و غالب بعوض باز دہد

(۱۳۳)

ن کو فنا تا همه آلایش پندار برد — از صور جلوه و آنا آئینهٔ زنگار برد

ص شب ز خود رفتم و بر شعله کشودم آغوش — کو بد آموز که بیچاره بدلدار برد

ن ص گفته باشی که بهر حیله در آتش فگنش — غیر میخواست مرا بی تو به گلزار برد

ص باز چسپیده لب از جوش حلاوت باهم — مرگ مشکل که ز ما لذتِ گفتار برد

عشوهٔ مرحمت چرخ مخر کاین عیار — یوسف از چاه برآرد که ببازار برد

شوق گستاخ و سرِ مست بدان رسوائی — بان ادائی که دل و دست من از کار برد

ن خونچکانست نسیم از اثر نالهٔ من — کیست کز سعی تظلم به در یار برد

تو نیائی بلب بام بکویِ تو مدام — دیده ذوقِ نگه از روزنِ دیوار برد

ناز را آئینه مائیم بفرما تا شوق — بتو از جانبِ ما خردهٔ دیدار برد

ص مژه ات سفت دل و رفت نگاه تو فرو — کز ضمیرم گلهٔ سرزنشِ خار برد

خاکی از ره گذر دوست بفرقم ریزید — تا ز دل حسرتِ آرایشِ دستار برد

ص میزندوم زفنا غالب و تسکینش نیست

بو که توفیق ز گفتار به کردار برد

(۱۳۴)

پان نومیدی ما گردش ایام ندارد — روزی که سیه شد سحر و شام ندارد

ص بوسم لب دلدار و گزیدن نتوانم — نرمست دلم حوصلهٔ کام ندارد

مفرست بطوف حرم دوست نسیمی — کز نکهت گل جامهٔ احرام ندارد

هر ذرهٔ خاکم ز تو رقصان بهوائیست — دیوانگیِ شوق سرانجام ندارد

رو تن به بلا ده که دگر بیم بلا نیست — مرغ قفسی کشمکش دام ندارد
قاصد خبر آورد و دهان خشک دماغم — ظرف قدحش رشحهٔ پیغام ندارد
بی نقش وجود تو سراپای من از ضعف — چون بستر خوابست که اندام ندارد ن
گردید نشانها هدف تیر بلاها — آسایش عنقا که بجز نام ندارد
بلبل بچمن بنگر و پروانه به محفل — شوقست که در وصل هم آرام ندارد
تلخست رگ نی وقت کبابی که بسوزد — زان رشک که سوز جگر خام ندارد
آیا بدلت ولولهٔ کسب هوا نیست — یا آنکه سرای تو لب بام ندارد ص
بوسی که ربایند بمستی ز لب یار — نغزست ولی لذت دشنام ندارد
هر رشحه باندازهٔ هر حوصله ریزند — میخانهٔ توفیق خم و جام ندارد

غالب که براست از غزلم مصرع اُستاد
بادام صفای گل بادام ندارد

(١٣٥)

چه خیزد از سخنی کز درون جان نبود — بریده باد زبانی که خونچکان نبود ن
حکیم ساقی و می تند و من ز بدخوئی — ز رطل باده بخشم آیم ار گران نبود ص
نگفته ام ستم از جانب خداست ولی — خدا به عهد تو بر خلق مهربان نبود ص ان
ز نازکی نتواند نهفت راز مرا — خیال بوسه بران پای بی نشان نبود
چو عشرتی که کند فاسق تنکمایه — ز زخم خون بزبان بسمل ار روان نبود ص
ز خویش رفته ام و فرصتی طمع دارم — که باز گردم و جز دوست ارمغان نبود ن
زمام ناقه بدست تصرف شوقست — بسوی قیس گرایش ز ساربان نبود پص

ن فرو برد نفسِ سردِ من جہنم را | اگر نشاط عطای تو در میان نبود
ص مرا کہ لب بطلب آشنا نخواستۂ | روا مدار کہ شاہد ضمیر دان نبود
ص امید بلہوس و حسرت من افزون شد | ازین نوید کہ اندوہ جاودان نبود
ن ص بالتفات نگارم چہ جای تہنیت است | دعا کنید کہ نوعی ز امتحان نبود
ص عجب بود سر ہمخوابی کسی غالب
مرا کہ بالش و بستر ز پرنیان نبود

(۱۳۶)

ن دماغ اہلِ فنا نشۂ بلا دارد | بفرق ما ارّہ طلوع پر ہما دارد
بوعدہ گاہ خرامِ تو گرد نمناکم | بیا کہ شوقم از آوارگی حیا دارد
ن کشاد شستِ ادای تو دلنشین منست | اگر خدنگ تو در دل نشست جا دارد
ص ز من مترس کہ تا گیر پیش قاضی حشر | ہجوم نالہ لبم را ز نالہ وا دارد
دلم فسرد بیغزا بوعدہ ذوقِ وصال | چراغ کشتہ ہمان شعلہ خونبہا دارد
تپم ز رشک ہمانا بجستجوی کسیست | کہ خور ز تاب خود آتش بزیر پا دارد
ص چہ عتاب ہمانا بہانہ می طلبد | شکایتی کہ زمانیست ہم بہا دارد
خوش است دعویِ آرایش سر و دستان | ز جلوۂ کفِ خاکی کہ نقش پا دارد
ص ز جور دست تہی نالہ از نہادم جست | نئی کہ برگ ندارد ہمان نوا دارد
ز سادگی رہد از حرف عشق دشمن بگمان | کہ دوست تجربۂ دارد از کجا دارد
بخون تپیدن گلہا نشان یکرنگیست | چمن عزای شہیدانِ کربلا دارد

ن فغان که رحم بدآموز یار شد غالب
روا نداشت که بر ما ستم روا دارد

(۱۳۷)

زرشکست اینکه در عشق آرزوی مردنم باشد — تو جان عالمی حیفست گر جان در تنم باشد ن
زهی قسمت که ساز طالع علیستم کنند آنرا — اگر خود جزوی از گردون بکام دشمنم باشد
بیا ساساعتی تا بردم تیغت گلو سایم — که از خود نیز در کشتن حقی برگردنم باشد
شناسم سعی بخت خویش در نامهربانیها — بلرزم بر گلستان گر گلی در دامنم باشد
تو داری دین و ایمانی بترس از دیو و نیرنگش — چه نبود توشهٔ راهی چه باک از رهزنم باشد ن
بذوق عافیت یاران بعند از خویش چون من هم — خلد در پای من خاری که در پیراهنم باشد
بدان تا با من آویزد چو حرف رنگ و بو گوید — دلم با دوستی اما زبان با گلشنم باشد
بدین آهنگهای پست نتوان غم برون دادن — مگر صور قیامت ساز شور شیونم باشد
بسودایت همان انداز از خود رفتنی دارم — اگر چون ناله زنجیر بند از آهنم باشد

بزر همدوش قارون خفتن از دون همتی خیزد
بیا تا در سخن پیچم که غالب همفنم باشد

(۱۳۸)

تا چند بلهوس می و عاشق ستم کشد — کو فتنه تا بداوری هم علم کشد ن
دل را بکار ناز چه سرگرم کردهٔ — یعنی بخویش هم کند و از تو هم کشد ن
رشکست و دفع دخل مقدر عتاب چیست — بگذار رود دلم مژه چندان که نم کشد
صیدت ز بیم جان نرمد بلکه میرود — تا دشت را ز شوق در آغوش رم کشد

ص دشوار نیست چارهٔ عیش گریز پای | دورِ قدح چو سلسله گر سر بهم کشد
آنی که تاب جذبهٔ ذوقِ نگاه تو | رنگ از گل و می از رز و صید از حرم کشد
شوقم که روشناس دلِ نازنین تست | نی منتِ نوشتن و نازِ قلم کشد
زشت آنکه تا ز زحمت پشت و شکم رهد | هم رنج کارسازی پشت و شکم کشد
ن صهبا حلال زاهد شب زنده دار را | امّا بشرط آنکه همان صبحدم کشد

از تازگی بدهر مکرر نمی شود
نقشیکه کلکِ غالبِ خونین رقم کشد

(۱۳۹)

ذوقش بوصل گرچه زبانم ز کار برد | لب در هجوم بوسه ز پایش نگار برد
ص تا خود بپرده ره ندهد کامجوی را | در پرده رخ نمود و دل از پرده دار برد
ن ص گفتند حور و کوثر و دادند ذوق کار | منعت تام شاهد و می آشکار برد
ن نعش مرا بسوز کم از برهمن نیم | ننگ نسوختن نتوان در مزار برد
گل چهره برفروخت بدانسان که بارها | پروانه را هوس بسر شاخسار برد
دادم ببوسه جان و خوشم کان بهانه جوی | زخمش دوچند کرد و شگرفی بکار برد
می داد و بذله جست مگر ابر قلزمیم | کاورد قطره و گهر شاهوار برد
ص تا فتنه راز گردش چشم سیاه گفت | کینی که داشتم بدل از روزگار برد
پ ن ص پیشم ار آن بپرس که پرسی ز اهل کوی | گویند خسته زحمت خونین دیار برد

غزل ۱۳۸ بیت ۲ ـ نسخهٔ مرتب: "شوق" بجای "ذوق". غزل ۱۳۹ بیت ۹ ـ نسخهٔ مرتب: "زحمت" بجای "خسته"
غزل ۱۳۹: بین ۱۸ ستمبر ۱۸۳۷م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ تا ۲۱ نومبر ۱۸۳۸م / ۲۳ شوال ۱۲۵۴ھ (عابدی)

نازم فریب صلح که غالب ز کوی تو
ناکام رفت و خاطر امیدوار برد

(۱۴۰)

اگر داغت وجودم را ز اکسیر نظر گیرد سراپای من از جوش بهاران پرده برگیرد
بعرض هر گسستن کز نفس بالد ز بیتابی خیالم الفتِ مرغوله مویان را ز سر گیرد
دل از سودای مژگان که خون گردید کز مستی بذوقِ رخنه از هر قطره ره بر نیشتر گیرد
بچشمِ مدعی همچون چراغِ روز بی نورم چراغم گر بفرض از پرتو خورشید در گیرد ن
رهش نظاره را از رقصِ بسمل در چمن پیچد خمش آیینه را از چهرهٔ عاشق بزر گیرد
گمم در روی ز رشکست اینکه غمخواری نمی خواهم که ترسم یابد او را هر که از حالم خبر گیرد ن
سرت گردم اگر پای نزاکت در میان نبود تنم از لاغری صد خرده بر موی کمر گیرد ن
نوردم نامهٔ دل بار بار از بدگمانی ها نهد نقش تو پیش روی و خود را نامه بر گیرد
خوشم گر استواری نیست همچون موج کارم را که هر دم از شکست خود روانی بیشتر گیر
محبت هر دلی را کز نزاکت سرگران یابد سبک در دام ذوق نالهٔ مرغ سحر گیرد
خوشا روزیکه چون از مستی آویزم بدامانش گه از دستم کشد گاهم بروی چشم تر گیرد پ

ز فیض نطق خویشم با نظیری همزبان غالب
چراغی را که دودی هست در سر زود در گیرد

(۱۴۱)

تنگست دلم چو صدره راز ندارد آه از نیِ تیر تو که آواز ندارد ص ن
هر چند عدو در غم عشق تو بساز است دانی که چو ما طالع ناساز ندارد ص

ص دیگر من و اندوه نگاہی کہ تلف شد | گفتی کہ عدو حوصلۂ آز ندارد
در حسن بیک گونہ ادا دل نتوان بست | لعلت مزہ دارد اگر اعجاز ندارد
گستاخ زند غیر سخن با تو و شادم | مسکین سخنی از تو در آغاز ندارد
ص تمکین برہمن دلم از کفر بگرداند | بتخانہ بُتی خانہ برانداز ندارد
با ذرۂ او مہر ہمان جلوہ ہمان دید | آئینہ ما حاجت پرداز ندارد
ن ہر دلشدہ از دست دُر انداز سیاست | ما ناکہ نگاہِ غلط انداز ندارد
ص بی حیلہ ز خوبان نتوان چشم ستم داشت | رحمت بران خستہ کہ غماز ندارد
در عربدہ چشمک زند و لب گزد از ناز | تا بوسہ لبم را ز طلب باز ندارد
با خویش بہر شیوہ جداگانہ دوچار ست | پروای حریفانِ نظر باز ندارد

کیفیت عرفی طلب از طینت غالب
جام دگران بادۂ شیراز ندارد

(۱۱۲)

ن ص لبم از زمزمۂ یاد تو خاموش مباد | غیر تمثال تو نقش ورق ہوش مباد
نگہی کش بہزار آب نشویند ز اشک | محرمِ جلوۂ آن صبح بنا گوش مباد
ہوس چادر گل گر نہ خاکم باشد | خاکم از نقش کف پای تو گلپوش مباد
ص وعدہ گر دیدہ و خاطرہ پریشانی را | یارب امشب بدرازی خجل از دوش مباد
ص غیر گر دیدہ بدیدار تو محرم دارد | فارغ از اندہ محرومیِ آغوش مباد
گہری کش نظر از ہمت پاکان نبود | صرف پیرایۂ آن گردن و آن گوش مباد
ص ہر کرا رخت نمازی نبود از نم می | جای در حلقۂ رندان قدح نوش مباد

رهرو بادیهٔ شوق سبکبار انند | بار سر نیز درین مرحله بردوش مباد ل
مفتیان باده عزیز است مریزید بخاک | جوشد از پرده دگر خون سیاوش مباد

همه گر میوهٔ فردوس بخوانت باشد
غالب آن انبهٔ بنگاله فراموش مباد

(۱۴۶۳)

هر ذره را فلک بزمین بوس میرسد | گر خاک راست دعوی ناموس میرسد ل
زان می که صاف آن به بتان وقف کرده اند | درد ته پیاله بطاؤس میرسد
زنیسان که خو گرفته عاشق کشیست حسن | مر شمع را شکایت فانوس میرسد ل
خود پیش خود کفیل گرفتاری منست | هردم بپرسش دل مایوس میرسد ل
بیرون میا ز خانه به هنگام نیمروز | رشک آیدم که سایه بپابوس میرسد ل
ارباب جاه راز رعونت گریز نیست | کاین نشه از شراب خم کوس میرسد
گفتم لبوهم پرسش عبرت برای چه | گفت از طوف دخمهٔ کاؤس میرسد
سجاده رهن می نپذیرفت میفروش | کاین را نسب بخرقهٔ سالوس میرسد
خون موجزن ز مغز رگ جان ندیدهٔ | دانی که از تراوش کیموس میرسد

خشک است گر دماغ ورع غالبا چه بیم
کز ذوق سودن کف افسوس میرسد

(۱۴۶۴)

دریغا که کام و لب از کار ماند | سخنهای ناگفته بسیار ماند
گدایم نهانخانهٔ راکه درهای | در از بستگی ها بدیوار ماند

جنون پرده دار ست ما را که ما را | ز آشفتگی سر بدستار ماند
نگه را سیه خال طرف عذارش | به تمغاچی رهرو آزار ماند
ادائیست او را که از دلربائی | نهفتن ز شوخی به اظهار ماند
چه جویم مراد از شگرفی که او را | نشستن ز تشنگی به رفتار ماند
در آئینهٔ ما که نا ساز بختیم | خط عکس طوطی بزنگار ماند
گروهیست در دهر هستی که آن را | ز پیچش نفس ها بزنار ماند
بجز عقدهٔ غم چه بر دل شمارد | زبانی که در بند گفتار ماند

ز قحط سخن ماندم خامه غالب
بتخلی کز آوردن بار ماند

(۱۲۵)

بذوقی سر ز مستی در قفای ره روان دارد | که پنداری کمند یار همچون مار جان دارد
تنم ساز تمنائیست کز هر زخمهٔ دردی | همارا ست آواز شکست استخوان دارد
هوای ساقئی دارم که تاب ذوق رفتارش | صراحی را چو طاؤس ان بسمل پرفشان دارد
بنازم سادگی طفل است و خونریزی نمیداند | به گلچیدن همان ذوق شمار کشتگان دارد
دل از هم ریزد و حسرت اساس محکمی خواهد | غم آذر بیزد و طاقت قماش پرنیان دارد
برون بردم گلیم از موج دامن زیر کوه آمد | نم گرداب طوفان تا چه رختم را گران دارد
برنجد از دم تیغ تو صید و در رمید تنها | به امید تلافی چشم بر پشت کمان دارد
دلم در حلقهٔ دام بلا میر قصد از شادی | همانا خویشتن را در خم زلفش گمان دارد
بگلهای بهشتم مژده نتوان داد در راهش | من و خاکی که از نقش کف پائی نشان دارد

غزل ۱۲۴ بیت ۵ ـ نسخهٔ مرتب: «در» بجای «از»

بشرع آویزد و حق میجو کم از مجنون نه باری   دلش با محملست اما زبان با ساربان دارد
رمم زان ترک صید افگن که خواهم صرف من گردد   گسستنهای بی اندازهٔ کاندر عنان دارد
ن خدا را وقت پرسش نیست گفتم بگذر از غالب
که هم جان برلب و هم داستان بر زبان دارد

(۱۴۶) *

صاحبدلست و ناموس عشقم بسامان خوش نکرد   آشوب پیدا ننگ او اندوه پنهان خوش نکرد ن
دانست بحیث ناخنم الماس ز بر ریش من   سنجید شست خود قوی در تیر پیکان خوش نکرد
آن خود ببازی می برد وین او دوجو می نشمرد   بنمودمش دین خنده زد آوردمش جان خوش نکرد ن
در نامه تا بنوشتمش کز شهر پنهان میروم   دل بست در مضمون ولی نامم بعنوان خوش نکرد
دارم هوای آن پری کو بسکه نغز و سرکشست   زافسون مسخر شد ولی زهد پریخوان خوش نکرد
فریاد زان شرمندگی کارند چون در محشرم ح   گویند اینک خیره سر کز دوست فرمان خوش نکرد
عامست لطف دلبران جز عام ننهند دل بران   عاشق ز خاصان نشد آن کز دل بحرمان خوش نکرد
شرع از سلامت پیشگی عشق مجازی برنتافت ض   زاهد بکنج صومعه غوغای سلطان خوش نکرد ض
با من میاویز ای پدر فرزند آزر را نگر   هرکس که شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد ن
گویند صنعان توبه کرد از کفر نادان بندهٔ   کز خود فروشیهای دین بخشش زیزدان خوش نکرد
غالب به فن گفتگو نازد بدین ارزش که او
ننوشت در دیوان غزل تا مصطفی خان خوش نکرد

(۱۴۷)

قدر مشتاقان چه داند در دما چندش بود   آنکه دائم کار با دلهای خرسندش بود ن

* از غزلهای "گل رعنا" در طبق روایت مالک رام) ق: در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً) ز رفته سال ۱۲۳۸ھ م/ ۲۴-۱۸۲۳ء اضافه شده (عابدی)

شاهد ما همنشین آرای رنگین محفلست — لاجرم در بند خویش است آنکه در بندش بود

در نگارین روضهٔ فردوس نگشاید دلش — آنکه در بند دروغ راست مانندش بود

آنکه از شنگی بخاموشی دل از ما می برد — وای گر چون ما زبانِ نکته پیوندش بود

در ستم حق ناشناسیش گفتن از انصاف نیست — آنکه چندین تکیه بر حلم خداوندش بود

هیچ دانی اینهمه شور عتاب آن بهرِ چیست — تا جگر با تشنهٔ موج شکر خندش بود

نازم آن خودبین که ناید غیر خویشش در نظر — گر بخاکِ رهگذار دوست سوگندش بود

آنکه خواهد در صف مردان بقای نام خویش — خون دشمن سرخ تر از خون فرزندش بود

باخرد گفتم نشان اهلِ معنی باز گوی — گفت گفتاری که با کردار پیوندش بود

غالبا زنهار بعد از ما بخون ما مگیر
قاتل ما را که حاکم آرزومندش بود

١٤٨

بهر غمخواری بسکه سرگرم تلاشم کرده اند — پارهٔ نزدیک در هر دور باشم کرده اند

ترسم از رسوائیم آخر پشیمانی کشند — رازم و این شاهدانِ مست فاشم کرده اند

چرخ هر روزم غمِ فردا بخوردن میدهد — تا قیامت فارغ از فکر معاشم کرده اند

غیر گفتی رو شناسِ چشمِ گوهربار هست — رازدان نالهٔ الماس پاشم کرده اند

هرچه از بیطاقتی مزدِ ثباتم داده اند — هرچه از اندوه صرفِ انتعاشم کرده اند

از تفِ داغت بدل دوزخ سرشتم خوانده اند — وز دم تیغت بتن مینو قماشم کرده اند

هم بصحرای جنون مجنون خطابم داده اند — هم بکوه بی ستون خارا تراشم کرده اند

چشم نبوم از چه رو خارم بجیب افشانده اند — دل نباشم تا چرا زرقِ خراشم کرده اند

از چه غالب خواجگیهای جهان ننگ منست
گر نه با سلمانؓ و بوذرؓ خواجه تاشم کرده‌اند

(۱۴۹)

من بو فا مردم و رقیب بدر زد — نیمه نیش انگبین و نیمه تبر زد
در نمکش بین و اعتماد نفوذش — گر بنی افگند هم بزخم جگر زد
کیست درین خانه کز خطوط شعاعی — مهر نفس ریزه ها به روزن در زد
دعوی او را بود دلیل بدیهی — خندهٔ دندان نما به حسن گهر زد
غیرت پروانه هم بروز مبارک — ناله چه آتش ببال مرغ سحر زد
لشکر هوشم بزد زمی نشکستی — غمزهٔ ساقی نخست راه نظر زد
زان بت نازک چه جای دعوی خونست — دست وی و دامنی که او به کمر زد
برگ طرب ساختیم و باده گرفتیم — هرچه ز طبع زمانه بیهده سر زد
شاخ چه بالد گر ارمغان گل آرد — تاک چه نازد اگر صلای ثمر زد

کام نبخشیدهٔ گنه چه شماری
غالب مسکین بالتفات نیرزد

(۱۵۰)

غم من از نفس پند گو چه کم گردد — بر آتشم چو گل و لاله باد دم گردد
بدان معامله او بیدماغ و من بیدل — خوش آنکه معذرتی صرف هر ستم گردد
ترا تیست که بروی سمن خسک باشد — مراد لیست که در وی نشاط غم گردد
نمانده تاب غمش خاطر رقیب بجوی — کسی چه در پی صید گسسته دم گردد

غزل ۱۵۰، بیت ۲ — نسخهٔ مرتب: 'بدا'، بجای 'بدان' مخزن ۱۲:۳۹، یعنی — ۱۸۳۷م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۱ اکتوبر ۱۸۳۸ / ۲۲ شوال ۱۲۵۴ھ (بعد)

زذوق گریه پرستم دل وتوی نگری　　نگه مباد ز بار سرشک خم گردد

ن　بدین قدر که لبی تر کنی ومن بکم　　ترا ز بادهٔ نوشین چه مایه کم گردد

بغصه راضیم اما بدشنه دریابی　　دمی که سینه وناخن بلاک هم گردد

ن　رسیده ایم بکوی توجای آن دارد　　که عمر صرف زمین بوسی قدم گردد

توپا بپرسشِ من کرده خاکی وترسم　　که خاک پای تو تاجِ سرقسم گردد

سبکسریست بدریوزهٔ طرب رفتن　　خوشا دلی که باندوه محتشم گردد

رخی که درنظرستم بجلوه گل باشد　　تفی که درجگرستم بدیده نم گردد

گرفته خاطرِ غالب زهند واعیانش
براں سرست که آوارهٔ عجم گردد

(۱۵۱)

ن　نهم جبین بدرش آستان بگرداند　　نشیمنش بسرره عنان بگرداند

پ　اگر شفاعتِ من در تصورش گذرد　　ببزم انس رخ از همدمان بگرداند

ن　ببزم باده بساقیگری از وچه عجب　　که پیر صومعه را در میان بگرداند

اگر نه مایلِ بوس لب خودست چرا　　به لب چوتشنه دمادم زبان بگرداند

به بنددام بلای توصعوه راگردن　　هما بگردسر آشیان بگرداند

چو غمزهٔ تو فسون اثر فرو خواند　　بلای راهزن از کاروان بگرداند

بهار را ز رخت تا چه رنگ درنظرست　　که دمبدم ورقِ ارغوان بگرداند

تونالی از خلهٔ خار ونگری که سپهر　　سرِ حسینِ علیؓ بر سنان بگرداند

بروبشادی واندوهِ دل منه که قضا　　چو قرعه بر خطِ امتحان بگرداند

یزید را به بساط خلیفه بنشاند   کلیمؑ را به لباس شبان بگرداند

اگر بباغ ز کلکم سخن رود غالب
نسیم روی گل از باغبان بگرداند

(۱۵۲)

تیغت ز فرق تا بگلویم رسیده باد   شوخی ز حد گذشت زبانم بریده باد ن

گر رفته ام زکوی تو آسان نرفته ام   این قصّه از زبان عزیزان شنیده باد ب ن

نغزی و خود پسند ببینیم چه میکنی   یارب بدهر همچو توئی آفریده باد

مردن ز راز داری شوقم نجات داد   صد رنگ لاله زار ز خاکم دمیده باد

بر روی و موی پرتو بینش نتافتست   در عرض شوق دیده طلبگار دیده باد

آتش بخانمان زده خواست صرصری   گفتم نسیم گفت بگلشن وزیده باد

مرگم امان دهاد که از شوق برخورم   این شعله همچو خون برگ خس دویده باد

ذوقیست همدمی بفغان بگذرم ز رشک   خار رهت بپای عزیزان خلیده باد

چون دیده پای تا بسرم تشنهٔ کیست   دل خون شود و از بن هر مو چکیده باد

غالب شراب قندی هندم کباب کرد
زین بعد باده هامی گوارا کشیده باد

(۱۵۳)

تاجر شوق بدان ره بتجارت نرود   که ره انجا بدو سرمایه بغارت نرود ن

چه نویسم بتو در نامه که از انبوهی غم   نیست ممکن که روانی ز عبارت نرود

از حیا گیرنه از جور گران مایهٔ ناز   کشتهٔ تیغ ستم را بزیارت نرود

غزل ۱۵۲: ۳ و ۴ - در نسخهٔ «ر» ترتیب بیت سوم مؤخر و بیت چهارم مقدم است ـ

وصل دلدار نہ خلد ست ہمان بہ ہمدم — کہ نگوئی سخن و عرض بشارت نزود

دل بدان گونہ بپالای کہ در خواہش دید — دیدہ خون گردد و از دید بصارت نزود

قصر و مہمان کدۂ حاتم و کسریٰ بگذار — نام از رفتن آثار عمارت نزود

حج درویش طمع پیشہ نیرزد بقبول — تا کہ اندوختۂ گدیہ بغارت نزود

ن تو بیک قطرۂ خون ترک وضوگیری و ما — سیل خون از مژہ رانیم و طہارت نزود

رمز بشناس کہ ہر نکتہ ادائی دارد — محرم آنست کہ رہ جز باشارت نزود

زاہد از حور بہشتی بجز این نشناسد — کہ شود دست‌زد شوق و بکارت نزود

پ ن غالب خستہ بکوی تو رہین تپشی است
کہ بہ شاہی ننشیند بہ وزارت نزود

ذ

۱۶۴

زبس تاب خرام کلکم آذر بیزد از کاغذ
مدادانند وزم از دودیکه هر دم خیزد از کاغذ

ندانم تا چه خواهد کرد با چشم و دل دشمن
رم کلکم که در جنبش غبار انگیزد از کاغذ

بکز لک از ورق چون بسترم سطر مکرر را
تو گوئی سونش لعل و گهر میریزد از کاغذ

ندانم حسرتِ روئی که میخواهم رقم کردن
که هر جا بنگرم ذوقِ نگاهم خیزد از کاغذ

من و ناسازی خوئی که در تحریر بیدادش
رمد حرف از قلم گر خود قلم نگریزد از کاغذ

چه باشد نامهٔ گل جانب مرغ اسیران به
که کس گلدستهٔ پیشِ قفس آویزد از کاغذ

چو استیلای شوقم دید کرد از نامه محرومم
نگر بر آتشم بید رود دامن میزد از کاغذ

ز بیتابی رقم سوزیش دود چون نامه بنویسم
بعنوانی که دانی دود بر میخیزد از کاغذ

چگویم از خرام آنکه در انگارهٔ قدش
صریر خامه شور رستخیز انگیزد از کاغذ

ظهور آمد تنزل هان بچشم کم مبین غالب
به پیدائی ز خاکستم چو نام ایزد از کاغذ

[illegible] ۱۸۶۳ء [illegible]



۱۵۵

بتی دارم ز شنگی روزگاران خوبهاران بر
به مستی خویش را گر دارد آرد گوی از ہوشیاران بر

خمی از می بما بفرست و انگہ ہر قدر خواہی
روان کن جوی از فیض و دل از پرہیزگاران بر

مرا گوئی کہ تقوی ورز قربانت شوم خود را
بیارائی بخلوتخانۂ تقوی شعاران بر

چہ پرسی کاینچنین داغ از کدامین تخم می خیزد
دلم از سینہ بیرون آر و پیش لالہ کاران بر

درین بیہودہ میری آنچہ با من در میان داری
بگو لختی و از من زحمت اندہ گساران بر

ندارد شیر و خرما ذوق صہبا رحم می آید
نشاط عید از ما ہدیہ سوی روزہ داران بر

بیار رضوان مگر تہ جرعۂ بخشندت از ساغر
گل از گلبن بیفشان و ببزم شادخواران بر

پشیمان میشوی از ناز بگذار زین گرانجانان
دل از دلدادگان جوی و قرار بیقراران بر

نمک کم نیست ہان ہمت بیا و داد شوخی دہ
عزور رنگ زنہار از نہاد دلفگاران بر

مپرس ای قاصد اہل وطن از من کہ من چونم
سپارش نامہ از اغیار گر یابی بیساران بر

شکست ما بود آرایش خویشان ما غالب
ز سنگ از شیشۂ ما گل بفرق کوہساران بر

(۱۵۶)

مژده ای ذوقِ خرابی که بهارست بهار   خرد آشوب تر از جلوۀ یارست بهار

چه جنون تازه هوای گل و خارست بهار   کاینچنین قطره زن از ابرِ بهارست بهار ن

نازم آئینِ کرم را که بسرگرمی خویش   دشت را شمع و چراغ شب تارست بهار

شوخی خوی ترا قاعده دانست خزان   خوبی روی ترا آینه دارست بهار ن

در غمت غازۀ رخسارۀ هوشست جنون   در رهت شانۀ گیسوی غبارست بهار

هم حریفان ترا طرفِ بساطست چمن   هم شهیدان ترا شمعِ مزارست بهار

جعدِ مشکین ترا غالیه سا یست نسیم   رخِ رنگین ترا غازه نگارست بهار

وحشی ئی میدمد از گرد پر افشانیِ رنگ   از کمین گاهِ که رم خورده شکارست بهار

بهمان گرمی هنگامۀ حسنست ز عشق   شورش اندوز ز غوغای هزارست بهار

سنبل و گل اگر از گلشنیانست چه غم   بهر ما گلخنیان دود و شرارست بهار

خاره ها در رهِ سودازدگان خواهد ریخت   ورنه در کوه و بیابان بچه کارست بهار

میتوان یافتن از ریزشِ شبنم غالب
که ز رشک تو هم در چه فشارست بهار

(۱۵۷) *

بیا و جوشِ تمنای دیدنم بنگر   چو اشک از سرِ مژگان چکیدنم بنگر ن

ز من بجرمِ تپیدن کناره می کردی   بیا بخاکِ من و آرمیدنم بنگر ن

گذشته کارِ من از رشکِ غیر شربت باش   ببزمِ وصلِ تو خود را ندیدنم بنگر

شنیده ام که نبینی و نا امید نیم   ندیدن تو شنیدم شنیدنم بنگر [؟] ن

* از غزلهای «گلِ رعنا» (طبق روایت مالک رام) ... ندیدنت بشنیدم بجای ندیدن تو شنیدم (ایضاً) [illegible]

ن دمید دانه و بالید و آشیان گه شد | در انتظار هما دام چیدنم بنگر [۴]
نیاز مندی حسرت کشان نمیدانی | نگاه من شو و دزدیده دیدنم بنگر
اگر هوای تماشای گلستان داری | بیا و عالم در خون تپیدنم بنگر
جفای شانه که تاری گسسته زان سر زلف | ز پشت دست بدندان گزیدنم بنگر
بهار من شو و گل گل شگفتنم دریاب | بخلوتم برو ساغر کشیدنم بنگر
بداد من نرسیدی ز دور جان دادم | بداد طرز تغافل رسیدنم بنگر

ن تواضعی نکنم بی تو امشب غالب [۳]
بسایهٔ خم تیغش خمیدنم بنگر

(۱۵۸)

ن بی دوست زبس خاک فشاندیم بسر بر | صد چشمه روان ست بدان راهگذر بر
ن غلطانی اشکم بود از حسرت دیدار | آبیست نگاهم که بپیچد به گهر بر
از گریهٔ من تا چه سرایند ظریفان | زین خنده که دارم بتمنای اثر بر
ن امید که خال رخ شیرین شود آخر | چشمی که بسی ساخته خسرو بشکر بر
پ از خلد و سقر تا چه دهد دوست که دارم | عیشی بخیال اندر و داغی بجگر بر
ن بالد بخود آن مایه که در باغ نگنجد | سروی که کشندش به تمنای تو در بر
عمری که بسودای تو گنجینهٔ غم بود | اینک بتو دادیم تو در عیش بسر بر
جان میدهم از رشک بشمشیر چه حاجت | سرپنجه بدامن زن و دامن بکمر بر

ن مطرب بغزلخوانی غالب بسماعست
ساقی می و آلات می از حلقه بدر بر

۴: "انتظار کسی" بجای "انتظار هما" (ایضاً) ۳: "فروتنی نکنم" بجای "تواضعی نکنم" (ایضاً) غزل ۱۵۸: بین ۹ ستمبر ۱۸۲۸م / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ و ۲۱ نومبر ۱۸۳۵م / ۲۲ شوال ۱۲۵۱ھ (عابدی)

(۱۵۹)

ای دل از گلبن امید نشانے بمن آر — نیست گر تازه گی برگ خزانے بمن آر ن

تا دگر زخم بنا سور توانگر گردد — هدیهٔ از کف الماس نشانے بمن آر ن

همدم روز گدائی سبک از جا برخیز — جان گرو جامه گرو رطل گرانے بمن آر ن

دلم ای شوق ز آشوب غمی نگشاید — فتنهٔ چند ز هنگامه ستانے بمن آر

گیرم ای بخت هدف نیستم آخر گاهے — غلط انداز خدنگی ز کمانے بمن آر

ای نیاورده بکف نامهٔ شوقی ز کسے — بزبان مژدهٔ وصلی ز زبانے بمن آر

ای در اندوه تو جان داده جہانے از رشک — مکش از رشکم و اندوه جہانے بمن آر

ای ز تار دم شمشیر توام بستر خواب — شمع بالین ز درخشنده سنانے بمن آر

یارب این مایه وجود از عدم آوردهٔ تست — بوسهٔ چند هم از کنج دہانے بمن آر ن

سخن ساده دلم را نفریبد غالب
نکتهٔ چند ز پیچیده بیانے بمن آر

(۱۶۰)

بر دل نفس غمم سر آمد — چون ناله مرا ز من برآور ن

یا پایهٔ آرزو بیفزای — یا خواهش ها ز در در آور ن

عمرے ز هلاک تلختر رفت — مرگے ز حیات خوشتر آور ن

دردی بشکست ما برانگیز — نی نی علیئے به خبر آور

بیکاری ما گدازش ماست — زخمے بتراوش اندر آور

وانگاه ز ما بعرصهٔ حشر — چسپیده تنی به بستر آور

درزانکه بهیچ می نیرزیم / مارا برباری دیگر آور
رنگین چمنے زشعله آرای / ابرا ہیمے ز آزر آور
آثار سهیل از یمن جوی / خورشید زطرف خاور آور
لبهای بشکر درفشان را / دلهای بنغم توانگر آور
جان های براحت آشنارا / طوبی بنشان وکوثر آور
ای ساخته غالب از نظری
یا قطره ربای گوهر آور

(۱۶۱)

ن درگریه از بس نازکی رخ مانده برخاکش نگر / وان سینه سودن از تپش برخاک نمناکش نگر
ن برقی که جانها سوختی دل از جفا سرکش ببین / شوخی که خونهاریختی دست از حنا پاکش نگر
آن کو بخلوت باخدا ہرگز نکردی التجا / نالان به پیش ہرکسے از جور افلاکش نگر
تانام غم بردی زبان میگفت دریا در میان / دریای خون اکنون روان از چشم سفاکش نگر
ن آن سینه کز چشم جهان مانند جان بودی نهان / اینک پیراهن عیان از روزن چاکش نگر
برمقدم صید افگنی گوشی برآوازش ببین / درباز گشت توسنی چشمے بفتراکش نگر
ن بر آستان دیگرے درشکر دربانش ببین / درکوی از خود کمترے در رشک خاشاکش نگر
تاگشته خود نفرین شنو تلخست در لب خنده اش / زهری که پنهان میخورد پیدا از تریاکش نگر
باخوبی چشم و دلش با گرمی آب و گلش / چشم گهر بارش ببین آهِ شرر ناکش نگر
ن خواند بامید اثر اشعار غالب ہرسحر
از نکته چینی در گذر فرہنگ وادراکش نگر

ز

(۱۶۲)

یارب ز جنون طرح غمی در نظرم ریز — صد بادیہ در قالب دیوار و درم ریز ن

از مہر جہانتاب امید نظرم نیست — این تشت پر از آتش سوزان بسرم ریز ن

دل را ز غم گریۂ بی رنگ بجوش آر — اجزای جگر حل کن و در چشم ترم ریز

ہر برق کہ نظارہ گدازست نہادش — بگذار و بہ پیمانۂ ذوق نظرم ریز

سرمست می لذت دردم بخرام آر — وین شیشۂ دل بشکن و در رہگذرم ریز

ہر خون کہ عبث گرم شود در دلم افگن — ہر برق کہ بیصرفہ جہد بر اثرم ریز ن

ہر جا نم آبیست بمژگان ترم بخش — از قلزم و جیحون کف خاکی بسرم ریز

از شیشہ گر آئین نتوان بست شبم را — باری گل پیمانہ بجیب سحرم ریز

گیرم کہ بہ افشاندن الماس نیرزم — مشتی نمک سودہ بزخم جگرم ریز پ ن

این سوز طبیعی نگدازد نفسم را — صد شعلہ بیفشار و بہ مغز شررم ریز

مسکین خبر از لذت آزار ندارد — خارم کن و در رہ گذر چارہ گرم ریز

وجہی کہ بہ پامزد توان داد ندارم — آبم کن و اندر قدم نامہ برم ریز

دارم سر ہمطرحی غالب چہ جنون ست
یارب ز جنون طرح غمی در نظرم ریز

۱۶۳ *

ن ای شوق بما عربده بسیار میاموز — ابرام بدریوزهٔ دیدار میاموز

از نغمهٔ مطرب نتوان لخت دل افشاند — ای نالهٔ پریشان رو هنجار میاموز

ن صورت کده شد کلبهٔ من سر بسر ای چشم — انگیختن نقش ز دیوار میاموز

پ همت ز دم تیشهٔ فرهاد طلب کن — مجنون مشو و مردن دشوار میاموز

ای غمزه زهم طرحی نخجیر چه خیزد — رم شیوهٔ آهوست بدلدار میاموز

منگر بسوی نعش من و لب مگز از ناز — جان دادن بیهوده با غیار میاموز

با غنچه مگردان ورق بحث شگفتن — برداشتن پرده ز رخسار میاموز

طوطی شکرش طعمهٔ بلبل جگرش قوت — جان تازه کن از ناله و گفتار میاموز

از ذوق میان تو شدن سر بسر آغوش — بیمهر فن ماست بزنار میاموز

بلبل ز خراش رخ گلبرگ بیندیش — شغل نگهٔ شوق به منقار میاموز

سر رشتهٔ هر کار نگهدار به مستی — ۲ آشفتگی طره بدستار میاموز

غالب هله کردار گزاران به کمینند
گفتم بتو آزاده روو کار میاموز

۱۶۴

ن خون قطره قطره می چکد از چشم تر هنوز — نگسسته ایم بخیهٔ زخم جگر هنوز

با آنکه خاک شد بسر راه انتظار — پرمیزند نفس بهوای اثر هنوز

نسـ ن تا خود پس از رسیدن قاصد چه رو دهد — خوش می کنم دلی بامید خبر هنوز

بختم ز بزم عیش بغربت فگنده من — هستم چنانکه پا نشناسم ز سر هنوز

---

* از نسخه‌های گل رعنا طبق روایت مالک رام) ۲، در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً) مدفن سال ۱۸۴۵م/۱۲۶۱ه اضافه شده (عابدی) نیز در نسخهٔ مرتب این بیت را دارد (عابدی)

دیدار جوست دیدهٔ ودارد خجل مرا ‌ ‌ ‌ از جوش دل نه بستن راهِ نظر هنوز
شد روز رستخیز و بیادِ شبِ وصال ‌ ‌ ‌ محروم همسان بلذت بیم سحر هنوز
ای سنگ بر تو دعوی طاقت مسلمست ‌ ‌ ‌ خود را ندیدهٔ بکف شیشه گر هنوز
پرویز نست تار کم از زخم خار پا ‌ ‌ ‌ از سر برون نرفته هوای سفر هنوز
بلبل سزد ز غیرتِ پروانه سوختن ‌ ‌ ‌ رنگین بر شعله نیست ترا بال و پر هنوز
غالب نگشته خاک براهت تو و خدا
گردیست پرفشان بسر ره گذر هنوز

(۱۶۵)

یقین عشق کن و از سر گمان برخیز ‌ ‌ ‌ به آشتی بنشین یا به امتحان برخیزن
گل از تراوش شبنم بدست چشمک زن ‌ ‌ ‌ ز رخت خواب بلبهای می چکان برخیز
ببزم غیر چه جوئی لب کرشمه ستای ‌ ‌ ‌ بدور باش تقاضای الامان برخیز
بجرا بسنگ و گیا پیچی ای زبانه طور ‌ ‌ ‌ زراه دیده بدل در رو و زجان برخیز
تو دودی ای گله کام و زبانش در خور تست ‌ ‌ ‌ بدل فروشو و از مغز استخوان برخیزن
گر از کشاکش جا رفته خودی باقیست ‌ ‌ ‌ بذوق آنکه نباشی ازین میان برخیز
فناست آنکه بدان کین ز روزگار کشی ‌ ‌ ‌ غبار گرد و ازین تیره خاکدان برخیز
رقیب یافته تقریب رخ بپا سودن ‌ ‌ ‌ ترا که گفت که از بزم سرگران برخیز
عیادت ست نه پرخاش تندخوئی چیست ‌ ‌ ‌ بیاد غمزده بنشین و لب گران برخیز
ن سبوچه دهمت هر سحر زمی غالب
خدای را ز سر کوچهٔ مغان برخیز

(۱۶۶) *

ن با همه گم گشتگی خالی بود جایم هنوز   گاه گاهی در خیال خویش می آیم هنوز

تا سرِ خار کدامین دشت در جان می خلد   کز هجوم شوق می خارد کفِ پایم هنوز ۲

خشک شد چندانکه می جزو بدن شد شیشه را   همچنان گویی در انگور است صهبایم هنوز

بعد مردن مشتِ خاکم در نوردِ صرصر ست   بیقراری میزند موج از سراپایم هنوز

تازه دور افتادهٔ طرفِ بساطِ عشرتم   میتوان افشردِ می از لای پالایم هنوز

چشم از جوشِ نگه خون گشت و از مژگان چکید   همچنان در حلقهٔ دامِ تماشایم هنوز

صد قیامت در نوردِ هر نفس خرسن گشته است ۳   من ز خامی در فشارِ بیمِ فردایم هنوز

تا کجا یارب فرو شست از تنک من ظلمت ز خاک   لاله بیداغ از زمین روید بصحرایم هنوز

با تغافل بر نیاید طاقتم لیک از هوس   در تمنای نگاه بی محابایم هنوز

همرهان در منزل آرامید و غالب ز ضعف
پا برون نا رفته از نقشِ کفِ پایم هنوز

---

* از غزلهای 'گل رعنا' (طبق روایت مالک رام) ۔ ۲: 'ذوق' بجای 'شوق' (ایضاً)، ۳: 'شکنج' بجای 'نورد' (ایضاً)



۱۶۷

داغِ تلخ گویانم لذّت سم از من مپرس | محوِ تند خویانم حیرت رم از من مپرس ن

موجی از شرابستم لختی از کباستم | شورِ من هم از من جو سوزِ من هم از من مپرس ن

نیست با غنودنها برگ پرکشودنها | از عدم بتن آمد سعیِ آدم از من مپرس

نفس چون زبون گردد دیو را بفرمان گیر | محرمِ سلیمانم نقشِ خاتم از من مپرس

ای که در دل آزاری بیش را کم انگاری | در شمارِ غمخواری بیشیِ کم از من مپرس

بوسه از لبانم ده عمرِ خضرؑ از من خواه | جام می به پیشم نه عشرتِ جم از من مپرس

تیغِ غمزه با اغیار آنچه کرد میدانی | خنجرِ تغافل را تیزیِ دم از من مپرس ن

خلد را نهادم من لطفِ کوثر از من جوی | کعبه را سوادم من شورِ زمزم از من مپرس ن

دردِ من بود غالب یا علیِؑ بوطالب
نیست بخل با طالب اسمِ اعظم از من مپرس

(۱۶۸)

ن کاشانه نشین عشوه گری را چه کند کس — بی فتنه سر ره گذری را چه کند کس

بگداخت دل از ناله مگر ایچهمه بس نیست — بیهوده امید اثری را چه کند کس

کیموس مپیمای وز اخلاط مفرمای — تا دشنه نباشد جگری را چه کند کس

در هدیه دل و دین بصد ابرام پذیرد — منت نه سرمایه بری را چه کند کس

انصاف دهم چون نگراید بمن از مهر — دلدادهٔ آشفته سری را چه کند کس

با خویشتن از رشک مدارا نتوان کرد — در راه محبت خضری را چه کند کس

ن گر سرخوشی از باده مرادست بیا شام — واعظ تو و یزدان خبری را چه کند کس

ن تا یافته بارم بر نزاندن چه شکیبم — گیرم که خود از تست دری را چه کند کس

آن نیست که صحرای سخن جاده ندارد — واژون روش کج نگری را چه کند کس

غالب بجهان بادشهان از پی دادند
فرمان ده بیدادگری را چه کند کس

(۱۶۹)

لطفی به تحت هر نگه خشمگین شناس — آرایش جبین شگرفان ز چین شناس

باز آ که کار خود به نگاهت سپرده ایم — ما را خجل ز تفرقهٔ مهر و کین مشناس

ن بی پرده تاب محرمی راز ما مجوی — خون گشتن دل از مژهٔ آستین شناس

داغم که وحشت تو بیفزود انتظار — جز صید رام دیدهٔ نباشد کمین شناس

میخواهد انتقام ز هجران کشیدنی — خون گرمی دل از نفس آتشین شناس

آرایش زمانه ز بیداد کرده اند — هر خون که ریخت غازهٔ روی زمین شناس

در راهِ عشق شیوهٔ دانش قبول نیست — حیف ست سعیِ هرزه پا ز جبین شناس

از دهر غیرِ گردشِ رنگی پدید نیست — این روز و شب سرابِ گل و یاسمین شناس

حسرت صلای ربطِ سر و دست میزند — نقشِ ضمیرِ شاه ز تاج و نگین شناس

بی غم نهاد مرد گرامی نمی شود — زنهار قدرِ خاطرِ اندوهگین شناس ن

دورِ قدح بنوبتِ میخوارگان گرو — آوخ ز ساقیانِ یسار و یمین شناس

غالب بمذاقِ ما نتوان یافتن زما
رو شیوهٔ نظیری و طرزِ حزین شناس

(۱۷۰)

تیغ از نیام بیهده بیرون نکرده کس — مارا بهیچ کشته و ممنون نکرده کس ن

فرصت ز دست رفته و حسرت فشرده پای — کار از دوا گذشته و افسون نکرده کس

داغم ز عاشقان که ستمهای دوست را — نسبت بمهربانیِ گردون نکرده کس

یا پیش ازین بلای جگر تشنگی نبود — یا چون من التفات بجیحون نکرده کس

یارب بزاهدان چه دهی خلد رایگان — جورِ بتان ندیده و دل خون نکرده کس ن

جان دادن و بکام رسیدن بسا ولی — آه از بهای بوسه که افزون نکرده کس

شرمندهٔ دلیم و رضاجوی قاتلیم — ما چون کنیم چاره خود چون نکرده کس

پیچد بخود ز وحشتِ من پیش بین من — تشبیه من هنوز به مجنون نکرده کس

گیرد مرا به پرسشِ بیرنگیِ سرشک — گویی حسابِ اشکِ جگرگون نکرده کس

غالب ز حسرتی چه سرایی که در غزل
چون او تلاشِ معنی و مضمون نکرده کس

غزل ۱۷۰ : بین ۲۶ ستمبر ۱۸۲۸ء / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۴۳ھ و ۲۱ نومبر ۱۸۳۸ء / ۳ شوال ۱۲۵۴ھ (حاشیہ)

(۱۷۱)

هر کرا بینی زمی بیخود ثنایش مینویس — بهر دفع فتنه حرزی از برایش مینویس

ای رقم سنج یمین دوست بیکاری چرا — خود سپاس دست خنجر آزمایش مینویس

آنچه همدم هر شب غم بر سرم می بگذرد — هر سحر یکسر بدیوار سرایش مینویس

گر همین ریو و عز لود رنگ نیرنگست و بس — هر کجا شیخیست کافر ماجرایش مینویس

خواری کاندر طریق دوستداری رو دهد — از مداد سایهٔ بال همایش مینویس

میفرستی نامه وین را چشم زخمی در پیست — چشم حاسد کور بادا در دعایش مینویس

هر که بعد از مرگ عاشق بر مزارش گل برد — فتوی از من در بتان زود آشنایش مینویس

ل رحمی از معشوق هر جا در کتابی بنگری — بر کنار آن ورق جانها فدایش مینویس

ای که با یارم خرامی گر دل و دستیت هست — نام من در رهگذر بر خاک پایش مینویس

هر کجا **غالب** تخلص در غزل بینی مرا
می تراش آنرا و مغلوبی بجایش مینویس

غزل ۱۷۱، بیت ۲ — در تمام نسخه ها باستثنای نسخهٔ ۱۸۳۸ء/۱۲۵۴ھ این بیت وجود دارد۔



(۱۷۲)

نیست معبودش حریفِ تابِ نازآوردنش — پیش آتش دیده ام روزی نیازآوردنش

موعظت را سنگسار قلقل مینا کند — از رهِ گوشم بدل یکره فرازآوردنش

تا خود از بهر نثار کیست می میرم ز رشک — خضر و چندین کوشش و عمر درازآوردنش

رحمتِ حق باد بر همدم کہ داند مست مست — بر سرِ نعشم بتقریبِ نمازآوردنش

شوق گستاخست و من در لرزه کاخر سهل نیست — صبحدم در دل بچشمِ نیمبازآوردنش

وای، ما گر غیر اندر خاطرش جا کرده است — رفتن و پیرایه و پیرایه سازآوردنش

امتحان طاقت خویشست از بیداد نیست — خلق را در ناله های جانگدازآوردنش

چون نمیرد قاصد اندر ره کہ رشکم بر نتافت — از زبانت نکته های دلنوازآوردنش

مفت یارانِ وطن کز سادگیهای منست — در غریبی مردن و از جو بازآوردنش

بیز بانیهای **غالب** را چه آسان دیده‌ای
ای تو ناسنجیده تاب ضبط رازآوردنش

غزل ۱۷۲، بیت ۴ـ تمام نسخه‌ها باستثنای نسخهٔ ۱۸۳۸م/ ۱۲۵۴ه 'مست هست' دارد، 'مست مست'۔

(۱۷۳)

مپرس حال اسیری که در خمِ هوسش — بقدر کسبِ هوا نیست روزنِ قفسش

ن بعرضِ شهرتِ خویش احتیاج ما دارد — چو شعله که نیاز او فتد بخار و خسش

صفا نیافته قلب از غش و مرا عمریست — که غوطه میدهم اندر گداز هر نفسش

زیاس گشته سگ نفس در تلاش دلیر — مگر ز رشتهٔ طول امل کنم مرسش

ن ز رنگ و بوی گل و غنچه در نظر دارم — غبار قافلهٔ عمر و نالهٔ جرسش

مرا به غیر زیک جنس در شمار آورد — فغان که نیست ز پروانه فرق تا مگسش

جگر ز گرمی این جرعه تشنه تر گردید — فغان ز طرز فریبِ نگاه نیم رسش

ن خوشم که دوست خود آشنای بیوفا باشد — که در گمان نگاهم امیدگاه کسش

بهار پیشه جوانی که غالبش نامند
کنون ببین که چه خون میچکد ز هر نفسش

(۱۷۴)

ن خوشا حالم تن آتش بستر آتش — سپندی کو که افشانم بر آتش

ن ز رشکِ سینهٔ گرمی که دارم — کشد از شعله بر خود خنجر آتش

به خلد از سردیِ هنگامه خواهم — برافروزم بگرد کوثر آتش

خنک شوقیکه در دوزخ بغلتد — می آتش شیشه آتش ساغر آتش

دلی دارم که در هنگامهٔ شوق — سرستش دوزخ ست و گوهر آتش

بسان موج میبالم بطوفان — برنگ شعله میرقصم در آتش

بدان ماند ز شاهد دعوی مهر — که ریزد از دم افسون گر آتش

دلم را داغ سود رشک پسند   مزن یارب بجان کافر آتش

چهارست آنکه هر یک را ازان چار   بود از ناخوشی آبشخور آتش

قمر در عقرب و غالب بدهلی

سمندر در شط و ماهی در آتش

(١٧٥)

دود سودائی تنق بست آسمان نامیدمش   دیده بر خواب پریشان زد جهان نامیدمش ن

وهم خاکی ریخت در چشم بیابان دیدمش   قطرهٔ بگداخت بحر بیکران نامیدمش

باد دامن زد بر آتش نوبهاران خواندمش   داغ گشت آن شعله از مستی خزان نامیدمش ن

قطرهٔ خونی گره گردید دل دانستمش   موج زهرابی بطوفان زد زبان نامیدمش

غربتم ناسازگار آمد وطن فهمیدمش   کرد تنگی حلقهٔ دام آشیان نامیدمش

بود در پهلو به تمکینی که دل می گفتمش   رفت از شوخی به آئینی که جان نامیدمش ن

هر چه از جان کاست در مستی بسود افزودمش ٭   هر چه با من ماند از هستی زیان نامیدمش

تا ز من بگسست عمری خوشدلش پنداشتم   چون بمن پیوست لختی بدگمان نامیدمش

او به فکر کشتن من بود آه از من که من   لاابالی خواندمش تا مهربان نامیدمش

تا نهم بر وی سپاس خدمتی از خویشتن   بود صاحبخانه اما میهمان نامیدمش ن

دل زبان را رازدان آشنائیها نخواست   گاه بهمان گفتمش گاهی فلان نامیدمش

هم نگه جان می ستاند هم تغافل می کشد   آن دم شمشیر و این پشت گران نامیدمش

در سلوک از هر چه پیش آمد گذشتن داشتم   کعبه دیدم نقش پای رهروان نامیدمش

بر امید شیوهٔ صبرآزمائی زیستم   تو بریدی از من و من امتحان نامیدمش پ ن

٭: این بیت در نسخهٔ سال ١٨٤١م/١٢٥٧ھ اضافه شد (عابدی) غزل ١٧٥: ابیات ٧ نسخهٔ مرتبه در نسخهٔ ١٨٤٢م، ١٢٠٧ر(؟) نسخهٔ ١٨٤٥م: بیت پنجم

بود غالب عندلیبی از گلستان عجم
من ز غفلت طوطی هندوستان نامیدمش

۱۷۶

پ ل ن زلکنت می تپد نبض رگ لعل گهربارش — شهید انتظار جلوهٔ خویشست گفتارش
ن ادای لاابالی شیوه مستی در نظر دارم — سر پرشورم از آشفتگی ماند بدستارش
ندانم رازدار کیست نخل کز ناشکیبائی — کشم تا یک نفس لرزد بخود صد ره ز هنجارش
بدین سوزم رواجی نیست ہی فرهاد را نازم — که از تاب شرار تیشه گرمست بازارش
چو بینم زلف خم در خم بعارض هشته گویم — که اینک حلقه در گوش کمند عنبرین تارش
زهم پاشیدن گل افگند در تاب بلبل را — اگر خود پاره های دل فروریزد ز منقارش
ن بتی دارم که گوئی گر بروی سبزه بخرامد — زمین چون طوطی بسمل تپد از ذوق رفتارش
بدا گر دوست زندان مرا تاریک بگذارد — بدین حسنی که در گیرد چراغ از تاب رخسارش
بنای خانه ام ذوق خرابی داشت پنداری — کز آمد آمد سیلاب در رقصست دیوارش
غمم افگنده در دشتی که خورشید درخشان را — گدازد زهره وقت جذب شبنم از سر خارش
ن وکالت کرد خواهم روز محشر کشتگانش را — نباشد تا در آن هنگامه جز با من سر کارش

پ ل ن نه از مهرست کز غالب بمردن نیستی راضی
سرت گردم تو میدانی که مردن نیست دشوارش

۱۷۷

ن من و نظارهٔ روئی که وقت جلوه از تابش — همی بر خویشتن لرزد بس آئینه سیمابش
ن بذوق باده داغ آن حریف دوزخ آشامم — که هرجا بنگرد آتش بگردد در دهن آبش

زلیخا چهره با یعقوب شد نازم محبت را
ببوی پیرهن ماند قماش پرده خوابش

بگیتی ترک ذوق کامجوئی مشکلست امّا
نوید خرّمی آنرا که گیرد دل ز اسبابش

بفیض شرع بر نفس مزوّر یافتم دستی
چو آن دزدی که گیرد شحنه ناگاهان بمهتابش ن

بمستی چتر بستن های طاوس است پنداری
نشست ساقی و انگیز مینای می نابش

خرابی چون پدید آید بطاعت داوری زاهد
خمیده نهای دیوار سرا گردید محرابش

بساطی نیست بزم عشرت قربانی ما را
مگر بافند از تار دم ساطور قصابش

ز تار شمع تیز آهنگ ذوق نازمی بالد
بشرط آنکه سازی از پر پروانه مضرابش

منازای منعم دوی ماه گلخن تاب را بنگر
که خوابش مخمل و خاکستر گرمست سنجابش

ن ازین رخت شراب آلودات ننگ آیدم غالب
خدا را یا بشو یا بفگن اندر راه سیلابش

(۱۷۸)

خوشا روز و شب کلکته و عیش مقیمانش
تو در ز مهر و مکناتن بهادر ماه تابانش

سکندر با همه گردن کشی چاوش درگاهش
ارسطو با همه دانشوری طفل دبستانش

کمند گردن شیران رم جولان شبدیزش
جواهر سرمهٔ چشم غزالان گرد میدانش

باندازِ تمنّا غائبان را دل گرفتارش
بهنگام تماشا حاضران را دیده حیرانش

تن سهراب و رستم رعشه دار از بیم شمشیرش
سر اسکندر و دارا فگار از چوب دربانش

زبانها ساتگین گردان پرسشهای پیدایش
نفسها باده پیمای نوازشهای پنهانش

بذوق لطف عاجز پروری لمانکو خواهش
بشکر فیض نصفت گستری بهاشنا خوانش

شمار جوهر اسرار دانائی ز ایمایش
فروغ جبههٔ منشور خاقانی ز عنوانش

غزل ۱۷۸ : در نسخهٔ مرتب بیت ششم موخر و بیت پنجم مقدم است

هم از خوبی بجرم اندُ دل افروز ست گفتارش هم از مردی برزم اندر جگر دوز ست پیکانش

اگر گوئی مروت گویم آن رنجی ز گفتارش اگر گوئی فتوت گویم آن بوئی ز بستانش

بمدحش گرچه کم گفتم دلی زان گونه دُر سفتم

که در سلکِ غزل جا داده ام غالب بدیوانش



(۱۷۹)

چون عکس پل بسیل بذوق بلا برقص — جا را نگاه دار و هم از خود جدا برقص

نبود وفای عهد دمی خوش غنیمت است — از شاهدان بنازش عهد وفا برقص

ذوقیست جستجو چه زنی دم ز قطع را — رفتار گم کن و بصدای درا برقص

سرسبز بوده و چمنها چمیده ایم — ای شعله در گداز خس و خار ما برقص

هم بر نوای چغد طریق سماع گیر — هم در هوای جنبش بال هما برقص

در عشق انبساط بپایان نمیرسد — چون گردباد خاک شو و در هوا برقص

فرسوده رسم های عزیزان فرو گذار — در شور نوحه خوان و ببزم عزا برقص

چون خشم صالحان و ولای منافقان — در نفس خود مباش ولی بر ملا برقص

از سوختن الم ز شگفتن طرب مجوی — بیهوده در کنار سموم و صبا برقص

غالب بدین نشاط که وابسته که — بر خویشتن ببال و به بند بلا برقص



۱۸۰

ن دل در غمش بسوز که جان میدهد عوض — ور جان دهی غمی به ازان میدهد عوض

فارغ مشو ز دوست بمی در ریاض خلد — از ما گرفت آنچه همان میدهد عوض

داغم از ان حریف که چون خانمان بسوخت — چشمی بسوی در نگران میدهد عوض

سرمایهٔ خرد بجنون ده که این کریم — یک سود را هزار زیان میدهد عوض

بنود سخن سرائی ما رایگان که دوست — دل میبرد ز ما و زبان میدهد عوض

ن از هرچه نقش وهم و گمانست درگذر — کو خود برون ز وهم و گمان میدهد عوض

آن را که نیستی نظر از ماه و مشتری — چشم سهیل و زهره فشان میدهد عوض

نازم بدست سبحه شماریکه عاقبت — شوقش کف پیاله ستان میدهد عوض

آه از غمش که چون ز دل آرام می برد — ناسازئی ز همنفسان میدهد عوض

ن پاداش هر وفا بجفای دگر کند
غالب ببین که دست چسان میدهد عوض



(۱۸۱)

گوئی که هان وفا کروی بوده است شرط — آری همین ز جانب ما بوده است شرط (ت)

هی هی نه یاد داشت نخستینه شرط بود — گفتی ز یاد رفت چها بوده است شرط

بس نیست اینکه می گذرد در خیال ما — گفتی به عشق آه و بکا بوده است شرط

لب بر لبت نهادن و جان دادن آرزوست — در عرض شوق حسن ادا بوده است شرط

میرم ز رشک گر همه نوبت بمن رسد — کامیزش شمال و صبا بوده است شرط

گو در میان نیامده باشد دلی بدهر — اندازهٔ ز بهر جفا بوده است شرط

گر مست دم بناله سرشکی فرو ببار — پاکی پی بساط دعا بوده است شرط

همدم نمک بزخم دلم مشت مشت ریز — آخر نه پرستشی بسزا بوده است شرط

تا نگذرم ز کعبه چه بینم که خود ز دیر — رفتن به کعبه و بقفا بوده است شرط (ن)

(ن) غالب بعالمی که توئی خون دل بنوش
از بهر باده برگ نوا بوده است شرط

(۱۸۲)

ن تکیه بر عهد زبان تو غلط بود غلط — کاین خود از طرز بیان تو غلط بود غلط

ن آنکه گفت از من خسته به پیش تو رقیب — که غلط بود بجان تو غلط بود غلط

غنچه را نیک نظر کردم ادائی دارد — وین که ماند بدهان تو غلط بود غلط

دل نهادن به پیام تو خطا بود خطا — کام جستن ز لبان تو غلط بود غلط

ن زین مسلّم که لب هیچ مگوئی داری — خاطر سِرّ بپیچیدان تو غلط بود غلط

هر جفای تو بپاداش وفائیست هنوز — دعوی ما به گمان تو غلط بود غلط

ن آخرای بوقلمون جلوه کجائی کاینجا — هرچه دادند نشان تو غلط بود غلط

شوق بشتافت سر رشتهٔ وهمی ورنه — هستی ما و میان تو غلط بود غلط

آن تو باشی که نظیر تو عدم بود عدم — سایه در سرو روان تو غلط بود غلط

می پسندی که بدین زمزمه میرد غالب
تکیه بر عهد زبان تو غلط بود غلط



(۱۸۳)

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ | ترا که هست و نیاشامی از بهار چه حظ ن
خوشست کوثر و پاکست باده گر دوست | ازان رحیق مقدس، زین خمار چه حظ پ ن
چمن پر از گل و نسرین و دلربائی نی | بدشت فتنه ازین گرد بی سوار چه حظ
بذوق بی خبر از در درآمدن محروم | بوعده ام چه نیاز و ز انتظار چه حظ ن
درآنچه من نتوانم ز احتیاط چه سود | بدانچه دوست نخواهد ز اختیار چه حظ
چنین که نخل بلندست و سنگ ناپیدا | ز میوه تا نفتد خود ز شاخسار چه حظ
نه هر که خونی و رهزن بپایه منصورست | بدین حفیظ طبیعی ز اوج دار چه حظ
به بند زحمت فرزند و زن چه می کشیم | ازین نخواسته غمهای ناگوار چه حظ
تو آنی آنکه نشانی بجای رضوانم | مرا که محو خیالم ز کار و بار چه حظ

بعرض غصه نظیری وکیل غالب بس
اگر تو نشنوی از ناله های زار چه حظ

(۱۸۴)

ن تا رغبت وطن نبود از سفر چه حظ — آنرا که نیست خانه به شهر از خبر چه حظ

از ناله مست زمزمهٔ رام همنشین برو — چون نیست مطلبی ز نوید اثر چه حظ

در هم فگنده ایم دل و دیده را ز رشک — چون جنگ با خود است ز فتح و ظفر چه حظ

دلهای مرده را به نشاط نفس چه کار — گلهای چیده را ز نسیم سحر چه حظ

ن تا فتنه در نظر ننهی از نظر چه سود — تا دشنه بر جگر نخوری از جگر چه حظ

زانسوی کاخ روزن دیوار بسته اند — بی دوست از مشاهدهٔ بام و در چه حظ

لرزد همی ز جان دوست دل ساده ام ز مهر — بیچاره را ز غمزهٔ تاب کمر چه حظ

چون پردهٔ محافه بیالا نمی زند — از وی بداعیانِ سرِ رهگذر چه حظ

ن باید نخست نکتهٔ غالب به آب زد

بی آنکه در چه می شود از سیم و زر چه حظ

ع

۱۸۵

تا تف شوق تو انداخته جان در تن شمع
شرر از رشتهٔ خویشست به پیراهن شمع

جان بناموس وهی چند فراهم شده اند
ورنه خود با تو چه بود ست رگ گردن شمع

مجمعی از دل ٔ جانست بگرد در دوست
تودهٔ از پر و بالست به پیراهن شمع

روزم از تیرگی آن وسوسه ریزد بنظر
که شب تار بهنگام فرو مردن شمع

بی تو از خویش چه گویم که ببزم طربم
پردهٔ گوش گل افگار شد از شیون شمع

نازم آن حسن که در جلوه ز شهرت باشد
خاطر آشوب گل و قاعده برهمزن شمع

بر نتابد ز بتان جلوه گرفتار کسی
صبح را کرده هوا داری گل دشمن شمع

می گدازم نفسی بی شرر و شعله و دود
داغ آن سوز نهانم که نباشد فن شمع

وقت آرایش ایوان بهارست که باز
که از جوش گل و لاله بود معدن شمع

غالب از هستی خویشست عذابی که مراست
هم ز خود خار غم آویخته در دامن شمع

(۱۸۶)

ن شادم که بر انکار من شیخ و برهمن گشته جمع | کز اختلافِ کفر و دین خود خاطرم گ ہ ح

مقتول خویشانِ خودم جوید خون ریز مرا | زینان که بر نعش منند از بهر شیون گشته جمع

در گریه تا رفتم ز خود اندوهم از سر تازه شد | بر هیئت دل لختها باز م بدامن گشته جمع

رفتم بذوق روی او چون بلیم اندر کوی او | هم رفته نقد بوریا هم سنگ و آهن گشته جمع

ن ای آنکه بر خاک درش تنهای بیجان دیدهٔ | بر گوشهٔ بامش نگر جانهای بی تن گشته جمع

تازم ادای پر فنش کز کشتگان در محشرش | کنجی ز مغفر گشته پر کنجی ز جوشن گشته جمع

خطش بتاراج دلم کار تبسم میکند | بر برق چشمک ریز نم مورم بخرمن گشته جمع

ای عاشق بیچاره را در کوه و صحرا داده سر | فوجی ز خویشانش نگر در کوی رهزن گشته جمع

هی هی چه خوش باشد بدی آتش به پیش و مرغ وی | از بذله سنجان چند کس در یک نشیمن گشته جمع

ن صحبت دگرگون اخر غالب چه خسپی بی خبر
نیکان بمسجد رفته در رندان بگلشن گشته جمع



۱۸۷

بخون تپیم بسر ره گذر دروغ دروغ — نشان دهیم برہت صد خطر دروغ دروغ ن

مرد بگفت بدآموز و بیمناک مباش — من و ز نالهٔ تلاش اثر دروغ دروغ

فریب وعدهٔ بوس و کنار یعنی چه — دهن دروغ دروغ و کمر دروغ دروغ

طراوت شکن جیب و آستینت کو — ز نامه دم مزن انکاره بر دروغ دروغ ن

من و بذوق قدم ترک سر درست درست — تو و ز مهر بخاکم گذر دروغ دروغ

تو و ز بیکسیم اینهمه شگفت شگفت — من و به بندگیت اینقدر دروغ دروغ

اگر بمهر نخواندی بناز خواهی کشت — نه هرچه وعده کنی سربسر دروغ دروغ

دگر کرشمه در ایجاد شیوهٔ نگهیست — تو و ز عربده قطع نظر دروغ دروغ

درین ستیزه ظهوری گواه غالب بس

من و ز کوی تو عزم سفر دروغ دروغ

۱۸۸

ن هنگام بوسه برلبِ جانان خورم دریغ | در تشنگی بچشمۂ حیوان خورم دریغ
ص آن سادہ روستائی شهرِ محتشم | کز پیچ و خم بزلف پریشان خورم دریغ
درشکم از صلا و طلوم ز دور باش | برخوان وصل و نعمتِ الوان خورم دریغ
خواهم ز بهر لذّتِ آزار زندگی | بر دل بلافشانم و بر جان خورم دریغ
رفتار گرم و تیشۂ تیزم سپردہ اند | از خویشتن بکوہ و بیابان خورم دریغ
ص از خود برون نرفتہ و در هم فتادہ تنگ | در راہ حق بگبر و مسلمان خورم دریغ
ن زین دود و زین شرارہ کہ در سینۂ منست | سازم سپهر گرنہ بسامان خورم دریغ
دل زان تست هدیۂ تن کن کنار و بوس | چند از تو بر نوازشِ پنهان خورم دریغ
کاری ندیدہ آنکہ توان در من آفرید | در شورہ زار خویش بباران خورم دریغ

غالب شنیدہ ام ز نظیری کہ گفتہ است
نالم ز چرخ گرنہ بہ افغان خورم دریغ



(۱۸۹)

گل و شمعم بمزار شهدا گشت تلف ‌‌‌‌ — ‌ نشدی راضی و عمرم بدعا گشت تلف ن

سعی در مرگ رقیبان گرانجان کردی — میشناسم که چه از ناز و ادا گشت تلف

با غمت مرگ پدر سنجم و گویم هیهات — نالهٔ چند که در کار قضا گشت تلف

آمدی دیر بپرسش چه بشارت آرم — من و عمری که باندوه و دعا گشت تلف ن

رنگ و بو بود ترا برگ و نوا بود مرا — رنگ و بو گشت کهن برگ و نوا گشت تلف

گل و مل باید و داغم که درین رنج دراز — هرچه بود از زر و سیم به دوا گشت تلف

بال و پر شاید و میرم که درین بند گران — تاب و طاقت بخم دام بلا گشت تلف

لطف یک روزه تلافی نکند عمری را — که بدریوزهٔ اقبال جفا گشت تلف

گیرم امروز دهی کام دل آن حسن کجا — اجر ناکامی سی سالهٔ ما گشت تلف ن

کاش پایهٔ فلک از سیر بماندی **غالب**

روزگاری که تلف گشت چرا گشت تلف

غزل ۱۸۹ بیت ۹ - نسخه ۱۸۳۸م / ۱۲۵۴ھ: کجاست؛ در سایر نسخه ها: کجا؛

۱۹۰

ن ای کرده عزمم بیخبر شوزین نشانها یکطرف — رختم بساحل یکطرف شستم بدریا یکطرف

ن از عشق و حسن ما و تو باهم گر در گفتگو — خسرو بمجنون یکطرف شیرین به لیلا یکطرف

تا دل بدنیا داده ام در کشمکش افتاده ام — اندوه فرصت یکطرف ذوق تماشا یکطرف

اے بسته در بزم اثر بر غارت هوشم کمر — مطرب بالحان یکطرف ساقی به صهبا یکطرف

خارافگنان در راه من تیره سان برق آه من — طفلان نادان یکطرف پیران دانا یکطرف

وامانده در راه وفا از بیخودی ها جا بجا — نقدم بمنزل یکطرف رختم بصحرا یکطرف

با دیده و دل از دو سو ماندم به بند غم فرو — اندوه پنهان یکطرف آشوب پیدا یکطرف

هم مهر دارد هم حیا بر نعشم آریدش چرا — خویشان بشیون یکطرف خصمان بغوغا یکطرف

ن ای آئینه پیش نظر مستانه برخود جلوه گر — رحمی بجان خویش کن غمخواری ما یکطرف

غالب چه تسکینم دهی در هجر آن سرو سهی
رشک رقیبم میکشد فرط تمنا یکطرف

ق

۱۹۱

بگونه می نه پذیرد ز بهد گر تفریق — تجلی تو به دل ہجو می بجام عقیق

براه شوق بر آن آب خون همی گریم — که قطره قطره چو ابرم چکیده از ابریق ن

بجز دمی نکند خسته ام چو سنگ در آب — هجوم ریزش غمهای سخت و قلب رقیق

بهیچ پایه نگشت اضطرار ما زائل — بود ستارهٔ عاشق در اوج دست غریق

بهانه جوست کرم زان که در گزارش کار — نبوده حسن عمل بے علاقهٔ توفیق

هر اکه ذرّه لقب دادهٔ همیں قصم — که نسبتی بزبان تو کرده ام تحقیق

حدیث تشنگی لب به پیر ره گفتم — ز پارهٔ جگرم در دهن نهاد عقیق

براه کعبه هلاکم نمی کنی باور — توای که بهیده باز آمدی ز بیت عتیق

ندیدهٔ به بیابان بزیر خار مغیلان — شکسته مشربهٔ آب و پارهٔ زسویق

ن ترا به پهلوی میخانه جا دهم غالب
بشرط آنکه قناعت کنی ببوی رحیق

(۱۹۲)

شدم سپاس گزار خود از شکایت شوق
رهی ز من بدل بغیش سرایت شوق

ن ص ببزم باده گریبان کشودنش نگرید
خوشا بهانه مستی خوشا رعایتِ شوق

هرآن غزل که مرا خود بخاطرست هنوز
ببانگ چنگ ادا می کند زغایتِ شوق

ص دخان ز آتش یاقوت گرد ماه عجبست
عجب ترست ازین بر لبش حکایتِ شوق

عن غلط کند ره و آید به کلبه ام ناگاه
صنم فریب بود شیوهٔ بدایتِ شوق

عن متاعِ کاسد اهل هوس بهم برزن
کنون که خود شدهٔ شحنه ولایتِ شوق

بخود منازو به آموزگار هم بپذیر
من و نهایت عشق و تو و بدایتِ شوق

مکن بورزش این شغل جهد بیش ترسم
که چون رسی بخط خطوهٔ نهایتِ شوق

تراز پرسش احباب بی نیاز کند
غرورِ یکدلی و نازش حمایتِ شوق

سر تو سبز تراز حرفِ غالب است بدہر
خجسته باد بفرق تو ظلِ رایت شوق



(۱۹۳)

مرد آنکه در هجوم تمنا شود هلاک — از رشک تشنه که بدریا شود هلاک ص ن

گردم هلاک فرهٔ فرجام رهروے — کاندر تلاش منزلِ عنقا شود هلاک ص

نازم به کشتهٔ که چو یابد دوباره عمر — در عذر التفاتِ مسیحا شود هلاک ن

دارم به کنج غمکده رشکِ کسیکه او — در جلوه گاهِ دوست بغوغا شود هلاک

منمای رخ بما که بدعوی نشسته ایم — در خلوتی که ذوق تماشا شود هلاک

با عاشق امتیاز تغافل نشان دهد — تا خود ز شرم شکوهٔ بیجا شود هلاک

نامرد را بلخلخه آسایشِ مشام — مرد از تف سموم بصحرا شود هلاک

با خضر گر نمیروم از بیم ناکسیست — ترسم ز ننگ همرهی ما شود هلاک ن

غم لذتیست خاص که طالب بذوق آن — پنهان نشاط ورزد و پیدا شود هلاک ص

غالب ستم نگر که چو لیم فریز رسے
زینسان بچیره دستی اعدا شود هلاک

(۱۹۴)

ن بحر اگر موج زنست از خس و خاشاک چه باک
باتو ز اندیشه چه اندیشه و از باک چه باک

ﺤ فیض سرگرمی دورِ قدح می دریاب
برگریزست به دی ماه اگر تاک چه باک

ن وحشی نیست اگر خانه چراغی دارد
با دل از تیرگی زاویهٔ خاک چه باک

حاش للّٰه که درین معرکه رسوا گردی
باچنین خستگیم از جگر چاک چه باک

غافل این برق بر اجزای وجودم زده است
مرترا از نفس گرم اثرناک چه باک

بارضای تو ز ناسازیِ ایام چه بیم
با وفای تو ز بی مهریِ افلاک چه باک

ﮨان بگو تا خم زلفت بفشارد دل را
خون صید ار چکد از حلقهٔ فتراک چه باک

دردم از چاره گری ها نه پذیرد تسکین
باچنین زهر ز دم سردی تریاک چه باک

کلک ما تا به کف ماست ز دشمن چه هراس
چون فریدون علم آراست ز ضحاک چه باک

طبعم از دخل خسان باز نه استد ز سخن
شعله را غالب الی آویزش خاشاک چه باک

(۱۹۵)

لنا سبکروحم، بود بار من اندک
چرا نشماری آزار من اندک

تنم فرسود در بند تو بسیار
دلت بخشود بر کار من اندک

ن ازین پرسش که بسیارست از تو
شد اندوه دل زار من اندک

ﮨما نازان حکایت ها که دارم
شنیدستی ز غمخوار من اندک

ز خاصانت گرامی گوهری هست
که میداند ز اسرار من اندک

سر کوچک ولیهای تو گردم
که آسان کرده دشوار من اندک

غزل ۱۹۴ بیت ۴ — نسخهٔ مرتب: «نشوی» بجای «گردی»

برآئی از نورد موجِ تشویر   نہی گر دل بگفتار من اندک

ن مدان کز دستبرد تست گر ہست   متاع صبر در بار من اندک

ن وجودم خوان یغما بود غم را   تو ہم بردی ز بسیار من اندک

نگویم تا نباشد نغز غالب
چہ غم گر ہست اشعار من اندک



۱۹۶

ن اے تراو مرا درین نیرنگ — دہن وچشم ودست ودل ہمہ تنگ
ہم تو خود در کمین خویشتنی — ای برخ ماہ وای بخوی پلنگ
ہان مغنّی کہ در ہوای شراب — می سرائی غزل بنالۂ چنگ
زخمہ می ریز ہم بدین انداز — نغمہ می سنج ہم بدین آہنگ
فرصتت باد ساقی چالاک — ای بدفع غم ایزدے سرہنگ
شیشہ بشکن قدح بہ خم در زن — تا نگنجد درین میانہ درنگ
شود انبان ادیم کو آن فیض — گردد اندہ نشاط کو آن رنگ
پرتو خاص در نہاد سہیل — بادۂ ناب در دیار فرنگ

ن شکوہ و شکر ہرزہ و باطل
غالب و دوست آبگینہ و سنگ



(۱۹۷)

نه مرا دولتِ دنیا نه مرا اجرِ جمیل / نه چو نمرود توانا نه شکیبا چو خلیل ن

با رقیبان کفِ ساقی بمی ناب کریم / با غریبان لبِ جیحون بدمی آب بخیل ن

بُنه و بار به شبگیر در افگنده براه / آنکه دانست سراسیگی صبح رحیل

هان و هان ای گهرین یارهٔ سیمین ساعد / کز دمِ تیغ به لبیسی بزبان خون قتیل

بس کن از عربده تا چند ربائی بفسوس / از گدایان سر و از تارکِ شاهان اکلیل

تو نباشی؛ دگری کوی تو نبود چمنی / کی شد ستیم به دلتنگی جاوید کفیل

ترس موقوف چه شد رشک نبینی که دگر / دارم آهنگ نیایشگری ربِّ جلیل

ای به مسمارِ قضا دوخته چشم ابلیس / بدم گرم روان سوخته بال جبریل[۴] ن

با توام خرمی خاطرِ موسیٰ بر طور / با خودم خستگی لشکرِ فرعون به نیل ن

بر کمالِ تو در اندازه کمال تو محیط / بر وجودِ تو در اندیشه وجود تو دلیل ن

نه کنی چارهٔ لب خشک مسلمانی را / ای به ترسابچگان کرده می ناب سبیل ن

غالب سوخته جان را چه بگفتار آری / بدیاری که ندانند نظیری ز قتیل

(۱۹۸)

ن راهیست کہ در دل فتد از خون رود از دل — ناید بزبان شکوہ و بیرون رود از دل

آتش بدمی آب تسلّی شود در من — خون گردم از آن تف کہ جیحون رود از دل

خواهم کہ غم از کلبۂ من گرد برآرد — تا خواهش پیمودن هامون رود از دل

سیل آمد و جوشی زد و در بحر فرو شد — نیرنگ نگاهش چه بافسون رود از دل

ن با من سخن از سستی اوهام سراید — بکم خرمی فال همایون رود از دل

ن شخصش بخیالم نزند پا بجز بالا — هرچند ز جوش هوسم خون رود از دل

در طبع دگر ره ندهم هیچ هوس را — گر حسرت اشراق فلاطون رود از دل

پ گیرم ز تو شرمندۂ آزرم نباشم — تا رفتن مهر تو ز دل چون رود از دل

ن زان شعر کہ در شکوۂ خوی تو سرایم — لفظم بزبان ماند و مضمون رود از دل

غالب نبود گشت مرا پاره ابرے
جز دود فغانی کہ بگردون رود از دل

(۱۹۹)

داریم در هوای تو مستی ببوی گل — ما رست بادہ کہ تو نوشی بروی گل

اندازہ سنج رشکم و ترسم ز انتقام — پوشم ز شمع چشم و شبنم بسوی گل

برگوشۂ بساط غریب است آشناست — گلبن دیار گل بود و شاخ کوی گل

اندیشه را به نیم ادای توان فریفت — خون کن دلی کہ از تو کند آرزوی گل

ن تا گل برنگ و بوی کہ ماند کہ در چمن — گل در پس گل آمدہ در جستجوی گل

جوش بهار بسکہ مهارش گسسته است — تازد بدشت ناقۂ بیراهه پوی گل

غزل ۱۹۸، بیت ۲ — نسخۂ مرتب: «بدی» بجای «بدم»

هی زود گیر زود گسل هی جگی جگی	در خشم خوی شعله و در مهر خوی گل
زانگه که عندلیب لقب داده مرا	افزوده امید من و آبروی گل ن
در موسم تموز گلابی به تن بریز	تا آب رفته باز بیاید بجوی گل

غالب ز وضع طالعم آید حیا که داشت
چشمی بسوی بلبل و چشمی بسوی گل

(۲۰۰)

تن برکرانه ضائع دل در میانه غافل	چون غرقه که ماند رختش بروی ساحل ن
داغم بشعله زائی انداز برق خاطف	سیمم بنارسائی پرواز مرغ بسمل ن
ذوق شهادتم را دست قضا به حنا	سیر سعادتم را پای ستاره در گل
اندیشه را سراسر حشریست در برابر	نظاره را دمادم برقیست در مقابل
فرسوده گشت پایم از پویه های هرزه	آشفته شد دماغم ز اندیشه های باطل پ
هم در خمار دوشین حالم تبه به صحرا	هم در بهای صهبا رختم گرو بمنزل
شمعم ز روسیاهی داغ جبین خلوت	چنگم ز بینوائی ننگ بساط محفل
راز تو در نهفتن بتخاله ریخت بر لب	تیر تو در گذشتن پیکان گداخت در دل ن
نظاره با ادایت موسیٰ و طور سینا	اندیشه با بلایت هاروت و چاه بابل
با من نموده مجنون بیعت به فن سودا	بر تو فشانده لیلیٰ زیور ز طرف محمل ن

غالب بغصه شادم مرگم بخویش آسان
در چاره نامرادم کارم ز دوست مشکل

غزل ۲۰۰ بیت ۱ – نسخهٔ مرتب: بروی بجای بسوی



(۲۰۱)

ن رفتم که کهنگی ز تماشا برافگنم
در بزم رنگ و بو نمطی دیگر افگنم

در وجد اهل صومعه ذوق نظاره نیست
ناهید را بزمزمه از منظر افگنم

معشوقه را ز ناله بدانسان کنم حزین
کز لاغری ز ساعد او زیور افگنم

ن هنگامه را جحیم جنون بر جگر زنم
اندیشه را هوای فسون در سر افگنم

ن نخلم که هم بجای رطب طوطی آورم
ابرم که هم بروی زمین گوهر افگنم

با غازیان ز شرح غم کارزار نفس
شمشیر را برعشه ز تن جوهر افگنم

با دیریان ز شکوهٔ بیداد اهل دین
مهری ز خویشتن بدل کافر افگنم

ن ضعفم به کعبه مرتبهٔ قرب خاص داد
سجاده گستری تو و من بستر افگنم

تا باده تلخ تر شود و سینه ریش تر
بگدازم آبگینه و در ساغر افگنم

راهی ز کنج دیر به مینو کشوده ام
از خم کشم پیاله و در کوثر افگنم

منصور فرقهٔ علی اللّهیان منم
آوازهٔ انا اسد اللّه در افگنم

ارزنده گوهری چو من اندر زمانه نیست
خود را بخاک رهگذر حیدر افگنم

غالب به طرح منقبت عاشقانه
رفتم که کهنگی ز تماشا برافگنم

(۲۰۲)

برلب یا علی سرای باده روانه کرده ایم — مشرب حق گزیده ایم عیش مغانه کرده ایم

در رهت از نگه روان پیشتریم یکقدم — حکم دوگانه دادهٔ ساز سه گانه کرده ایم

بو که به حشر بشنوی قصهٔ ما و مدعی — تازه ز روی داد شهر طرح فسانه کرده ایم ن

زعم رقیب یکطرف کوری چشم خویشتن — ناوک غمزهٔ ترا دیده نشانه کرده ایم

باده بوام خورده و زر بقمار باخته — وه که ز هرچه ناسزاست هم بسزانه کرده ایم ن

ناله به لب شکسته ایم داغ بدل نهفته ایم — دولتیان مسکیم زر بخزانه کرده ایم

تا بچه مایه سر کنیم ناله بعلت بی غمی — از نفس آنچه داشتیم صرف ترانه کرده ایم پ

خار ز جاده باز چین سنگ بگوشه در فگن — در سر ره گرفتنش ترک بهانه کرده ایم

ناخن غصه تیز شد دل بستیزه خو گرفت — تا بخود اوفتاده ایم از تو کرانه کرده ایم ص

ص غالب ازانکه خیر و شر جز بقضا نبوده است
کار جهان ز پر دلی بی خبرانه کرده ایم

(۲۰۳)

تو گرفتار تو و دیرینه آزاد خودم — وه چه خوش بودی که بودی فی وق بهیاد خودم ص

معنی بیگانهٔ خویشم تکلف برطرف — چون مه نو مصرع تاریخ ایجاد خودم ن

جوهر اندیشه دل خون گشتنی درکار داشت — غازهٔ رخسارهٔ حسن خداداد خودم

از بهار رفته درس رنگ و بو دارم هنوز — در غمت خاطر فریب جان ناشاد خودم

گر فراموشی بفریادم رسد وقتست وقت — رفته ام از خویشتن چندانکه در یاد خودم ن

گرم استغناست با من گرچه مهرش در دلست — تا نباشد دعوی تاثیر فریاد خودم

هر قدم لختی ز خود رفتن بود در بار من — همچو شمع بزم در راه فنا زاد خودم

تا چه خونها خورده ام شرمنده از روی دلم — غنچه آسا هیچش طومار بیداد خودم

ن میدهم دل را ز بیدادت فریب التفات — سادگی بنگر که در دام تو صیاد خودم

عالم توفیق را غالب سواد اعظم

مهر حیدر پیشه دارم حیدرآباد خودم

(۲۰۴)

ن یاد باد آن روزگاران کاعتباری داشتم — آه آتشناک و چشم اشکباری داشتم

ن آفتاب روز رستاخیز یادم میدهد — کاندران عالم نظر بر تابساری داشتم

ن تا که این جلوه ز آن کافر ادا میخواستم — کز هجوم شوق در وصل انتظاری داشتم

ترک تاز صرصر شوق توام از جا ربود — ورنه با خود پاس ناموس غباری داشتم

خون شد اجزای زمانی در فشار بیخودی — رفته ایامی که من امسال و پاری داشتم

ص چون سر آمد پارهٔ از عمر قامت خم گرفت — این نهم کز خویشتن بر خویش باری داشتم

آنهم اندر کار دل کردم فراغت آن تست — برق پیما نالهٔ الماس کاری داشتم

ن خوی تو دانستم اکنون بهر من زحمت مکش — رام بودم تا ول امیدواری داشتم

ن دیگر از خویشم خبر نبود تکلف بر طرف

این قدر دانم که غالب نام یاری داشتم

(۲۰۵) *

ن این چه شورست که از شوق تو در سر دارم — دل پروانه و تمکین سمندر دارم ۲

آبم از پردهٔ دل بی تو شرر می بیزد — شیشه لبریز می و سینه پر آذر دارم ۲

---

* از غزلهای 'گل رعنا' طبق روایت مالک رام، ۳: 'عشق' بجای 'شوق' 'ذوق' بجای 'دل' (ایضاً) ۴: 'تعب' بجای 'طرب'، 'طرب' بجای 'تعب' (ایضاً)
غزل ۲۰۵، بیت ۱ - نسخهٔ مرتب: 'عشق' بجای 'شوق'

ای متاع دو جهان رنگ بعرض آورده / هان صلائی که ازین جلوه دلی بردارم

من و وحشتی که بخورشید قیامت گرمست / تکیه بر داوریِ عرصهٔ محشر دارم

آن چرا در طرب و این زچه رو در تعبست ۴ / خنده بر غفلت درویش و توانگر دارم

کیست تا خار و خس از رهگذرش برچیند ۴ / دگر امشب سر آرایش بستر دارم

پرتو مهر سیاهی ز گلیمم نبرد / سایه‌ام سایهٔ شب و روز برابر دارم ن

سوخت دل بی تو ز وصلم چه گشاید اکنون / حسرتت بیشتر و ذوق تو کمتر دارم

کهنه تاریخی داغم نفسم شعله ور است ۴ / شرح کشاف صد آتشکده از بر دارم

هم ز شادابی ناز تو بخود می بالم ۴ / ریشه در آب ز تار دم خنجر دارم

رازدار تو و بدنام کن گردش چرخ ۳ / هم سپاس از تو و هم شکوه ز اختر دارم

مرحبا سوهن و جان بخشی آتش **غالب** / خنده بر گمرهی خضر و سکندر دارم

(۲۰۶) ※

شبهای غم که چهره بخوناب شسته ایم ۳ / از دیده نقش وسوسهٔ خواب شسته ایم ن

افسون گریه بر و ز خویت عتاب را / از شعلهٔ تو دود بهفت آب شسته ایم ۴

زاهد خوشست صحبت از آلودگی مترس / کاین خرقه بارها بمیِ ناب شسته ایم

ای در عتاب رفته ز بیرنگی سرشک / غافل که امشب از مژه خوناب شسته ایم

پیمانه را ز باده بخون پاک کرده ایم ۴ / کاشانه را ز رخت بسیلاب شسته ایم ن

غرقِ محیط وحدتِ صرفیم و در نظر / از روی بحر موجه و گرداب شسته ایم ن

بیدست و پا به بحر توکل فتاده ایم / از خویش گرد زحمت اسباب شسته ایم

۴: 'بر چاره' بجای 'بر چیند' (ایضاً)   ۳: 'تقدیرم' بجای 'گردش چرخ' (ایضاً)

۴: در 'گل رعنا' این بیت را ندارد (ایضاً)؛ در نسخهٔ سال ۱۸۳۸م/۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی)

※ از غزلهای 'گل رعنا' (طبق روایت مالک رام)   ۳: 'آتش' بجای 'شعلهٔ' (ایضاً)   ۴: در 'گل رعنا' این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخهٔ سال ۱۸۳۸م/۱۲۵۴ھ اضافه شد

۳: جان در هجوم جلوهٔ قاتل صفا گرفت / گوئی کتان خویش بمهتاب شسته ایم   در نسخهٔ مرتب مهر این بیت را ندارد (عابدی)

این بیت در نسخهٔ سال ۱۸۳۸م/۱۲۵۳ھ وجود داشته و در نسخه های بعدی حذف شده (عابدی). نسخهٔ مرتب نیز وجود دارد (عابدی)

در مسلخ وفا ز حیا آب گشته ایم ۳ خون از جبین دوست ز قصاب شسته ایم

غالب رسیده ایم به کلکته و به می
از سینه داغ دوری احباب شسته ایم ۴

(۲۰۷)

ن بخت در خواب است میخواهم که بیدارش کنم — پارهٔ غوغای محشر کو که در کارش کنم
ن با تو عرض وعده ات حاشا که از ابرام نیست — هر چه میگوئی همی خواهم که تکرارش کنم
جان بهایش گفتم و اندر ادایش کاهلم — تا دگر دلسرد زین مشتی خریدارش کنم
بر لب جویش خرامان کرده شوقم دور نیست — کز هنر چون خود اسیر دام رفتارش کنم
مردم و بر من نبخشود و کنون با ناز هوس — امتحان تازه می خواهم که در کارش کنم
راحت خود جستم و رنج فراوان یافتم — مژده دشمن را اگر جهدی در آزارش کنم
در غمش عمری بسر بردم ز دعوی شرم نیست — فرصتی کو کز وفای خود خبردارش کنم
اختلاط شبنم و خورشید تابان دیده ام — جرأتی باید که عرض شوق دیدارش کنم
تا بیاگاهانمت از ناتوانیهای خویش — طاقت یک خلق باید صرف اظهارش کنم

نکته هایش بی دهن میریزد از لب غالبا
بزبان گردم که شرح لطف گفتارش کنم

(۲۰۸)

بی خویشتن عنان نگاهش گرفته ایم — از خود گذشته و سر راهش گرفته ایم
ن دل با حریف ساخته و ما ز سادگی — بر مدعای خویش گواهش گرفته ایم
آوارگی سپرده بما قهرمان شوق — ما همتی ز گرد سپاهش گرفته ایم

۴: 'داغ رحلت نواب' بجای 'داغ دوری احباب' (ایضاً) نیز در انتخاب غالب بیت زیر را
از این غزل آورده: تر دامنی نصیب کس از اهل دین مباد — مائیم و لوث باده که بی آب شسته ایم
[illegible]

از چشم ما خیال تو بیرون نمیرود　　گوئی بدام تار نگاهش گرفته ایم ن

در هر نوردش از دل اغیار محضریست　　صد خورده بر دو زلف سیاهش گرفته ایم

در عرض شوق صرفه نبردیم در وصال　　در شکوه های خواه مخواهش گرفته ایم

با حسن خویش راچه قدر میتوان شکست　　عبرت ز حال طرف کلاهش گرفته ایم

دیگر ز دام ذوق تماشا نمیرود　　در حلقهٔ کشاکش آهش گرفته ایم

دلتنگی پریرخ کنعان ز رشک دوست　　دانیم ما که در بن چاهش گرفته ایم

حرفی مزن ز غالب در رنج گران او
کو بے معارض پرکاهش گرفته ایم

(۲۰۹)

تا فصلی از حقیقت اشیا نوشته ایم　　آفاق را مرادف عنقا نوشته ایم ن

ایمان بغیب تفرقه ها رفت از ضمیر　　ز اسما گذشته ایم و مسمی نوشته ایم ن

عنوان راز نامهٔ اندوه ساده بود　　سطر شکست رنگ بسیما نوشته ایم

قلزم فشانی مژه از پهلوی دلست　　این ابر را برات بدریا نوشته ایم عل

خاکی بروی نامه نیفشانده ایم ما　　رخصت بدان حریف خود آرا نوشته ایم

در هیچ نسخه معنی لفظ امید نیست　　فرهنگنامه های تمنا نوشته ایم ص ن

آینده و گذشته تمنا و حسرتست　　یک کاشکی بود که بصد جا نوشته ایم ص ن

دارد دُرُشت بخون تماشا خطی ز حسن　　روشن سواد این ورق تا نوشته ایم

رنگ شکسته عرض سپاس بلای تست　　پنهان سپردهٔ غم و پیدا نوشته ایم

آغشته ایم هر سر خاری بخون دل　　قانون باغبانی صحرا نوشته ایم

کویت ز نقش جبههٔ ما یکقلم پُرست | لختی سپاس همدمی پا نوشته ایم

ن غالب الف همان علم وحدت خودست
بر کَاچه بر فزود گراکا نوشته ایم

(۲۱۰)

ن صبحست خیز تا نفسی درهم افگنم | از ناله لرزه در فلک اعظم افگنم
ن آتش فرو نشاندنم دامنم بیا | کاین دلق نیمسوخته در زمزم افگنم
با من ز سرکشی نبود راست لاجرم | دل را بطرّه های خم اندر خم افگنم
برتر همی پرو ز ملک بهر کسر نفس | خود را به بند سلسلهٔ آدم افگنم
پرسد ز ذوق گرمروی باده خاشم | دوزخ کجاست تا بره همدم افگنم
خواهم ز شرح لذت بیداد پرده دار | خونابهٔ حسد بدل محرم افگنم
ن خوشنودم از تو و ز پی دورباشِ خلق | آوازهٔ جفای تو در عالم افگنم
از ذوق نامه تو رود چون نه کار دست | از بال هدهدش به کبوتر دم افگنم
ن ص دو زند گر به فرض زمین را با آسمان | حاشا کزین فشار در ابرو خم افگنم
سلطانی قلم و عنقا به من رسید | کو نقش ناپدید کر بر خاتم افگنم

غالب ز کلک تست که یابم همی بدهر
مشکی که بر جراحت بستدِ غم افگنم

(۲۱۱)

ن بی پردگی محشر رسوائی خویشم | در پردهٔ یک خلق تماشائی خویشم
ص نقش به ضمیر آمدهٔ نقش طرازم | حاشا که بود دعوی پیدائی خویشم

غزل ۲۱۰: یمین ۲۹ سپتامبر ۷ ۳ ۱۸ ام / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ هـ و ۲۱ ژانویه ۳۸ ۱۸ ام / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ هـ (عابدی)
غزل ۲۱۱ بیت ۴ ـ نسخهٔ مرتب: «در» بجای «از»

نی جلوهٔ نازی نه تف برق عتابی
او فارغ و من داغ شکیبائی خویشم

در کشمکش گریه زهم ریخت وجودم
هر قطره فرو خوانده بهتائی خویشم

ذوق لب نوشین که آمیخته با جان
کاین مایه در انداز جگر خائی خویشم

آسودگی از خس که به تابی ز میان رفت
چون شمع در آتش ز توانائی خویشم

تاری شده از ضعف سراپایم و اکنون
از گریه به بند گهر آمائی خویشم

با بوی تو جولان سبکخیزی شوقم
در کوی تو مهمان گران پائی خویشم

عرض هنرم زرد کند روی حریفان
مهتاب کف دست تماشائی خویشم

غالب ز جفای نفس گرم چه نالی
پندار که شمع شب تنهائی خویشم

(۲۱۲)

گم گشته بکوی تو نه دل بلکه خبر هم
در لرزه ز خوی تو نه دم بلکه اثر هم ن

یارب چه بلائی که دم عرض تمنا
اجزای نفس میخزد از بیم تو در هم ن

در آئینه با خویش طرف گشتهٔ امروز
هان تیغ نگهدار و بیندار ز سپر هم

دیدیم که می مستی اسرار ندارد
رفتیم و به پیمانه فشردیم جگر هم

ای ناله نه تنها شب غم گرد ره تست
شبگیر ترا مشغله دارست سحر هم

با گرمی داغ دل ما چاره ز لیلی است
پروانهٔ این شمع بود پنبهٔ مرهم

تا حسن به بی پردگی جلوه صلا زد
دیدیم که تاری ز نقابست نظر هم ن

چون نیست که در عرصهٔ دهر ایلی آئی نیست
در بحر کف و موج و حبابست و گهر هم

اسکندر و سرچشمهٔ آبی که زلال است
ما و لب لعلی که شرابست و شکر هم

غزل ۲۱۱ بیت ۳ و ۴ - در نسخهٔ مرتب بیت سوم دوم و بیت چهارم سوم است

تنها نه من از شوقِ تو در خاک تپانم — نشتر برگِ سنگِ مزارست شمر هم
آن خانه برانداز بدل پرده نشینست — ای دیده تو نامحرمی و حلقهٔ در هم

تا بندِ نقاب که گشودست که **غالب**
رخساره بناخن صله دادیم و جگر هم

(۲۱۳)

جلوهٔ معنی بجیبِ وهم پنهان کرده ایم — یوسفی در چارسوی دهر نقصان کرده ایم
پشت بر کوهست طاقت تکیه تا بر همتست — کار دشوارست و ما بر خویش آسان کرده ایم
ن رنگها چون شد فراهم مصرفی دیگر نداشت — خلد را نقش و نگار طاقِ نسیان کرده ایم
ناله را از شعله آیینِ چراغان بسته ایم — گریه را از جوشِ خون تسبیحِ مرجان کرده ایم
از شرر گل در گریبان نشاط افگنده اند — خنده ها بر فرصتِ عشرت پریشان کرده ایم
میگساران قحط و بائی عنبر عشرت مفتِ کیست — بادهٔ ما تا کهن گردید ارزان کرده ایم
ن زاهد از ما خوشهٔ تاکی بچشمِ کم مبین — هی نمیدانی که یک پیمانه نقصان کرده ایم
راز ما از پردهٔ چاکِ گریبان بازجوی — نامهٔ شوقِ تو باز از طرفِ عنوان کرده ایم
حیف باشد خارها در راهِ مهمان ریختن — با خیالش شکوه از بیدادِ مژگان کرده ایم
حق شناسِ صحبتِ بیتابیِ پروانه ایم — گرچه مشقِ ناله با مرغِ سحرخوان کرده ایم
می دهد چشمش بیک پیمانه هر میخوار را — عشوهٔ ساقی بکارِ کفر و ایمان کرده ایم

غالب از جوشِ دمِ ما تربتش گلپوش باد
پردهٔ سازِ ظهوری را گل افشان کرده ایم

(۲۱۴)

ہم بعالم زاہلِ عالم برکنار افتادہ ام | چون امام سبحہ بیرون از شمار افتادہ ام ن

ریزم از وصف رخت گل را شرر در پیرہن | آتشِ رشکم بجان نوبہار افتادہ ام ن

میفشانم بال و در بند ہای نیستم | طائرِ شوقم بدام انتظار افتادہ ام

کار و بار ہیچ با بحرست خودداری مجوی | در شکست خویشتن بی اختیار افتادہ ام

سربسر میناست اجزایم چو کوہ اما ہنوز | بر نمی خیزم زبس سنگین خمار افتادہ ام

ہر شکست استخوانم خندۂ دندان نماست | راز غم را بخیۂ بر روی کار افتادہ ام

ہم زمن طرز آشنای عشقبازان گشتہ | ہم ز تو عاشق کشان را رازدار افتادہ ام

تا ز مستی میزنی بر تربت اغیار گل | خویشتن را ہمچو آتش در مزار افتادہ ام

یکجہان معنی تنومندست از پہلوی من | چون قلم ہر چند در ظاہر نزار افتادہ ام

جان بغم می بازم و بینالم از جور سپہر | دہ کہ ہم بد نقشم و ہم بد قمار افتادہ ام

کشتی بے ناخدایم سرگذشت من مپرس | از شکست خویش بر دریا کنار افتادہ ام ن

ناتوانی محوِ غم کردست اجزای مرا | در پرند نالہ نقش زرنگار افتادہ ام

رفتہ از خمیازہ ام بر باد ناموسِ چمن | چاک اندر خرقۂ صبح بہار افتادہ ام

اندر وانیہای طبعم تشنۂ خونست دہر | آیم آب اما تو گوئی خوشگوار افتادہ ام ن

این جواب آن غزل غالب کہ صاحب گفتہ است

در نمودِ نقشہا بی اختیار افتادہ ام

(۲۱۵)

سوختہ جگر تا کجا رنج چکیدن دہیم | رنگ شوای خون گرم تا بپریدن دہیم ن

عرصهٔ شوق تراشست غباریم ما — تن چو بریزد ز هم هم به تپیدن دهیم

ل جلوه غلط کرده اند رخ بکشا تا ز مهر — ذره و پروانه را مژدهٔ دیدن دهیم

سبزهٔ ما در عدم تشنهٔ برقِ بلاست — در رهِ سیلِ بهار شرحِ دمیدن دهیم

بو که به مستی زنیم بر سر و دستار گل — تا میِ گلفام را مژدِ رسیدن دهیم

بر اثر کوهکن ناله فرستاده ایم — تا جگر سنگ را ذوق دریدن دهیم

شیوهٔ تسلیم ما بوده تواضع طلب — در خم محراب تیغ تن بخمیدن دهیم

ل دامن از آلودگی سخت گران گشته است — وه که در آرد ز پا به که بچیدن دهیم

خیز که راز درون در جگر نی دهیم — نالهٔ خود را ز خویش دادِ شنیدن دهیم

غالب از اوراق ما نقش ظهوری دمید
سرمهٔ حیرت کشیم دیده بدیدن دهیم

(۲۱۶)

ن بود بدگو ساده با خود همزبانش کرده ام — از وفا آزردنت خاطرنشانش کرده ام

ن بر امید آنکه اختر در گذر باشد مگر — هرزه میگویم که بر خود مهربانش کرده ام

ن گوشهٔ چشمش ببزم دلربایان با منست — وقت من خوش باد کز خود بدگمانش کرده ام

جان بتاراج نگاهی دادن از جرمم شمرد — آنکه منع ربط دامن با میانش کرده ام

دل ز جوش گریه گر بر خویشتن بالد رواست — قطرهٔ بودست و بحر بیکرانش کرده ام

در حقیقت ناله از مغز جان روییدنیست — کز برای عذر بیتابی زبانش کرده ام

بدگمان و نکته چین عیب جوئیش دیده ام — امتحانی چند صرف امتحانش کرده ام

در تلاش منصب گل چینیم دارد هنوز — آنکه ساقی را بمستی باغبانش کرده ام

جوهر هر ذره از خاکم شهید شیوه ایست — وای من کز خود شمار کشتگانش کرده ام

تا نیاورد خورده بر بدمستی دوشم گرفت — بوسه را در گفتگو مهر دهانش کرده ام

در طلب دارم تقاضاییکه گویی در خیال — بوسه تحویل لب شکر فشانش کرده ام ن

غالب از من شیوهٔ نطق ظهوری زنده گشت

از نوا جان در تن ساز بیانش کرده ام

(۲۱۷)

میربایم بوسه و عرض ندامت میکنم — اختراعی چند در آداب صحبت میکنم ن

ناتوانم برنتابم صدمه لیک از فرط آز — تا در آویزد بمن اظهار طاقت میکنم

گویی از دشواری غم اندکی دانسته است — میکشد بیجرم و میداند مروت میکنم

در تپش هر ذره از خاکم سویدای دلست — هرچه از من رفته هم بر خویش قسمت میکنم

غافلم زان پیچ و تاب غصه کز غم در دلست — دل شگافان آهی بامید فراغت میکنم

سنگ و خشت از مسجد ویرانه می آرم بشهر — خانه در کوی ترسایان عمارت میکنم

کرده ام ایمان خود را دستمزد خویشتن — می تراشم پیکر از سنگ و عبادت میکنم

چشم بد دور التفاتی در خیال آورده ام — هرچه دشمن میکند با دوست نسبت میکنم

دستگاه گلفشانیهای رحمت دیده ام — خنده بر بی برگی توفیق طاعت میکنم

زنگ غم زآیینه دل جز بمی نتوان زدود — دردم از دهر ست و با ساقی شکایت میکنم

غالبم غالب هم آیین برنتابم در سخن

بزم بر هم میزنم چند آنکه خلوت میکنم

غزل ۲۱۷: بین ۲۹ ستمبر ۱۸۳۷ء / ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و [illegible]

۲۱۸

تا بکی صرفِ رضاجوئی دلها باشم — فرصتم باد کزین پس همه خود را باشم

ن گاه گاه از نظرم مست سخن خوان بگذر — ورنه بر عهدهٔ من نیست که رسوا باشم

سخت جانان تو در پاس غم استاد خودند — شرر از من بجهد گر همه خارا باشم

ن بادل چون تو ستم پیشهٔ داور نشناس — چه کنم گر همه اندیشهٔ فردا باشم

حسرتِ روی ترا حور تلافی نه کند — از تو آخر بچه امید شکیبا باشم

هوش پرکار کشای ورق بیخبریست — گم شوم در خود و در نقش تو پیدا باشم

با چنین طاقتم آیا که برین داغ که من — طرف فتنهٔ دلهای توانا باشم

در کنارم خزو ز آلایش دامن مهراس — تاب آن کو که ترا یابم و خود را باشم

ن همچو آن قطره که بر خاک فشاند ساقی — دورم از کنج لبت گر همه صهبا باشم

قبلهٔ گم شدگان رهِ شوقم غالب
لاجرم منصبِ من نیست که یک جا باشم

۲۱۹

ن دگر نگاه ترا مست ناز می خواهم — حساب فتنه ز ایام باز میخواهم

وفا خوش است اگر داغ همنفسی نبود — زبانه های سمندر گداز میخواهم

ن گذشتم از گله در وصل فرصتم بادا — زبان کوته و دست دراز میخواهم

گرفته خاطرم از اسباب سرخوشی باقیست — ترانهٔ که نگنجد بساز میخواهم

دوئی نمانده و من شکوه سنجم آنیت شگفت — میانهٔ تو و خویش امتیاز میخواهم

برون میا که هم از منظر کنارهٔ بام — نظارهٔ ز در نیمباز میخواهم

چو نیست گوش حریفان سزای آویزه — همان نسفته گهرهای راز میخواهم
زمانه خاک مرا در نظر نمی آرد — ز نقش پای تو اش سرفراز میخواهم
همین بسست که میرم ز رشک خواهش غیر — ز عرض ناز ترا بی نیاز میخواهم
ن وکیل غالب خونین دلم سفارش نیست
بشکوهٔ تو زبان را مجاز میخواهم

(۲۲۰)

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم — قضا بہ گردش رطل گران بگردانیم پ ن
ز چشم و دل بتماشا تمتع اندوزیم — ز جان و تن بمدارا زیان بگردانیم ن
بگوشۂ بنشینیم و در فراز کنیم — بکوچه بر سر ره پاسبان بگردانیم
اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم — وگر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم ن
اگر کلیم شود همزبان سخن نکنیم — وگر خلیل شود میهمان بگردانیم
گل افگنیم و گلابی به رهگذر پاشیم — می آوریم و قدح در میان بگردانیم
ندیم و مطرب و ساقی ز انجمن رانیم — بکار و بار زنی کاردان بگردانیم ن
گهی به لابه سخن با ادا بیامیزیم — گهی ببوسه زبان در دهان بگردانیم
نهیم شرم بیکسوی و با هم آمیزیم — بشوخیی که رخ اختران بگردانیم ن
ز جوش سینه سحر را نفس فرو بندیم — بلای گرمی روز از جهان بگردانیم
بوهم شب همه را در غلط بیندازیم — ز نیمه ره رمه را با شبان بگردانیم
بجنگ باج ستانان شاخساری را — تهی سبد ز در گلستان بگردانیم
به صلح بال فشانان صبح گاهی را — ز شاخسار سوی آشیان بگردانیم

[illegible] غزل ۲۲۰ بیت ۹ — نسخهٔ مرتبه: «آمیزیم» بجای «آویزیم» [illegible] (عابدی)

ز حیدریم من و تو زما عجب نبود
گر آفتاب سوی خاوران بگردانیم

بمن وصال تو باور نمی کند غالب
بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم

(۲۲۱)

ن اگر بر خود نمی بالد ز غارت کردنِ هوشم
مرادرا از چه دشوارست گنجیدن در آغوشم

نیم در بند آزادی ملامت شیوه‌ها دارم
شنیدم جامهٔ رندان ترا عیب است میپوشم

ل نیرزم هیچ چون لفظ مکرر ضائعم ضائع
مگر کز کلک کشد دستِ نوازش بر سر دوشم

خدایا زندگی تلخ است گر خود نقل و می نبود
دلی ده کز گداز خویش گردد چشمهٔ نوشم

ل مرنج از وعدهٔ وصلی که با من در میان آری
که خواهد شد بذوقِ وعدهٔ دیگر فراموشم

گر امشب میرم در حسرت ز رخ سرنگون غلتم
همان دانم که غرقِ لذتِ بیتابیِ دوشم

بخندم بر بهار و روستائی شیوهٔ شمشادش
ز گل چینانِ طرزِ جلوهٔ سروِ قباپوشم

بهارِ گلشن کوی توام سپاره در خاکم
چراغِ بزم نیرنگ توام مپسند خاموشم

ن ادای می بساغر کردنت نازم زهی ساقی
بیفشان جرعه بر خاک و ز من بگذر که مدهوشم

مرنج از من اگر برد کلامم را صفا غالب
خمستانِ غبارم سر بسر درد است سر جوشم

(۲۲۲)

ن وحشتی در سفر از برگ سفر داشته ایم
توشهٔ راه دلی بود که برداشته ایم

لغزد از تاب بناگوش تو مستانه و ما
تکیه بر پای ک؟ دامان گهر داشته ایم

زخم ناخوردهٔ ما روزی اغیار مکن
کان بآرایش دامان نظر داشته ایم

غزل ۲۲۱ بیت ۲ و ۳ — در نسخهٔ مرتبه بیت دوم بر [illegible] بیت سوم مقدم است

نالہ تا گم نکند راہ لب از ظلمتِ غم / جان چراغیست کہ بر راہگذر داشتہ‌ایم

تو داغ از پی پرزور رسانیدہ وما / بر در خمکدہ خشتی تہ سر داشتہ‌ایم ن

جا گرفتن بدلِ دوست نہ اندازۂ ماست / تو همان گیر کہ آهیم و اثر داشتہ‌ایم

حرزہ تا خون دل افشاند ز ریزش باستاد / ماتمِ طالعِ اجزای جگر داشتہ‌ایم

داغ احسان قبولی ز لیمانش نیست / ناز بر خرمیِ بخت هنر داشتہ‌ایم

پیش ازین مشرب ما نیز سخن سازی بود / تهی از خوشدلیِ غیر خبر داشتہ‌ایم

وا رسیدیم کہ غالب بمیان بود نقاب
کاش دانیم کہ از رویِ کہ برداشتہ‌ایم

(٢٢٣)

خود راهی بر نقش طرازی علم کنم / تا با تو خویش نشینم و نظارہ هم کنم

خواهی فراغ خویش بیفزای بر ستم / تا در عوض همان قدر از شکوہ کم کنم ن

قاتل بهانہ جوی و دعا بی اثر بیا / کز گریہ آبگیری تیغ ستم کنم

طفلست تندخوی و سلیمم چہ می کند / رامم ولی بعربدہ دانستہ رم کنم ن

گردون وبال گردن من ساخت مدتیست / کو دست تا بہ گردنِ دلدار خم کنم

یارب بشهوت و غضبم اختیار بخش / چندانکہ دفع لذت و جذبِ الم کنم

تا دخل من بعشق فزون تر بود ز خرج / خواهم کہ از تو بیش کشم ناز و کم کنم ن

غلتد ز مهر بمشک ز فیض هوای زلف / قانونِ فن غالیہ سائی رقم کنم

خشکست کشت شیوۂ تحریر رفتگان / سیرابش از نم رگِ ابر قلم کنم

غالب بہ اختیار سیاحت زمن مخواہ / کو فتنہ کہ سیرِ بلادِ عجم کنم

(۲۲۴)

نشاط آرد بآزادی نه آرایش بریدن هم — کلم برگوشهٔ دستار زد دامن زچیدن هم

بیا لطف هوا بنگر که چون موج می از مینا — گل از شاخ گلستی جلوگر پیش از دمیدن هم

دلا خون گشتی و گفتی که هی گردید کار آخر — مشو افسرده غافل عالمی دارد چکیدن هم

ن نه از مهرست گر بر داستان می‌نهد گوشی — همان از نکته چینی غمزه‌اش ذوق شنیدن هم

ن ص چه پرسی کز لبت وقت قدح نوشی چه میخواهم — همین بوسیدنی چون مست گردی کیدن هم

ببالینم رسیدستی زهی بیکس نوازی‌ها — فدایت یکدو دم عمر گرامی دار رسیدن هم

ن سرت گردم شکار تازه گر هر دم هوس داری — بهر بندم رها می‌کن بقید یک رمیدن هم

ز تیغت منت زخمی ندارم خویش را نازم — که حسرت غرق لذت داردم از لب گزیدن هم

ادب آموزیش در پردهٔ محراب می‌بینم — نخست از جانب حق بوده انداز خمیدن هم

چه خیزد گر نقابی از میان برخاست کو تسکین — که می‌بینم نقاب عارض یار است دیدن هم

نخواهد روز محشر داد خواه خویش عالم را — بتو بخشیده ایزد شیوهٔ ناز آفریدن هم

دل از تمکین گرفت و تاب وحشت نبودم غالب
نگنجد در گریبان من از تنگی دریدن هم

(۲۲۵)

ن آنم که لب زمزمه فرسای ندارم — در حلقهٔ سوهان نفسان جای ندارم

خاموشم و در دل ز ملالم اثری نیست — سر جوش گداز نفسم لای ندارم

ن خود رشته زند موج گهر گرچه من اکنون — جز رعشه بدست گهر آرای ندارم

لرزد ز فرو ریختنش خامه در انشا — آن نیست که حرفی جگر آلای ندارم

ناز تو فراوان بود و صبر من اندک
تو دست دلی داری و من پای ندارم ن

بگذار که از راه نشینان تو باشم
پائی که شود مرحله پیمای ندارم

خاشاک مرا تاب شرر چهره فروز است
در جلوه سپاس از چمن آرای ندارم

بی باده خجالت کشم از باد بهاری
صحبت و دم غالیه اندای ندارم

واعظ دم گیرای خود آرد بمصافم
گوئی دل خود کامهٔ خودرای ندارم

غالب سر و کارم بگدائی به کریست
گر وایهٔ من دیر رسد وای ندارم

(۲۲۶)

در وصل دل آزاری اغیار ندانم
دانند که من دیده ز دیدار ندانم

طعنم نسزد مرگ ز هجران نشناسم
رشکم نگزد خویشتن از یار ندانم

پرسد سبب بیخودی از مهر و من از بیم
در عذر بخون غلتم و گفتار ندانم ن

بوسم بخیالش لب و چون تازه کند جور
از سادگیش بی سبب آزار ندانم

هر خون که فشاند مژه در دل فتدم باز
خود را الم دوست زیانکار ندانم

آویزش جعد از ته چادر برم دل
آشفتگی طرّه بدستار ندانم

بوی جگرم میدهد از خون سر هر خار
شد پای که در راه وی افگار ندانم

زخم جگرم بخیه و مرهم نپسندم
موج گهرم جنبش و رفتار ندانم ن

نقد خردم سکهٔ سلطان نپذیرم
جنس هنرم گرمی بازار ندانم

ن غالب نبود گو تهی از دوست همانا
ز انسان دهدم کام که بسیار ندانم

(۲۲۷)

در ره انجام محبت طرح آغاز افگنم
مهر بردارم ازو تا هم بره باز افگنم

در هوای قتل سر بر آستانش می نهم
تا بلوحِ مدعا نقشِ خدا ساز افگنم

لاف پرکاریست صبرِ دستانی شیوه را
خواهش کاندر سوادِ اعظم ناز افگنم

صعوهٔ من هرزه پردازست بوکز فرطِ هر
بیخودش در آشیان چنگلِ باز افگنم

بی زبانم کرده ذوقِ التفاتِ تازهٔ
لاجرم شغلِ وکالت را به غماز افگنم

هر قدر کز حسرت آبم در دهن گردد همی
هم ز استغنا بروی بخت ناساز افگنم

مردم از افسردگی هنگام آن آمد که باز
رستخیزی در دل از خون کرده بگداز افگنم

همزبانم با ظهوری مطلعی کو تا ز شوق
با جرس در ناله آوازی بر آواز افگنم

نامه بر گم شد در آتش نامه را باز افگنم
چون کبوتر نیست طاؤسی بپرواز افگنم

از نمک جان در تنِ طرز نگویان کرده ام
زین سپس در مغز دعوی شورِ اعجاز افگنم

رنجه دارد صورتِ اندیشهٔ یاران مرا
مفت من کائینهٔ خود راز پرواز افگنم

ترک صحبت کردم و در بند تکمیل خودم
نغمه ام جان گشت خواهم در تنِ ساز افگنم

تا ز دود اهلِ نظر چشمی توانند آب داد
رخنه در دیوارِ آتش خانهٔ راز افگنم

بگسلم بند و هم اوراق دیوان را بباد
خیل طوطی اندرین گلشن به پرواز افگنم

غالب از آب و هوای هند بسمل گشت نطق
خیز تا خود را به اصفاهان و شیراز افگنم

غزل ۲۲۷ [illegible]



(۲۲۸)

ای ز ساز زنجیرم در جنون نوا گر کن　　بند گر بدین ذوق است پارهٔ گران تر کن ن

فیض عیش نوروزی جاودانه خوش باشد　　روز من ز تاریکی با شبم برابر کن ن

زانچه دل ز هم پاشد لب چه طرف بربندد　　یا مجال گفتن ده یا نگفته باور کن

در رسائی سیم عقده ها پیاپی زن　　در روائی کارم فتنه ها شناور کن

ای که از تو می آید خس شرر فشان کردن　　زخم راز خونابش بخیه ها پر آذر کن

خوی سرکشم دادی عجز رشک نپسندم　　سینهٔ من از گرمی تابهٔ سمندر کن

کن بپارسی گفتی ساز مدعا کردم　　هم بخویش در تازی گفته را مکرر کن ن

زین درونه کاویها گوهرم بکف ناید　　خدمتی معیّن شد اجرتی مقرر کن

از درون روانم را در سپاس خویش آور　　وز برون زبانم را شکوه سنج اختر کن ن

بخشش خداوندی گر فراخور ظرف است　　هم بهوش بیشی ده هم به می توانگر کن ن

بهر خویشتن غالب هستئ تراشیدست
قهرمان وحدت را در میانه داور کن

غزل ۲۲۸، بیت ۵ — نسخهٔ مرتب: "با پرآذر" بجای "پرآذر"

(۲۲۹) *

جنون مستم بہ فصل نو بہارم میتوان کشتن — صراحی برکف و گل در کنارم میتوان کشتن

گرفتم کی بشرع ناز زارم میتوان کشتن — بہ فتوای دل امیدوارم میتوان کشتن

بجرم اینکہ در مستی بپایان بردہ ام عمری — بکوی میفروشان در خمارم میتوان کشتن

بہجران زیستن کفرست خونم را دیت نبود — چراغ صبحگاہم آشکارم میتوان کشتن

تغافلہای یارم زندہ دارد ورنہ در بزمش — بجرم گریۂ بی اختیارم میتوان کشتن

جفا برچون منی کم کن کہ گر کشتن ہوس باشد — بذوق مژدۂ بوس و کنارم میتوان کشتن

بیا برخاک من گر خود گل افشانی روا نبود — بباد دامنی شمع مزارم میتوان کشتن

منت معذور دارم لیکن ای نامہربان آخر — بدین جان و دل امیدوارم میتوان کشتن

بخون من اگر ننگست دست و خنجر آلودن — نوید وعدۂ کز انتظارم میتوان کشتن

خدایا از عزیزان منت شیون کہ برتابد [3] — جدا از خانمان دور از دیارم میتوان کشتن

پس از مردن اگر بہر من آسایش گمان داری — سرت گردم بتصدیع خمارم میتوان کشتن

گرفتم یار باشد بی نیاز از کشتنم غالب
بدرد بی نیازیہای یارم میتوان کشتن

(۲۳۰)

زہی باغ و بہار جان فشانان — غمت چشم و چراغ راز دانان

بصورت اوستاد دلفریبان — بمعنی قبلۂ نامہربانان

چمن کوی ترا از رہ نشینان — ختن موی ترا از بادخوانان

بلایت چہرہ با مشکینہ مویان — ادایت چیرہ بر نازک میانان

* از غزلہای "گل رعنا" (طبق روایت مالک رام) ۳: "ز شورش منت یک نالہ می باید کشید آخر" بجای مصراع اول (ایضاً) مصراع اول آنطور کہ ہست در نسخۂ سال ۱۸۲۸م/۱۲۵۴ھ ضبط شدہ (عابدی) ۴: در "گل رعنا" این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخہ سال ۱۸۳۰م/۱۲۵۲ھ اضافہ شدہ (عابدی)

غمت را بختیان زنار بندان / گلت را عندلیبان بید خوانان

وصالت جان توانا ساز پیران / خیالت خاطر آشوب جوانان ن

دل دانش فریبت را بگردن / وبالِ رونقِ جادو بیانان

غمِ دوزخ نهیبت را بدامن / گدازِ زهرهٔ آتش زبانان

میانت پای لغزِ موشگافان / دهانت چشم بند نکته دانان

دل از داغت بساطِ گلفروشان / تن از زخمت ردای باغبانان

سگِ کوی ترا در کاسه لیسی / لب پر دعوی شیرین دهانان

سرِ راهِ ترا در خاک روبی / نسیمِ پرچمِ گیتی ستانان

به پشتی بانیِ لطفِ تو امید / قوی همچون نهادِ سخت جانان

ببالادستیِ عفوِ تو عصیان / زبون همچون نشستِ ناتوانان

زناحق کشتگان راضی بجانت
که غالب هم یکی باشد از آنان

(۲۳۱) *

طاق شد طاقت ز عشقت بر گران خواهم شدن / مهربان شو ورنه بر خود مهربان خواهم شدن پ ن

خار و خس هرگه در آتش سوخت آتش میشود / مردم از ذوقِ لبت چندانکه جان خواهم شدن آن

در تب اندر تاب رشکِ طاقتِ نظاره ام / خوش بیا کامشب بهشتِ دشمنان خواهم شدن

محو گشتم در تغافل بر نتابم التفات / گر بچشمم جا دهی خوابِ گران خواهم شدن

آبم از شرمِ وفا از خودم پا در گلست / تا نه پنداری که از کویت روان خواهم شدن

پیش خود بسیارم و بسیار مشتاقِ توام / تا کجا صرفِ گدازِ امتحان خواهم شدن

---

* از غزلهای گل رعنا، (طبق روایت مالک رام)، ۲: 'مردم از شوق لبت چندانکه جان خواهم شدن' (ایضاً)
غزل ۲۳۰، مقطع — ۱۸۶۳ء: بجانب؛ سایر نسخه ها: بجانت۔

گرم باد از نغمه بزم دعوت بال هما — ساز آواز شکست استخوان خواهم شدن

با هوس خویش است حسن او از وفا بیگانه است — مهر کم کن ورنه بر خود بدگمان خواهم شدن

ن بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا [۲] — شاهد اندیشه را موی میان خواهم شدن

لذت زخمم چو خون غالب در اعضای رود [۳]
رنج اگر اینست راحت را ضمان خواهم شدن

(۲۳۲)

ن دل زان مژهٔ تیز بیک بار کشیدن — دامن بدر شتن بود از خار کشیدن

ن دارم سر این رشته بدانسان که ز دیرم — تا کعبه توان برد بزنار کشیدن

در خلد ز شادی چه رود بر سرم آیا — چون کم نشود باده ز بسیار کشیدن

ن حق گویم و نادان بزبانم دهد آزار — یارب چه شد آن فتوی بردار کشیدن

گنجینهٔ حسنت طلسمی که کس از وی — چون عقده نیارد گهر از تار کشیدن

ز آسایش دل گر چه مرادی دگرم نیست — باری نفسی چند به هنجار کشیدن

از بس که دلاویز بود جادهٔ راهش — زحمت دهدم پای ز رفتار کشیدن

از مطلع تابنده نمم پارهٔ لعلی — در رشتهٔ دم گوهر شهوار کشیدن

دریاب که با این همه آزار کشیدن — لب میگزم از کار بزنهار کشیدن

جان دادم و داغم که پس از من که خواهی — خجلت ز گرانجانی اغیار کشیدن

مشتاق قبولم من و دل تاب نیارد — آری ز لب نازک دلدار کشیدن

ل من کافر زنهاری شاهم بمن ارزد — می در رمضان بر سر بازار کشیدن

۲: نازک سخنی های نازک بسکه می کاهد مرا (ایضاً) — ۳: "لذت زخمم چو خون غالب در اعضای رود" (ایضاً)

[illegible]

فرجام سخن گوئی غالب بتو گویم
خون جگرست از رگ گفتار کشیدن

(٢٢٣)

رشکِ سخنم چیست نه شهد هوسست این
تلخابهٔ سرجوش گدازِ نفست این

ای ناله جگر در شکن دام میفشان
سرمایهٔ آرایشِ خاکِ قفست این

مستم بکنارم خزد و تن زن که درین وقت
هرگز نشناسم که چه بود و چه کسست این

واعظ سخن از توبه مگو اینکه پس از می
دست و دهنی آب کشیدیم بسست این

تقوی اثری چند بعمر دگرستش
نازم می بیغش چه بلا زودرسست این

باغیر نشائی و بما نیز نرهی
لیک آن گل و خار آمد و نسرین و خسست این

لب بر لب دلبر نهم و جان بسپارم
ترکیب یکی کردن صد ملتمسست این

شوریست ز خوابان دن جمازه بمنزل
اما نه بدمسازی بانگ جرسست این

داغِ دل غالب بدوا چاره پذیرست
این را چه کنم چاره که مشکین نفست این

(٢٢٤)

بسکه لبریزست ز اندوه تو سر تا پای من
ناله میروید چو خار ماهی از اعضای من

مست در دم ساز برگ انتعاشم ناله است
بی شکستن بر نیاید باده از مینای من

فصلی از باب شکست رنگ انشا کرده ام
میتوان راز درونم خواند از سیمای من

رفتم از کار و نهان در فکر صحرا گردیم
جوهر آیینهٔ زانوست خار پای من

دانمش در انتظار غیر و نالم زار زار
وای من گر رفته باشد خوابش از غوغای من

بسکه هامون از تب و تابم سراسر آتش ست
بر هوا چون دود لرزد سایه در صحرای من

زلف می آراید و از ناز یادم می کند
در خم آن طره خالی دیده باشد جای من

ن خاطر منت پذیری خوی نازک دادهٔ
گر ببخشی شرمسارم ور نبخشی وای من

مدتی ضبطِ شرر کردم بپاسِ غم ولی
خون چکیدن وارد اکنون از رگِ خارای من

در هجوم ظلمت از بس خویش را گم می کند
قطره در دریاست گوئی سایه در شبهای من

حسن لفظ و معنیم غالب گواه ناطق ست
بر عیارِ کاملِ نفسِ من و آبای من

(۲۳۵)

ن خوش بود فارغ ز بند کفر و ایمان زیستن
حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

ن شیوهٔ رندان بی پروا خرام از من مپرس
اینقدر دانم که دشوار ست آسان زیستن

برد گوی خرمی از هر دو عالم هر که یافت
در بیابان مردن و در قصر و ایوان زیستن

راحتِ جاوید ترک اختلاطِ مردم ست
چون خضر باید ز چشمِ خلق پنهان زیستن

تا چه راز اندر ته این پرده پنهان کرده اند
مرگ مکتوبی بود کو راست عنوان زیستن

روز وصل ار جان دهد ورنه عمری بعد ازین
همچو ما از زیستن خواهی پشیمان زیستن

با رقیبان همعنیم اما بدعوی گاه شوق
مرد نست از ما و زین مشتی گرانجان زیستن

بر نوید مقدمت صد بار جان باید فشاند
بر امید وعده ات زنهار نتوان زیستن

غ دیده گر روشن سواد ظلمت و نور ست چیست
فارغ از اهرمن و غافل ز یزدان زیستن

ابتذالی دارد این مضمون توارد عیب نیست
تنگ ز رد در خاطر نازک خیالان زیستن

---

* از خود دانی گل رعنا (طبق روایت مالک رام) حم : در گل رعنا این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخه سال ۱۸۳۸م /۱۲۵۴ھ اضافه شده (عابدی).
حم : این بیت ؛ زیسته گر، مر شاطے ہان بیابان گردیدی — حاش گوید یا تولی ہنگامہ نتوان زیستن
در گل رعنا بوده (طبق روایت مالک رام) و در نسخه ۱۸۳۸م/۱۲۵۴ھ و نسخه های بعدی حذف شده (عابدی)

غالب از ہندوستان بگریز فرصت مفت تست
در نجف مردن خوشست و در صفاہان زیستن

(۲۲۶)

چیست بلب خنده از عتاب شکستن — رونق پروین ز آفتاب شکستن ن
گر نه ورق راست ز انتخاب شکستن — چیست برخ طرف آن نقاب شکستن
غازه بران روی تابناک فزودن — رونق بازار آفتاب شکستن
شانه بران طرهٔ سیاه کشیدن — قیمت کالای مشکناب شکستن ن
جوشش سر مستیم ز برق پسندد — نیشتر اندر رگ سحاب شکستن ن
نیک بود گر بحکم حوصله باشد — جام بپای خم شراب شکستن
شغل ندارد فراق ساقی و مطرب — جز قدح و بربط و رباب شکستن
قحط می است امشب از کجا که نخواهم — شیشه خالی برخت خواب شکستن
تیغ تو نازد بسر فشانی عاشق — موج همی بالد از حباب شکستن
چیست دم وصل جان ز ذوق سپردن — تشنه لبی را سبو در آب شکستن
از گل روی تو باغ باغ شگفتن — وز خم موی تو فتح باب شکستن

ن طرهٔ میارا برغم خواهش **غالب**
چیست دلش را ز پیچ و تاب شکستن

(۲۲۷)

ن خیره کند مرد را مهر درم داشتن — حیف ز ہمچون خودی چشم کرم داشتن
ن وای ز دل مردگی خوی بد انگیختن — ص آه ز افسردگی روی دژم داشتن ص

غزل ۲۲۶، بیت ۳ — نسخهٔ مرتبه: 'بدان' بجای 'بران'

ص راز برانداختن از روشِ ساختن — دیده و دل باختن زشت و ستم داختن

جوہر ایمان زدل پاک فرا روفتن — گردی از آنِ مدخیال بہر قسم داشتن

تازگیِ شوق چیست تنگِ طرب ریختن — چہرہ زخوناب چشم رشکِ ارم داشتن

ص با ہمہ آشفتگی دم ز درستی زدن — با ہمہ دلخستگی تاب ستم داختن

در خمِ دامِ بلا بال فشان زیستن — با سرِ زلفِ دوتا عربدہ ہم داشتن

دل چو بجوش آیدی عذر بلا خواستن — جان چو بجا آیدی شکوہ ز غم داشتن

ل بہر فریب از ریا دامِ تواضع مچین — دل نربایدہمی تیغ ز خصم داشتن

نقش پیِ رفتگان جادہ بود در جہان — ہر کہ رود بایدش پاسِ قدم داشتن

بانگ خویشتن چہرہ نیارست شد — عشوہ دہد گر حیاست آینہ رم داشتن

ل اشک چنان بی اثر تازہ چنین نارسا — دیدہ و دل را سزد ماتمِ ہم داشتن

خجلت کردار زشت گشتہ بعاصی بہشت — باج ز کوثر گرفت جبہہ نم داشتن

پ ص گرہ ام از بیکسیست بوکہ ز دین تیغ و تاب — تن بروانی دہد نامہ ز غم داختن

غالب آوارہ نیست گرچہ بہ بخشش سزا

خوش بود از چون توی چشمِ کرم داشتن

(۲۳۸)

ل چہ غم ار بہ جد گرفتی ز من احتراز کردن — نتوان گرفت از من بگذشتہ ناز کردن

ل نگہت بموشگافی ز فریبِ رم نخوردن — نفسم بدام بافی ز سخن دراز کردن

تو و درکنار شوقم گرہ از جبین کشودن — من و بر رخِ دو عالم در دل فراز کردن

مژہ را ز خونفشانی بدلست ہمزبانی — کہ شمار دم بدامن ستمِ گداز کردن

غزل ۲۳۷: بیت ۵ — نسخۂ مرتب: «غم» بجای «چشم» غزل ۲۳۷: ابیات ۱۰ تا ۱۲ — نسخۂ ۰۰۰ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴: سایر نسخہ ہا ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳

به نوردِ پاس رازت خجل از غبار خویشم — که ز پرده ریخت بیرون غمم ناله ساز کردن

ز غم تو بادْ شرمم که چه مایه شوخ چشمیست — ز شکست رنگ بر رخ درِ خُلد باز کردن — ن

نفسم گداخت شوقت ستمست گر تو دانی — که ز تابِ ناله خون شد نه ز پاس راز کردن

بفشار رشک نسبت نه چنان گداخت گلشن — که میانهٔ گل و مُل رسد امتیاز کردن — ن

رخِ گل ز غازه کاری به نگاه بندد آیین — نرسد به خس شکایت ز چمن طراز کردن

همه تن ز شوق چشمم که چو دل فشانده گردد — بسرشک مایه بخشم ز جگر گداز کردن

هله تازه گشته غالب روشِ نظیریا از تو
سزد اینچنین غزل را به سفینه ناز کردن

(۲۳۹)

خجل ز راستی خویش میتوان کردن — ستم بجانِ کج اندیش میتوان کردن — ن

چو مزد سعی دهم مژدهٔ سکون خواهد — ز بوسه پا بدر رشک ریش میتوان کردن

دگر به پیش وی ای گل چه هدیه خواهی برد — مگر به گدیه کفی بیش میتوان کردن

تو جمع باش که ما را درین پریشانی — شکایتیست که با خویش میتوان کردن

ص سر از حجاب تعین اگر برون آید — چه جلوه ها که بهر کیش میتوان کردن

بهر که نوبتِ ساغر نمیرسد ساقی — خراب گردشِ چشمیش میتوان کردن

خرام نازِ تو با صحن گلستان دارد — رعایتی که بدرویش میتوان کردن

اگر بقدر روا میکنی جفا حیفست — بمرگ من که ازین بیش میتوان کردن — ن

کسی بجو که مرا و درین سفر غالب
گواهِ بیکسیِ خویش میتوان کردن

غزل ۲۳۹، ابیات ۹ تا ۱۸ — نسخهٔ ۱۸۶۳ء ۱۸۶۵ء: ۳، ۵، ۶، ۷، ۸؛ سایر نسخه‌ها: ۵، ۳، ۴، ۱، ۷، ۸ —

(۲۴۰)

ن حیف است قتلگه ز گلستان شناختن — شاخ از خدنگ و غنچه ز پیکان شناختن

ص لب دوختم ز شکوه ز خود فارغم شمرد — نشناخت قدر پرسش پنهان شناختن

از شیوه های خاطر مشکل پسند کیست — کشتن بجرم درد ز درمان شناختن

از حیرت بساطِ صفای خیال یافت — وصل تو از فراق تو نتوان شناختن

ص نازم دماغ ناز ندانی ز سادگیست — کشتن به ظلم و کشتهٔ احسان شناختن

یاد آیدم بوصل تو در صحنِ گلستان — آن جلوهٔ گل آتشِ سوزان شناختن

خاکی بروی نامه فشاندیم مفت تست — ناخوانده صفحه حال ز عنوان شناختن

مائیم و ذوق سجده چه مسجد چه بتکده — در عشق نیست کفر ز ایمان شناختن

مینا شکسته و می گلفام ریخته — محروم هنوز در گل و ریحان شناختن

ن لختِ دلم بدامن و چاکِ تحمّلم بجیب — اینک سزای جیب ز دامان شناختن

بگداخت بسکه از اثر تاب روی تو — مهر از شفق بگوی تو نتوان شناختن

غالب بقدر حوصله باشد کلام مرد
باید ز حرف نبض حریفان شناختن

(۲۴۱)

ن بخونم دست و تیغ آلود جانان — بدآموزان دلیل بیزبانان

ن چگویم در سپاسِ بیکسیها — زهی نامهربانان مهربانان

گر از خود خوشتری سنجیده باشند — نوازشهاست با این بدگمانان

ن فغانا میگساران دجله نوشان — دریغا ساقیان اندازه دانان

غزل ۲۴۰، بیت ۸ ـ نسخهٔ ۱۸۴۱م/۱۲۵۷ھ : میکده، سایر نسخه ها : بتکده ـ

بهار آید بحیر تگاهِ نازش
زبوی گل نفس بر ره فشانان

دم مردن بر شکم تنگ گیرد
فراخیهای عیش سخت جانان

گلی بر گوشهٔ دستار داری
خوشا بخت بلند باغبانان ن

غمت خونخوار و دلها بی بضاعت
دریغا آبروی میزبانان

گذشت از دل ولی نگذشت از دل
خدنگِ غمزهٔ زورین کمانان ن

نوای شوق خواه از بینوایان
نشانِ دوست جستی از بی نشانان ن

برغم تا فرود آرد به من سر
بخواری بنگرم در ناتوانان ن

سبک برخیز زین هنگامه غالب
چه آویزی بدین مشتی گرانان

(۲۴۲)

تا ز دیوانم که سرمستِ سخن خواهد شدن
این می از قحط خریداری کهن خواهد شدن ن

کوکبم را در عدم اوجِ قبولی بوده است
شهرتِ شعرم به گیتی بعد من خواهد شدن ن

هم سوادِ صفحه مشک سوده خواهد بیختن
هم دواتم نافِ آهوی ختن خواهد شدن

مطرب از شعرم بهر بزمی که خواهد زد نوا
چاکها ایثارِ جیبِ پیراهن خواهد شدن

حرف حرفم در مذاقِ فتنه جا خواهد گرفت
دستگاهِ نازِ شیخ و برهمن خواهد شدن

هی چه میگویم اگر اینست وضع روزگار
دفترِ اشعار بابِ سوختن خواهد شدن

آنکه صور ناله از شورِ نفس موزون دمید
کاش دیدی کاین نشید شوق فن خواهد شدن

کاش سنجیدی که بهرِ قتل معنی یک قلم
جلوهٔ کلک رقم دار و رسن خواهد شدن

چشم کور آیینه دعوی بکف خواهد گرفت
دست شل مشاطهٔ زلفِ سخن خواهد شدن

شاهد مضمون که اینک شهری جان و دلست — روستا آوارهٔ کام و دهن خواهد شدن

زاغ را اندر هوای نغمه بال و پر زنان — همنوای پرده‌سنجان چمن خواهد شدن

شاد باش ای دل درین محفل که هر جا نغمه ایست — شیون رنج فراق جان و تن خواهد شدن

هم فروغ شمع هستی تیرگی خواهد گزید — هم بساطِ بزم مستی پرشکن خواهد شدن

از تب و تاب فنا یکباره چون مشتی سپند — هر یکی گرم وداع خویشتن خواهد شدن

حسن را از جلوهٔ ناز خس نفس خواهد گداخت — نغمه را از پردهٔ سازش کفن خواهد شدن

دهر بی پروا عیارِ شیوه‌ها خواهد گرفت — داوری خون در نهاد با دمن خواهد شدن

پرده‌ها از روی کارِ همدگر خواهد فتاد — خلوتِ گبر و مسلمان انجمن خواهد شدن

هم بفرقش خاک حرمان ابد خواهند ریخت — مرگ عام این بیستون را کوهکن خواهد شدن

گرد پندارِ وجود از رهگذر خواهد نشست — بحر توحید عیانی موجزن خواهد شدن

در ته هر حرف غالب چیده‌ام میخانهٔ
تا ز دیوانم که سرمستِ سخن خواهد شدن؟



(۲۴۳)

حق که حقیست سمیعست فلانی بشنو   بشنو گر تو خداوند جهانی بشنو   ن

لن ترانی بجواب ارنی چند و چرا   من نه اینم بشناس و تو نه آنی بشنو   ن

سوی خود خوان و بخلوت گه خاصم جا ده   آنچه دانی به شما آنچه ندانی بشنو   ن

پرده چند به آهنگ نکیسا بسرای   غزلی چند به هنجار فغانی بشنو   ن

تختی آیینه برابر نه و صورت بنگر   پارهٔ گوش بمن دار و معانی بشنو

هرچه سنجم بتو ز اندیشهٔ پیری بپذیر   هرچه گویم بتو از عیش جوانی بشنو

داستان من و بیداری شبهای فراق   تا نخسپی و بپاسم ننشانی بشنو

چاره جو نیستم و نیز فضولی نکنم   من و اندوه تو چندانکه توانی بشنو

زینکه دیدی به جحیمم طلب رحم خطاست   سخنی چند ز غمهای نهانی بشنو   پ ن

ن   نامه در نیمهٔ ره بود که غالب جان داد
ورق از هم در و این مژده زبانی بشنو

۲۴۴

عرض خود برد که رسوائی ما خیزد ازو — فتنه خوئیست ندانم چه بلا خیزد ازو

تا ازین بی ادبی قهر تو افزون گردد — گله سازیست که آهنگ دعا خیزد ازو

ن نم اشکی چه بجا کم بفشانی از مهر — خاک بالد بخود و مهرگیا خیزد ازو

پیش ما دو زرخ جاوید بهشتست بهشت — باد آباد دیاری که وفا خیزد ازو

بینوایان تو درد سر دعوی ندهند — بشکند ساز نوائی که صدا خیزد ازو

دل بیاران چه ره آورد سفر عرض کند — مگر آهی که ز جور رفقا خیزد ازو

ن نجهد زیر سر انگشت تو نبضم که مرا — نیست دردی که تمنای دوا خیزد ازو

بمشام کر رسد نکهت زلف سیهی — که همه بیخودی باد صبا خیزد ازو

بوسه بعد از طلب بوسه نبخشد لذت — چون جوابی که بانداز حیا خیزد ازو

محو افسون گر نازیم که او را با ما — دور باشیست که آهنگ بیا خیزد ازو

دیگر امروز بما بر سر جنگ آمده است — یاد آئی که همه صلح و صفا خیزد ازو

بلبل گلشن عشق آمده غالب ز ازل
حیف گر زمزمهٔ مدح و ثنا خیزد ازو

۲۴۵

ن گوئی بمن کسیکه ز دشمن رسیده گو — آن پیر زال سست پی قد خمیده گو

ن یادت نکرده خصم بعنوان بلفظ دوست — آن نامهٔ نخوانده ز صد جا دریده گو

رعنا دلت بدختر همسایه بند نیست — آن مه رخ بگوشهٔ ایوان خزیده گو

دوشینه گل به بستر و بالین نداشتی — آن برگ گل که در تن نازک خلیده گو

غزل ۲۴۴ بیت ۱۰ـ نسخهٔ مرتب: دیمنتای بجای بمتنام. غزل ۲۴۵: بین ۲۹ ستمبر ۱۸۳۷م / ۳۰ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ و ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸م / ۲۲ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

کس دادری نبرده زجورت بداد گاه — آن بی گنه که شاه زبانش بریده گو
گوئی به شحنه گوی که کس را نکشته ایم — آن نعش نیمسوخته زآتش کشیده گو ن
گوئی خمش شوی چو زکویم بدر روی — آن دل که جز بناله بهیچ آرمیده گو ن
گوئی دمی زگریهٔ خونین بما برآر — آن مایه خون که سر دهم از دل بدیده گو ن،

بشنو که غالب از تو رمید و به کعبه رفت
گفتی شگفتئی که بود ناشنیده گو

(۲۴۶)

بالم بخویش بسکه به بندِ کمند تو — مردم گمان کنند که تنگم به بند تو ن
آزادیم نخواهی و ترسم کزین نشاط — بالم بخود چنانکه نگنجم به بند تو
نز خویش ناسپاسی و نز مایه در هراس — گوئی رسیده ام بدل دردمند تو
رنج قضاست همت آسان گذار ما — قهر خداست خاطرِ مشکل پسند تو
از ما چه دیدهٔ که بما از گداز دل — همچون شکر در آب بود نوشخند تو
ای مرگ مرحبا چه گرانمایه دلبری — چشم بد از تو دور نکویان سپند تو
ای کعبه چون من از دل پا را وفتاده ایست — این بت که او فتاده ز طاق بلند تو
در رهگذر به پرسش ما گر کشی چه باک — آخر شراب نیست عنان سمند تو ن
آن کز تو دل ربوده ندانم که بوده است — یارب که دور باد زجانش گزند تو
هر گونه رنج کز تو در اندیشه داشتم — هم با تو در مباحثه گفتم به پند تو

غالب سپاس گوی که ما از زبان دوست
می بشنویم شکوهٔ بخت نژند تو

(۲۴۷)

ن گستاخ گشته ایم غرورِ جمال کو — پیچیده ایم سر ز وفا گوشمال کو

ن تا کی فریبِ حلم خدا را خدانه — آن خوی خشمگین و ادای ملال کو

برگشته ام ز مهر و نمی گیریم به قهر — دارم دو صد جواب و لی یک سؤال کو

یا می گسست صحبت و یا میفزود ربط — لیکن مرا ملال و ترا انفعال کو

خواهی که بر فروزی و سوزی و رنگ چیست — خواهم که تیز سوی تو بینم مجال کو

گر گفته ایم کشتن و بستن بما مخند — ما را تدارک لب سزا در خیال کو

ن داغم ز رشک شوکت صنعان و لی چه سود — آن دستگاه طاعتِ هفتاد سال کو

من بوسه جوی و تو به سخن داریم نگاه — لب تشنه با گهر چه شکیبد زلال کو

دل فتنه جوی و فرصتِ تکمیل عشق نیست — هنگامه سازیِ هوسِ نو و بال کو

لب تا جگر ز تشنگیم سوخت در تموز — صافِ شرابِ غوره و جامِ سفال کو

ن در بادهٔ طهور غمِ محتسب کجا — در عیش خلد لذتِ بیمِ زوال کو

غالب بشعر کم ز ظهوری نیم و لی
عادل شه سخن رس دریا نوال کو

(۲۴۸)

ن دولت به غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد نا چار مسلمان شو

ن از هرزه روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی به بیابان شو

هم خانه بسامان به هم جلوه فراوان به — در کعبه اقامت کن در بتکده مهمان شو

ن آوازهٔ معنی را بر ساز دبستان زن — هنگامهٔ صورت را بازیچهٔ طفلان شو

افسانهٔ شادی را یکسر خط بطلان کش ‏ ‏ غمنامهٔ ماتم را آرایش عنوان شو

گر چرخِ فلک گردی سر بر خط فرمان نه ‏ ‏ ور گوی زمین باشی وقفِ خم چوگان شو پ ن

آوردهٔ غمِ عشقم در بندگیِ ایزد ‏ ‏ ای داغ بدل در رو وز جبهه نمایان شو

در بندِ شکیبائیِ مردم ز جگر خائی ‏ ‏ ای حوصله تنگی کن ای غصه فراوان شو ن

سرمایه کرامت کن وانگاه بغاوت بر ‏ ‏ بر خرمنِ ما برقی بر مزرعه باران شو ن

ن جان داد بغم غالب تو شوذدی روحش را
در بزمِ عزامی کش در نوحه غزلخوان شو

غزل ۸ ۲۴۴ بیت ۸ — نسخهٔ مرتبه: 'دی' بجای 'ای'

۵

۲۴۹

ن میرود خنده بسامان بهاران زده — خون گل ریخته و نی بگلستان زده

ن شور سودای تو نازم که بگل می بخشد — چاکی از پردهٔ دل سر بگریبان زده

آه از بزم وصال تو که هر سو دارد — نشتر از ریزهٔ مینا برگ جان زده

شور اشکی به فشار بن مژگان دارم — طعنه بر بی سروسامانی طوفان زده

اندرین تیره شب الی پرده برون تاخته است — می روشن بطرب گاه حریفان زده

فرصتم باد که مرهم نه ز زخم جگر است — خنده بر بی اثری های نمکدان زده

خوش بسر میدود از ضربت آهم هر سو — چرخ سرگشته تر از گوی بچوگان زده

ن خوش نوا بلبل پروانه نژادی دارم — شعله در خویش ز گلبانگ پریشان زده

آه ازان ناله که تا شب اثری باز نداد — بهم آهنگی مرغان سحرخوان زده

چمن از حسرتیان اثر جلوهٔ تست — گل شبنم زده باشد لب دندان زده

ن خاک در چشم هوس ریز چه جوی از دیر — بارگاهی بفراز سر کیوان زده

بنگر موج غباری وز غالب بگذر
اینک آن دم ز هواداری خوبان زده

(۲۵۰) * ۳

گاهی به چشم دشمن و گاهی در آینه — پر کار عیب جوی خویشیم هر آینه ن

حیرت نصیب دیده ز بیتابی دلست — سیماب را حقیقت همانا بر آینه ن

تا خود دل که جلوه گه روی یار شد — خنجر بخویش می کشد از جوهر آینه

باشد که خاکساری ما بر دهد فروغ — گویی سپرده ایم به روشنگر آینه

محو خودی و داد رقیبان نمیدهی — ای بر رخت ز چشم تو حیران تر آینه

دورت ربوده ناز بخود هم نمی رسی — تا چند در هوای تو ریزد پر آینه ن

دردا که دیده را نم اشکی نمانده است — کاندر دو داغ دل زند آبی بر آینه

در هر نظر برنگ دگر جلوه میکنی — حسنت طلسم فتنه و افسونگر آینه

هر یک گدای بوسه و نظاره کیست — از جم پیاله بین و ز اسکندر آینه

آهن چه داد غمزه سحر آفرین دهد ÷ غالب بجز دلش نبود در خور آینه

(۲۵۱)

دارم دلی ز غصه گرانبار بوده — بر خویشتن ز آبله چیزی فزوده ن

دل زان بلا کز و نفسی برق خرمنی — بخت آن چنان کز و از مرگ رنده

از بهر خویش ننگم و دارم ز بخت چشم — خود را در آب و آینه رخ ناموده ن

گمنام و ز زهد کیشم و خواهم بمن رسد — در رخت خواب شاه به مستی غنوده ن

خواهم ز خواب که رخ لیلی کشایش — چشمی نگه بپرده محفل نسوده

خواهم شود به شکوه پیغاره رام من — در گونه گون ادا بزبانها ستوده ص

---

* از غزلهای "گل رعنا" (طبق روایت مالک رام) ص. در "گل رعنا" این بیت را ندارد (ایضاً) در نسخه سال ۱۸۳۸م / ۱۲۵۴ه اضافه شده (عابدی)

۳ : در "گل رعنا" مقطع زیر بوده : . غالب خطر ز آب بود سگ گزیده را — مردم گزیده ز آینه ترسد هر آینه (طبق روایت مالک رام)

این بیت در نسخه سال ۱۸۳۸م / ۱۲۵۴ه و نسخه های بعدی حذف شده (عابدی)

بادین و دانش چو منی تا چها کند — سجاده و عمامه ز صنعان ربوده

ص با دوستان مباحثه دارم ز سادگی — در باب آشنائی نا آزموده

ن خجلت نگر که در حسناتم نیافتند — جز روزهٔ درست بصهبا کشوده

در بزم غالب آی و بشعر و سخن گرای
خواهی که بشنوی سخن ناشنوده

(۲۵۲)

پان چون زبانها لال و جانها پر ز غوغا کرده — بایدت از خویش پرسید آنچه باما کرده

گر نهٔ مشتاقِ عرضِ دستگاه حسنِ خویش — جان فدایت دیده را بهر چه بینا کرده

هفت دوزخ در نهاد شرمساری مضمرست — انتقامست اینکه با مجرم مدارا کرده

صد کشاد آنرا که هم امروز رخ بنموده — مژده باد آنرا که محوِ ذوقِ فردا کرده

خوبرویان چون مذاق خوی ترکان داشتند — آفرینش را برایشان خوان یغما کرده

خستگان را دل بپرسشهای پنهان برده — با دوستان گر نوازشهای پیدا کرده

چشمهٔ نوشست از زهرِ عتاب کام جان — تلخیِ می در مذاقِ ما گوارا کرده

ذرهٔ را رهروشناسِ صد بیابان گفته — قطرهٔ را آشنای هفت دریا کرده

ن دجله میجوشد همانا دیدهٔ ها جویای تست — شعله میبالد مگر در سینه ها جا کرده

جلوهٔ نظاره پنداری که از یک گوهرست — خویش را در پردهٔ خلقی تماشا کرده

چاره در سنگ و گیاه و رنج با جاندار بود — پیش ازان کاین در رسد آنرا مهیا کرده

دیده میگرید زبان مینالد و دل می تپد
عقده ها از کار غالب سربسر وا کرده

غزل ۲۵۱ بیت ۷ ـ نسخهٔ مرتب: 'ودانش' بجای 'دانش'

(۲۵۳)

مرزننا فراغ را مژدهٔ برگ و سازده — سایه به مهر واگذار قطره به بحر بازده ن

طرهٔ جیب را ز چاک شانهٔ التفات کش — عارض خویش را ز اشک غازهٔ امتیاز ده ن

داغ بسینه زیور ست دل بجفا حواله کن — می ز فسردگان ترست سنگ بشیشه سازده

از نم دیده دیده را رونقِ جویبار بخش — وز تف ناله ناله را چاشنیِ گدازده ن

شرم کن آخر ای حیا اینهمه گیرودار چیست — خاطرِ غمزه باز جو رخصتِ ترکتاز ده

ای گلِ تر برنگ و بو اینهمه نازش از چه رو — منتِ ابر یک طرف مزدِ چمن طراز ده

یا به بساطِ دلبری عام بکن ادای لطف — یا ز نگاهِ خشمگین مژده امتیاز ده

ای تو که غنچه را بحث شگفتن از برست — سرو کرشمه باز را درس خرامِ ناز ده

گر به غمی که خورده ام رخصتِ اشک و آه نیست — هم بدلی که برده طاقتِ ضبطِ راز ده ن

ایکه بحکم ناکسی تیره ز عیش غالبی

خیز و زراهِ داوری بال همای گاز ده

(۲۵۴)

گیستم دست بشاطگی جانِ زده — گوهر آمای نفس از دل دندان زده

پاس رسوائی معشوق همین ست اگر — وای ناکامیِ دستِ بگریبان زده

شوق را عربده با حسنِ خود آرا تا چیست — من و صد پاره دلی برصفِ مژگان زده

دل صد چاک نگهدار بجائش بفرست — شانه در خم آن زلفِ پریشان زده

بو که در خواب خود آئی و سحر برخیزی — ساغر از بادهٔ نظارهٔ پنهان زده

بهر سرگرمیِ ما خانه خرابان باید — حسنی از تابِ رخ و آتش بشبستان زده

غزل ۲۵۳ بیت ۴ — تتمه مصرع ثانی: "رونقی" بجای "چاشنی"

فارغ از کشمکش عشوه جنونی دارم — پشت پائی بسر کوه و بیابان زده

حسن در جلوه گری تا نکشد منت غیر — هر گل از خویشتنت آتش دامان زده

تا چها مژده خونگرمی قاتل دارد — ناوک در رهِ دل قطره ز پیکان زده

خواستم شکوهٔ بیداد تو انشا کردن — قلم از جوش رقم شد خس طوفان زده

پ وای بر من که رقیب از تو بمن بنماید — نامهٔ واشده مهر بعنوان زده

هدیه آورده از بزم حریفان ما را — رخ خوی کرده ز شرم و لب دندان زده

بر در انجمن شعله ز خانم غالب

ذوق پروانه بر روی چراغان زده



۲۵۵ ح

نفس را بر در این خانه صد غوغاست پنداری — دلی دارم که سرکارِ تمناهاست پنداری

حبابِ فرقِ عشاقست موج از تیغ خوبانش — شهادتگاه اربابِ فنا دریاست پنداری

بگوشم میرسد از دور آواز درا امشب — دلِ گم گشته دارم که در صحراست پنداری ن

ازو باور ندارد دعوی ذوق شهادت را — نگاهش با رقیب و خاطرش با ماست پنداری

در و دیوار را در زر گرفت آهِ شرربارم — شبِ آتش نوایان آفتاب انداست پنداری

فدایش جان که بهر کشتنم تدبیرها دارد — عتابِ من به بخت خویشتن بیجاست پنداری

گرستیم آنقدر کز خون بیابان لاله زاری شد — خزانِ ما بهارِ دامن صحراست پنداری ن

جنونِ الفتِ بیچون خودی دارد تماشا کن — شکستِ صد دل از رنگِ رخش پیداست پنداری

ن نوید وعدهٔ قتلی بگوشم میرسد غالب
لبِ لعلش بکامِ بیدلان گویاست پنداری

ح : عبادتخانه نخواهم چو قصر سلمان رنگین — غم دینیکه من دارم بغم دنیاست پنداری

این بیت در نسخهٔ ۱۸۳۳م/۱۲۵۴ه وجود داشته و در نسخهٔ ۱۸۴۱م/۱۲۵۷ه و نسخه های بعدی حذف شده است (عابدی)

در نسخهٔ مرتب نیز وجود دارد (عابدی)

(۲۵۶)

ن در بستن تمثال تو حیرت رقمتے — بینش که به پرکار کشائی علمتے

ن غم را به تومندی سهراب گرفتم — خود موج می از دشنهٔ رستم چکتے

بیداد بود یکسره هشتن بکمر بر — زلفی که ز انبوهی دل خم به خمتے

خرسندیِ دل پرده کشای اثری ہست — شادم که مرا اینهمه شادی المتے

ن گفتن ز میان رفته و دانم که دانی — با من که بمرگم ز تو پرسش ستمتے

این ابر که شوید رخِ گلهای بهاری — از دامن ما پرورش آموز نمتے

در بادیه از ریزشِ خونابهٔ مژگان — روداد مرا هر رگِ خاری قلمتے

زانسانکه نظر خیره کند برق جهانسوز — با حرفِ تمنای تو گفتن دژمتے

در عهد تو هنگام تماشای گل از شرم — نظاره دگر غرقهٔ خونابِ همتے

زین نقش نوآیین که برانگیخته غالب
کاغذ همه تن وقف سپاسِ قلمتے

(۲۵۷)

ن ای به صدمهٔ آهی بر دلت ز ما باری — اینقدر گران نبود نالهٔ ز بیماری

ده که با چنین طاقت راه بر دم تیغست — پای بر نمی تابد رنج کاوش خاری

در جنون یمن ما ناست گر ز عجز خون گردد — نالهٔ که برخیزد از دل گرفتاری

غم چه ره بود زمانیک آنچه بود از ما — سینهٔ داند و ہی خاطری دل آزاری

ن ای قفادری بکشا بوکه در تو بگریزد — هم ز خلق نومیدی هم ز خویش بیزاری

بس که از وجودم نیست این کشش کشودم نیست — پا و داغ رفتاری دست و حسرت کاری

ناز مومن و کافر بر چه دستگاه آخر   سبحهٔ و مسواکی قشقهٔ و زناری

بر جنون ملامی زن عقل را قفائی زن   دادهٔ ز نامردی سر به بند دستاری

شوخی تبسمش بین جنبش نسیمش بین   غنچه راست آهنگی سرو راست رفتاری

کاش کان بت کاشی در پذیردم غالب
"بندهٔ توام" گویم "گویدم ز ناز" آری"

(۲۵۸)

بدین خوبی خرد گوید که کام دل مخواه از وی   نکو روی و نکو کار و نکو نام است آه از وی ن

نگارم ساده و من رند رنگ آمیز رسوایم   چه نقش مدعا بندم بدین نی سیاه از وی ن

بموج ناله میرویم غبار از دامن زینش   کمین ها دیده ام غافل نیم در صیدگاه از وی

جنون رشک را نازم که چون قاصد روان گردد   دوم بیخویش و گیرم نامه اندر نیمه راه از وی ن

چه سنجم داوری با سامری سرمایه محبوبی   که باشد چون دل اندر زبان داد خواه از وی

ز هم دوریم با اینمایه نسبت نامرادی بین   شب تار یکی از ما باشد و روی چو ماه از وی ن

شکستن را اجزا یا هم بدین اندازه قسمت کن   دلی از ما و عهد و طره و طرف کلاه از وی

بتان را جلوهٔ نازش بوجد آرد ز شنگرفی بین   برهمن باشد ار تا دیر گردد خانقاه از وی

شدم غرق خط نظارهٔ و با غیر در تابم   که دانم می تراود دعوی ذوق نگاه از وی

نگاهش شرمگین باشد چو مژگان سرگشت آری   فرو ماند سپه داری که برگردد سپاه از وی ص ن

ن به غالب آشتی کردیم دیگر داوری نبود
گزاف دائمی از ما شراب گاه گاه از وی

(۲۵۹)

ن نخواهم از صفِ حوران نه صد هزار یکی — مرا بس است ز خوبان روزگار یکی
ن سراغ وحدتِ ذاتش توان ز کثرت جست — که سایرست در اعداد بیشمار یکی
کسیکه مدعی سستی اساس وفاست — نشان دهد ز بناهای استوار یکی
پ چه گویم از دل و جانی که در بساطِ منست — ستم رسیده یکی ناامیدوار یکی
دو برق فتنه نهفتند در کفِ خاکی — بلای جبر یکی رنج اختیار یکی
دلا منال که گویند در صفِ عشاق — ستوه آمده از جور خوی یار یکی
ز ناله ام بدلت میرسد هزار آسیب — نشد که سنگ تو بیرون دهد شرار یکی
ن مروز آینه خانه که خوش تماشائیست — یکی تو محوِ خودی وچه تو هزار یکی
زهی نگاه سبکسیرِ شرم دور اندیش — یکی بلندی و دل رفت پرده دار یکی
تماش هستی من یکسر آتشست آتش — مراچه شعله بود زشت هر دی کار یکی
چه شد که ریخت زبان تنگ صد هزار سخن — بخون سرشته نوائی ز دل برآر یکی

دم از ریاست دهلی نمیزنم غالب
منم ز خاک نشینان آن دیار یکی

(۲۶۰)

ن اندوه پرافشانی از چهره عیانستی — خون تا نشد و رنگ اکنون از دیده روانستی
غم راست بدلسوزی سعی ادب آموزی — انداختگانش را اندازه نشانستی
صد ره بهوس خود را با وصل تو سنجیدم — یک مرحله تن وانگه صد قافله جانستی
ن ذوقِ دلِ خود کامش دریاب ز فرجامش — هر حلقهٔ گلدامش چشمی نگرانستی

رو تن بخرابی ده تا کار روان گردد
طوفان زده زورق را هر موج عیانستی

چشمی که بما دارد هم رو بقفا دارد
خود نیز بیخ خود را از حیرت سیانستی

جان باغ و بهار ما در پیش تو خاکستی
تن مشت غبار ما در کوی تو جانستی

رازِ تو شهیدان را در سینه نمی گنجد
هر سبزه درین مشهد مانا بزبانستی ن

ساقی بزر افشانی دانم ز کریمانی
پیمانه گران تر ده گر باده گرانستی ن

فیض ازلی نبود مخصوص گروهی را
حرفیست که می خوردن آئین مغانستی

هم جلوهٔ دیدارش در دیده نگاهستی
هم لذتِ آزارش در سینه روانستی

غالب سر خم بکشا پیمانه بمی در زن
آخر نه شبِ ماهست گیرم رمضانستی

(۲۶۱)

تابم ز دل برد کافر ادائے
بالا بلندے کوته قبائے ن

از خوی ناخوش دوزخ نهیبے
وز روی دلکش مینو لقائے

در دیرگیری غافل نوازے
در زود میری عاشق ستائے ن

زردشت کیشے آتش پرستے
برسم گزارے زمزم سرائے

چون مرگ ناگه بسیار تلخے
چون جان شیرین اندک وفائے

در کام بخشی ممسک امیرے
در دلستانی مبرم گدائے ن

گستاخ سازی پوزش پسندے
طاقت گدازے صبر آزمائے

در کینه ورزی تفسیده دشتے
در مهربانی بستان سرائے

از زلفِ پرخم مشکین نقابے
از تابش تن زرین ردائے

ن درعرض دعوی لیلی نکوہے
بر رغم غالب مجنون ستائے

۲۶۲

ن بدل زعربدہ جائی کہ داشتی داری | شمار عہد وفائی کہ داشتی داری
بہ لب چہ خیزد از انگیز وعدہ ہای وفا | بدل نشست جفائی کہ داشتی داری
پ ن توکی زجور پشیمان شدی چہ میگوئی | درست وغ راست نمائی کہ داشتی داری
بسینہ چون دل درد لِ جہان خزیدی باز | نگاہِ مہر فزائی کہ داشتی داری
ن عتاب و مہر تو از ہم شناختن نتوان | خرد فریب ادائی کہ داشتی داری
خراب بادہ دو شینہ سرت گردم | ادای لغزش پائی کہ داشتی داری
ن بہ کرد گار نگرویدی ہمان بفسوس | حدیث روز جزائی کہ داشتی داری
کرشمہ باز نہالی کہ بودہ ہستی | بسر ز فتنہ ہوائی کہ داشتی داری
ہنوز ناز پی غمزہ گم نداند کرد | ادای پردہ کشائی کہ داشتی داری

جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب
ترا چہ باک خدائی کہ داشتی داری

۲۶۳

ن اگر بشرح سخن در بیان بگردانی | زسوی کعبہ رخ کاروان بگردانی
ن بہ نیم ناز کہ طرح جہانِ نو فگنی | زمین بگستری و آسمان بگردانی
بیک کرشمہ کہ بر گلبنِ خزان ریزی | بہار را ید رِ بوستان بگردانی
بخاطری کہ در آئی بجلوہ آرائی | بلای ظلمتِ مرگ از روان بگردانی

غزل ۲۶۳ : بین [illegible] ۱۸۲۰ء / ۲۸ جمادی [illegible] ۱۸۳۸ء / ۲۳ شوال ۱۲۵۳ھ (عابدی)

به گلشنی که خرامی بباده آشامی — قدح ز جوش گل ارغوان بگردانی ن

بگوی غیر روی چون مرا بره نگری — بجبهه چین فگنی و عنان بگردانی

وفا ستای شوی چون مرا بیاد آری — بخویش طعنه زنی و زبان بگردانی

به بیم خوی خودم در عدم بخوابانی — بشوق روی خودم در جهان بگردانی

به بذله خاطر اسلامیان بیازاری — بجلوه قبلهٔ زردشتیان بگردانی ن

اجازتی که کنم ناله تا کجا غالب
ز لب بسینهٔ تنگم فغان بگردانی

(۲۶۴)

ای موج گل نوید تماشای کیستی — انگارهٔ مثال سراپای کیستی ن

بیهوده نیست سعی صبا در دیار ما — ای بوی گل پیام تمنای کیستی

خون گشتم از تو باغ و بهارِ که بودهٔ — کشتی مرا بغمزه مسیحای کیستی ن

یادش بخیر تا چه قدر سبز بودهٔ — ای طرف جویبار چمن جای کیستی

از خاک غرقهٔ کفِ خونی دمیدهٔ — ای داغ لاله نقش سویدای کیستی ن

نشنیده لذتِ تو فرو میرود بدل — ای حرف محوِ لعل شکرخای کیستی

با نوبهار این همه سامان ناز نیست — فهرست کارخانهٔ یغمای کیستی

در شوخیِ تو چاشنیِ پرفشانیست — ای پرده صید دام تپشهای کیستی

از هیچ نقش غیر نکوئی ندیدهٔ — ای دیده محوِ چهرهٔ زیبای کیستی

با هیچ کافر اینهمه سختی نمی رود — ای شب بگو بمن که تو فردای کیستی ن

غالب نوای کلک تو دل می برد ز دست
تا پرده سنج شیوهٔ انشای کیستی

(۲۶۵)

کافرم گر از تو باور باشدم غمخوارئے
آزمند التفاتم کرده ذوق خوارئے

از کنار دجلهٔ آتشخانه چندان دور نیست
کشتی ما بر شکستن زد دو دستان یارئے

شاد باش ای غم ز بیم مرگم این ساختی
گشت صرف زندگانی بود گر دشوارئے

رشک نخوت گر خدنگت جانب دشمن گرفت
دردیم ساطور پنهانست زخمیم کارئے

برق از غیرت کباب بیجا پاسوزئی
مرگ از لطفت هلاک دردمند آزارئے

با خرد گفتم چه باشد مرگ بعد از زندگی
گفت هی خواب گرانی از پس بیدارئے

ای دل از مطلب گذشتم دستگاهت تا چه شد
شیونی شوری فغانی اضطرابی زارئے

دارد انداز تسلسل در ضمیرم شوق دوست
همچو رقص ناله در کام و لب زنهارئے

دل نفس دزدیده خون گردید بخت چشم بین
کش به لعل و در توانگر کرده در افشارئے

زله بردار ظهوری باش غالب بحث چیست
در سخن درویشئی باید نه دکان دارئے

(۲۶۶)

رفت آنکه کسب بوی تو از باد کردمی
گل دیدمی و روی ترا یاد کردمی

رفت آنکه گر براه تو جان دادمی ز ذوق
از موج گرد ره نفس ایجاد کردمی

رفت آنکه گر لبت نه بنفرین نواختی
رنجیدمی و عربده بنیاد کردمی

رفت آنکه قیس را بسترگی ستودمی
در جای جای ستایش فرهاد کردمی

رفت آنکه جانب رخ و قدت گرفتمی | در جلوه بحث با گل و شمشاد کردمی
رفت آنکه در ادای سپاس پیام تو | هرگونه مرغ صد قفس آزاد کردمی
اکنون خود از وفای تو آزار می‌کشم | رفت آنکه از جفای تو فریاد کردمی ن
بندم منه ز جلوه که تابم نمانده است | رفت آنکه خویش را به بلا شاد کردمی
آخر بداد گاه دگر اوفتاد کار | رفت آنکه از تو شکوهٔ بیداد کردمی

ن غالب هوای کعبه بسر جا گرفته است
رفت آنکه عزم خلخ و نوشاد کردمی

(۲۶۷)

مژدهٔ خرمی دی بی خللی را ما نی | ابدی جنت و فیض ازلی را ما نی
بسکه هموار و دلاویزی و شیرین حرکات | سایهٔ طوبی و جوی عسلی را ما نی ن
جلوه فرمائی و جاوید نمائی به کسی | سیمیائی و بهشت عملی را ما نی
بستم معنی پیچیدهٔ نازک باشی | ای که در لطف رقم‌های جلی را ما نی
به توانائی کوشش نتوان یافت ترا | سرخوشیهای قبول ازلی را ما نی ن
جز بچشم و دل والاگهران جا نکنی | جلوهٔ نقش کف پای علی را ما نی
بدل هر که بچشم تو در آید ناگاه | داری آن مایه تصرف که ولی را ما نی ن
ای که در طالع ما نقش تو هرگز ننشست | زهرهٔ حوتی و شمس حملی را ما نی ن

اندرین شیوهٔ گفتار که داری غالب
گر ترقی نکنم شیخ علی را ما نی

(۲۶۸)

ن همنشین جان من و جان تو این انگیز هی | سینهٔ از ذوق آزار منش لبریز هی

غیر دانم لذتِ ذوق نگه دانسته است | کز پی قتلم بدستش داد تیغ تیز هی

میچکد خونم رگِ ابرست آن فتراک های | می تپد خاکم رم بادست آن شبدیز هی

ن بر سر کوی تو بیخود گشتنم از ضعف نیست | کشتهٔ رشکم نیارم دید خود را نیز هی

ننگ باشد چشم بر ساطور و خنجر دوختن | غنچه آسا سینه خواهم جراحت خیز هی

ن تیشه را نازم که بر فرهاد آسان کرد مرگ | خنجر شیرویه در جان دادن پرویز هی

غمزه را زان گوشهٔ ابرو کشادِ دیگر است | آن خرام توسن و این جنبش مهمیز هی

ریزش خشت از در و دیوار برگِ راحت است | خاک را کاشانهٔ ما کرده بائین خیز هی

گفتم آری رونقِ بازار کسریٰ بشکنی | گرم کردی در جهان هنگامهٔ چنگیز هی

غالب از فاکِ کدورت خیز هندم دل گرفت

اصفهان هی یزد هی شیراز هی تبریز هی

(۲۶۹)

ن خوشنود شوی چون دل خوشنود نیابی | ترسم که زیانکار کسی سود نیابی

ن از قافلهٔ گرم روان تو نباشد | رختی که به سیلش شرر اندود نیابی

پ فرقیست نه اندک ز دلم تا بدلِ تو | معذوری اگر حرف مرا دود نیابی

ن برذوقِ خداداد نظر دوخته گیریم | بر سینهٔ ما زخم نمک سود نیابی

ن در وجد به هنجار نفس دست فشانیم | در حلقهٔ ما رقص دف و عود نیابی

در مشرب ما خواهش فردوس نجوئی | در مجمعِ ما طالعِ مسعود نیابی

غزل ۲۶۹، بیت ۷ — نسخهٔ مرتب : [illegible]

غزل ۲۶۹ : [illegible] دسمبر ۱۸۳۷ء / ... جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ [illegible] ۳۸ء م / ۲۳ شوال ۱۲۵۴ھ (عابدی)

در بادهٔ اندیشهٔ ما دُرد نه بینی | در آتشِ هنگامهٔ ما دود نیابی
چون آخرِ حسنست بما ساز که دیگر | باہم کششی مانعِ مقصود نیابی
آن شرم که در پرده گری بود نداری | آن شوق که در پرده دری بود نیابی

غالب به دکانی که بامید کشودیم
سرمایهٔ ما جز ہوسِ سود نیابی

(۲۷۰)

سرچشمهٔ خونست زدل تا بزبان ہای | دارم سخنی با تو و گفتن نتوان ہای ی ن
سیرم نتوان کرد ز دیدار نکویان | نظاره بود شبنم و دل ریگ روان ہای ی ن
ذوقیست درین مویه که بر نعش منستش | با دلشدهٔ ہیچ مگوی ہمہ دان ہای ی ن
در خلوتِ تابوت نرفتست نہادم | بر تختهٔ دردوختهٔ چشمِ نگران ہای
ای فتویِ ناکامیِ مستان که تو باشی | مہتابِ شبِ جمعهٔ ماهِ رمضان ہای
باداد رِ ناگفته شنو رفت حوالت | دردی که به گفتن نپذیرفت گران ہای
از جنّت و سرچشمهٔ کوثر چه کشاید | خونِ گشته دل و دیدهٔ خونابه فشان ہای ی ن
در زمزمه از پرده دِ ہنجار گذشتیم | رامشگریِ شوق بآہنگ فغان ہای
سیماب تنی کز رمِ برقست نهادش | گردیده مرا مایهٔ آرایشِ جان ہای

غالب بدل آویز که در کارگهِ شوق
نقشی است درین پرده بصد پرده نہان ہای

(۲۷۱)

زاہد گرو مسجد چه و محراب کجائی | عیدست و دم صبح می ناب کجائی ن

دریا ز حباب آبله پای طلبِ تست   نورِ نظر ای گوهرِ نایاب کجائی

ن بوی گل و شبنم نسزد کلبهٔ ما را   صرصر تو کجا رفتی و سیلاب کجائی

حشرست خداداد و رہ ہنگامہ بپایان   ای شکوهٔ بی مهری احباب کجائی

آن شور که گرداب جگر داشت ندارد   ای لختِ دلِ غرقه بخوناب کجائی

باگرمیِ ہنگامهٔ خواہش نشکیبم   آتش به شبستان نزدم ای آب کجائی

چون نیست نمکسائی اشکم لیقانم   کای روشنیِ دیدهٔ بیخواب کجائی

غواصیِ اجزای نفس دُر نه ندارد   از دل ندمی داغِ جگرتاب کجائی

شوریست نواریزیِ تارِ نفسم را   پیدا نه ای جنبشِ مضراب کجائی

بنمای به گوساله پرستان یدِ بیضا
غالب به سخن صاحبِ فن تاب کجائی

(۲۷۲)

ن دل که از من مر ترا فرجام تنگ آرد همی   بر سرِ راه تو با خویشتم بجنگ آرد همی

ن پنجهٔ نازک ادایش رانگاری دیگرست   خون کند دل رالخت لخت آنکه بچنگ آرد همی

ن بوسه گر خواهی بدین شنگی به بیچه تنگ تنگ   عذر اگر باید بستی رنگ رنگ آرد همی

آنکه جوید از تو شرم و آنکه خواهد از تو مهر   تقوی از بتخانه و داد از فرنگ آرد همی

بازوی تیغ آزمائی داشتی انصاف نیست   کز تو بختم مژدهٔ زخمِ خدنگ آرد همی

گر نه در تنگی دهانِ دوست چشمِ دشمنست   از چه رو بر کامجویان کار تنگ آرد همی

تا دران گیتی شوم پیشِ شهیدان شرمسار   رنجه و بیهوده در قتلم درنگ آرد همی

خواهدم در بند خویش اما بفرجام بلا   حلقهٔ دامِ من از کام نهنگ آرد همی

همچنان در بند سامانِ مرادش سنجی　　گر بجای شیشه بخت از دوست سنگ آید همی ن

چشم خلقی سرمه جوی دردی غالب درمیان
در رهش اندیشه با یادم بجنگ آرد همی

(۲۷۳)

دیده در آنکه تا نهد دل بشمار دلبری　　در دلِ سنگ بنگر و رقص بتان آزری ن

فیض نتیجهٔ ورع از ی و نغمه یافتیم　　زهره با برین افق داده فروغ مشتری ن

تا نبود به لطف و قهر هیچ بهانه درمیان　　شکر گرفت نارسا شکوه شمرد سرسری

ای تو که هیچ ذره را جز به تو روی نیست　　در طلبت توان گرفت بادیه را به رهبری ن

هر که دلست در برش داغ تو رویدش ز دل　　تا چو بدیگری دهد باز بری بداوری ن

بسکه به فن عاشقی غیرت غیر جان گداشت　　با تو خوشم که جز تو نیست رهی بهر که آوری

رشک ملک سپهر چرا چون بتو ره نمی برد　　بیهده در هوای تو می پرواز بگسری ن

حیف که من بخون تپم و ز تو سخن رود که تو　　اشک بدیده بشمری ناله به سینه بنگری ن

کوثر اگر بمن رسد خاک خورم ز بی نمی　　طوبی اگر ز من شود هیمه کشم ز بی بری

درد ترا بوقت جنگ قاعدهٔ تهمتنی　　فکر مرا بزیر زنگ آینهٔ سکندری

بینیم از گداز دل در جگر آتشی چو سیل
غالب اگر دم سخن ره به ضمیر من بری

(۲۷۴)

زبسکه با تو بهر شیوه آشنا ستمی　　به عشق مرکز پرکار فتنه باستمی

امیدگاه من و همچو من هزار کسیست　　ز رشک در صدد ترک مدعا ستمی ن

غزل ۲۷۳: بمن ۲۹ ... ۱۸۳۷م / ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۵۳ه و ۲۱ ژانویه ۱۸۳۸م / ۲۲ شوال ۱۲۵۳ه (عابدی)

ن سخن ز دشمن و غمهای ناگوارش نیست — ز دوست داغ ستمهای ناروا ستمی

ن دیت مگوی و ملامت منج و فتنه مگیر — چه شد که هیچکسم بندهٔ خدا ستمی

بسر مسه غوطه دهیدم که در سیه مستی — ز شرمگینی چشم سخن سرا ستمی

ستم نگر که بدین بخت تیره که مراست — ز بهر فرق عدو سایهٔ هما ستمی

چگونه تنگ توام کشیدنت بکنار — که با تو در گله از تنگی قبا ستمی

نکرده وعده که بر عاجزان ببخشائی — امید سنج فغانهای نارسا ستمی

بباده داغ خودی از روان خرد شسته — هلاک مشرب رندان پارسا ستمی

بهرزه ذوق طلب میفزایدم غالب
که باد در کف و آتش بزیر پا ستمی

(۲۷۵)

دلم در ناله از پهلوی داغ سینه تابستی — بر آتشپارهٔ تپیده لختی از کبابستی

ن بهارم دیدن و رازم شنیدن برنمی تابد — نگه تا دیده خونستی و دل تا زهره آبستی

ن هجوم جلوهٔ محمل کاروانم را غبارستی — طلوع نشئهٔ می مشرقم را آفتابستی

ن فغانم را نوای صور محشر همعنانستی — بیانم را رواج شور طوفان در رکابستی

زخاکم ناله میروید ز داغم شعله میبالد — رسیدی گر در راهستی و دیدی خطرابستی

خطائی سر زد از بیصبری و شرمنده‌ام زانم — بحسرت مردن استغنای قاتل را جوابستی

ن دلم صبح شب وصل تو بر کاشانه می لرزد — در و بامم بوجد از ذوق بوی مشک نابستی

زهی جان و دلم کز هفت دوزخ یادگارستی — خوشا پا تا سرت کز هشت گلشن انتخابستی

دلم میجوئی و عاذر رشک می میرم که در مستی — چرا زان گوشهٔ ابرو اشارت کامیابستی

غزل ۲۷۴ بیت ۱ ـ نسخهٔ مرتب: «چه» بجای «که»

محبت در بلا اندازہ می جوید مقابل را — کتان ہوش را مر جلوۂ گل ماہتابستی
گلویم تشنہ و جان و دلم افسردہ ہی ساقی — بدہ نوشینہ داروئی کہ ہم آتش ہم آبستی
سپاس از جا نگی خواران استغنای نازستی — شکایت از دعا گویان اندازِ عتابستی
نگویم ظالمی اما تو در دل بودۂ دانگہ — دلی دارم کہ ہمچون خانۂ ظالم خرابستی
منال از عمر و سازِ عیش کن کز باد نوروزی — بہ گلشن جلوۂ رنگینیِ عہدِ شبابستی

طفیلِ اوست عالم غالبا دیگر نمیدانم
گر از خاکست آدمؑ پای نام بوترابستی

جستجوئے طرحِ خداداد

غزلیات

از ربع دوم ۱۸۳۸ء/۱۲۵۴ھ تا ۱۸۴۱ء/ اواخر ۱۲۵۷ھ

(۲۷۶)

ساخت ز راستی بغیر ترک فسونگری گرفت[۱] | زهره بطالع عدو شیوهٔ مشتری گرفت

شه به گدا کجا رسد زانکه چو فتنه روی داد | خاتم دست دیو برد کشور دل پری گرفت

ترکِ مراز گیر و دار شغل غرض بود نه سود | فربه اگر نیافت صید خورده به لاغری گرفت

آمد و از رهِ غرور بوسه بخلوتم نداد | رفت و در انجمن ز غیر مزدِ نواگری گرفت

ای که دلت ز غصه سوخت شکوه نه در خورِ وفاست | ور سزد آنکه سرکشی گیر که سرسری گرفت

جاده شناسِ کوی خصم بودم و دوست راه | منکرِ ذوقِ همرهی خورده به رهبری گرفت

مستیِ مرغِ صبحدم بر لبِ گل ببوی تست | هرزه ز شرمِ باغبان جبههٔ گل تری گرفت

رای زدم که بارِ غم هم به رقم ز دل رود | نامه چو بستمش ببالِ مرغ سبکپری گرفت

غالب اگر ببزم شعر دیر رسید دور نیست
کش بفراقِ خسروی دل ز سخنوری گرفت

۱؎ مطلع این غزل پیش از سال ۱۸۴۱م/۱۲۵۷ھ و بعد از ماه مارس ۱۸۳۸م/پایان سال ۱۲۵۳ھ وجود داشته است (عابدی)

(۲۷۷)

ن حور بهشتی نیاد آن بت کشمیر برد — بیم صراط از نهاد آن دم شمشیر برد
ن شب روی غمزهٔ صبر و دل و دین ربود — جان که از و باز ماند شحنهٔ تقدیر برد
ناله در ایوان شوق توشهٔ راهی نداشت — بست بغارت کمر فرصت شبگیر برد
شوق بلندی گرای پایهٔ منصوبجست — حوصلهٔ نارسائی بسر تیر برد
زد نگهت بر دلم مخزن اسرار دید — خواست کلیدش برد طاقت تقریر برد
جنبش ابرو نبود از پی قتلم ضرور — غمزه ز بی طاقتی دست بشمشیر برد
روشنی داشت عشق چاشنی داشت مهر — آن خس از آتش گرفت این نمک از شیر برد
خانهٔ ز نور شد کلبه ام از دست چرخ — بسکه ز آب و گلم رغبت تعمیر برد
سردی مهر کسی آب رخ شعله ریخت — گرمی نبض دلم عرض تباشیر برد
عشق ز خاک درت سرمهٔ بینش گرفت — باده در آمد هوس نسخهٔ اکسیر برد

با خودش افتاده کار باک نه غالب مدار
ذوق فغانش ز دل ورزش تاثیر برد

(۲۷۸)

ترا گویند عاشق دشمنی آری چنین باشد — ز رشک غیر باید مرد گر مهر تو کین باشد
ن از آن سرمایهٔ خوبی بوصلم کام دل جستن — بدان ماند که موری خرمنی را در کمین باشد
محبت هر چه با آن تیشه زن کرد از ستم نبود — چنین افتد چو عاشق سخت و شاهد نازنین باشد
بروزی کشتنی تیغی بابروی باید بسر بردن — بمن ضایع کند گر صد نگاه خشمگین باشد
ن نسوزد بر خودم دل گر بسوزد برق خرمن را — که دانم آنچه از من رفت حق خوشه چین باشد
ن به پیری زاهد اندر روضه یکجا خوش توان بودن — بشرط آنکه از باده و ز شیر انگبین باشد

جفاهای ترا آخر وفائی هست پندارم — درین میخانه صافِ می بجامِ واپسین باشد

بری از شحنهٔ دل تا خون بریزی بی گناهی را — نترسی از خدا آئین بیباکی نه این باشد

چه رفت از زهره با هاروت خاکم در دهن بادا — تو مریم یافتی و کارِ تو با روح الامین باشد ن

ن ازان گردی که در راهش نشیند بر رخم غالب
چه خیزد چون هم از من رخ هم از من آستین باشد

(۲۷۹)

زمن حذر نه کنی گر لباس دین دارم — نهفته کافرم و بت در آستین دارم ن

زمرّدین بود خاتم گدا دریاب — که خود چه زهر بلد کاں ته نگین دارم

اگر به طالعِ من سوخت خرمنم چه عجب — عجب ز قسمتِ یک شهر خوشه چین دارم

نشسته ام بگدائی بشاهراه و هنوز — هزار دزد بهر گوشه در کمین دارم ن

ز دودهٔ دوزخیان را فزون نیاز ندید — توقعی عجب از آه آتشین دارم

ترا نه گفتم از جان و عمر معذورم — که من وفای تو با خویشتن یقین دارم ن

بمطلعم بود آهنگ نکته بندی مدح — ز قحط ذوق غزل خویش دل برین دارم

طلوعِ قافیه در مطلع از جبین دارم — بذکر سجدهٔ شه حرف دلنشین دارم

علیّ عالی اعلیٰ که در طواف درش — خرام بر فلک و پای بر زمین دارم

از آنچه بر لب او رفته در شفاعت من — فسانهٔ بلبِ جوی انگبین دارم

بدشمنان ز خلاف بدوستان ز حسد — بحکم مهر تو با روزگار کین دارم

بگو ترا ز تو کاظرف بیش قیمت بیش — بباده خوی کنم عقل دوربین دارم

جواب خواجه نظیری نوشته ام غالب
خطا نموده ام و چشم آفرین دارم

نفسِ شرارہ فشاں

غزلیات

از ۱۸۴۲ء/۱۲۵۷ھ تا ۱۸۴۵ء/۱۲۶۱ھ

(۲۸۰)

چون به قاصد بسپرم پیغام را
رشک نگذارد که گویم نام را ن

گشته در تاریکیِ روزم نهان
گو چراغی تا بجویم شام را ن

آن نمی باید که چون ریزم بجام
زور می در گردش آرد جام را ن

بیگناہم پیرِ دَیر از من مرنج
من بمستی بسته ام احرام را

از دلِ تست آنچه بر من میرود
می شناسم سختیِ ایام را

تا نیفتد هر که تن پرور بود
خوش بود گر دانه بتود دام را ن

بسکه ایمانم بغیب است استوار
از دهانِ دوست خواہم کام را

ما کجا او کو چه سودا در سر ست
ذره های آفتاب آشام را

زحمتِ عام است دائم خاص را
عشرتی خاص است ہردم عام را ن

دلستان در خشم غالب بوسه جوی
شوق نشناسد همی هنگام را

(۲۸۱)

لب شیرین تو جان نمکست | وین که گفتم بزبان نمکست
در نهاد نمک از رشک لبت | هست شوری که فغان نمکست
ای شده لطف و عتابت همه ناز | ناز در عهد تو کان نمکست
ناز سرمایهٔ دیگر ز تو یافت | نمک خوانِ تو خوان نمکست
شورها صرف فغانم کردند | نمک از حسرتیان نمکست
زخم ما پنبهٔ مرهم دارد | زین سفیدی که نشان نمکست
گر نمک سود کنی ز غم ولم | سود ز خمست و زیان نمکست
گفتی الماس فشاندم تو وحق | نازشِ من بر گمان نمکست

نطق من مایهٔ من بس غالب
خود نمک گوهر کان نمکست

(۲۸۲)

ن هر چه فلک نخواستست هیچکس از فلک نخواست
ظرف فقیه می نجست بادهٔ ما گزک نخواست

ن غرقه بموجه تاب خورد تشنه ز دجله آب خورد
زحمت هیچیک نداد راحت هیچیک نخواست

جاه ز علم بیخبر علم ز جاه بی نیاز
هم محک تو زر ندید هم زر من محک نخواست

شحنهٔ دهر بر ملا هر چه گرفت پس نداد
کاتب بخت در خفا هر چه نوشت حک نخواست

خون جگر بجای می مستی ما قدح نداشت
نالهٔ دل نوای نی رامش ما چنگ نخواست

زاهد و ورزشِ سجود آه ز دعویِ وجود
تا نزد اهرمن رهش بدرقه ملک نخواست

بحث و جدل بجای مان میکده جوی کاندران
کس نفس از جمل نزد کس سخن از فدک نخواست

گشته در انتظار پور دیدهٔ پیر ره سفید
در ره شوق همرهی دیدهٔ زمردمک نخواست

حسن چه کام دل دهد چون طلب از حریف نیست
خست نگاه گر جگر خسته ز لب نمک نخواست

خرقه خوش است در برم پرده چنین خشن خوش است
عشق به خار خار غم پیرهنم تنک نخواست

رند هزار شیوه را طاعتِ حق گران نبود
لیک صنم بسجده در ناصیه مشترک نخواست

لن سمل شمر دو سر سری تا تو ز عجز نشمری
غالب اگر بداوری داد خود از فلک نخواست

(۲۸۳)

از فرنگ آمده در شهر فراوان شده است
جرعه را دین عوض آرید می ارزان شده است

چشم بد دور چه خوش می تپم امشب کر بروز
نفسِ سوخته در سینه پریشان شده است

ن دردلش جوی و در دیر و حرم نشناسی　　تاچه روداد که در زاویه پنهان شده است
لب گزد بخود و باخود شکر آبی دارد　　تاچه گفتست که از گفته پشیمان شده است
داغم از مور و نظربازیِ شوقش به شکر　　کش بود لوبه بدان پای که مژگان شده است
ن گفتم البته زمن شاد بمردن گردی　　گفت دشوار که مردن بتو آسان شده است
ن دُرد و روغن بچراغ و کدری به ایاغ　　تاخود از شب چه بجا ماند که مهمان شده است
ن شاهد و می زمیان رفته و شادم بسخن　　گشته ام بید درین باغ که ویران شده است
شهرتم گر به مثل مائده گردد بینی　　که بر آن مائده خورشید نمکدان شده است

غالب آزرده سرشیست که از مستی قرب
هم بدان وجه که آورده غزلخوان شده است

(۲۸۴)

ن چو صبح من زسیاهی بشام مانندست　　چگویمت که زشب چند رفت یا چندست
ن به رنج از پی راحت نگاه داشته اند　　ز حکمتست که پای شکسته در بندست
درازدستیِ من چاکی ار فگند چه عیب　　ز پیش دلق ورع با هزار پیوندست
نگفته که به تلخی بساز و پند پذیر　　برو که بادهٔ ما تلخ تر ازین پندست
وجود او همه حسنست و هستیم همه عشق　　به بخت دشمن و اقبال دوست سوگندست
نگاه مهر بدل سر نداده چشمهٔ نوش　　هنوز عیش بانداده شکرخندست
ن زبیم آن که مبادا بمیرم از شادی　　نگوید ار چه بمرگ من آرزومندست
شمار کجرویِ دوست در نظر دارم　　درین نورد ندانم که آسمان چندست
ن اگر نه بهر من از بهر خود عزیزم دار　　که بنده خوبیِ او خوبیِ خداوندست

ن نہ آن بود کہ وفا خواہد از جہان غالب
بدین کہ پرسد و گویند ہست خرسندست

(۲۸۵)

بوادیٔ کہ درآن خضر را عصا خفتست — بسینہ می سپرم رہ اگرچہ پا خفتست ن
بدین نیاز کہ با تست ناز میرسدم — گدا بسایۂ دیوار پادشا خفتست
بہ صبح حشر چنین خستہ روسیہ خیزد — کہ در شکایت درد و غم دوا خفتست ن
خروش حلقۂ رندان زنازنین پسریست — کہ سر بزانوی زاہد بہ بوریا خفتست
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز — گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتست ن
غمت بشہر شبیخون زنان بہ بنگہ خلق — عسس بخانہ و شہ در حرم سرا خفتست ن
دلم بہ سبحہ و سجادہ و ردا لرزد — کہ دزد مرحلہ بیدار و پارسا خفتست
درازیٔ شب و بیداری من اینہمہ نیست — ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست ن
ببین ز دور و مجو قرب شہ کہ منظر را — دریچہ باز و بدروازہ اژدہا خفتست
براد خفتن من ہر کہ بنگرد داند — کہ میر قافلہ در کاروانسرا خفتست
دگر ز ایمنی راہ و قرب کعبہ چہ حظ — مرا کہ ناقہ ز رفتار ماند و پا خفتست ن

ن بخواب چون خودم آسودہ دل مدان غالب
کہ خستہ غرقہ بخون خفتہ است تا خفتست

(۲۸۶)

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست — در امر خاص حجت دستور عام چیست ن

ن مستم ز خونِ دل که دو چشم از آن پرست — گوئی مخور شراب و نبینی بجام چیست

با دوست هر که باده بخلوت خورد مدام — داند که حور و کوثر و دار السلام چیست

ن دلخستهٔ غمیم دلبود می دوای ما — با خستگان حدیث حلال و حرام چیست

در روز تیره از شب تارم نماند بیم — چون صبح نیست خود چه شناسم که شام چیست

با خیل مور میرسی از ره خوش ست فال — قاصد بگو کز آن لبِ نوشین پیام چیست

گفتی قفس خوش ست توان بال و پر کشود — باری علاج خستگی بند دام چیست

ن از کاسهٔ کرام نصیب است خاک را — تا از فلک نصیبهٔ کاس کرام چیست

ن نیکی ز تست از تو نخواهیم مزد کار — در خود بدیم کار تو ایم انتقام چیست

ن غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت
پرسد چرا که نرخ می لعل فام چیست

(۲۸۷)

تا بسویم نظرِ لطف جمس تا من است — سبزه ام گلبن و خارم گل و خاکم چمن است

ایکه تا نام تو آرایشِ عنوان بخشید — صفحهٔ نامه بشادابی برگ سمن است

کلکم از تازگی مدح تو در بارهٔ خویش — شارح أنْبَتَهُ اللّٰهُ نباتاً حسن است

گهر افشانی مدح تو بجنبش آورد — خامه ام را که کلید در گنج سخن است

هر دم از رای منیر تو کند کسب ضیا — مهر تابان که فروزندهٔ این انجمن است

به خیالِ تو به مهتاب شکیبم که مگر — عکس روی تو درین آئینه پرتو فگن است

راست گفتارم و یزدان نپسندد جز راست — حرف ناراست سزیدن ردش اهرمن است

آنچنان گشته یکی دل بزبانم که مرا — میتوان گفت که لختی ز دل اندر دهن است

راستی اینکه دم مهر و وفای تو بدل | با هم آمیخته مانند روان با بدن است
دوری از دیده اگر ردی دهد دور نه | زانکه پیوسته ترا در دل زارم وطن است
داور اگرچه همایم به همایون سخنی | لیک در دهر مرا طالع زاغ و زغن است
جز باندوه دل و رنج تنم نفزاید | ناله هرچند ز اندوه دل و رنج تن است
سینه می سوزد از آن اشک که در دامن نیست | به جگر می خلد آن خار که در پیرهن است
بیکسی های من از صورت حالم دریاب | مرده ام بر سر راه و کف خاکم کفن است
حیف باشد که دلم مرده و پرسش نکنی | بجهان پرسش ماتمزده رسم کهن است
چشم دارم که فرستی بجواب عزلم | آن رضانامه که از لطف تو مطلوب من است

غالب خسته بجان جای بر آن در دارد
گر به تن معتکف گوشهٔ بیت الحزن است

(۲۸۸)

به بند پرسش حالم نمی توان افتاد | توان شناخت زبندی که بر زبان افتاد ن
فغان من دل خلق آب کرد ورنه هنوز | نگفته ام که مرا کار با فلان افتاد
من آن نیم که بتانم کنند دلجوئی | خوشم ز بخت که دلدار بدگمان افتاد
ز رشک غیر بدل خون فتاد تا گه من | بخون هم ار چه افتاد تا چنان افتاد
هم از تصرف بیتابی زلیخا بود | بچاه یوسف اگر راه کاروان افتاد ن
حدیث می بدف و چنگ در میان آریم | کنون که کار به شیخ نهفته دان افتاد
فرو نیامدم از بسکه بیخودم بطلب | هزار بار گذارم بر آشیان افتاد
بکوی یار ز پا افتم و کنم فریاد | بدان دریغ که دانند ناگهان افتاد

شب ار چه با تو بدعوی نمانمائی داشت | بروز طشت مه از بام آسمان افتاد
نفس شراره فشانست و نطق شعله درو | ز حرف نحوی که باز آتشم بجان افتاد

غریبم و تو زبان دانِ من نهٔ **غالب**
به بندِ پرسشِ حالم نمی توان اُفتاد

(۲۸۹)

ن چه عیش از وعده چون باور زعنوانم نمی آید | بنوعی گفت می آیم که میدانم نمی آید
بویرانی خوشم لیکن جهان چون بیتو ویرانست | اگر باشم به چین یاد از بیابانم نمی آید
ن گذشتم زانکه بر زخم دل صد پاره خون گرید | خود او را خنده بر چاک گریبانم نمی آید
روش بشکسته و در سایهٔ دیوار بنشسته | بکویش رشک بر مهر درخشانم نمی آید
دعای خیر شد در حق من نفرین بجان کردن | ز نفرین بسکه میرنجد به لب جانم نمی آید
از آن بدخو ندانم چون دهد دلاله در پیدا | نویدی کز نوازشهای پنهانم نمی آید
ن براه کعبه از دم زیست شادم کز سبکباری | بر فتن پای بر خار مغیلانم نمی آید
دلش خواهد که تنها سوی من روی آورد لیکن | فریب همرهان دانم ز نادانم نمی آید

ن دبیرم شاعرم رندم ندیمم شیوه ها دارم | گرفتم رحم بر فریاد و افغانم نمی آید
شود برهم ولی نز مهر پندارد که در خوابم | شبی کاو از نالیدن ز زندانم نمی آید

ندارم باده **غالب** گر سحرگاهش سراهی
ببینی مست دانی کز شبستانم نمی آید

(۲۹۰)

گر چنین نازِ تو آمادهٔ یغما ماند — به سکندر نرسد هرچه ز دارا ماند ن

دل و دینی به بهای تو فرستم حاشا — دام گیر آنچه ز بیعانهٔ سودا ماند

هم بسودای تو خورشید پرستم آری — دل ز مجنون برد آهو که به لیلا ماند

با وجود تو دم از جلوه گری نتوان زد — در گلستان تو طاؤس به عنقا ماند

شکوهٔ دوست ز دشمن نتوانم پوشید — گر غمِ هجر چنین حوصله فرسا ماند

سازِ آوازهٔ بدنامیِ رهزن شده نیست — آه از آن خسته که از پویه به ره وا ماند

بندهٔ را که بفرمانِ خدا راه رود — نگذارند که در بندِ زلیخا ماند

مه بباغ از افقِ سرو شبی کرد طلوع — سرو گفتند بدان ماه سراپا ماند

بعدِ صد شکوه بیک عذر تسلی نشوم — کاین چنین مهر ز سردی بمدارا ماند

ن در بغل دشنه نهان ساخته غالب امروز
مگذارید که ماتمزده تنها ماند

(۲۹۱)

نیست وقتی که بما کاهشی از غم نرسد — نوبتِ سوختنِ ما به جهنم نرسد ن

دوری درد ز درمان نشناسی هشدار — کز تپیدن دل افگار بمرهم نرسد

می به زهاد مکن عرض که این جوهرِ ناب — پیشِ این قوم بشورابهٔ زمزم نرسد

خواجه فردوس بمیراث تمنا دارد — وای گر در روشِ نسل به آدم نرسد ن

صله و مزد پسندیش که در ریزش عام — لاله از داغ و گل از چاک بشبنم نرسد

بهرهٔ از سرِ خوشیم نیست که ما غم عالمیست — باده گر خود بود از میکدهٔ جم نرسد

ہر چہ بینی ہمہ ان حلقۂ زنجیری ہست | ہیچ جا نیست کہ این دائرہ باہم نرسد
فرّخا لذّتِ بیداد کزین رہگذر | بکسان میرسد آنکس کہ بخود ہم نرسد
ن ہر کجا دشنۂ شوقِ تو جراحت بارد | جز خراشی بجگر گوشۂ ادہم نرسد
ن طوبیِ فیض تو ہر جا گل و بار افشاند | جز نسیمے بپرستش گہ مریم نرسد

سوزد از تابِ سموم دمِ گرمم غالب
دل گرش تازگی از اشک و بادم نرسد

(۲۹۲)

ن باید زمی ہر آینہ پرہیز گفتہ اند | آری دروغ مصلحت آمیز گفتہ اند
فصلی ہم از حکایتِ شیرین شمردہ ایم | آن قصۂ شکر کہ بہ پرویز گفتہ اند
ن خون ریختن بکوی تو کردارِ چشم ماست | مردم ترا برای چہ خونریز گفتہ اند
گویم زسوز سینہ و گوید کہ این ہمہ | تا خود نگشتہ آتشِ دل تیز گفتہ اند
نشگفت دل زباد تو گوئی دروغ بود | از نو بہار آنچہ بہ پائیز گفتہ اند
انداخت خار در رہ و انداز خواندہ اند | انگیخت گردِ فتنہ و انگیز گفتہ اند
گفتن سخن زبلبل و سامان نہ زیرکیست | با قیس رہ نوردی شبدیز گفتہ اند
نازی بصد مضائقہ عجزی بصد خوشی | گر از تو گفتہ اند زما نیز گفتہ اند

غالب ترا بدیر مسلمان شمردہ اند
آری دروغ مصلحت آمیز گفتہ اند

(۲۹۳)

نقاب دار که آیین رهزنی دارد جمال یوسفی و فرّ بهمنی دارد ن

وفای غیر گرش دلنشین شد ست چه غم خوشم ز دوست که با دوست دشمنی دارد

چه ذوق رهروی آنرا که خار خاری نیست مرو به کعبه اگر راه ایمنی دارد

بدلفریبی من گرم بحث و سود نست نگاه تو به زبان تو همفنی دارد

بباده گر بودم میل شاعرم نه فقیه سخن چه ننگ ز آلوده دامنی دارد ن

خوشم به بزم ناکرام خویش زین غافل که می نمانده و ساقی فروتنی دارد

نباشدش سخنی کش توان بکاغذ برد برد که خواجه گهرهای معدنی دارد

بیاورید گر اینجا بود زباندانی غریب شهر سخنهای گفتنی دارد

مبارکست رفیق ار چنین بود غالب
ضیای نیّر ما چشم روشنی دارد

(۲۹۴)

کسی با من چه در صورت پرستی حرف دین گوید ز آزر گفته دانم گر ز صورت آفرین گوید ن

دلم در کعبه از تنگی گرفت آواره خواهم که با من وسعت بتخانهای هند و چین گوید

بخشم ناسزا میگوید و از لطف گفتارش گمان دارم که حرف دلنشینی بعد ازین گوید

شناسد جای غم دل را و خود را دلربا داند عجب دارد اگر دلدادهٔ خود را غمین گوید ن

چو خواهم داد از غم در جوابم لب فرو بندد دگر گویم که جان خواهم بغم داد آفرین گوید

رهم افتاده بهر دانه سوی دام صیادی که حرف ذبح با همراز خویش اندر کمین گوید ن

ز بیتابی بردن انداده از خویش آستین دورش گریبان آنچه دید از دست گر با آستین گوید

دل از پہلو بردن آرم جنبش جامم خود انگارد — دگر لختی برافشانم سلیمانش نگین گوید

ن گذارد آنچہ برق از خرمن اندر دست بگذارم — کہ ترسم چون بچینم کس بطنزم خوشہ چین گوید

چرا رانند غالبؔ را ازان در رہروی باید
کہ رازِ خلوتِ شہ با گدای رہ نشین گوید

(۲۹۵)

ن بیدل نشد ار دل بہ بت غالیہ مو داد — گوئی مگر آن دل کہ ز من برد باو داد

ن سخت است دلِ غیر و گر از ننگ نگوئی — برگشتن مژگان تو گوید کہ چہ رو داد

شائستہ ہمین ما و تو بودیم کہ تقدیر — ما را سخن نغز و ترا روی نکو داد

ساقی دگرم بردہ بہ میخانہ ز مسجد — می یک دو قدح بود و فریبم بسبو داد

برخیز کہ دلجوئی من بر تو حرام است — ای آنکہ ندانی خبرم زان سر کو داد

ن زین سادہ دلی داد کہ چون دید بخوابم — ترسید خود و مژدۂ مرگم بعدو داد

حسن تو بساقی گری آئین نشناسد — مست آمد و یکبار دو ساغر زد و سو داد

در گلشنم و آرم ازان روی نکو یاد — در دوزخم و خواہم ازان تندی خو داد

گفتن سخن از پایۂ غالبؔ نہ ز ہوش است
امروز کہ مستم خبری خواہم ازو داد

(۲۹۶)

ن چوزہ بقصد نشان بر کمان بجنباند — تپد ز رشک دلم تا نشان بجنباند

دعا کدام و چہ دشنام تشنۂ سخنیم — بکام ماست زبان چون زبان بجنباند

ز قتل غیر چه خواهد گرش غرض شغلست — بگو بلوسرم بر سنان بجنباند

ز غیر غیبت ز حسنت کشش مجال نداد — که لب بزمزمهٔ الامان بجنباند

بناله ذوق سماع از تو چشم نتوان داشت — اگر به جنبش مهر آسمان بجنباند

که رفته اند در زندان که بیقراری من — کلید در به کفِ پاسبان بجنباند

بخانقه چه کند تا پریوشی که بباغ — ز غمزه خون برگ ارغوان بجنباند

سپهر از رخِ ناشستهٔ تو شرمش باد — که عکس ماه در آب روان بجنباند

هنوز بیخبری زانکه جبهه بر در تو — نسوده ایم چنان کاسمان بجنباند ن

نشسته ام بره دوست بر ز دوست مباد — که کس بمن رسد و ناگهان بجنباند

خبر ز حال اسیرانِ باغ چون نبود — مرا که چیدنِ دام آشیان بجنباند

جنون ساخته دارم چه خوش بود غالب
که دوست سلسلهٔ امتحان بجنباند

(۲۹۷)

پرند اگر از عربدهٔ دوش نکردند — امشب چه خطر بود که می نوش نکردند

در تیغ زدن منتِ بسیار نهادند — بردند سر از دوش و سبکدوش نکردند

از تیرگیِ طرهٔ شبرنگ نظرها — پروانه دران صبح بناگوش نکردند ن

داغِ دلِ ما شعله فشان ماند به پیری — این شمع شب آخر شد و خاموش نکردند

روزی که به می زور ده بی نشوه فگندند — اندیشه بکار خرد و هوش نکردند

گر داغ نهادند و گر درد فزودند — نازم که به هنگامه فراموش نکردند ن

خون میخورم از حسن که این گنج روان را — در کار تهیدستی آغوش نکردند

اکنون خطری نیست که تا پر نشد از دل — خود چاه زنخدان تو خس پوش نکردند

ن گر خود بغلامی نپذیرند گدا باش — بر در بزن آن حلقه که در گوش نکردند

غالب ز تو آن باده که خود گفت نظیری
در کاسهٔ ما بادهٔ سر جوش نکردند

(۲۹۸)

ن بمرگ من که پس از من بمرگ من یاد آر — بگوی خویشتن آن نعش بی کفن یاد آر

ن من آن نیم که ز مرگم جهان بهم نخورد — فغان زاهد و فریاد برهمن یاد آر

ن ببام و در ز هجوم جوان و پیر بگوی — بگوی و برزن از اندوه مرد و زن یاد آر

بساز ناله گروهی ز اہل دل دریاب — به بند مرثیه جمعی ز اہل فن یاد آر

ملال خلق و نشاط رقیب در ہر حال — غریو خویش به تحسین تیغ زن یاد آر

بخود شمار وفاہای من ز مردم پرس — بمن حساب جفاہای خویشتن یاد آر

چه دید جان من از چشم پر خمار بگوی — چه رفت بر سرم از زلف پر شکن یاد آر

ن خروش و زاری من در سیاہی شب زلف — دم فتادن دل در چه ذقن یاد آر

بسنج تا ز تو بر من بر آن محل چه گذشت — نخوانده آمدن من در انجمن یاد آر

ز من پس از دو سه تسلیم یک نگه وانگه — ز خود پس از دو سه دشنام یک سخن یاد آر

ن ہزار خسته و رنجور در جهان داری
یکی ز غالب رنجور خسته تن یاد آر

(۲۹۹)

ن دوشم آہنگ عشا بود که آمد در گوش — ناله از تار روائی که مرا بود بدوش

ن کائی خس شعلهٔ آواز مؤذن زنہار — از پی گرمی ہنگامه منه دل بخروش

تکیه بر عالم و عابد نتوان کرد که هست — آن یکی بیهده گو این دگری بیهده کوش

نیست جز حرف دران فرقهٔ اندرز سرای — نیست جز رنگ درین طائفهٔ ازرق پوش

جاده بگذار و پریشان رو و در راه روی — بفریب می و معشوق مشو رهزن هوش

بوسه گر خود بود آسان مبر از شاهد مست — باده گر خود بود ارزان مخر از باده فروش

این نشیدست که طاعت مکن و زهد مورز — این نهیب است که رسوا مشو و باده منوش

حاصل آنست ازین جمله نبودن کر مباش — ما نه افسانه سراییم و تو افسانه نیوش ن

من که بودی کفم از مزد عبادت خالی — چو دلم گشت توانگر به ره آورد سروش

گفتم از رنگ به بیرنگی اگر آرم روی — ره دگر چون سپرم گفت ز خود دیده بپوش ن

جستم از جای ولی هوش و خرد پیشاپیش — رفتم از خویش ولی علم و عمل دوشادوش ن

تا ببزمی که بیک وقت در آنجا دیدم — باده پیمودن امروز و بخون خفتن دوش ن

خانقاه از روش زهد و ورع قلزم نور — بزمگاه از اثر بوسه و می چشمهٔ نوش

شاهد بزم در آن بزم که خلوتگه اوست — فتنه بر خویش و بر آفاق کشوده آغوش

همچو خورشید کزو ذره درخشان گردد — خورده ساقی می و گردیده جهانی مدهوش ن

رنگها جسته ز بیرنگی و دیدن نه بچشم — رازها گفته خموشی و شنیدن نه بگوش

قطره نا ریخته از ظرف خم و رنگ هزار — یک خم رنگ و سرش بسته و پیوسته بجوش

ن همه محسوس بود ایزد و عالم معقول
غالب این زمزمه آواز نخواهد خاموش

(۳۰۰)

ن گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل   تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل

ن نازم خطر ورزیدنش وان هرزه دل لرزیدنش   چینی ببازی بر جبین دستی بدستان در بغل

آه از تنک پیراهنی کافزون شدش تر دامنی   تا خوی برون داد از حیا گردید عریان در بغل

ن دانش بمی در باخته خود را ز من نشناخته   رخ در کنارم ساخته از شرم پنهان در بغل

تا پاس دارد خویش را می در گریبان ریختی   خستی چو رفتی زان میش گل از گریبان در بغل

ن گاهم به پهلو خفته خوش بستی لب از حرف و سخن   گاهم ببازو مانده سر سوی زنخدان در بغل

ناخوانده آید صبحگه بند قبایش بی گره   داند ز طلب منشور شه بگشوده عنوان در بغل

با رخش سرهنگی روان کش خنجر و زه پین بکف   وز بس جلوداری دوان کش گوی و چوگان در بغل

می خورده در بستانسرا مستانه گشتی سو بسو   خود سایه اندر رانده و صد باغ و بستان در بغل

چون غنچه دیدی در چمن گفتی به گلبن کت ز من   چون رفته ناوک از جگر چون مانده پیکان در بغل

ن هان غالب خلوت نشین بیمی چنان عیشی چنین
جاسوس سلطان در کمین مطلوب سلطان در بغل

(۳۰۱)

ن بسکه بپیچد بخویش جاده ز گمراهیم   ره بدرازی دهد عشوه کوتاهیم

شعله چکد از غمم گر اگل شگفد ور نکو   شمع شبستانیم باد سحرگاهیم

جور بتان دلکش است محو بد اندیشیم   پند کسان آتش است داغ نکوخواهیم

گوشه ویرانه را آفت هر روزه ام   منزل جانانه را فتنه ناگاهیم

ن دور فتادم ز یار ماهی بی دجله ام   نیست دلم در کنار دجله بی ماهیم

بندهٔ دیوانه ام مخطی و ساهی خوشم — حکم ترا مخلیم قهر ترا ساهیم ن

آن تن چون سیم خام وانهمه انگیز تن — تا چه فراهم شدست اجرت جانکاهیم

از صف طفلان و سنگ رُه شده بر خلق تنگ — زود ز کو نگذرد کوکبهٔ شاهیم

جذبهٔ تو باید قوی کان بر دباک نیست — گر نتواند رسید بخت به همراهیم

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
هم اسداللهم و هم اسداللهیم

(۳۰۲)

دیدم آن هنگامه بیجا خوف محشر داشتم — خود همان شورست کاندر زیست در سر داشتم ن

طول روز حشر و تاب مهر فوقی بود و بس — جلوهٔ برقی درابر دامن تر داشتم

تا چه سنجم دوزخ و کوثر که من نیز اینچنین — آتشی در سینه و آبی بساغر داشتم ن

دوش بر من عرض کردند آنچه در کونین بود — زان همه کالای زنگار رنگ دل بر داشتم ن

از خرابی شد فنا حاصل خوشم زین اتفاق — بود مقصودم محیط و سیل رهبر داشتم

یاد ایامی که در کویش ز بیم پاسبان — بستر از خاک ره و بالش ز بستر داشتم

بر سر راهش نشستم بر درش راهم نبود — خویش را از خویشتن بختی نکوتر داشتم

نامهٔ شاهد ز گر عنوان شاهی دیگرست — آنچه ناید از هما چشم از کبوتر داشتم

کور بودم کز حرم راندند رفتم سوی دیر — از جمال بت سخن بیرفت باور داشتم ن

سوزم از حرمان می باآنکه آبم در سبوست — تا چه می کردم اگر بخت سکندر داشتم

هیچ میدانی که غالب چون بسر بردم بدهر
من که طبع بلبل و شغل سمندر داشتم

(٣٠٣)

ن صبح شد خیز که روداد اثر بنمایم — چهره آغشته بخوناب جگر بنمایم

ن پنبه یکسو نهم از داغ که رخشد چون روز — آخری نیست شبم را که سحر بنمایم

خویشتن را اگر از گریه نگهداشت بزور — جگر خسته خود آن به که دگر بنمایم

حد من نیست که بنمایش آری از دور — با من آ تا سر آن راهگذر بنمایم

ن می کند ناز گمان کرده که خط دیر دمد — خیز تا شعبدهٔ جذب نظر بنمایم

آتش افروخته و خلق بحیرت نگران — رخصتی ده که بهنگامه هنر بنمایم

ن چون بحشر اثر سجده ز سیما جویند — داغ سودای تو ناچار ز سر بنمایم

دلربایانه بزندانم اگر دزم گذرد — بسکه خود را بتو از روزن در بنمایم

بررقم سنج یسار تو زنم بانگ بحشر — کش رضانامهٔ خونهای هدر بنمایم

غالب این لعب بگل مهره رضاجوئی تست

تو خریدار گهر باش گهر بنمایم

(٣٠٤)

ن ها پری شیوه غزالان ز رم در رم شان — دل مردم بخم طره خم در خم شان

ن کافرانند جهان جوی که هرگز نبود — طرهٔ حور دلاویزتر از پرچم شان

آشکارا کش و بدنام و نکونامی جوی — آه ازین طائفه وانکس که بود محرم شان

ن رشک بر تشنهٔ تنها رو وادی دارم — نه بر آسوده دلان حرم و زمزم شان

بگذر از خسته دلانی که ندانی هشدار — خستگانند که داری و نداری غم شان

داغ خون گرمی این چاره گرانم گوئی — آتش است آتش اگر پنبه دگر مرهم شان

ای کہ راندی سخن از نکتہ سرایان عجم — چہ بما منت بسیار نہی از کم شان
ہند را خوش نفسانند سخنور کہ بود — باد در خلوت شان مشک فشان از دم شان
مومن و نیر و صہبائی و علوی وانگاہ — حسرتی اشرف و آزردہ بود اعظم شان
غالب سوختہ جان گرچہ نیرزد بہ شمار
ہست در بزم سخن ہمنفس و ہمدم شان

(۳۰۵)

چون شمع رود شب ہمہ شب دود ز سرمان — زین گونہ کہ را روز بسر رفت مگر مان
آذر بپرستیم و رخ از شعلہ نتابیم — ای خواندہ بدی خود از ین راہگذر مان
در عشق تو ضرب المثل راہروانیم — بگذار بہ خفتہ و از بیشہ مبر مان
از بیخردی کوی ترا خلد شمردیم — چون نیست کہ در کوی تو رہ نیست دگر مان
ہستیم بیا تن زن و لب بر لب ما نہ — حاشا کہ بود تفرقۂ لب ز شکر مان
طول شب ہجران بود اندر حق ما خاص — از ہمنفسان کس نشناسد بہ سحر مان
بی وجہ می آشفتہ و غواریم بدا ما — در میکدہ از ما نستانند اگر مان
از ارزش ما بی ہنران ماندہ شگفتی — در بند غم انداختہ گردون بہنر مان
چون تا تنگی حوصلۂ خویش نداند — داند کہ بود نالہ بامید اثر مان
غالب چہ زیان نالہ اگر گرم روی کرد
سوزی بدل اندر نہ و داغی بجگر مان

(۳۰۶)

بتی دارم از اہل دل رم گرفتہ — بشوخی دل از خویشتن ہم گرفتہ

ن ز سفاک گفتن چو گل بر شگفته — درین شیوه خود را مسلّم گرفته
رگ غمزه از نیش مژگان گشوده — سر فتنه در زلف پرخم گرفته
برخساره عرض گلستان ربوده — به هنگامه عرض جهنم گرفته
فسون خوانده و کار عیسیٰ نموده — پری بوده و خاتم از جم گرفته
ز ناز ادا تن به محشر نداده — بشرم و حیا رخ ز محرم گرفته
دمش رخنه در زهد یوسف فگنده — غمش گندم از دست آدم گرفته
گهی طعنه بر لحن مطرب سروده — گهی خورده بر نطق همدم گرفته
ن به بیداد صد کشته برهم نهاده — ببازیچه صد گونه ماتم گرفته
ن بر ویش ز گرمی نگه تاب خورده — بکویش برفتن صبا دم گرفته
نیارد ز من هیچگه یاد هرگز — مگر خوی خاقان اعظم گرفته

ظفر کز دم اوست در نکته سنجی
که غالب بآوازه عالم گرفته

(۳۰۷)

ن شاها ببزم جشن چو شاهان شراب خواه — زر بیحساب بخش و قدح بیحساب خواه
ن بزم بهشت باد حلال است در بهشت — گر باز پرس رود به از من جواب خواه
تو پادشاه عهدی و بخت تو نوجوان — برخور ز عمر و باج نشاط از شباب خواه
در روزهای فرخ و شبهای دلفروز — صهبا بروز ابر و شب ماهتاب خواه
ور خود روا نداری می گلگون ز هیچ رو — شربت بجام لعل ز قند و گلاب خواه
خون حسود در دم شادی شراب گیر — چون یاد این بود دل دشمن کباب خواه

گل بوی و شعر گوی گهر پاش و شاد باش | مستی ز بانگ بربط و چنگ و رباب خواه

خون سیاه نافهٔ آهو چه بو دهد | از حلقه‌های زلف بتان مشک ناب خواه

خواهش ازین گروه پریچهره ننگ نیست | از چشم غمزه و ز شکن طره تاب خواه

از راز ها حکایت ذوق نگاه گوی | از کارها کشایش بند نقاب خواه

هرچند خواستن نه سزاوار شان تست | قوت ز طالع و نظر از آفتاب خواه ن

در تنگنای غنچه کشایش ز باد جوی | در جویبار باغ روانی ز آب خواه

در برگ و ساز گوی نشاط از بهار بر | در بذل و جود بیعت خویش از سحاب خواه

از شمع طور خلوت خود را چراغ نه | از زلف حور خیمهٔ خود را طناب خواه

از آسمان نشیمن خود را بساط ساز | از ماه نو جنیبت خود را رکاب خواه

در حق خود دعای مرا مستجاب دان | درباره من از کف خود فتح باب خواه

غالب قصیده را بشمار غزل درآر
وزشه برین غزل رقم انتخاب خواه

(۳۰۸)

گر نه نواها سرودمی چه غمستی | منکه نیم گر نبودمی چه غمستی ن

رنگ زدودن نبرد ز آئینه کلفت | گر همه صورت زدودمی چه غمستی

گر غم دل بودمی که تا دم مردن | هم بخود از خود فزودمی چه غمستی

بخت خود ار بودمی که تا بقیامت | بیخبر از خود غنودمی چه غمستی ن

نی به سخن مزد نی ستایش اگر من | کشت کدیور درودمی چه غمستی

نیست مشامی شمیم جوی اگر من — غالیه چندین نسود می چه غمستی
چون درِ دعوی توان به لغو کشودن — من بهنر گر کشود می چه غمستی
چون دل یاران توان بهزل ربودن — من به سخن گر ربود می چه غمستی
گر به مثل لال گشتمی که سخنها — گفتمی و خود شنود می چه غمستی
گر به سخن مست گشتمی که به مستی — گفتهٔ خود در استود می چه غمستی
ن حیف ز عیسی که دور رفت وگرنه — معجزهٔ دم نمود می چه غمستی
ن آه ز داؤد کان نماند وگرنه — ناله به لحن آزمود می چه غمستی

قافیه غالب چو نیست پرس ز عرفی
گر من فرهنگ بود می چه غمستی

(۳۰۹)

ن ای که گفتم ندهی دادِ دل آری ندهی — تا چو من دل به مغان شیوهٔ نگاری ندهی
چشمهٔ نوش همانا نتراود ز دلی — کش نگیری و در اندیشه فشاری ندهی
ن ماه و خورشید درین دائره بیکار نیند — تو که باشی که بخود زحمتِ کاری ندهی
ن پای را خضر قدم سنجی کوی نشوی — دوش را قدر گرانسنگی باری ندهی
ن سر براهِ دمِ شمشیر جوانی ننهی — تن به بندِ خمِ فتراک سواری ندهی
ن سینه را خستهٔ انداز فغانی نکنی — دیده را مالشِ بیداد غباری ندهی
خون بذوقِ غمِ یزدان نشناسی نخوری — دین بمهر حقِ الفت گزاری ندهی
آخر کار نه پیداست که در تن فسرد — کف خونی که بدان زینتِ داری ندهی
ن حیف گر تن به سگان سر کوی نرسد — وای گر جان بسر راهگذاری ندهی

رہزنانِ اجل از دست تو ناگاہ برند　　نقد ہوشی کہ بسودای بہاری ندہی
بخم طرۂ حوران بہشت آویزند　　ناز پروردہ دلی راکہ بیاری ندہی

گر تنزل نبود ابر بہاری غالب
کہ دُرافشانی و زافشاندہ شماری ندہی

غالب آتش بیان

غزلیات

از ۱۸۴۵ء/۱۲۶۱ھ تا ۱۸۶۰ء/۱۲۷۷ھ

(۲۱۰)

حق جلوه گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ ست — آری کلامِ حق بزبانِ محمدؐ ست ن

آئینه دارِ پرتوِ مهرست ماهتاب — شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ ست ن

تیرِ قضا هر آینه در ترکشِ حق ست — اما کشادِ آن ز کمانِ محمدؐ ست ن

دانی اگر به معنیِ لولاک وارسی — خود آنچه از حق است ازآنِ محمدؐ ست ن

هر کس قسم بدانچه عزیز ست می خورد — سوگندِ کردگار بجانِ محمدؐ ست ن

واعظ حدیثِ سایهٔ طوبیٰ فرو گذار — کاینجا سخن ز سروِ روانِ محمدؐ ست ن

بنگر دو نیمه گشتنِ ماهِ تمام را — کان نیمه جنبشے ز بنانِ محمدؐ ست ن

ور خود ز نقشِ مُہرِ نبوت سخن رود — آن نیز نامور ز نشانِ محمدؐ ست ن

ن غالبؔ ثنای خواجه به یزدان گذاشتم
کان ذاتِ پاک مرتبه دانِ محمدؐ ست

(۳۱۱)

دل بردن حق آنست که دلبر نتوان گفت — بیداد توان دید و ستمگر نتوان گفت

در رزم گهش ناچخ و خنجر نتوان برد — در بزم گهش باده و ساغر نتوان گفت

رخشندگی ساعد و گردن نتوان جست — زیبندگی یاره و پرگر نتوان گفت

ل پیوسته دهد باده و ساقی نتوان خواند — همواره ترا شد بت و آزر نتوان گفت

ل از حوصله یاری مطلب صاعقه تیز است — پروانه شو اینجا و سمندر نتوان گفت

ل هنگامه سر آمد چه زنی دم ز تظلم — گر خود ستمی رفت به محشر نتوان گفت

ل در گرم روی سایه و سرچشمه نجوئیم — با ما سخن از طوبی و کوثر نتوان گفت

ل آن راز که در سینه نهانست نه وعظ است — بر دار توان گفت و به منبر نتوان گفت

ل کاری عجب افتاد بدین شیفته ما را
مومن نبود غالب و کافر نتوان گفت

(۳۱۲)

ل نشاط معنویان از شرابخانهٔ تست — فسون بابلیان فصلی از فسانهٔ تست

ل بجام و آینه حرف جم و سکندر چیست — که هر چه رفت بهر عهد در زمانهٔ تست

فریب حسن بتان پیشکش اسیر توایم — اگر خطست و گر خال دام و دانهٔ تست

ل هم از احاطهٔ تست اینکه در جهان ما را — قدم به بتکده و سر بر آستانهٔ تست

ل سپهر را تو بتاراج ما گماشتهٔ — نه هر چه دزد ز ما برد در خزانهٔ تست

مرا چه جرم گر اندیشه آسمان پیماست — نه تیز گامی توسن ز تازیانهٔ تست

کمان ز چرخ و خدنگ از بلا و پر ز قضا — خدنگ خوردهٔ این صیدگه نشانهٔ تست

سپاس جودِ تو فرض است آفرینش را
درین فریضه دو گیتی همان دوگانهٔ تست
تو ای که محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر غالب که در زمانهٔ تست

(۳۱۳)

خوبان نه آن کنند که کس را زیان رسد
دل بردتا دگر چه از آن دلستان رسد
دارد خبر دریغ و من از سادگی هنوز
سنجم همی که دوست مگر ناگهان رسد
مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
هر جا کنیم سجده بدان آستان رسد
رندی کشان بمیکده در رهم فتاده اند
تا زم بخواری ای که من زین میان رسد

گم شد نشان من چو رسیدم به کنج دیر
مانند آن صدا که بگوش گران رسد ن
در دام بهر دانه نیفتم مگر قفس
چندان کنی بلند که تا آشیان رسد ن
راهی که تا منست همانا نه ایمنست
خون می خورم که چون بخرم می حساب ن رسد
رفتم سوی نی و مژه اندر جگر خلید
زان پیشتر که سینه بنوک سنان رسد
تیر نخست را غلط انداز گفته ام
ای وای گر نه تیر دگر بر نشان رسد
امید غلبه نیست به کیش مغان درآی
می گر به جزیه دست ندادار مغان رسد ن
خوارم نه آنچنان که دگر مژدهٔ وصال
باور کنم اگر همه از آسمان رسد
صاحبقران ثانی اگر در جهان نماند
گفتار من به ثانی صاحبقران رسد
چون نیست تاب برق تجلی کلیم را
کی در سخن به غالب آتش بیان رسد

(۳۱۴)

ن بتان شهر ستم پیشه شهریارانند | که در ستم روش آموز روزگارانند

برند دل بادائی که کس گمان نبرد | فغان ز پرده نشینان که پرده دارانند

بجنگ تا چه بود خوی دلبران کاین قوم | در آشتی نمک زخم دلفگارانند

ن نه زرع و کشت شناسند نی حدیقه و باغ | ز بهر باده هواخواه باد و بارانند

ن ز وعده گشته پشیمان و بهر دفع ملال | امیدوار به برگ امیدوارانند

ز روی خوی و منش نور دیدهٔ آتش | برنگ و بوی جگر گوشهٔ بهارانند

تو سر مپیچ و ورق در نورد و دم درکش | مبین که سحر نگاهان سیاهکارانند

ز ذید و واد مزن حرف خرد سالانند | بگرد راه منه چشم نی سوارانند

ز چشم زخم بدین حیله کی رهی غالب
دگر مگو که چو من در جهان هزارانند

(۳۱۵)

ن دلستانان بحلند ار چه جفا نیز کنند | از وفائی که مگر وند حیا نیز کنند

چون ببینند بترسند و بر رندان گروند | رحم خود نیست که بر حال گدا نیز کنند

لن خسته تا جان ندهد عشوهٔ دیدار دهند | عشوه خواهند که در کار قضا نیز کنند

خون ناکامی سی ساله هدر خواهد بود | مهر با ما اگر از بهر خدا نیز کنند

ن اندران روز که پرسش رود از هر چه گذشت | کاش با ما سخن از حسرت ما نیز کنند

لن از درختان تهی دیده نیاسم کاینها | ناز بر تازگی برگ و نوا نیز کنند

گر بود کوتهی از عمر تو دانی و اجل | گفتهٔ کار بهنگام روا نیز کنند

نشوی رنجه ز زندان بصبوحی کاین قوم — نفس بادِ سحر غالیه سا نیز کنند
گفته باشی که ز ما خواهشِ دیدار خطاست — این خطائیست که در روزِ جزا نیز کنند
ن حلق غالب نگرود شنهٔ سعدی که سرود
عهد دیان جفا پیشه وفا نیز کنند

(۳۱۶)

چاک از جیبم بدامان میرود — تا چه بر چاک از گریبان میرود ن
جوهر طبعم درخشان است لیک — رودزم اندر ابر پنهان میرود ن
گر بود شکل مرنج ای دل که کار — چون رود از دست آسان میرود
جز سخن کفری و ایمانی کجاست — خود سخن در کفر و ایمان میرود
هر شمیمی را مشامی درخورست — بوی پیراهن به کنعان میرود
آید و از ذوق نشناسم که کیست — تا رود پنداشتی جان میرود
میبرد امّا نه یک جا می برد — می رود امّا پریشان میرود
هر که بیند در رهش گوید همی — قبلهٔ آتش پرستان میرود
اوّلِ ماهست و از شرمِ تو ماه — آخرِ شب از شبستان میرود
بگذر از دشمن دلش سخت است سخت — آبروی تیر و پیکان میرود ن
ن کیست تا گوید بدان ایوان نشین
آنچه بر غالب ز دربان میرود

(۳۱۷)

از رشک کرده آنچه بمن روزگار کرد — در خستگی نشاط مرا دیدغبار کرد ن

در دل همی ز بینش من کینه داشت چرخ — چون دید کان نماند نهان آشکار کرد

ن بد کرد چون سپهر بمن گرچه من بدم — باید بدین حساب ز نیکان شمار کرد

ن لنگر گسست صرصر و کشتی شکست موج — دانا نخورد دریغ که نادان چه کار کرد

از بسکه در کشاکشم از کار رفت دست — بندم مرا گسستن بند استوار کرد

ن عمری به تیرگی بسر آورده ام که مرگ — شادم به روشنائی شمع مزار کرد

نامه برغم من فتد از دست من بخاک — افراط ذوق دست مرا رعشه دار کرد

کوته نظر حکیم که گفتی بهر آینه — نتوان فزون ز حوصله جبر اختیار کرد

ن نومیدی از تو کفر و تو راضی نه بکفر — نومیدیم دگر بتو امیدوار کرد

غالب که چرخ را به نوا داشت در سماع
امشب غزل سرود و مرا بیقرار کرد

(۲۱۸)

ن ای ذوق نوا سنجی بازم بخروش آور — غوغای شبیخونی بر بنگه هوش آور

ن گر خود نجهد از سر از دیده فرو بارم — دل خون کن و آن خون را در سینه بجوش آور

هان همدم فرزانه دانی ره ویرانه — شمعی که نخواهد شد از باد خموش آور

شورابهٔ این وادی تلخست اگر رادی — از شهر بسوی من سرچشمهٔ نوش آور

دانم که زری داری هر جا گذری داری — می گر ندهد سلطان از باده فروش آور

گر مغ به گرو ریزد بر کف نه و راهی شو — ور شه بسبو بخشد بردار و بدوش آور

ریحان دمد از مینا رامش چکد از قلقل — آن در ره چشم افگن این از پی گوش آور

غزل ۲۱۸ سروده شب ۱۲ محرم [illegible] (خطوط [illegible])

گاهی بسبکدستی از باده زخویشم بر ن گاهی به سیه مستی از نغمه بهوش آور ن

غالب که بقایش باد همپای تو گر ناید
باری غزلی فردی زان موینه پوش آور

(۳۱۹)

بیا بباغ و نقاب از رخ چمن برکش
دل عدو نه اگر خون شود در آذر کش

بیا و منظر بام فلک نشیمن ساز
بیا و شاهد کام دو کون در بر کش

سمن بجیب عنا از نوای مطرب ریز
تتق بروی هوا از بخور مجمر کش

نسیم طرز خرام تو در نظر دارد
تو طیلسان روش را طراز دیگر کش

هزار آینهٔ ناز در مقابل نه
هزار نقش دل افروز در برابر کش

اگر بباده گرائی قدح ز نرگس خواه
دگر به سبحهٔ ز شبنم برشته گوهر کش

به لاله گوی که هان بستدین قدح درده
بمرغ گوی که هین خسروی نوا برکش

بدان ترانه که ممنوع نیست مستی کن
ازان شراب که نبود حرام ساغر کش

مذاق مشرب فقر محمدی داری
می مشاهدهٔ حق بنوش و دم درکش

بسر فرازی بخت جوان بخویش ببال
بروی چرخ ز طرف کلاه خنجر کش

نشاط ورز و گهر پاش و شادمانی کن
جهان ستان و قلمرو کشای و لشکر کش

ترا که گفت که منت کشی ز چرخ کبود
بقهر کام دل خویشتن ز اختر کش

ز نقش بندگی خویش در خردمندی
رقم به ناصیهٔ دالی دو پیکر کش

ز فر فرخی بخت در جهانداری
علم بسر حد فرمان روای خاور کش

سپس به تیغ تو خونم هدر کر خواهم گفت
بگیر غالب دل خسته را و در بر کش

(۳۲۰)

ن رفت بر ما آنچه خود ما خواستیم
وایه از سلطان بغوغا خواستیم

دیگران شستند رخت خویش و ما
تری دامن ز دریا خواستیم

دانش و گنجینه پنداری یکیست
حق نهان داد آنچه پیدا خواستیم

چون بخواهش کارها کردند راست
خویش را سرمست و رسوا خواستیم

غافل از توفیق طاعت کان عطاست
مزد کار از کارفرما خواستیم

گر گنهگاریم واعظ گو مرنج
خواجه را در روضه تنها خواستیم

سینه چون تنگست پرخون بود دل
دیدهٔ خونابه پالا خواستیم

ن رفت و باز آمد هما در دام ما
باز سر دادیم و عنقا خواستیم

ن هم بخواهش قطع خواهش خواستند
عذر خواهشهای بیجا خواستیم

قطع خواهشها ز ما صورت نداشت
همت از غالب همانا خواستیم

(۳۲۱)

ن سرشک افشانی چشم ترش بین
شه خوبان و گنج گوهرش بین

ن ادای دلستانی رفته از یاد
هوای جانفشانی در سرش بین

ن بدخشت آورده رو سیلست گوئی
روا رو در گدایان درش بین

ن صفای تن فزون تر کرده رسوا
دل از اندیشه لرزان در برش بین

بجا مانده عتاب و غمزه و ناز — متاع نارواى کشورش بین
رقیب از کوچه گردی اگر و یافت — بگوى دوست دشمن پرورش بین
ز من آئین غمخواری پسندید — بشبها جاى من بر بسترش بین
گذشت آن کز غم ما بیخبر بود — بخویش از خویش بی‌پرواترش بین
مه نو کرده کاهش پیکرش را — بچشم کم همان مه پیکرش بین
چکد در سجده خون از چشم مستش — گداز شبهاى نفس کافرش بین
گر از غم بر لبش جا کرد غم نیست — ز جان تن تن لب جان پرورش بین
خداوندش بخون ما مگیراد — به بیتابی نگه بر خنجرش بین

برسم چاره جوئی پیش غالب
شکایت سنج چرخ داخترش بین

(۳۴۳)

در زمهریر سینهٔ آسودگان نهٔ — ای دل بدین که غمزدهٔ شادمان نهٔ
ای دیده اشک ریختن آئین تا نه نیست — خود راز ما مگیر اگر خون فشان نهٔ
بلبل بگوشهٔ قفس از خستگی منال — چون من به بند خار و خس آشیان نهٔ
داغم ز تا کسی که به تمهید آشتی — رنجیدهٔ ز غیر و بمن مهربان نهٔ
گوئی یکیست پیش تو بود و نبود من — با من نشستهٔ و ز من سرگران نهٔ
آخر نبوده ایم درا اوّل خداپرست — با ما ز سادگیست اگر بدگمان نهٔ
با خویش در شمار جفا همدم منی — با غیر در حساب وفا همزبان نهٔ
دانستهٔ که عاشق زارم گدا نیم — دانم که شاهدی شه گیتی ستان نهٔ

ن نازم تلوّن تو به بخت خود و رقیب | با او چنین نبودی و با ما چنان نهٔ
با دیده چیست کار تو لخت جگر نهٔ | در دل چرا ست جای تو سوز نهان نهٔ

غالب زبود تست که تنگست بر تو دهر
بر خویشتن ببال اگر در میان نهٔ

(۳۲۳)

ن بر دست و پای بند گرانی نهادهٔ | نازم به بندگی که نشانی نهادهٔ
ایمن نیم ز مرگ اگر رسته ام زبند | دلدوز ناوکے به کمانی نهادهٔ
گوہر ز بحر خیزد و معنی ز فکر ژرف | بر ما خراج طبع روانی نهادهٔ
ن تا در امید عمر به پندار بگذرد | از لطف در حیات نشانی نهادهٔ
ن تا خستهٔ بلا نبود بی گریز گاه | در مرگ احتمال امانی نهادهٔ
را زست گر دلی بجفائی شکستهٔ | دادست گر سری بسنانی نهادهٔ
دوزخ بداغ سینه گدازی نهفتهٔ | قلزم بچشم اشک فشانی نهادهٔ
ن بر ہر دلی فسون نشاطی دمیدهٔ | بر ہر تنی سپاس روانی نهادهٔ
ہر دیده را دری بخیالی کشودهٔ | ہر فرقه را دلی بگمانی نهادهٔ

ن غالب ز غصه مُرد ہمانا خبر نداشت
کاندر خرابه گنج نهانی نهادهٔ

چشمۂ آبِ حیات

غزلیات

۱۸۶۱ء/۱۲۷۷ھ تا اواسطِ سال ۱۸۶۷ء/۱۲۸۴ھ

(۳۲۴)

ای خداوندِ خردمند و جهان داورِ دانا — وی به نیروی خرد بر همه کردار توانا
ای برفتار و بدیدار ز زیبائی و خوبی — سروِ نوخاسته آسا مهِ ناکاسته مانا
به ادا پایه فزایا بنظر عقده کشایا — بکرم ابرِ عطایا به غضب برق سنانا
به نگه خسته نوازا بسخن بذله طرازا — به قلم غالیه سایا به نفس عطر فشانا
شه نشین کلبعلیخان که توئی یوسفِ ثانی — نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا
دانم از حال و مآلم خبری داشته باشی — سرنوشت ازلی گرچه ندارد خط خوانا
دشمنم چرخ تو بینی و فسوزی بعتابش — به عدو صاعقه ریزا به محب فیض رسانا
جانشین تو کند نامِ ترا زنده بگیتی — باد فردوس برین جای تو فردوس مکانا
غالب از غم چه خروشی بتو زیباست خموشی — باکریم همه دان هیچ مگو هیچ مدانا

(۳۲۵)

جز دفع غم ز باده نبود ست کام ما — گوئی چراغ روز سیاه است جام ما
در خلوتش گذر نبود باد را مگر — صرصر بخاک راه رساند پیام ما
ای باد صبح عطری ازان پیرهن بیار — تسکین ز بوی گل نه پذیرد مشام ما
هر بار دانه بهر هما افگنیم و مور — آید بدام و دانه رباید ز دام ما
گفتی چو حالِ دل شنود مهربان شود — مشکل که پیشِ دوست توان برد نام ما
از ما بما پیام ده هم از ما بما سلام — رنج دلی مباد بپیام و سلام ما
غالب به قولِ حضرت حافظ ز فیضِ عشق — ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

(۳۲۶)

منع ز صهبا چرا باده روان پرور است — خوف ز عصیان عبث خواهش شفاعتگر است

پرتو مهر و مه است نور بچشم اندرون — گرچه بود در قدح، اصل می از کوثر است

عهدِ جوانی گذشت توبه نکردم هنوز — باده به پیران سری نیک به من درخور است

ای به من آویخته پارهٔ از جای گرد — تا نفتند بر زمین باده که در ساغر است

هند به هنگامِ دی خوش بود آب هواش — ورنه بود گل ز گل محمل گل خوشتر است

ای که ز نظارهٔ حسنِ بتان مانعی — چشمِ تو گر بسته اندر رو که دو گوشم کر است

خستهٔ یار خودم باغ و بهار خودم — هر مژهٔ خونفشان شاخِ گل احمر است

صبح رسید از هوا مرغ همایون هما — گفت که مکتوبِ تو در خور این شهپر است

گفتم اگر خوش کنی ور نکنی حرفِ من — بالِ تو از بهر دوست مرد حرا در خور است

در بسوی جاوره میروی البته رو — سایه بفرقش فگن آنکه همایون فر است

نامهٔ من سوی دوست خانجهان خان ببر — آنکه ز پهلوی دوست نامی و نام آور است

خود ز کف نامه بر نامه ستاند به مهر — آنکه جهان را مه است آنکه سران را سر است

ابر بهارش مخوان بحرِ روانش مدان — محتشم الدوله راه ست و دلی دیگر است

آن شه خوبان چرا ناز ز افسر کشد — خود کله از فرخی بر سر او افسر است

نامه که بی نام اوست طایر بی بال و پر — شعر که بی مدحِ اوست شاهد بی زیور است

مدحِ چنین شه نشان سهل شمار و همی — غالب وحشی نگر کش چه هوا در سر است

(۳۲۷)

خوشم که چرخ بکوی تو ام ز پا انداخت — که هم ز من پی من خلد را بنا انداخت

چو نقشِ پا همه افتادگیست هستی من — ز آسمان گله نبود اگر مرا انداخت

سوادِ سایه همان صورت گلیم گرفت
همای فرخ اگر سایه بر گدا انداخت

ز رزقِ خویشتن چسان برخورم که دامِ قضا
ز کشت خوشه درود و در آسیا انداخت

بعز و ناز منه دل که افتد آخر کار
ز فرقِ مهر کلاهی که بر هوا انداخت

بطعنِ بی اثر بهای ناله مارا کشت
ز کیشِ ماست خدنگی که سوی ما انداخت

صحیفه پیشِ نگاه و نگاه کز لکِ تیز
دریغ گر بسر حرفِ مدعا انداخت

اگر نه لطفِ شبِ وصل کاستن میخواست
ز روزِ هجر سخن در میان چرا انداخت

منم که با جگرِ تشنه می نوردم راه
بوادئی که خضر کوزه و عصا انداخت

فغان ز غفلتِ **غالب** که کارش از سستی
ز دست رفته و داند که با خدا انداخت

۲۲۸

هم انا الله خوان درختی را بگفتار آورد
هم انا الحق گوی مردی را بسر دار آورد

اینکه پنداری که ناچار است گردون در روش
نیست ناچار آنکه گردون را برفتار آورد

نکته‌ئی داریم دیا یاران همیگوئیم فاش
طالبِ دیدار باید تابِ دیدار آورد

دانه‌ها چون ریزد از تسبیح تاری پیش نیست
این مشعبد دیرگاه از سبحه زنار آورد

جذبِ شوقش بین که در هنگام برگشتن ز دیر
در قفا خویشتن بت را برفتار آورد

آن کند قطعِ بیابان این شگافد مغزِ کوه
عشق هر یک را بطرزِ خاص در کار آورد

آه مارا بین که نارد از دلِ سختش خبر
باد را نازم که ابر از سوی کهسار آورد

نزدِ ما حیف است گو نزدِ زلیخا میل باش
جذبه‌ئی کز چاه **یوسف** را ببازار آورد

نیست چون در منطقش جز ذکرِ شاهد حرف و صوت
شاهدی باید که **غالب** را بگفتار آورد

غزل ۲۲۸: پیوست به نامهٔ نگاشته هفتم ژوئیه ۱۸۶۵م (خطوط، ع)

۳۲۹

بمقصدی که مرآن را ره خدا گویند / برو برو که ازان سو بیا بیا گویند

کسیکه پایی نه دارد چگونه راه رود / خود اهلِ شرع درین داوری چها گویند

ز رمزِ نخلِ انا الله گوی نا آگاه / حدیثِ جلوه که و موسیٰ و عصا گویند

مگر ز حق نه بود شرمِ حق پرستان را / که نامِ حق نه برند و همین انا گویند

ز قول شان نبود دل نشینِ اهلِ نظر / جز آن صفات که از ذات کبریاء گویند

نخوانده در کتب و ناشنیده از فقهاءُ / بغیر بی مزه واگویه با که واگویند

دم از وجودکِ ذنبٌ زدند بیخبران / چسان عطیه حق را گناه ما گویند

بلی گناه بود دعوی وجود ز ما / به اهلِ راز چنین گوی تا بجا گویند

دگر ملامتیان را چه زهرهٔ پاسخ / اگر به خشم گرایند و ناسزا گویند

نکرده زر مسِ خود را بهر عرضِ فریب / به پیشِ خلق حکایت ز کیمیا گویند

کسانکه دعویِ نیکی همی کنند مرا / اگر نه نیک شمارند بد چرا گویند

طمع مدار که یابی خطابِ مولانا / بس است همچو توئی را که پارسا گویند

بگوی مرده که در دهر کارِ غالبِ زار / ازان گذشت که درویش و بینوا گویند

۳۳۰

درد ناساز است و درمان نیز هم / دهر بی پروا و یزدان نیز هم

اجرِ ایمان سودِ دانش گو مده / آنکه دانش داد و ایمان نیز هم

نه ز بزمم گر براند غم کراست / خارِ غم از ننگ حرمان نیز هم

طاعتم می نگذرد اندر خمر / نیست باقی ذوقِ عصیان نیز هم

عشق و آنگه استعارات دروغ / ای دژم زخم و نمکدان نیز هم

من کہ ہر دم بی اجل میرم ہمی — میتوانم زیست بیجان نیز ہم
رفتہ است از دل نشاط بزم و باغ — وان ہوای ابر و باران نیز ہم
خامشی تنہا نہ جان را می گزد — این نواہای پریشان نیز ہم
آنکہ پندارند حافظ بودہ است
غالب آشفتہ بود آن نیز ہم

۲۲۱

آسمانِ بلند را میرم — ابرِ کحلی پرند را میرم
می فریبد مرا بسازہ بچہ — دلِ زار و نژند را میرم
شوری اشک در نظر خوار است — تلخی زہر خند را میرم
نسخۂ مدح حضرت اعلیٰ است — سخن دلپسند را میرم
سر راہش نشستنم ہوس است — خاکِ پای سمند را میرم
رہ نشین دیم زہی تو تیسر — طالع ارجمند را میرم
جذبِ الفت بسوی وی کشدم — این نو آئین کمند را میرم
میکند رختہ در جگر غم ہجر — این جگر در کلند را میرم
شاعرم منشیم ظریف و شریف — این اضافاتِ چند را میرم
وایہ جوید ز حضرتِ اعلیٰ
غالب مستمند را میرم

۲۲۲

ہلہ من عاشق ذاتم تننہ نا ہا یاھو — ناظر حسنِ صفاتم تننہ تا ہا یاھو

موسی دهر تماشای تجلّی بر طور   من نه در بند جهانم تننه ناهایاهو

شرر آتش رخشنده عشقم که یکی است   دم میلاد و وفاتم تننه ناهایاهو

ظلمتِ کفر مبین روشنی طبع نگر   چشمه آبِ حیاتم تننه ناهایاهو

فنِ تحریرِ من نازد و من فارغ از آن   مرجع کلک و دواتم تننه ناهایاهو

بردر دوست همی بیهده نالم که مباد   رنجد از صبر و ثباتم تننه ناهایاهو

پرورش جز به خورش نیست همانا رازق   بر جگر داده براتم تننه ناهایاهو

مجرمِ عالمِ ارواح و بپاداشِ عمل   خستهٔ قیدِ حیاتم تننه ناهایاهو

تکیه بر مغفرت اوست نه بر طاعتِ خویش   تارک صوم و صلوتم تننه ناهایاهو

چشم دارم که بره روی دهد هیچو دهی   جز بدین نیست نجاتم تننه ناهایاهو

غالبم تشنه تلخاب نه همچون حافظ
مائلِ شاخِ نباتم تننه ناهایاهو

۳۲۳

از جسم بجان نقاب تاکی   این گنج درین خراب تاکی

این گوهر پر فروغ یارب   آلودهٔ خاک و آب تاکی

این راهرو مسالک قدس   وا ماندهٔ خورد و خواب تاکی

بیتابی برق جز دمی نیست   ما وین همه اضطراب تاکی

جان در طلب نجات تاچند   دل در تعب عتاب تاکی

پرسش ز تو بیحساب باید   غمهای مرا حساب تاکی

غالب به چنین کشاکش اندر
یا حضرت بوترابؑ تاکی

غزل ۳۲۳: مندرجہ مکتوب جون ۱۸۶۱ء م / ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ ص ۳۲۶ (خطوط طم)

واپسیں نوا

غزل

بین اواسط سال ۱۸۶۷م/۱۲۸۴ھ و اوائلِ سال ۱۸۶۹م/۱۲۸۵ھ

۳۳۴

عجب که مژده دهان رو بسوی ما آرند — کدام مژده که آرند و از کجا آرند

ز دوستان نبود خوشنما درین هنگام — که دایه بهر گدای شکسته پا آرند

ز غم چنان شده ام مضمحل که اعدا را — سزد که گنج گهر بهر رونما آرند

نه روی خواستن از حق بود جز آنان را — که بنده وار همی طاعتش بجا آرند

نه بر رضای خدا کارها روان گردد — سپهر و انجم اگر ساز مدعا آرند

نماند سازِ مرا هیچ نغمه همنفسان — جز آنکه برشکنندش چو در نوا آرند

نخست عمر دگر خواهد از خدا غالب
اگر نوید پذیرائیٔ دعا آرند

فرداتِ غزل

(۱)

نازم آن فتنه که در دشت بہ غمخواری قیس
لیلی از ناقه فرود آید و محمل برود

(۲)

دو روز دیر کن ای مرگ خالصاً للہ
مگر بہ من رسد آن دائیہ کہ در راہست

(۳)

عبودیت نہ کند اقتضای خواہش کار
دعا بصیغہ امر است و امر بی ادبیست

(۴)

گفتنی نیست کہ بر غالبِ ناکام چہ رفت
میتوان گفت کہ این بندہ خداوند نداشت

(۵)

بوکہ بہنجار نو زخمہ زتار آوری
کن فیکون دگر بر سرِ کار آوری

اختلافِ نسخ

صفحہ، غزل، بیت	بین ۱۸۲۸ و ۱۸۲۹ (گلِ رعنا)	جنوری ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۸	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۳	۱۸۶۶ (انتخابِ غالب)	۱۹۲۵
۷: ۷، ۱۲		آذر	آذر	آذر	آذر		آذر		آذر
۹: ۱۰، ۶			دشمن	خرمن	خرمن		خرمن		خرمن
۱۳: ۱۶، ۶			من و فریفتگی	من و فریفتگی	من و فریفتگی		من و فریفتگی		من و فریفتگی
۱۵: ۱۹، ۱۰		ورنہ غالب میگزد ذوقِ غزلخوانی مرا	ورنہ غالب نیست آہنگ غزلخوانی مرا	ورنہ غالب نیست آہنگ غزلخوانی مرا	ورنہ غالب میگزد ذوق غزلخوانی مرا		ورنہ غالب نیست آہنگ غزلخوانی مرا		ورنہ غالب نیست آہنگ غزلخوانی مرا
۱۶: ۲۱، ۱۰	نورد	نوای	نورد	نورد	نورد		نورد		نورد
۱۷: ۲۲، ۲		آید	آید	آید	آرد		آید		آرد
۱۸: ۲۴، ۵	از نالہ	از درد	از درد	از درد	از درد		از درد		از درد
۱۸: ۲۴، ۷	برقند نہ بر شهد نشیند مگس ما	برقند نشست است نشیند مگس ما	برقند نہ بر شهد نشیند مگس ما	برقند چہ بر شهد نشیند مگس ما	برقند نہ بر شهد نشیند مگس ما		برقند نہ بر شهد نشیند مگس ما		برقند نہ بر شهد نشیند مگس ما

۱۸ : ۲۴ ، ۹ و ۱۰ و ۱۱	این ابیات راندارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد		این ابیات را دارد		این ابیات را دارد
۱۹ : ۲۶ ، ۴		افشاند	افشانده	افشانده	افشانده	افشانده	افشاند	افشانده	افشاند
۲۰ : ۲۷ ، ۹		دل	ما	ما	دل		ما		ما
۲۱ : ۲۸ ، ۲		دریده	دریده	دریده	دریده		دریده		دریده
۲۱ : ۲۹ ، ۵ و ۶		۱۵و + ۶ب ۱۶و + ۵ب	۱۵و + ۶ب ۱۶و + ۵ب	۱۵و+۵ب ۱۶و + ۶ب	۱۵و + ۶ب ۱۶و + ۵ب		۱۵و۵ب ۱۶و+۶ب		۱۵و + ۵ب ۱۶و + ۶ب
۲۲ : ۳۰ ، ۶		اُم	ام	ایم	ام		ایم		ایم
۲۳ : ۳۲ ، ۵		ز	ز	ز	ز		ز		به
۲۸ : ۳۸ ، مقطع		بپیمانهٔ ما	بپیمانهٔ ما	پیمانهٔ ما	بپیمانهٔ ما	پیمانهٔ ما	پیمانهٔ ما	به پیمانهٔ ما	پیمانهٔ ما
۲۸ : ۳۹ ، ۱		کرده	کرده	کرده	کردد	کرده	کرده	کرد	کرده
۲۸ : ۳۹ ، ۲		زخون	زخون	زخون	زخون	زخون	زخون	به خون	زخون
۲۸ : ۳۹ ، ۷		چشم	چشم	چشم	چشم	چشم	چشم		چشم
۲۹ : ۴۰ ، ۸		خم گشته	افتاده	افتاده	خم گشته		افتاده		افتاده
۲۹ : ۴۰ ، ۸		کدامان	کدامان	کدامان	کدامان		گدایان		گدایان
۲۹ : ۴۰ ، مقطع		عا ان	عامان	عامان	عامان	عامان	عامان	خامان	عامان

ردو غزل دبیت	بین ۱۸۲۸ و ۱۸۲۹ (گل رعنا)	جنوری ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۸	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۳	۱۸۶۶ (انتخاب)	۱۹۲۵
۳۰: ۴۱ ، ۱۱		بدان	وران	بدان	بدان		بدان		بدان
۳۱: ۴۲ ، ۷		(بر) لب	برسر	برسر	برسر		برسر		برسر
۳۲: ۴۳ ، مقطع		اررخ	اررخ	اررخ	اررخ	اررخ	اررخ	ازرخ	اررخ
۳۲: ۴۴ ، ۱	ازبس	محل	محل	محل	مہمل		محل		محل
۳۲: ۴۳ ، ۳	خیال وحشتم	خیال وحشت از	خیال وحشت از	خیال وحشت از	خیال وحشت از		خیال وحشت از		خیال وحشت از
۳۲: ۴۴ ، ۲ و ۵	این ابیات را ندارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد		این ابیات را دارد		این ابیات را دارد
۳۷: ۴۹ ، ۱۰		دادخواه	دادخواه	دادخواه	دادخواه		عمرکاه		عمرکاه
۳۸: ۵۲ ، ۴	نامہ برت	نامہ سپار	نامہ سپار	نامہ سپار	نامہ سپار		نامہ سپار		نامہ سپار
۳۸: ۵۳ ، ۷	؟	خوش است رسم وفا گرچہ درزمان تو نیست	خوش است وعدۂ توگرچہ اززمان تونیست	خوش است وعدۂ توگرچہ اززبان تونیست	خوش است رسم وفاگرچہ درزمان تونیست		خوش است وعدۂ توگرچہ اززبان تونیست		خوش است وعدۂ توگرچہ اززبان تونیست
۳۸: ۵۴ ، ۷ و ۸ و ۹	این ابیات را ندارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد		این ابیات را دارد		این ابیات را دارد
۴۲: ۵۹ ، ۱		اگر	گر	گر	اگر	اگر	گر		گر
۴۳: ۶۰ ، ۷	ای تو وخدای تو	هان دہان خدا دشمن	هان دہان خدا وشمن	هان دہان دشمن	هان دہان خدا دشمن		هان دہان خدا دشمن		بان دہان خدا دشمن

۴۳: ۶۰، ۹	سخت جاییها	سخت جاییها	سخت جاییها	سخت جاییها	سخت جاییها		جانستانیها	جانستانیها
۴۳: ۶۰، ۹	ده چه دلربائیهاست	ده چه دلربائیها	ده چه دلربائیها	ده چه دلربائیها	ده چه دل ربائیها		ده چه دلربائیها	ده چه دلربائیها
۴۴: ۶۱، ۹	این بیت راندارد	این بیت را دارد	این بیت رادارد	این بیت رادارد	این بیت را دارد		این بیت رادارد	این بیت رادارد
۴۴: ۶۲، ۲و۳		۲و۳	۲و۳	۲و۳	۲و۳		۲و۳	۲و۳
۴۹: ۶۹، ۴		من	ما	ما	ما		ما	ما
۶۴: ۹۰، ۲و۳و۴و۵		۲و۳و۵و۴	۲و۳و۵و۴	۲و۳و۴و۵	۲و۳و۴و۵		۲و۳و۴و۵	۲و۳و۴و۵
۷۱: ۹۷، ۸		پاکش	پاکت	پاکت	پاکت		پاکت	پاکت
۷۴: ۱۰۰،۲،۵،۱۱،۱۲	این ابیات راندارد	این ابیات رادارد	این ابیات رادارد	این ابیات رادارد	این ابیات رادارد		این ابیات رادارد	این ابیات رادارد
۷۵: ۱۰۲، ۲		من	ما	ما	من		ما	ما
۷۶: ۱۰۳، / ۷۶: ۱۰۳،	این ابیات رانیز دارد «چه کار آیدت ای شیخ گرآتش بسنی بوریائی کازو بوریای آید»	بیت اضافی گل رعنا راندارد	بیت اضافی گل رعنا ماندارد	بیت اضافی گل رعنا راندارد	بیت اضافی گل رعنا راندارد		بیت اضافی گل رعنا راندارد	بیت اضافی گل رعنا راندارد
۷۶: ۱۰۳، ۶	تا	گر	گر	گر	گر		کز	کز
۷۶: ۱۰۳، ۳و۴	این ابیات را ندارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد		این ابیات رادارد	این ابیات رادارد

صفحه و غزل و بیت	مئی ۱۸۲۸ تا ۱۸۲۹ گل رعنا	جنوری ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۸	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۲	۱۸۶۶	۱۹۲۵
۷۸ : ۱۰۵ ، ۷		این بیت راندارد	این بیت رادارد	این بیت رادارد	این بیت رادارد		این بیت رادارد	انتخاب غالب	این بیت رادارد
۷۸ : ۱۰۶ ، ۶	خویشتن آمد	خویشیم	خویشیم	خویشیم	خویشیم		خویشیم		خویشیم
۷۸ : ۱۰۶ ، ۷	جاوید مثال	جاوید مترس	جاوید مترس	جاوید مترس	جاوید مترس		جاوید مترس		جاوید مترس
۷۸ : ۱۰۶،	[این بیت را نیز دارد همدم از شور فغانم چه ستوه آمده ، باش تا بخت من از خواب گران برخیزد]	بیت اضافی گل رعنا راندارد	بیت اضافی گل رعنا راندارد	بیت اضافی گل رعنا راندارد	بیت اضافی گل رعنا راندارد		بیت اضافی گل رعنا راندارد		بیت اضافی گل رعنا راندارد
۷۹ : ۱۰۷ ، ۳	بی سروپائی	بی سروپائی	بی پروائی	بی پروائی	بی سروپائی		بی پروائی		بی پروائی
۷۹ : ۱۰۷ ، ۳	داریم	مائیم و	مائیم و	مائیم و	مائیم و		مائیم و		مائیم و
۷۹ : ۱۰۷ ، ۶	این بیت راندارد	این بیت رادارد	این بیت رادارد	این بیت رادارد	این بیت رادارد		این بیت رادارد		این بیت رادارد
۸۰ : ۱۰۸ ، ۱۱		طرح	طرز	طرز	طرز		طرز		طرز
۸۲ : ۱۱۲ ، ۷	[به صحن میکده ها مست]	به صحن میکده سرمست	به صحن میکده سرمست	به صحن میکده سرمست	به صحن میکده سرمست		به صحن میکده سرمست		[به صحن میکده سرمست]

۸۲: ۱۱۶، ۷	بر کنج صومعه‌ها	به کنج صومعه	به کنج صومعه	بر کنج صومعه	به کنج صومعه		به کنج صومعه		به کنج صومعه
	در نماز	وقف نماز	وقف نماز	وقف نماز	وقف نماز		وقت نماز		وقف نماز
۸۵: ۱۱۶، ۵	آینده خون خلق	خون هزار ساده	خون هزار ساده	خون هزار ساده	خون هزار ساده		خون هزار ساده		خون هزار ساده
۸۶: ۱۱۸، ۱۰		برآید	برآمد	برآمد	برآمد		برآمد		برآمد
۹۴: ۱۲۹، ۱		از	پر	ز پر	از		بر (ز پر)		بر (ز پر)
۹۵: ۱۳۰، ۶		خواب از ناز رنجور افگند	خواب ناز رنجور افگند	خولب ناز رنجور افگند	خواب از ناز رنجور افگند	خواب از ناز رنجور افگند	خواب ناز رنجور افگند	خواب از ناز رنجور افگند	خواب ناز رنجور افگند
۹۵: ۱۳۰، ۶		کنم	کنیم	کنم	کنم		کنم		کنم
۱۰۰: ۱۳۲، ۱۰		دون همتی	کم همتی	دون همتی	دون همتی		دون همتی		دون همتی
۱۰۰: ۱۳۷، ۱۰		خیزد	باشد	خیزد	خیزد		خیزد		خیزد
۱۰۱: ۱۳۸، ۶		شوق	ذوق	ذوق	ذوق		ذوق		ذوق
۱۰۱: ۱۳۹، ۹		رفت و	خسته	خسته	رفت و		خسته		خسته
۱۰۳: ۱۴۱، ۸		نگاه	نگاهی	نگاه	نگاه		نگاه		نگاه
۱۰۵: ۱۴۴، ۵		در	از	از	از		از		از
۱۱۰: ۱۵۲، ۳و۴		۳و۴	۳و۴	۳و۴	۳و۴		۳و۴		۳و۶
۱۱۰: ۱۵۲، ۵		نافت	نافته	نافت	نافت		نافت		نافت

صفحه و غزل و بیت	بین ۱۸۲۸ و ۱۸۲۹	جنوری ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۸	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۲	۱۸۶۶	۱۹۲۵
۱۱۴: ۱۵۶، مقطع		جوش	زنگ	زنگ	زنگ		زنگ	انتخاب غالب	زنگ
۱۱۴: ۱۵۷، ۴	ندیدنت بشنیدم	ندیدن تو شنیدم	ندیدن تو شنیدم	ندیدن تو شنیدم	ندیدن تو شنیدم		ندیدن تو شنیدم		ندیدن تو شنیدم
۱۱۴: ۱۵۷، ۵	انتظار کسی	انتظارہا	انتظارہا	انتظارہا	انتظارہا		انتظارہا		انتظارہا
۱۱۴: ۱۵۷، مقطع	فروتنی	تواضعی	تواضعی	تواضعی	تواضعی		تواضعی		تواضعی
۱۱۵: ۱۵۷، ۵	بالیدو آشیان	بالیدو آشیان گر شد	بالیدو آشیان گر شد	بالیدو آشیان گر شد	بالیدو آشیان گر شد	بالیدو آشیان گر شد	بالیدو آشیان گر شد		بالیدو آشیان گر شد
۱۱۶: ۱۵۹، ۶					دامن		نامه		نامه
۱۱۹: ۱۶۳، ۱۱	این بیت را ندارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد		این بیت را دارد
۱۲۱: ۱۶۶، ۷	ذوق	شوق	شوق	شوق	شوق		شوق		شوق
۱۲۳: ۱۶۸، ۱		کاشانه نشین	کاشانه نشین	کاشانه نشین	کاشانه نشین	کاشانه نشین	کاشانه گزین	کاشانه نشین	کاشانه نشین
۱۲۵: ۱۷۱، ۲		این بیت را دارد	این بیت را ندارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد		این بیت را دارد		این بیت را دارد
۱۲۸: ۱۷۵، ۷		این بیت را دارد	این بیت را ندارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد		این بیت را دارد		این بیت را دارد
۱۲۸: ۱۷۵، ۷		بیت پنجم است در غزل	این بیت را ندارد	بیت پنجم است در غزل	بیت پنجم است در غزل		بیت هفتم است در غزل		بیت هفتم است در غزل

۱۲۸: ۱۱،۱۰۵		گفتم و	گفتمش	گفتمش	گفتمش		گفتمش		گفتمش
۱۳۰: ۷۶۴،۱۷۸		۶ و ۷	۶ و ۷	۶ و ۷	۶ و ۷		۷ و ۶		۷ و ۶
۱۳۵: ۱۱،۱۸۲		کان	کاین	کاین	کاین	کاین	کاین	کان	
۱۴۲: ۹،۱۸۹		کجا	کجاست	کجا	کجا		کجا		کجا
۱۴۵: ۷،۱۹۲		بپذیر	بپذیر	بپذیر	بپذیر		بپذیر	بپذیر	
۱۴۷: ۴،۱۹۳		نشوی	گردی	گردی	گردی		گردی		گردی
۱۵۱: ۱،۱۹۹		بوی گل	بوی گل	بوی گل	بوی گل		بوی گل		بوی گل
۱۵۲: ۱،۲۰۰		بردی	بسوی	بسوی	بسوی		بسوی		بسوی
۱۵۵: ۱۰،۲۰۴		روزگاران	روزگاران	روزگاران	روزگاران	روزگاران	روزگاران	روزگاری	روزگارآن
۱۵۵: ۲۰،۲۰۳		کدامین	کدامین	کدامین	کدامین	کدامی	کدامین		کدامین
۱۵۵: ۱،۲۰۵	عشق	عشق	شوق	شوق	شوق		شوق		شوق
۱۵۵: ۵،۲۰۵	تعب	طرب	طرب	طرب	طرب		طرب		طرب
۱۵۶: ۴،۲۰۵	بردارد	برچیند	برچیند	برچیند	برچیند		برچیند		برچیند
۵۶: ۱۰۹،۲۰۵	این ابیات راندارد	این ابیات رادارد	این ابیات رادارد	این ابیات رادارد	این ابیات رادارد		این ابیات رادارد		این ابیات رادارد

صفحه و غزل و بیت	بین ۱۸۲۸، ۱۸۲۹	جنوری ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۸	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۳	۱۸۶۶	۱۹۲۵
۱۵۲: ۲۰۵، ۱۱	تقدیریم	گردش چرخ	گردش چرخ	گردش چرخ	گردش چرخ		گردش چرخ		گردش چرخ
۱۵۲: ۲۰۴، ۵، ۸	این ابیات را ندارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد		این ابیات را دارد		این ابیات را دارد
۱۵۲: ۲۰۶، مقطع	داغ رحلت نواب	داغ دوری احباب	داغ دوری احباب	داغ دوری احباب	داغ دوری احباب		داغ دوری احباب		داغ دوری احباب
۱۵۲: ۲۰۶، ز دامنی نصیب کس از اہل دین مباد ما ہم ز دوش باده کہ بی آب شسته ایم	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد	این بیت را ندارد
۱۵۷: ۲۰۶، ۸	این بیت را ندارد	تا خون خود از دامن قصاب شسته ایم	خون از جبین و دست ز قصاب شسته ایم	خون از جبین و دست ز قصاب شسته ایم	خون از جبین و دست ز قصاب شسته ایم		خون از جبین و دست ز قصاب شسته ایم		خون از جبین و دست ز قصاب شسته ایم
۱۶۰: ۲۱۱، ۴		در	از	از	در		از		از

۱۶۰ : ۲۱۱ ، ۳ و ۴ ۱۶۶ : ۲۱۹ ، ۱۰ ۱۶۷ : ۲۲۱ ، ۳ و ۴		ابیات دوم و سوم در غزل سپارس	ابیات سوم و چهارم در غزل سپارس	ابیات سوم و چهارم در غزل سفارش	ابیات سوم و چهارم در غزل سفارش		ابیات سوم و چهارم در غزل سفارش		ابیات سوم و چهارم در غزل سفارش
۱۷۱ : ۲۲۷ ، ۲ و ۳ و ۴ و ۵		۵ و ۳ و ۳ و ۲	۵ و ۳ و ۴ و ۲	۲ و ۳ و ۴ و ۵	۲ و ۳ و ۴ و ۵		۲ و ۳ و ۴ و ۵		۲ و ۳ و ۴ و ۵
۱۷۳ : ۲۲۹ ، ۶ و ۷ و ۸ و ۹	این ابیات را ندارد	این ابیات را ندار.	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد	این ابیات را دارد		این ابیات را دارد		این ابیات را دارد
۱۷۳ : ۲۲۹ ، ۱۰	ز خویش منت یک ناله می باید کشید آخر	خدایا از عزیزان منت شیون که برتابد	خدایا از عزیزان منت شیون که برتابد	خدایا از عزیزان منت شیون که برتابد	خدایا از عزیزان منتِ شیون که برتابد		خدایا از عزیزان منت شیون که برتابد		خدایا از عزیزان منت شیون که برتابد
۱۷۳ : ۲۳۱ ، ۲	شوق لبت	ذوق لبت	ذوق لبت	ذوق لبت	ذوق لبت		ذوق لبت		ذوق لبت
۱۷۴ : ۲۳۱ ، ۹	فکر معنی های نازک بسکه می کاهد مرا	بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا	بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا	بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا	بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا		بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا		بسکه فکر معنی نازک همی کاهد مرا

صفحه و غزل و بیت	بین ۱۸۲۸ و ۱۸۲۹	[illegible] ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۱	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۳	۱۸۶۶ (انتخاب)	۱۹۲۵
۱۷۵: ۲۳۳، ۴		فتنه	فتوی	فتوی	فتوی		فتوی		فتوی
۱۷۷: ۲۳۵، ۹	این بیت را ندارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد	این بیت را دارد		این بیت را دارد		این بیت را دارد
۱۷۷: ۲۳۵، ۹	این بیت را نیز دارد نیست گر بزم نشاطی هان بیابان گردئی، فانش گویم با توبی هنگامه نتوان زیستن	بیت اضافی گل رعنا را ندارد	بیت اضافی گل رعنا را ندارد	بیت اضافی گل رعنا را ندارد	بیت اضافی گل رعنا را ندارد		بیت اضافی گل رعنا را ندارد		بیت اضافی گل رعنا را ندارد
۱۷۸: ۲۳۶، ۴		بدان	بران	بران	بران		بران		بران
۱۷۹: ۲۳۷، ۵		غم	چشم	چشم	چشم		چشم		چشم
۱۷۹: ۲۳۷، ۱۰ و ۱۱ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴		۱۰ و ۱۴ و ۱۱ و ۱۲ ۱۳	۱۰ و ۱۴ و ۱۱ ۱۲ و ۱۳	۱۰ و ۱۴ و ۱۱ ۱۲ و ۱۳	۱۰ و ۱۴ و ۱۱ ۱۲ و ۱۳		۱۰ و ۱۱ و ۱۲ ۱۲ و ۱۴		۱۰ و ۱۱ و ۱۲ ۱۳ و ۱۴
۱۸۰: ۲۳۹، ۴ و ۵ و ۶ ۷ و ۸		۵ و ۴ و ۶ ۷ و ۸	۵ و ۴ و ۶ ۷ و ۸	۵ و ۴ و ۶ ۷ و ۸	۵ و ۴ و ۶ ۷ و ۸		۴ و ۵ و ۶ ۷ و ۸		۴ و ۵ و ۶ ۷ و ۸

۱۸۸ : ۸۰،۲۴۸		دی غصّه	ای غصّه	ای غصّه	ای غصّه		ای غصه		ای عقصّه
۱۹۰ : ۲۵۰، مقطع	غالب خطر ز آب بود سگ گزیده را، مردم گزیده ز آئینه ترسد هر آئینه	آهن چه داد غمزهٔ سحر آفرین دهد غالب بجز دلش بنود درخور آئینه	آهن چه داد غمزهٔ سحر آفرین دهد غالب بجز دلش بنود درخور آئینه	آهن چه داد غمزهٔ سحر آفرین دهد غالب بجز دلش بنود درخور آئینه	آهن چه داد غمزهٔ سحر آفرین دهد غالب بجز دلش بنود درخور آئینه		آهن چه داد غمزهٔ سحر آفرین دهد غالب بجز دلش بنود درخور آئینه		آهن چه داد غمزهٔ سحر آفرین دهد غالب بجز دلش بنود درخور آئینه
۱۹۲ : ۲۵۳، ۴		ردشتی	چاشتی	چاشنی	چاشتی		چاشنی		چاشنی
۱۹۳ : ۲۵۵ ،	این بیت را نیز دارد عبادتخانهٔ خواهم چو قصر منعمان رنگین، غم دینیکه من دارم غم دیناست پنداری	بیت اضافی گل رعنا را ندارد	بیت اضافی گل رعنا را ندارد	بیت اضافی گل رعنا را ندارد	بیت اضافی گل رعنا را ندارد		بیت اضافی گل رعنا را ندارد		بیت اضافی گل رعنا را ندارد

صفحه غزل و بیت	بین ۱۸۲۹/۱۸۲۸	جنوری ۱۸۳۸	جولائی ۱۸۳۸	۱۸۴۱	۱۸۴۵	۱۸۶۱	۱۸۶۳	۸۶۶ (انتخاب)	۱۹۲۵
۲۰۴ : ۷،۲۶۸		کشادی دیگراست	کشادِ دیگراست	کشادِ دیگراست	کشادی دیگراست		کشادِ دیگراست		کشادِ دیگراست
۲۰۶ : ۹،۲۷۲				بی نمی	بی نمی		بی نمی		بی نمی
۲۰۷ : ۱۰،۲۷۴		چه	که	که	چه		که		که
۲۲۵ : ۳،۲۸۹				خون گرید	خون گرید		خون گرید		خون گرید
۲۳۵ : ۵،۳۰۴				دانی	دانی		دارنی		داری
۲۳۸ : ۵،۳۰۸				مزدنی	مزدونی		مزدنی		مزدنی
۲۳۹ : ۱۰،۳۰۸				گفته خود را ستودمی	گفته خود را ستوئی		گفته خود استودمی		گفته خود را ستودمی
۲۴۸ : ۶،۳۱۶				ذوق دانشاسم	ذوق دانشاسم		ذوق دانشاسم		ذوق دانشاسم

اشاراتِ غالبؔ

٧=۷، ٥=۵، ٤=۴

صفحہ	غزل	شعر	علامت	اشارات غالب
۴	۴	۱۱	پ۱	اشارہ بمقامیکہ دوست بعد از خرابی بصرہ مستفسر احوال شدہ باشد
۹	۱۱	۲	پ۱	اظہار نسبت ارادت بروش استفہام
۹	۱۱	۷	پ۲	طلب تفقد بذریعہ بخشایش بر طمع خام
۱۰	۱۲	۷	پ	نازش بر نسبت تعارف اگرچہ دوست غمخوار نباشد
۱۹۹	۲۶۲	۳	پ	درخور بیان گلہ بدعہد و گزاف پیشگی دوست
۱۹۷	۲۵۹	۴	پ	بیان غم واندوہ
۱۱۹	۱۶۳	۴	پ۱	درطلب چستی و چالاکی و منع افسردگی و کاہلی
۱۱۹	۱۶۴	۲	پ۲	بیان انتظار قاصد در امر مذبذب
۵۵	۷۸	۱۰	پ	آرایش عنوان حسن طلب بطغرای عجز و ادب
۱۶۶	۲۲۰	۱	پ	خواہش وصل و تقاضای عیش
۲۲	۳۱	۱۰	پ	شرح ماجرای خوی دوست بعتاب آمیختہ بناز
۲۵	۳۴	۸	پ	ذریعہ این اندوہ کہ اگر ملامت بجاست قطع نظر تحسین ہنر چراست
۳۹	۵۳	۴	پ	درماندگی دوست را از آثار انتقام دلآزاری وانمودن
۱۱۵	۱۵۸	۵	پ	اظہار مراتب امید و بیم برعایت شیوۂ تسلیم
۲۰۳	۲۶۹	۲	پ	دوست را در نفہمیدن بدعای خویش معاف داشتن و ہمدرین پردہ شکوہ سر کردن
۴۴	۶۲	۶	پ	خاطر دوست را باور باش دوستانہ آزردن و بہ گستاخی و بیدردی کار از پیش بردن
۴۹	۷۰	۶	پ	نرسیدن نامہ را بر حوادث و مواضع حوالہ کردن و از تغافلی کہ درگمان خود است فغان برآوردن
۵۳	۷۵	۷	پ۱	ابراز این کیفیت کہ محبت اگر بعد قسمت در بہ نفاق توزع ضمیر نیست
۶۰	۸۶	۴	پ	پیش آمدن کار مشکل بجای خطرناک
۱۸۳	۲۴۳	۹	پ	گزارش شدت رنج و غم بطریق ترقی
۱۸۷	۲۴۸	۶	پ	در موقع تعلیم صبر و شکیبائی
۱۹۱	۲۵۲	۱	پ	حوالۂ مادہ شکایت بوجدان ضمیر مکتوب الیہ
۸۶	۱۱۹	۵	پ	عنوان بیان شدت درد فراق
۲۷	۳۸	۶	پ	بیان کلفت ناسازی بخت و اندوہ پیش نیامدن دولت

۱۲۹ : ۱۷۶، ۱ پ : وصف لکنت زبان

۱۲۹ : ۱۷۶، ۱۲ پ : خواهش حیات خود از جانب دوست از محبت شمردن و آنرا بر شدت بیدردی گمان بردن

۳۸ : ۵۲، ۴ پ : وعدۂ لطف از زبان خامه اگرچه باور نداشتن لیکن از فرط محبت دل بدان نهادن

۴۰ : ۵۵، ۸ پ : ترحم دوست را نسبت بخویش از ساختگی گمان کردن

۴۴ : ۶۱، ۱ پ : در مقام منع تکلیف چاره بتقریب از حد گزشتن درد

۴۵ : ۶۲، ۸ پ : سزاوار مقامیکه دوست پاسخنامه نگاشته باشد و جواب وصل مدعا فرو گزاشته باشد

۴۶ : ۶۸، ۱ پ : دوست را نظر به بی التفاتی به بید تشبیه دادن و از ان نیز ترقی کردن

۵۴ : ۷۶، ۵ پ : بیان تنعم دوست و بی برگی خود و طلب تفقد

۶۱ : ۸۷، ۶ پ : در موقع بیان شدت افلاس

۵۵ : ۸۳، ۷ پ : بایسته بمقامیکه دوست اندوه دوست را اندک ساخته باشد

۶۵ : ۹۱، ۶ پ : تعلیم تسلیم

۶۵ : ۹۱، ۸ پ : شایسته بدایت نامه که در وی خبر ناخوش باشد

۸۰ : ۱۰۹، ۳ پ : تسکین خاطر دوست باظهار قرب زمان هلاک خویش

۱۳۶ : ۱۸۳، ۲ پ : گزارش این معنی که وعدۂ لطف در مستقبل چاره ناکامی حال نمی تواند بود

۶۲ : ۸۹، ۴ پ در خور بیان این معنی که اندک آسائش و فراغ خاطر و صفائی وقت اگر میسر آمدن بزحمت جستجو نباید داد و به بند کرد آوردن حال نباید افتاد

۸۸ : ۱۲۳، ۹ پ : از پاس ادب ستوه آمدن و رخصت شکوه طلبیدن

۱۰۱ : ۱۳۹، ۹ پ : طلب تفقد باظهار عزم آوارگی خویش

۱۰۹ : ۱۵۱، ۲۰ پ : بیان آزردگی دوست یا عتاب حاکم نسبت بخویش

۱۱۰ : ۱۵۳، ۱۱ پ : اظهار وفای خویش نسبت به حاکم یا بدوست

۸۳ : ۱۱۴، ۵ پ : آغاز جواب مکتوب بشکر یاد آوری محبوب

۸۵ : ۱۱۷، ۱ پ : اختصار درد دل به وا نمودن یک مثال

۸۵ : ۱۱۷، ۷ پ : شکوہ تغافل ایام گزشته بمشاهده التفات حال

۸۸ : ۱۲۱، ۴ پ : نباهی خود را مقصود دوست دانستن و بدان شادمان بودن

۹۷ : ۱۳۴، ۱ پ : بیان شدت غم

۱۱۰ : ۱۵۲، ۲ پ : باعث ترک صحبت را مجملاً خاطر نشان ساختن و تفصیل آن را به بیان همدمان حواله کردن

۱۱۸: ۱۶۲، ۹ پ: طلب تفقد بطریق تنزل

۱۳۸: ۱۷۵، ۱۴ پ: اظهار حسن عقیدت بمقابله بی پروائی دوست

۱۴: ۱۸، ۴ پ: در آرزوی ملاقات با بزرگان

۱۵: ۱۹، ۵ پ: برای شکوه باعث لطیف عاشقانه تراشیدن

۱۱: ۱۵، ۶ پ: پاسخ نامه که مضمون عتاب داشته باشد

۱۰: ۱۲، ۸ پ: در اظهار گوشه نشینی و خلوت گزینی

۸: ۹، ۴ پ: لائق معامله بیع و شرا در صورتیکه کاتب بایع و مشتری مکتوب الیه باشد

۱۲: ۱۷، ۸ پ وعده های دوست بیادش دادن و فراخور آن شگفتگی درخواستن

۱۵۱: ۱۵۸، ۸ پ ابراز شکوه نامهربانی دوست بشمول وفاداری خویش

۱۵۲: ۲۰۰، ۵ پ: در مقام عرض پریشانی و سرگردانی

۱۷۲: ۱۳۱، ۱ پ: استدعای عنایت به نهیب قطع محبت

۱۷۸: ۲۲۷، ۱۴ پ: عذر تقاعد در نگارش نامه باظهار فقدان قاصد

۱۹۲: ۲۵۴، ۱۱ پ: در بیان گزارش رشک رسیدن نامهٔ دوست بدیگری

۱۳: ۱۷، ۵ پ: تلقین بیوفائی از غیر بدلیل ظهور این صفت با خویش

۱۹: ۲۶، ۹ پ: ابراز رشک نسبت بنامه بر در مشاهدهٔ جمال دوست

۲۰: ۲۷، ۸ پ: بیان ناسودمندی کوشش دوباره حصول مطلب

۳۴: ۴۶، ۲ پ: برانگیختن خاطر دوست بتماشای جهان وضع افسرده دلی

۳۸: ۵۱، ۲ پ: شرح شدت بی برگ و نوائی بروش خاص

۲۶: ۶۴، ۱ پ: پرده کشائی راز افلاس باندار عاشقانه

۹۶: ۱۳۲، ۱۰ پ: در مقام این مثل که گوئی هنوز روز اول است

۹۸: ۱۳۵، ۷ پ: توجه دوست بحال خویش از تاثیر جاذبهٔ دل وانمودن

۱۰۲: ۱۴۰، ۱۱ پ: اظهار تمنای وصل و حسرت اختلاط

۱۵۴: ۲۲، ۷ پ: بیان پشیمانی از عمریکه در فسق و فجور رفت و غم عدم فرصت و تلافی آن

۷۰: ۹۶، ۳ پ: از درد تغافل فغان برآوردن

۷: ۷، ۹ پ: شایسته جائیکه ذکر بدخوئی معشوق یا بیان سطور، حاکم درمیان باشد

۲۷: ۳۷، ۱۰ پ: عذر گستاخی خواستن و فا در رضا شناسی خود را شفیع جرأت ساختن

۵۹: ۸۴، ۱ پ: بیان تقیه کلفت اندوه و ملال بعد سپری شدن روزگار و دراز در غم درد

شرح غالب

صفحہ غزل بیت شباہتی است مرآن را کہ بر نیامدہ است
۳۸ : ۵۲، ۶ (۱) وگرنہ موی بہ باریکی میان تو نیست

سب کمر کو بال باندھتے ہیں، شاعر کہتا ہے کہ استغفراللہ، بال کو کیا نسبت ہے کمر سے کہ نظر آتی ہی نہیں، اور بال نظر آتا ہے۔ ہاں وہ بال جو ابھی نہیں اُگا اور نہیں نکلا اُس کو کچھ مشابہت ہے کمر کے ساتھ۔

در صفحہ نبودم ہمۂ آنچہ در دلست
۵۱ : ۷۲، ۴ (۲) در بزم کمتر است گل و در چمن بسست

پھول باغ سے آیا کرتے ہیں، باغ میں ہزاروں پھول ہوتے ہیں، مجلسوں میں دس دس پانچ پانچ ہوتے ہوں گے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرے مضامین پھول ہوتے ہیں، اور میرا دل چمن ہے اندر صفحۂ انجمن۔ مضامین اتنے ہی نہ تھے جو دیوان میں آگئے۔ چمن میں پھول اور دل میں معنی بہت ہیں۔

خواست کز ما رنجد و تقریب رنجیدن نداشت
۵۲ : ۷۵، ۱ (۳) جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

داشتن بمعنی رکھنے کے ہیں۔ لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہیں۔

ظہوری سے گر اسیر زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را
(۴) گفتہ باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر میں پہلے مصرعہ کا داشت بمعنی رکھنے کے اور دوسرے مصرعہ کا داشت بمعنی بایستن ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا جید ڈھونڈھتا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزردہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا قضارا کچھ دنوں کے بعد رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی میں نے دوست سے پوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندۂ درگاہ ہوا معشوق اسی گستاخی کو بہانۂ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہوگیا اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ہائے پرسیدن نداشت یعنی پوچھنا نہ چاہیے تھا۔

دیر خواندی سوے خویش و زود فہمیدم دریغ
۵۲ : ۷۵، ۵ (۵) پیش ازین باہم زگرد راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجھ کو بلا دے۔ مگر اُس عیار نے نہ بلایا۔ رفتہ رفتہ میں غم سے ایسا

زار و ناتواں ہو گیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے میرے پاؤں اُلجھنے لگے جب اُس نے یہ جانا کہ اب نہ آسکے گا تب بُلایا۔ عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بُلانے میں دیر کی اور میں اس کی وجہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بُلانے میں اس واسطے دیر کی کہ اس سے پہلے میں ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلائے اور میں نہ آؤں۔ دریغ کو یہ نہ سمجھا جائے کہ زود فہمیدن پر ہے یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے۔ دریغ ہے دوست کی بیوفائی اور بے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر۔

من بوفا مردم و رقیب بدر زد

۱۰۸ : ۱،۱۶۹ (۶) نیمہ لبش انگبین و نیمہ تبرزد

انگبین شہد کو کہتے ہیں اور تبرزد مصری کو کہتے ہیں۔ ان معنوں میں کہ یہ مانند قند اور بتاشوں کے جلد ٹوٹنے والی نہیں۔ جب تک اس کو تبر سے نہ توڑو مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ بدر زدن۔ اگرچہ لغوی معنی اس کے ہیں باہر۔ اور زدن' مارنا۔ لیکن روزمرہ میں اس کا ترجمہ ہے نکل جانا۔ اب جب یہ معلوم ہو گیا تو یوں سمجھیے کہ معشوق کے ہونٹوں کو میٹھا کہتے ہیں۔ اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت دیتے ہیں۔ اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے۔ پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی وہ جب چاہے بے تکلف اڑ جائے اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی جب وہ اڑنے کا قصد کرے گی پر و بال اُس کے شہد میں لپٹ جائیں گے اور وہ مر کر رہ جائے گی۔ پس اب یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی میں میرے واسطے شہد ہو گئے اور رقیب کے واسطے مصری یعنی وہ چاٹ کو لطف اٹھا کر صحیح دم ٹہلا گیا اور میں پھنس کر وہیں مر کر رہ گیا۔

درکشمکش بین واعتماد و نفوذشش

۱۰۸ : ۲،۱۶۹ (۷) گر بہ می افگند ہم بزخم جگر زد

زدن لازمی بھی ہے اور متعدی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں لگ۔ جانا اور متعدی کے معنے مارنا یہاں زد لازمی ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہیے کہ نمک شراب کو لگاڑتا ہے یعنی اگر شراب میں نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو اُس میں نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور زخم پر اگر نمک ڈالیں تو وہ کاٹ کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کر اُس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسہ ہے اگر وہ اُس نمک کو شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور زخمِ جگر پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو وہ اپنا کام کرتا رہتا ہے۔

کیست درین خانہ کز خطوط شعاعی

۱۰۸ : ۳،۱۶۹ (۸) مہر نفس ریزہ ہا بہ روزن در زد

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر میں اس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے۔ اور اُس نے جان لیا ہے کہ کون ہے مگر

بطریق تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا سب اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے خطوط شعاعی کا روزنوں میں پڑنا اور خطوط شعاعی کا یعنی سورج کی کرن کا بصورت سانس کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے ۔

دعوی اور وجود دلیل بدیہی
خندۂ دندان نما بہ حسن گہر زد
۱۰۸ : ۱۴۹، ۴ (۹)

خندۂ دندان نما اُس ہنسی کو کہتے ہیں جو تبسّم سے بڑھ کر ہو اور اُس میں دانت ہنسنے والے کے دکھائی دیں ۔ معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی اُس چیز پر ہے جس کو اپنے نزدیک ذلیل سمجھ لیتا ہے حاصل معنی یہ کہ میرا معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا گویا اُس نے دعویٰ کیا موتی کچھ اچھی چیز نہیں اب دعویٰ کے واسطے دلیل ضرور ہے ۔ سو شاعر یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دعوی پر دلیل بدیہی ہے یعنی ہنسنے میں اُس کے دانت نظر آئے ۔ معلوم ہوا کہ وہ حسن جو لوگ موتی میں گمان کرتے تھے وہ لغو ہے حسن یہ ہے کہ جو معشوق کے دانتوں میں ہے ۔ پس اسی دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور چونکہ بدیہی تھی مان لیا ۔

غیرت پروانہ ہم بروز مبارک
نالہ چو آتش ببال مرغ سحر زد
۱۰۸ : ۱۴۹، ۵ (۱۰)

پروانہ کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیے ۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانہ میں ہو یا پروانہ کو ہو ۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کو آتی ہو پروانہ پر، یعنی رشک ۔ حاصل معنی یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں ۔ رات کو جو پروانہ جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجھ کو اُس پر رشک آتا تھا ۔ دن کو کوئی ایسا نہ تھا کہ مجھ کو اُس پر رشک آوے ۔ تو اب وہی غیرت اور وہی رشک جو پروانہ پر شب کو تھا اب دن کو بھی مبارک ہو ۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے مرغ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور اپنی مستی اور بیخودی میں یہ نہیں جانتا کہ میرے نالے کے سبب ہے مجھ کو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا ۔ جو رات کو پروانہ کو دیکھ کر کھاتا تھا ۔ اب مُرغِ سحر کو جلتے ہوئے دیکھ کر جلتا ہوں کہ ہائے یہ کون ہے کہ جو میری طرح جلتا ہے ۔

لشکر ہوشم بزور می نہ شکستی
غمزۂ ساقی نخست راہ نظر زد
۱۰۸ : ۱۴۹، ۶ (۱۱)

نظر فکر کو بھی کہتے ہیں اور نگاہ کو بھی یہاں نگاہ کے معنی ہیں ۔ شاعر کہتا ہے کہ میں ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا اور شراب پی کر بیہوش ہو جاتا مگر کیا کروں کہ پہلے غمزۂ ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا پھر اُس پر شراب پی گئی بیخودی کا استعداد تو ہم پہونچ ہی گیا تھا ناچار ہوش جاتے رہے ۔

(۱۲) زان بت نازک چه جای دعوی خون ست
دست وی و دامنی که او بکمر زد

۱۰۸ : ۱۴۹ ، ۷

اس شعر کا لطف وجدانی ہے بیانی نہیں ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے۔ خون کا دعویٰ کیا کریں کہ اُس کو وقت عزم قتل دامن گرداننے وقت وہ صدمہ پہنچا کہ اُس کا ہاتھ ہے اور وہ دامن کہ جو اُس نے گردان کر کمر پہ باندھا تھا اُس سے ایسا لچکا کمر کو پہونچا کہ وہ آپ اپنے دامن پہ داد خواہ ہو رہا ہے پس اُس سے کوئی خون کا کیا دعویٰ کرے گا۔

(۱۳) برگ طرب ساختیم و بادہ گرفتیم
ہر چہ ز طبع زمانہ بیہدہ سر زد

۱۰۸ : ۱۴۹ ، ۸ و ۹

(۱۴) شاخ چہ بالد گر از معان گل آورد
تاک چہ نازد اگر صلاے ثمر زد

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیاں بمقتضائے طینت خاک ہر طرف ظاہر ہوا کرتی ہیں مثلاً گنا اُگا خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہیں کہ اُس کا رس نکلے اور اُس کا قند بنے۔ یہ آدمی کی دانشمندی ہے کہ اس نے اُس گھاس میں یہ بات پیدا کی۔ بس اسی طرح انگور ہیں اور گلاب کے پھول ہیں۔ شاخ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے۔ ہم نے اپنی زور عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولوں کو ہر ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے۔

(۱۵) کام نہ بخشیدہ گنہ چہ شماری
غالب مسکین بہ التفات نیر زد

۱۰۸ : ۱۴۹ ، ۱۰

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم میں تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں تو بس اب معلوم ہوا کہ میں لائق التفات کے نہ تھا۔ پس جب میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالم حقیقی میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے۔ جب ہمارے مطالب آپ نے ہم کو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے۔ جانے دیجیے۔ ہم میں التفات کی ارزش نہیں ہے۔ ۱۲۔ غالب

۲۴۸ : ۳۱۶، ۹ اول ماہ است از شرمِ تو ماہ
(۱۶) آخرِ شب از شبستان می رود

اوّل ماہ - یہاں ماہ بمعنی مہینے کے ہے اور اوّل سے ۸، ۹، ۱۰ تاریخ مقصود ہے ۔ اوّل راتوں میں بعد آدھی رات کے چاند چھپ جاتا ہے پس شاعر کہتا ہے کہ ہنوز ابتدائے حال ہے اور قمر زاید النور ہے ۔ اور باوجود اس روز افزونی دولت کے تیری شرم سے آخرِ شب کو بھاگ جاتا ہے اور تمام رات تیرے مقابل نہیں رہ سکتا ۔ اس کو حسن تعلیل کہتے ہیں یعنی چاند کا اوائل ماہ قمری میں آخر شب غروب ہونا ضروری ہے ۔ شاعر نے اس کی ایک اور وجہ قرار دی ہے ۔ فقط ۔

مآخذ

ابیات ۱ و ۲	:	مآثر غالب، ص ۶ و ۷
ابیات ۳ تا ۱۵	:	خطوط غالب مرتبہ جناب غلام رسول مہر خط بنام مولوی کرامت علی
بیت ۱۶	:	نادرات غالب، نامہ ۲۸

شرحِ حالی

پہلا ہندسہ صفحے کی، دوسرا غزل کی اور تیسرا غزل کے شعر کی نشاندہی کرتا ہے۔

۲:۱، ۲ — توحید

یعنی اگر تیرے حُسن کو مثل شاہدانِ مجازی کے ایک شاہد قرار دیا جائے تو اُس کا طرۂ پُرخم کیا ہوگا؟ صفاتِ الٰہی اور اُس کا موے میاں کیا قرار پائے گا؟ ماسویٰ اللہ۔ شعرائے متصوفین صفاتِ الٰہی کو اکثر زلف و گیسو اور طرہ و کاکل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ اور چونکہ ماسویٰ اللہ کو صوفیہ معدومِ محض جانتے ہیں اور معشوق کی کمر کو عشاق معدوم قرار دیتے ہیں۔ اس لیے شاہدِ حسنِ حقیقی کی کمر ماسوا کو قرار دیا ہے۔

۲:۱، ۴ — توحید

ہدر یعنی ہلاک۔ مشہور ہے کہ سکندر آبِ حیواں کی تلاش میں گیا تھا مگر ناکام رہا۔ کہتا ہے کہ تو زورِ حکومت سے کسی کو پانی نہیں دیتا؛ پس اگر سکندر آبِ حیواں کے نہ ملنے کے سبب ہلاک ہو جائے تو خود دوسرے مصرعہ میں خدا کی بے نیازی کا بیان ہے؛ یعنی خضر جان جیسی عزیز چیز مفت نذر کرتا ہے مگر تو اس کو قبول نہیں کرتا، اور اس لیے اُس کو کسی طرح موت نہیں آتی۔

۲:۱، ۵ — توحید

یعنی تیرے ہاں وہی سب سے زیادہ مقرب اور برگزیدہ ہیں جو سب سے زیادہ نشانۂ حوادث و مصائب و آلام ہیں۔

۲:۱، ۱۰ — توحید

ناشتا: نہار منہ رہنا اور کچھ نہ کھانا نہ پینا۔ دوسرے مصرع کے یہ معنی ہیں کہ گویا میں نے شراب کا ایک قطرہ نہیں پیا مگر نشے میں ہر وقت چور رہتا ہوں؛ یعنی گو علم و عمل کچھ نہیں رکھتا مگر تیری محبت میں سرشار رہتا ہوں۔

۳:۲، ۱۴ — نعت

۳:۲، ۱۵ — نعت

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک لینے سے زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت پیدا ہوئی کہ دہان نے پیار سے اُس کو اپنے اندر اُتار لیا۔

۴:۴، ۷ — فخریہ

یعنی ہمارے پیروں میں اس قدر گرمی ہے کہ جس طرح دھواں آگ کے اوپر ہی اوپر جاتا ہے اسی طرح ہمارے پیروں کا سایہ نیچے نہیں پڑتا بلکہ دھوئیں کی طرح پیروں کے اوپر ہی اوپر جاتا ہے۔

۴:۴، ۳ — شوخی

یعنی تو جو ہمارا حال غیر سے پوچھتا ہے ہم اسی بات کے شکرگزار ہیں؛ غنیمت ہے کہ تو اس بات سے

تو آگاہ ہے کہ تجھ کو ہمارے حال کی خبر نہیں۔

۷ : ۷، ۷ امید

۷ : ۷، ۱۰ تصوف

۷ : ۸، ۲ عاشقانہ

۸ : ۹، ۵ عاشقانہ

۱۹ : ۲۴، ۹ فخریہ

یعنی راہ کے تمام خار و خس میری گرم رفتاری سے جل گئے ہیں؛ پس رہگیروں کے قدم پر میرا احسان ہے کہ میں نے اُن کے لیے رستہ بالکل صاف کر دیا ہے۔ یہ تمام مضمون استعارے میں بیان ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ نازک خیالی کے طریقے میں جو اُلجھاؤ تھے وہ سب میں نے اس طریقے پر چل کر دور کر دیے ہیں اور آیندہ آنے والوں کے لیے راہ صاف کر دی ہے۔

۸ : ۹، ۱۰ تمثیل حالات خود

یعنی میری مثال اُس مسافر کی سی ہے جو گرمی اور لُو سے جلا تھا۔ پانی کو دیکھ کر بے اختیار اُس میں کود پڑے اور ڈوب جائے؛ اور ندی کے کنارے پر اُس کا زادِ راہ پڑا رہ جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہاں کوئی مسافر بیٹھا ہے اس شعر میں مرزا نے اپنی خاص حالت کے تمثیل کے پیرایے میں بیان کیا ہے گویا یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں لوگوں نے مجھ کو محض اٹکل اور قرائن سے پہچانا ہے؛ ورنہ میں جیسا کہ ہوں سب کی نظروں سے مخفی رہا ہوں۔

۸ : ۱۰، ۳ دُنیا

یہ دُنیا کی مثال ہے؛ یعنی اگر آخرت کا کھٹکا نہ لگا ہوا ہو تو دنیا خاصی آرام کی جگہ ہے۔ مگر چونکہ یہ کھٹکا لگا ہوا ہے اس لیے یہاں آرام کے ساتھ دم نہیں لیا جا سکتا۔

۸ : ۱۰، ۶ نارنالی

یعنی معلوم نہیں کہ ہمارے خرمن پر کونسی بجلی گرنے والی ہے کہ چیونٹے جان بچانے کے لیے پہلے ہی سے اڑے جاتے ہیں تمثیل کے پیرائے میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ دوست اور رفیق کوئی ہمارے رنج میں شریک نہیں ہوتا۔

۸ : ۱۰، ۸ فخریہ

یعنی ہمارے خیالات اس قدر لطیف ہیں کہ تحریر میں نہیں آسکتے؛ گویا ہمارے گھوڑے کی دوڑ میں گرد و غبار بالکل نہیں اٹھتا۔

۸ : ۱۰، ۱۰ فخریہ

یہ ملکۂ فطری کی طرف اشارہ ہے یعنی ہم نے شاعری خود نہیں اختیار کی بلکہ ملکۂ شاعری نے خود ہم کو مجبور کیا کہ ہم اُس کو اپنا فن قرار دیں۔

۹ : ۱۱، ۲ شکایت

یہ خطاب خداوند حقیقی کی طرف ہے ؛ یعنی کیا ہم زبردستی سے تم سے سر ہو گئے ہیں کہ ہم پر ایسی سختی کی جاتی ہے ؟

۹ : ۱۱، ۴ تعزیہ

یعنی ہم اپنا کمال دیکھ کر آپ ہی خوش ہوتے ہیں گویا ہم اپنے لیے جنت در بستہ ہیں۔ پس چونکہ ہماری جنت کی کیفیت سے اور جو اُس میں لذت و راحت ہے اُس سے حاسد لوگ بے خبر ہیں اس لیے رشک سے اُن کی یہ حالت ہے کہ گویا اُن پر دوزخ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۹ : ۱۱، ۶ تصوف

یعنی تیرے سوز اور تیری آگ کو جان نے بالکل اپنے اندر لے لیا ہے ، اور ذرہ برابر کسی کے لیے اس میں سے حصہ نہیں چھوڑا۔ پس ہم جو اپنے جگر کو داغدار قرار دیتے ہیں درحقیقت اُس پر تہمت رکھتے ہیں۔

۱۰ : ۱۲، ۷ عاشقانہ

۱۰ : ۱۲، ۸ زاہد نالی

۱۱ : ۱۴، ۷ رندانہ

یعنی ایک شراب کا بھرا ہوا تُونبا مجھ کو مل جاتا ہے تو میں پھولا نہیں سماتا اور یہ سمجھتا ہوں کہ بس اب بے سرو سامانی کا زمانہ ختم ہوا۔

۱۱ : ۱۴، ۹ رندانہ

یعنی زاہد کے ساتھ ہم پیشہ ہونے سے عار آتا ہے اس لیے میری کفار کی سی حالت ہے ورنہ تقوی کی طرف مجھے بالطبع میلان تھا۔

۱۲ : ۱۵، ۱۰ اخلاق

حریفاں کا لفظ فارسی میں ایسا ہے جیسا اردو میں یار لوگوں کا لفظ ؛ اور لفظی معنی اس کے ہم پیشہ ہیں جب شرابخوار کسی کو حریف یا حریفاں کہتا ہے تو اس سے مراد شرابخور ہوتی ہے کہتا ہے کہ ہم شراب خواروں کے مشرب میں خودنمائی منع ہے دیکھو جمشید جو بادہ نوشی میں ضرب المثل ہے اُس کے ہاں آلہ خودنمائی یعنی آئینہ جیسا کہ سکندر کے ہاں تھا۔ نہ تھا

۱۲ : ۱۷، ۵ شوخی

یعنی اگر تو نے ہم سے توڑ کر غیروں کے ساتھ پیمان باندھا ہے تو اس کا خیال نہ کر اور بے تکلف ہمارے پاس چلا آ؛ کیونکہ عہدِ وفا ٹوٹنے ہی کے لیے باندھا جاتا ہے، وہ کبھی استوار نہیں ہوتا؛ جیسا کہ ہمارے ساتھ بندھ کر ٹوٹ گیا۔

۱۴ : ۶/۱۷ عاشقانہ

یعنی وداع میں اور لطف ہے اور وصل میں اور لذت ہے۔ پس ہزار بار جا اور لاکھ بار آ۔ صد ہزار کے لفظ نے شعر کو زیادہ بلیغ کر دیا ہے۔ کیونکہ شاعر باوجودیکہ لذت میں وداع اور وصل دونوں کو یکساں قرار دیتا ہے مگر پھر بھی اپنے مطلب کی بات کو نہیں بھولا؛ اور جانے کے لیے ہزار بار اور آنے کے لیے صد ہزار بار کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۱۴ : ۱۰/۱۷ متصوفانہ

یعنی صومعہ میں ہستی و پندار و غرور کا رواج ہے وہاں ہرگز نہ جا؛ اور میکدے کی جو کچھ پونجی ہے وہ مستی ہے۔ یہاں ذرا ہوشیار ہو کر یعنی ظرفِ عالی لے کر آنا چاہیے۔ مستی حاصل کرنے کے لیے ہوشیار ہو کر آنا اس میں جو لطف ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

۲۱۸ : ۱/۲۸۰ رشک

۲۱۸ : ۲/۲۸۰ زار تالی

یعنی میرا دن اس قدر تاریک تھا کہ شام کی تاریکی اور اس کی تاریکی دونوں مل گئیں اور یہ نہ معلوم ہوا کہ شام کب ہوئی اور دن کب چھپا۔

۲۱۸ : ۶/۲۸۰ خلوص

یہ وہی مضمون ہے جو مرزا نے اردو میں اس طرح باندھا ہے۔

۲۱۸ : ۱۰/۲۸۰ رندانہ

۱۴ : ۱/۱۸ عاشقانہ

یعنی جدائی کے زمانے میں جو سامان عیش و طرب مہیا ہوتا ہے اس سے میری بیقراری اور تپش زیادہ بڑھتی ہے۔ پس چاندنی جو کہ عیش و طرب کی محرک ہے وہ میری رات کے حق میں مار سیاہ کے پھن کا حکم رکھتی ہے۔

غیرت

۱۵ : ۹/۱۹

کہتا ہے کہ میں کیسا ہی پیاسا ہوں لیکن اگر دریا کی موج پر مجھ کو یہ شبہ بھی گذرے کہ دریا نے مجھے دیکھ کر پیشانی پر بل ڈالا ہے تو میں غیرت کے مارے ساحل دریا پر جان دے دوں گا مگر حلق تر نہ کروں گا۔

۱۷ : ۱/۲۳ عاشقانہ

اس شعر میں اپنی نادانی اور حماقت ظاہر کرتا ہے، کہ اب انتہائے محبت میں جبکہ معشوق کی طرف سے ظلم و ستم و بے وفائی کی کچھ حد نہیں رہی۔ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ افسوس ہے جب میں نے دل اُس کو دیا تھا، اُس وقت وفاداری کا عہد نہ لے لیا۔ حالانکہ دل کا دینا کوئی اختیاری بات نہیں ہے کہ جس طرح بیع و شرا اور لین دین کے وقت شرطیں کر لیتے ہیں اُسی طرح دل دیتے وقت بھی کوئی شرط کر لی جاتی۔

۱۸ : ۲۴، ۴ رندانہ

شب روی۔ چوری کے لیے راتوں کو پھرنا۔ کہتا ہے کہ اگر مجرموں کو تعزیر نہ دی جائے تو شریعت کی شان و شوکت اور حکومت کی شکوہ ظاہر نہیں ہوتی۔ پس ہم جو مرتکب جرائم ہوتے ہیں گویا شریعت اور حکومت کی شان بڑھاتے ہیں۔

۱۸ : ۲۴، ۵ زارنالی

کہتا ہے کہ میری مظلومی اب اس درجے کو پہنچ گئی ہے کہ وہ وقت آن پہنچا ہے کہ خون جگر درد سے اس قدر اُبلے کہ حاکم داد رس کی پلکوں سے جا ٹپکے۔

۱۸ : ۲۴، ۷ آزادی

یعنی ہم دنیا کی لذتوں سے متمتع ہوتے ہیں مگر اُن میں پھنستے نہیں، جیسے وہ مکھی جو قند پر بیٹھتی ہے کہ جب چاہا اڑ گئی نہ وہ مکھی جو شہد پر بیٹھتی ہے کہ پھر اُبھر نہیں سکتی۔

۲۵ : ۲۴، ۱ رندانہ

۲۵ : ۲۴، ۳ عاشقانہ

یعنی جبکہ ہم خیال دوست ہی میں مست و سرشار ہیں تو وصل کی حسرت کیوں کریں۔ اگر ابر نہیں برستا تو نہ برسے، ہماری کھیتی خود ندی کے کنارے پر ہے۔

۲۵ : ۲۴، ۶ رندانہ

۲۵ : ۲۴، ۸ رندانہ

زہاد کی طرف خطاب ہے جو شرابخواری اور رندانہ بذلہ سنجی دونوں کو برا سمجھتے ہیں۔ کہتے ہے کہ اگر شراب حرام ہے تو بذلہ سنجی تو خلاف شرع نہیں ہے۔ اگر تو شراب کو جو ہماری نفیس چیز ہے پسند نہیں کرتا تو بذلہ سنجی جو ہماری ادنیٰ درجے کی چیز ہے اُس پر تو طعن مت کر۔

۲۵ : ۲۴، ۹ تضمین مصرع طرح

یہ غزل غالباً اُس زمانے کی لکھی ہوئی ہے جبکہ نواب مصطفےٰ خاں مرحوم متخلص بہ حسرتی کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تھا اور علوی، و صہبائی، آزردہ اور مومن اور نیر وغیرہم سب اُس میں شریک ہوتے تھے اس مقطع میں مرزا نے مصرع طرح کو تضمین کیا ہے اب اس کے یہ معنی ہو گئے کہ ہم سے جو اس طرح پر غزل لکھنے

کی فرمائش کی گئی ہماری طبع وفا سرشت دوست کے اتنے ہی التفات سے شاد شاد ہو جاتی ہے۔

۲۵ : ۳۵، ۱۲ عاشقانہ

کہتا ہے کہ دوست کے خنجر نے وہ مزا دیا ہے کہ اُس کی تعریف کرتا کرتا مر گیا، اور پھر بھی تسلی نہ ہوئی۔ الٰہی اس لب خنجر ستا کو کہاں لے جاؤں کہ جہاں جا کر تسلی ہو۔

۲۷ : ۳۷، ۵ رندانہ

پہلے مصرع میں اپنی مشکلات کو شب تاریک وغیرہ کی تمثیل میں بیان کیا ہے دوسرے مصرع میں کہتا ہے کہ میں ہلاک یعنی قربان ہوں برق شراب کی چمک پر جو کبھی کبھی چمک جاتی ہے اور اُس اندھیرے میں کچھ روشنی نظر آجاتی ہے۔ مطلب یہ کہ شراب جو کبھی کبھی مل جاتی ہے صرف اُس کی بدولت میرا غم غلط ہوتا ہے۔

۲۷ : ۳۸، ۴ رندانہ

برخلاف عقل و شرع کے کہتا ہے کہ اے ساقی شراب اعتدال کے ساتھ پینی حرام ہے تو اٹھ اور اپنا شیشہ یعنی بوتل یا صراحی ہمارے گلاس پہ دے مار۔ اس شعر میں افراط شوق کی تصویر کھینچی ہے خواہ کسی چیز کا شوق ہو جب کسی چیز کی طلب اور خواہش حد سے گزر جاتی ہے تو اس بات کی حس نہیں رہتی کہ اپنے ظرف کے موافق اُس کی خواہش کی جائے۔ جب پانی کی پیاس نہایت شدت سے ہوتی ہے تو پیاسا دریا کو دیکھ کر یہ چاہتا ہے کہ سارے دریا کو پی جاؤں۔ پس گو کہ مضمون شعر شراب کی تمثیل میں بیان کیا گیا ہے لیکن اس کا مصداق ہر چیز کا اشتیاق قرار پا سکتا ہے۔

۲۷ : ۳۸، ۱۰ زلزنالی

ظاہر ہے کہ انسان کی ہتھیلی میں بال پیدا ہونے کی قابلیت نہیں رکھی گئی۔ کہتا ہے کہ اگر کاشتکار کی ہتھیلی میں بال بھی نکل آئیں تو بھی یہ ممکن نہیں کہ ہمارا دانہ چھوٹ کر اس میں سے ریشہ نکل آئے یعنی ہماری کوششوں کا مشکور ہونا محال ہے۔

۲۹ : ۴۰، ۷ تصوف

خراب، مست، ویران اور تباہ تینوں معنوں میں آتا ہے۔ دوست کام وہ شخص جس کی حالت دوستوں کی خواہش کے موافق ہو، یعنی عمدہ حالت ہو، کہتا ہے کہ ہم خود بھی خراب ہیں اور دوست کی خوشی بھی یہی ہے کہ خراب حال رہیں پس ہم دوست کاموں کو جن کی حالت دوست کی مرضی کے موافق ہے خدا تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے۔

۲۹ : ۴۰، ۸ مناجات

۳۱ : ۴۲، ۲ تصوف

یعنی اگر تو سوچ نہیں سکتا تو نگاہ ہی سے عالم کو دیکھ کہ اُس کا ظاہر و باطن سب مظہر اسرار الٰہی ہے۔

۷۱ : ۴۴، ۹ — تصوف

۳۲ : ۴۴، ۱ — شوخی

کہتا ہے کہ ظلم وستم کے بعد اگر وہ انصاف کی طرف مائل ہو جائے تو کچھ عجب نہیں یعنی اپنے پچھلے ظلم یاد کر کے حیا سے ہم کو منہ نہ دکھلائے تو کچھ تعجب نہیں مطلب یہ کہ انصاف بھی کرے گا تو اس طرح کرے گا کہ ہم اُس کے دیکھنے سے محروم رہیں۔

۳۲ : ۴۴، ۲ — شوخی

خیالی پلاؤ پکاتا ہے تاکہ اسی طرح اپنے دل کو تسکین دے۔

۳۲ : ۴۴، ۱۰ — معذرت

یعنی اس شرم سے کہ اپنے تئیں غلطی سے موجود سمجھ رہا ہے اگر غالب خدا کے آگے سجدہ نہ کرے تو کچھ تعجب نہیں۔

۳۱۰ : ۴۴۴ — غزل نعتیہ

یہ غزل مرزا نے اپنی عام طرز کے خلاف نہایت صاف اور بلیغ لکھی ہے۔ راقم نے مرزا کی زندگی ہی میں اس غزل کی تخمیس کی تھی اور مرزا صاحب کو بھی دکھائی تھی چونکہ وہ تخمیس اب تک شائع نہیں ہوئی اس لیے مقتضائے مقام یہ ہے کہ اُس کو بھی اس غزل کے ساتھ نقل کر دیا جائے۔

اعجاز از خواص لسان محمدؐ است — عین الحیوٰۃ گم بہ دہان محمدؐ است
گر غور دگر ہدی کہ اذان محمدؐ است — حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است

آرے کلام حق بہ زبان محمدؐ است

دانی کہ پیش چشم تو برخیزد ار حجاب — کز نور شمع پردۂ فانوس راست تاب
باشد ظہور روشنی عارض از نقاب — آئینہ دار پرتو مہرست ماہتاب

شان حق آشکار ز شان محمدؐ است

لطف خداست گر بسر کس نہاد دست — قہر خداست چوں ز سرکیں بجملہ جست
داند کسیکہ شد ز رمے مارمیت مست — تیر قضا ہر آئنہ در ترکش حق است

اما کشادِ آن ز کمان محمدؐ است

گوئی اگر بعالم ادراک دارسی — بینی اگر بدیدۂ دراک دارسی
سنجی اگر بمرتبۂ خاک دارسی — دانی اگر بمعنی لولاک دارسی

خود ہر چہ از حق است ازان محمدؐ است

شاید بقتل عاشق و عاشق بجاں دہد — مجنوں بپائے لیلیٰ و لیلیٰ بہ فرق خود

مومن بہ آلِ احمد و آلش بہ روح جد — ہرکس قسم بدانچہ عزیزست میخورد
سوگند کردگار بجانِ محمدؐ است

اے خامہ وصفِ قامتِ معشوق کم نگار — اے دل سخن زراستِ قدان درمیان میار
قمری! زذکرِ سروِ نفس را نگاہ دار — واعظ! حدیثِ سایۂ طوبیٰ فرو گزار
کاینجا سخن ز سروِ روانِ محمدؐ است

حکمش بہرِ ماہ روانست چون قضا — دیدی کہ بازگشتنِ خورشید بر قفا
بودہ است بر اشارۂ ابروی مصطفیٰؐ — بنگر دو نیمہ گشتنِ ماہِ تمام را
کان نیمہ جنبشے ز بنانِ محمدؐ است

آنجا کہ از مناقبِ عترت سخن رود — وز آل و از صحابۂ امت سخن رود
وان کا بنیمہ نہ ختمِ رسالت سخن رود — در خود زنقشِ مہرِ نبوت سخن رود
آن نیز نامور زنشانِ محمدؐ است

ہمت بلدحِ شہ من وحالی گماشتیم — گفتیم واز نگاشتنی ہا نگاشتیم
چون کام وصفِ فراخور وصفش نداشتیم — غالبؔ ثنای خواجہ بہ یزدان گذاشتیم
کان ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

۳۶ : ۴۹ / ۹ — شوخی

۳۸ : ۵۱ / ۱ — شوخی

کہتا ہے میں جورِ رقیب کا خیال دل میں نہیں لاتا۔ یہ دوربینی کی بات ہے کیونکہ میرے دل میں ہر وقت دوست رہتا ہے اگر رقیب کا خیال دل میں آئے گا تو گویا رقیب دوست کے ساتھ ہم نشیں ہو جائے گا۔

۳۸ : ۵۱ / ۵ — شوخی

۴۰ : ۵۲ / ۱ — عاشقانہ

۴۰ : ۵۲ / ۹ — عاشقانہ

چونکہ ناصح ترکِ عشق کی نصیحت کرتا ہے اس لیے معشوق کا نام عاشق کے سامنے اچھی طرح نہیں لیتا شاعر ناصح کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے کہ میری جان تجھ پر قربان ہو! تو نے کس کا نام لیا؟ وہ کیسی لطافت اور لذت ہو گی جو کہ تیرے بیان میں نہیں ہے؟ یعنی جس طرح اُس کا نام لینا چاہیے تھا اگر اُسی طرح تو بھی وہ نام لیتا تو کیسی لطافت اور لذت تیرے بیان میں ہوتی۔ مگر چونکہ ناصح نے بُری طرح سے اُس کا نام لیا تھا اس لیے کہتا ہے کہ وہ کیسی لطافت ہو گی جو تیرے بیان میں نہیں ہے۔

۴۸ : ۵۲ / ۱۰ — عاشقانہ

معشوق نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا مگر اُس کی نگاہ

یا تبسم یا کسی اور ادا سے اُس کے التفات یا وصل کی امید بندھی ہے پس کہتا ہے کہ تیرے لعل لب کی خاموشی سے میرا دل اس قدر کیوں امیدوار ہے تو نے اُس زبان سے جو تیرے منہ میں نہیں ہے کیا کہہ دیا ہے جس سے اُس کو امید بندھی ہے۔

۳۸ : ۵۲/۱۱ عاشقانہ

۳۹ : ۵۴/۵ اخلاق

دوسرے مصرع میں عرفی کے مضمون کو الٹا ہے اُس نے اس لحاظ سے کہ دریا کے اوپر کی سطح سے راحت حاصل ہوتی ہے اور دریا کی تہہ میں پہونچنے سے وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے جو آگ میں جل جانے سے ہوتا ہے۔ یوں کہا تھا "بدی دریا سلسبیل وقعر دریا آتش ست" مرزا کہتے ہیں کہ بلا کا خوف خود بلا سے زیادہ سخت ہوتا ہے چنانچہ دریا میں انسان جب ہی تک بے چین رہتا ہے جب تک کہ ڈوب جانے کا اندیشہ ہوتا ہے جب ڈوب گیا پھر کچھ بھی بے چینی باقی نہیں رہتی۔ پس یوں کہنا چاہیے۔ کہ "قعر دریا سلسبیل و عدی دریا آتش ست"

۳۹ : ۵۴/۹ شوخی

جو لوگ شراب طہور کی امید پر دنیا میں شراب نہیں پیتے وہ گویا جو شراب آج نہیں پیتے اُس کو کل کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں پس اُن سے کہتا ہے کہ "پاک خورام وز" یعنی سب آج ہی نبیڑ دے اور کل کے لیے مت رکھ؛ کیونکہ شریعت میں شراب آج تو پانی ہے اور کل وہی آگ ہو جاوے گی۔

۴۱ : ۵۶/۶ تصوف

۴۱ : ۵۶/۱۰ تصوف

یعنی جب تعلق اور نسبت قوی ہو جائے تو پھر آداب ظاہری کی توقع نہ رکھنی چاہیے؛ دیکھو قبلہ کی طرف پشت کرنا ہر ایک کے لیے خلاف ادب ہے؛ مگر محراب مسجد جس کو قبلہ سے نہایت مضبوط تعلق ہے اُس کی پشت ہمیشہ قبلہ ہی کی طرف رہتی ہے۔

۲۲۰ : ۲۸۲/۱ شوخی

۲۲۰ : ۲۸۲/۷ تصوف

بجلسے ماں یعنی بجائے دار یعنی بحث وجدال کو تو نہیں رہنے دے اور میخانے میں جا کہ وہاں نہ جمل کا جھگڑا ہے نہ فدک کا قصہ ہے جمل سے مراد جنگ جمل ہے جس میں حضرت عائشہ جمل یعنی اونٹ پر سوار ہو کر حضرت امیر سے لڑنے گئی تھیں۔ فدک ایک کھجوروں کا باغ تھا۔ جس پر حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت میں وراثت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ دونوں جھگڑے منجملہ اُن بے شمار نزاعوں کے ہیں جن پر سنی شیعوں میں ہمیشہ سر پھٹول رہتی ہے۔

۴۴ : ۶۱، ۸ — فخریہ

یعنی جب تک میں اپنے تئیں چھپاتا تھا حاسدوں کو کچھ آزار نہیں پہنچتا تھا۔ اب علی الاعلان اپنے ہنر ظاہر کرنے لگا ہوں گویا اب حاسد کی جان پر رحم باقی نہیں رہا۔

۴۴ : ۶۱، ۱۰ — بے دماغی

۴۴ : ۶۲، ۱ — عاشقانہ

یعنی اے بلبل تو اپنے نالۂ خونیں کے سبب ضیق میں نہیں ہے؛ جب چاہتی ہے نالہ کرتی ہے پس تو آرام سے زندگی بسر کر کہ تیرا یار یعنی گل مشکل پسند نہیں ہے بخلاف ہمارے کہ ہم کو رونے اور فریاد کرنے کی بندی ہے؛ حالانکہ نالۂ خونیں سے دل بھرا ہوا ہے۔

۴۴ : ۶۲، ۷ — تصوف

یعنی جو لوگ امانی و آمال کے پھندے میں گرفتار ہیں اُن کا سفر کچھ لمبا چوڑا نہیں ہے اُن کا منتہائے مقصود طوبیٰ کے سایہ میں آرام کرنا ہے۔

۴۹ : ۷۰، ۱ — شکایت سخن

۴۹ : ۷۰، ۱۰ — قیمت سخن

۵۱ : ۷۲، ۱ — فخریہ

۵۱ : ۷۲، ۳ — فخریہ

۵۱ : ۷۲، ۴ — فخریہ

۲۲۱ : ۲۸۴، ۳ — رندانہ

۲۲۱ : ۲۸۴، ۴ — رندانہ

یہ خطاب ناصح کی طرف ہے۔

۲۲۱ : ۲۸۴، ۹ — عاشقانہ

۲۴۵ : ۳۱۱، ۷ — تصوف

یعنی ہم کو آگے جانے کی جلدی ہے ہم سایہ و سر چشمہ یعنی طوبیٰ اور کوثر پر آرام نہیں لے سکتے۔

۲۴۵ : ۳۱۱، ۸ — تصوف

۲۴۵ : ۳۱۱، ۹ — شوخی

۵۲ : ۷۴، ۴ — رندانہ

۵۲ : ۷۴، ۱۰ — شوخی

۵۳ : ۷۵، ۱۰ — دوستی

یعنی دوستوں کا منہ دیکھنا اور اُن سے تعارف پیدا کرنا نہیں چاہیے تھا؛ کیونکہ جو منافق ہیں اُن کا ملنا ناگوار ہے اور جو موافق ہیں اُن کی جدائی تلخ ہے۔

۵۳ : ۸/۷۵ انسان

یعنی بارِ امانت میں سے جو کچھ آسمان سے نہ اُٹھ سکا وہ انسان نے اٹھا لیا گویا جب شراب جام میں نہ سما سکی تو خاک پر گر پڑی۔ خاک کا لفظ انسان کے لیے اور جام آسمان کے لیے کس قدر مناسب واقع ہوا ہے، اور بارِ امانت جو انسان پر ڈالا گیا اُس کی تشبیہ اُس شراب سے جو پیالہ چھلکنے سے زمین پر گر پڑے۔ کیسی لطیف و پاکیزہ تشبیہ ہے!!

۵۴ : ۱۰/۷۷ تصوف

نہاد جبلّت کو کہتے ہیں۔ قفس اور دام دونوں جانور کے لیے تکلیف اور اذیت کے مقام ہیں جہاں اکثر جانور تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے اور اس کے بال و پر گر جاتے ہیں۔ یہاں قفس اور دام سے دنیا اور اُس کی تکلیفات مراد ہیں۔ کہتا ہے کہ قفس اور دام پر کچھ الزام نہیں ہے بال و پر گرنے ہی کے لیے بنے ہیں اور جاندار مرنے ہی کے لیے پیدا ہوا ہے۔

۵۴ : ۱۱/۷۷ تصوف

یعنی خزاں اور بہار دونوں رفتنی ہیں اُس میں پتّے جھڑتے ہیں تو اس میں پھول جھڑتے ہیں۔

۵۵ : ۷/۷۸ عاشقانہ

یعنی موت کے لیے تو ایک وقت معین ہے اُس سے قطع نظر کر اور یہ خیال مت کر کہ اب تک مرا کیوں نہیں بلکہ یہ دیکھ کہ اب تک زندہ کیوں کر رہا اور کیوں کر جدائی کے رنج اور تکلیف کو برداشت کیا۔

۵۵ : ۸/۷۸ رندانہ

رطل۔ پیمانۂ شراب۔ نبیند۔ شراب۔ گروگاں وہ شئے جس کو گرو رکھیں۔ جامۂ احرام وہ بن سلا کپڑا جو مناسک حج کے ختم ہونے تک حاجی پہنے رہتے ہیں۔

۵۶ : ۴/۸۰ عاشقانہ

رماد۔ راکھ۔ پہلا سوختم لازمی۔ دوسرا سوختم متعدی۔ کہتا ہے میں جل تو ضرور گیا مگر معلوم نہیں اُس نے کس طرح مجھے جلا دیا؛ نہ کوئی پتنگا اُڑا اور نہ راکھ باقی رہی۔

۲۲۲ : ۳/۲۸۶ عاشقانہ

دوست کو حور سے۔ بادہ کو کوثر سے۔ اور خلوت کو دارالسلام یعنی جنت سے تشبیہ دی ہے۔

۲۲۲ : ۴/۲۸۶ رندانہ

۲۲۲ : ۸/۲۸۶ شوخئ رندانہ

۲۲۲: ۲۸۶، ۹ شوخی

یعنی اگر ہم نے نیکی کی ہے تو وہ تیری ہی طرف سے ہے اُس کی اُجرت ہم نہیں چاہتے اور اگر ہم بد ہیں تو تیرا فعل یعنی تیرے بنائے ہوئے ہیں۔ پھر سزا کس لیے ہے۔

۲۲۲: ۲۸۶، ۱۰ شوخی

یعنی غالب کے گھر میں صرف ایک پرانا خرقہ اور ایک مصحف تھا اور کچھ نہ تھا پس اُس نے اُن کو اگر بیچ نہیں دیا تو شراب کا بھاؤ کیوں پوچھتا پھرتا ہے۔ بہم فروخت کے لفظ میں یہ شوخی رکھی ہے کہ اگر دونوں کو ایک ساتھ نہ فروخت کیا ہوگا تو شراب کی قیمت نہ ادا ہو سکے گی۔

۵۸: ۸۳، ۲ عاشقانہ

یعنی وہ کافر دل جو معشوق کے ظلم سہنے کا عادی ہو اُس کو خدا کی مہربانی میں بھی مزا نہیں آتا۔ بظاہر یہ ایک شاعرانہ شوخی معلوم ہوتی ہے، مگر درحقیقت یہ ایک فیکٹ ہے جو ہوا و ہوس کے کوچے میں ہمیشہ گزرتا رہتا ہے۔ بوالہوس لوگ سب ذلتیں گوارا کرتے ہیں، جدائی کے صدمے، رشک کی جلن، ذلت و بے آبروئی، معاشق کی بے التفاتی و بے اعتنائی وغیرہ سب کچھ سہتے ہیں مگر ہوا و ہوس سے باز نہیں آتے، اور پارسائی و عفت کا طریقہ جو باعث خوشنودی خدا ہے اُس کو اختیار نہیں کر سکتے۔

۵۸: ۸۳، ۱۲ شوخی

۶۲: ۸۹، ۳ شوخی

یعنی میں پیدا تو عجم میں ہوا ہوں اور میرا مذہب عربی ہے پس اگر اصول مذہب سے واقف نہ ہوں تو مجھ کو معذور سمجھنا چاہیے۔

۶۲: ۸۹، ۴ ترک فضول

دوسرا مصرع مثال ہے پہلے مصرع کے مضمون کی یعنی انگوری شراب چاہیے جس سے جمشید کا سا عیش حاصل ہو یا قوت کا پیالہ جس سے جمشید کی سی شاہانہ شوکت ظاہر ہو اگر نہ میسر ہو تو نہ سہی۔

۶۲: ۸۹، ۸ تعزیہ

یعنی جس کو دیکھیے اپنے جنس کی طرف مائل ہے۔ چونکہ شرافت نسب میں کوئی میری مثل نہیں ہے اس لیے میری طرف کوئی مائل نہیں، اور یہی میری بے کسی کی وجہ ہے۔

۲۲۵: ۳۱۲، ۱ تصوف

اس تمام غزل میں معشوق حقیقی کی طرف خطاب ہے۔

۲۲۵: ۳۱۲، ۲ تصوف

یعنی یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ جام جہاں نما جمشید کے عہد میں تھا اور آئینہ سکندر کے عہد میں کیونکہ جو کچھ

جس زمانے میں گزرا وہ تیرے ہی زمانے میں تھا۔

۲۴۵ : ۳۱۲، ۴ — تصوف

یعنی تو جو تمام عالم پر محیط ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم ہیں تو بتکدہ میں، مگر ہمارا سر تیرے آستانے پر ہے۔

۲۴۵ : ۳۱۲، ۵ — تصوف

یعنی کیا یہ بات نہیں کہ جو کچھ لٹیرا ہم سے لوٹ کر لے گیا ہے وہ تیرے خزانے میں موجود ہے؟

۲۴۵ : ۳۱۲، ۶ — تصوف

اس شعر میں ضمناً اپنے خیال کی بلند پروازی کا اظہار ہے؛ اور اصل مقصد یہ ہے کہ جو کچھ ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے یعنی اگر میرا خیال اپنی حد سے تجاوز کر کے عالم بالا کے اسرار و عوامض میں دخل دیتا ہے تو میرا کیا قصور ہے، تیرے تازیانے نے گھوڑے کو تیز رفتار کر دیا ہے۔

۷۴ : ۱۰۰، ۱۳ — شوخی

۷۴ : ۱۰۱، ۲ — تصوف

یعنی سالک جب تیری راہ میں قدم رکھتا ہے اور پہلی منزل قریب ختم ہونے کے ہوتی ہے تو سخت سخت مشکلات اور امتحانات کا سامنا ہوتا ہے جب یہ مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور دوسری منزل شروع ہوتی ہے تو لذت قرب حاصل ہونے لگتی ہے جوش زاد راہ کے آگے بڑھنے کی ہمت بندھواتی ہے۔

۷۴ : ۱۰۱، ۳ — تصوف

۷۴ : ۱۰۱، ۵ — تصوف

یعنی ہمارا ساقی شراب سے مست نہیں کرتا بلکہ اپنی عطا و بخشش سے مست کرتا ہے۔ چونکہ وہ ہر دفعہ پہلے سے زیادہ دیتا ہے اس لیے پہلا دیا ہوا بھول جاتے ہیں اس کے احسان کے نشے پر شراب کا نشہ غالب نہیں آنے پاتا۔

۷۵ : ۱۰۲، ۱ — اخلاق

یہ مضمون مرزا کے حسب حال ہے اور عموماً مسلمانوں کی حالت پر صادق آتا ہے اول عیش و عشرت اور پھر نون تیل لکڑی کی فکر۔ زراعت اور باغ کی مثال کس قدر مثل لہ کے مطابق واقع ہوئی ہے۔

۷۵ : ۱۰۲، ۹ — اخلاق

یعنی جو کچھ دنیا میں فتنے اور فساد اور جنگ و جدال اور شور و غوغا ہے وہ انسان ہی کے دم سے ہے۔ اگر حضرت انسان نہ ہوتے تو تمام عالم میں سناٹا ہوتا۔

۷۵ : ۱۰۲، ۱۲

لاسے پالا صافی کو کہتے ہیں۔ باقی شعر کے معنی ظاہر ہیں۔

۷۶ : ۱۰۳/۲ تصوف

اس شعر میں معشوق حقیقی کی طرف خطاب ہے اور اس حدیث کے مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ اِنّ اللہ فی ایام دہرکم نفحات اَلا فتعرضوا لہا۔

۷۶ : ۱۰۳/۳ اخلاق

یعنی اے داغ اب تیرے ظاہر ہونے کا وقت آگیا کیونکہ نمک جو تیرے طول پکڑنے اور ترقی پانے کا باعث ہے مجھے اس میں مزا آنے لگا ہے اور اے درد تیری بن آئی ہے کیونکہ مجھے دوا سے ننگ آنے لگا ہے۔

۷۷ : ۱۰۴/۱ آزادی

۷۷ : ۱۰۴/۳ عشق

یعنی وہ سراب جو صحرا میں چمکے اس آنکھ سے بہتر ہے جو تر نہیں ہے۔

۷۷ : ۱۰۴/۹ شوخی

قطعہ سے مراد قطعۂ زمین ہے۔

۷۷ : ۱۰۵/۱ تصوف

۷۷ : ۱۰۵/۲ تصوف

۷۷ : ۱۰۵/۳ فخریہ

۷۷ : ۱۰۵/۴ فخریہ

۷۷ : ۱۰۵/۵ فخریہ

۷۷ : ۱۰۵/۶ فخریہ

۷۷ : ۱۰۵/۷ رندانہ

۷۷ : ۱۰۵/۸ زار نالی

اخیر کے چھ شعروں میں اس بات کا بیان ہے کہ قضا و قدر نے جو کچھ عرب کی فتوحات کے وقت عجم سے چھینا اس کے عوض میں مجھ کو کہ میں بھی عجمی الاصل ہوں کچھ نہ کچھ دیا۔ جب آتشکدہ جل کر راکھ ہوگیا۔ تو مجھے آتش کی جگہ نفس یعنی زبان دی۔ اور جب بتخانہ گر گیا تو مجھے ناقوس کی جگہ آہ و فغاں دی۔ شاہان عجم کے جھنڈوں کے موتی اتار لیے اور اس کے عوض میں مجھے خامۂ گنجینہ فشاں عنایت کیا۔ اسی طرح ترکوں کے سر سے تاج لوٹ لیا۔ اور مجھ کو شاعری میں اقبال کیانی مرحمت فرمایا۔ پھر کہتا ہے کہ موتی تاج میں سے توڑ لیے اور علم و دانش میں جڑ دیے۔ یعنی جو کچھ علی الاعلان لوٹا تھا وہ مجھے چپکے سے دے دیا اور آتش پرستوں سے جو شراب

جتنی پی لی وہ ماہ رمضان کی شب جمعہ کو مجھے پلائی۔ خلاصہ یہ کہ پارس کی جو کچھ پونجی ٹوٹی تھی اُس میں سے زبان مجھ کو فریاد کرنے کے لیے دے دی۔

۲۴۶ : ۳۱۳، ۱ عاشقانہ و متصوفانہ

یعنی دل لیا ہے تو ضرور اس کے عوض میں کچھ اُس سے وصول گا؛ کیونکہ اچھے لوگ ایسا کام نہیں کرتے کہ کسی کو نقصان پہنچے۔

۲۴۶ : ۳۱۳، ۳ تصوف

۲۴۶ : ۳۱۳، ۵ تصوف

شعرائے متصوفین دیر و خرابات و میکدے سے اکثر خانقاہ یا وہ مقام جہاں فقر و فنا کی تعلیم ہوتی ہے مراد لیتے ہیں اپنا نشان دیر میں پہنچ کر گم ہو جانے سے مراد فنا ہے اس کی تشبیہ اُس صدا سے جو بہرے آدمی کے کان تک پہنچ کر گم ہو جاتی ہے کس قدر بلیغ تشبیہ ہے۔

۲۴۶ : ۳۱۳، ۶ اعزاز نفس

اپنے اعزاز نفس کا اظہار ہے یعنی اگر عزت کے ساتھ قید کرو تو مجھے قید ہونے سے کچھ انکار نہیں ہے پس یہ امید نہ رکھو کہ میں دانے کے لالچ سے جال میں آپھنسوں گا؛ نہیں بلکہ قفس کو اتنا اونچا کرو کہ میرے گھر نسلے تک پہنچ جائے؛ میں قفس میں فوراً چلا آؤں گا۔

۲۴۶ : ۳۱۳، ۹ عاشقانہ

غلط انداز اُس تیر کو کہتے ہیں جو خطا کر کے غیر مقصود جگہ جا لگے چونکہ عشاق معشوق کے تیر کے مشتاق ہوتے ہیں اس لیے کہتا ہے کہ ایک تیر تو اُس کا آ کر لگا ہے مگر میں اُس کو اپنی نحوست طالع کے خیال سے غلط انداز سمجھتا ہوں۔ اب اگر دوسرا تیر بھی اُسی جگہ آ کر لگا تو میں سمجھوں گا کہ پہلا بھی ارادے سے لگایا گیا تھا۔ ورنہ میرا خیال جو پہلے تیر کی نسبت تھا صحیح ہو جائے گا اور سا امید بالکل باقی نہ رہے گی۔

۲۴۶ : ۳۱۳، ۱۰ رندانہ

یعنی اگر پارسیوں پر غلبہ اور حکومت حاصل ہونے کی امید نہیں ہے تو اُن کا مذہب اختیار کرے کیونکہ اس صورت میں اگر شراب جزیہ میں نہ آوے گی تو ہدیہ اور سوغات میں ضرور آوے گی۔ اس شعر میں گویا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آتش پرستوں پر غلبہ و استیلا حاصل کرنے کی علت غائی یہی ہے کہ جزیے میں شراب آیا کرے۔ پس جب غلبہ کی امید نہ ہو تو لاچار کیش مغاں اختیار کرنا چاہیے؛ تاکہ اگر جزیے میں نہیں تو ہدیہ وار مغاں ہی میں شراب وصول ہوا کرے۔

۸۳ : ۱۱۴، ۵ عاشقانہ

۸۳ : ۱۱۴، ۹ نذار نالی

جب کشتی موج کے تھپیڑوں سے ٹوٹ جاتی ہے تو اس کے تختوں کو پانی سے نکال کر آگ میں ایندھن کی جگہ جلاتے ہیں۔ اپنے تئیں کہتا ہے کہ میری مثال بھی اُسی کشتی کی سی ہے کہ ڈوبنے سے بچا تو آگ میں جھونکا گیا۔

۸۵ : ۱۱۷، ۶ تصوف

۸۵ : ۱۱۷، ۱۰ زار نالی

۸۶ : ۱۱۸، ۱۰ دنیا

یعنی کسی حالت میں آدمی دنیا کے مخمصوں سے نجات نہیں پا سکتا اگر کانٹا پاؤں سے نکل گیا تو پاؤں دامن میں الجھے گا۔

۸۶ : ۱۱۸، ۱۲ ترک بحث و جدل

ترک سادۂ ما یعنی غالب جو ایک بھولا بھالا تُرک ہے۔ یہ ایسی ترکیب ہے جیسے موسائے من اور فرہادِ من یعنی خود میں۔ با فقیہاں بر نہ می آید۔ یعنی مولویوں کی دلیلوں اور حجتوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ باکسے برنیامدن کے معنی ہیں اُس سے سَر برَا اور عہدہ برآنہ ہونا۔

۸۶ : ۱۱۹، ۸ تصوف

یعنی چونکہ میرے دل نے تجھ کو جانا ہے جیسا کہ تو ہے اور میری آنکھ نے تجھ کو دیکھا ہے جیسا کہ تُو ہے اس لیے دل اور آنکھ دونوں کو کھو بیٹھا ہوں پس میرے اس کام کی داد وہی دے گا جو میری طرح تیرا ہمہ داں اور ہمہ بیں ہو گا۔

۸۶ : ۱۱۹، ۹ تصوف

۸۷ : ۱۲۰، ۶ عاشقانہ

یعنی تو نے رقیب کی سخن سازی سے پھر دھوکا کھایا تھا، مگر شکر ہے کہ اُس کی سخن سازی دیکھ کر ہماری خاموشی تجھ کو یاد آگئی۔ جس سے تجھ کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ سچے عاشق منہ سے کچھ نہیں کہا کرتے۔

۸۸ : ۱۲۱، ۱ عاشقانہ

یعنی نصیب کی گردش کا شکوہ کرتے وقت آنکھ آسمان کی طرف تھی۔ اور باتیں تجھ سے کر رہا تھا۔ ایک خاص حالت کی تصویر بہت عمدہ لفظوں میں کھینچی ہے۔

۸۸ : ۱۲۱، ۴ عاشقانہ

۲۲۶ : ۲۹۰، ۱ تصوف

معشوق حقیقی کی طرف خطاب ہے۔ سکندر سے مراد بادشاہِ فاتح؛ اور دارا سے پادشاہ مفتوح۔

۲۲۶ : ۲۹۰، ۳ تصوف

یعنی اگر میں آفتاب کی پرستش کروں تو وہ بھی درحقیقت تیری ہی پرستش ہے؛ جیسے مجنوں ہرنوں

پر اس لیے قرینہ تھا کہ اُن کی آنکھیں لیلیٰ سے مشابہ تھیں۔

۲۲۶ : ۲۹۰، ۵ عاشقانہ

یعنی اگر جدائی کا غم اسی طرح بے صبر کرنے والا رہا تو دوست کا شکوہ ضبط نہ کیا جا سکے گا۔ یہاں تک کہ اُس کو دشمنوں سے بھی نہ چھپا سکوں گا۔

۲۲۶ : ۲۹۰، ۱۰ مصیبت

۸۸ : ۱۲۲، ۴ تصوف

یعنی سکندر کو ایک بے حقیقت پانی کے گھونٹ سے محروم رکھا اور میکدے کا فقیر شراب جیسی نایاب چیز کا تو بنا بھر کر لے گیا۔ مطلب یہ کہ پادشاہوں کو وہ دولت نصیب نہیں جو میکدے یعنی خانقاہ کے ادنیٰ گداؤں کو نصیب ہے۔

۸۸ : ۱۲۲، ۹ تصوف

یعنی جب دو سَو دفعہ رونے کو ضبط کروں تو ایک دفعہ تو رونے کی اجازت دے تا کہ اُس ضبط کے زہر کی کڑواہٹ ایک دفعہ رو کر حلق سے دور کروں۔

۹۰ : ۱۲۴، ۳ عاشقانہ

ایک معقول بات کو محسوسات کے لباس میں ظاہر کرتا ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ اُس کے شکوے سے اس قدر بھرا ہوا ہوں کہ شاید اُس کو ضبط نہ کر سکوں مگر اس کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اُس کی بیداد کا شکوہ دل سے اس جوش کے ساتھ اُبلا ہے کہ منہ پہ جو مہرِ سکوت لگی ہوئی ہے کہیں اُس کے ریلے میں بہ نہ جائے۔

۹۰ : ۱۲۴، ۲ جفاکشی

یعنی میں نے ایسی راہ دشوار طے کی ہے کہ اگر بدن کو جھاڑوں تو گرد کی جگہ جان بدن سے جھڑ جائے۔ یہ تمثیل ہے اُس محنت و مشقت کی جو فکرِ شعر اور تکمیلِ فنِ سخن میں قائل نے کی ہے۔

۹۰ : ۱۲۴، ۸ عاشقانہ

عجیب و غریب تشبیہ اور نہایت عمدہ خیال ہے اور نرا خیال ہی نہیں بلکہ فیکٹ ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب معشوق مہربان ہو کر عاشق کی پرسشِ حال کرتا ہے تو اُس وقت عاشقِ مہجور کا دل بھر آتا ہے اور وہ شکایت کرنی شروع کرتا ہے۔ پس کہتا ہے کہ تو میری پرسشِ حال کے وقت شکایت سے مجھ کو منع نہ کر؛ کیونکہ تو جو پرسشِ حال کرتا ہے تو گویا میرے زخم میں ٹانکے لگاتا ہے؛ اور ٹانکے لگاتے وقت کسی قدر خون کا ٹپکنا ضروری ہے۔ پس یہ شکایت وہ خون ہے جو زخم کے سیتے وقت ٹپکا کرتا ہے۔

۹۱ : ۱۲۵، ۱ سفر

یعنی عمر کا سفر میں گزرنا نہایت عمدہ ہے بشرطیکہ سفر میں جو کچھ نظر سے گزرے اُس پر انسان فریفتہ نہ ہو جایا کرے۔

۹۱ : ۱۲۵، ۲ عاشقانہ

کہتا ہے کہ وصل کی حالت میں مہربانی اس قدر زیادہ نہ کریں میں اُس کی خوشی کا تحمل نہ کر سکوں اور خوشی کے مارے مر جاؤں؛ کیونکہ پیاسے کے لیے وہ پانی موت ہے جو سر سے گزر جائے۔

۲۲۶ : ۲۹۱، ۹ تصوف

۲۲۶ : ۲۹۱، ۱۰ تصوف

جگر گوشۂ ادہم۔ یعنی ابراہیم بن ادہم کو اُن زخموں سے جو تیرے شوق کی چھری برساتی ہے ایک خراش سے زیادہ نہیں پہونچی اور جو پھول اور پھل تیرے فیض کے طوبیٰ سے جھڑتے ہیں اُن میں سے صرف ایک ہوا کا جھونکا محراب مریم تک پہونچا ہے۔

۲۲۶ : ۲۹۱، ۳ و ۴ شوخی

خواجہ کا لفظ فارسی میں اکثر ایسے مقام پر بولتے ہیں جیسے طنز کے موقع پر اردو میں تیسرے شخص کے لیے آپ یا حضرت بولتے ہیں۔ کہتا ہے کہ آپ آدم کی میراث میں فردوس کے طلبگار ہیں۔ بڑا مزا ہو اگر آپ کا سلسلۂ نسب آدم تک نہ پہنچے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات انسانیت سے اس قدر بعید ہیں کہ ممکن ہے آدم کی نسل سے نہ ہوں۔

۹۲ : ۱۲۷، ۸ تصوف

۹۲ : ۱۲۷، ۱۳ عاشقانہ

۹۲ : ۱۲۷، ۳ نایابی دوا

۲۲۷ : ۲۹۲، ۱ شوخی

۹۷ : ۱۳۳، ۱ تصوف

۹۰ : ۱۳۳، ۵ ستم لطف نما

عشوہ خریدن دھوکا کھانا اور فریب میں آجانا یعنی آسمان کی مہربانی کے دھوکے میں نہ آنا کہ یہ عیار یوسف کو چاہ سے اس لیے نکالتا ہے کہ بازار میں لے جاکر بکوائے۔

۲۲۸ : ۳۱۶، ۵ تصوف

۲۲۸ : ۳۱۶، ۲ زار نالی

۹۷ : ۱۳۴، ۱ زار نالی

۹۷ : ۱۳۴، ۹ بیقراری شوق

پر اس لیے قرینہ تھا کہ اُن کی آنکھیں لیلیٰ سے مشابہ تھیں۔

۲۲۶ : ۲۹۰، ۵ عاشقانہ

یعنی اگر جدائی کا غم اسی طرح بے صبر کرنے والا رہا تو دوست کا شکوہ ضبط نہ کیا جا سکے گا۔ یہاں تک کہ اُس کو دشمنوں سے بھی نہ چھپا سکوں گا۔

۲۲۶ : ۲۹۰، ۱۰ معیبت

۸۸ : ۱۲۲، ۴ تصوف

یعنی سکندر کو ایک بے حقیقت پانی کے گھونٹ سے محروم رکھا اور میکدے کا فقیر شراب جیسی نایاب چیز کا تو بنا بھر کر لے گیا۔ مطلب یہ کہ پادشاہوں کو وہ دولت نصیب نہیں جو میکدے یعنی خانقاہ کے ادنیٰ گداؤں کو نصیب ہے۔

۸۸ : ۱۲۲، ۹ تصوف

یعنی جب دو سَو دفعہ رونے کو ضبط کروں تو ایک دفعہ تو رونے کی اجازت دے تاکہ اُس ضبط کے زہر کی کڑواہٹ ایک دفعہ رو کر حلق سے دور کروں۔

۹۰ : ۱۲۴، ۳ عاشقانہ

ایک معقول بات کو محسوسات کے لباس میں ظاہر کرتا ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ اُس کے شکوے سے اس قدر بھرا ہوا ہوں کہ شاید اُس کو ضبط نہ کر سکوں مگر اس کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اُس کی بیداد کا شکوہ دل سے اس جوش کے ساتھ اُبلا ہے کہ منہ پر جو مہر سکوت لگی ہوئی ہے کہیں اُس کے ریلے میں بہ نہ جائے۔

۹۰ : ۱۲۴، ۲ جفاکشی

یعنی میں نے ایسی راہ دماز طے کی ہے کہ اگر بدن کو جھاڑوں تو گرد کی جگہ جان بدن سے جھڑ جائے۔ یہ تمثیل ہے اُس محنت و مشقت کی جو فکر شعر اور تکمیل فن سخن میں قائل نے کی ہے۔

۹۰ : ۱۲۴، ۸ عاشقانہ

عجیب و غریب تشبیہ اور نہایت عمدہ خیال ہے اور نرا خیال ہی نہیں بلکہ فیکٹ ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب معشوق مہربان ہو کر عاشق کی پرسشِ حال کرتا ہے تو اُس وقت عاشق مہجور کا دل بھر آتا ہے اور وہ شکایت کرنی شروع کرتا ہے۔ پس کہتا ہے کہ تو میری پرسشِ حال کے وقت شکایت سے مجھ کو منع نہ کر؛ کیونکہ تو جو پرسش حال کرتا ہے تو گویا میرے زخم میں ٹانکے لگاتا ہے؛ اور ٹانکے لگاتے وقت کسی قدر خون کا ٹپکنا ضروری ہے۔ پس یہ شکایت وہ خون ہے جو زخم کے سیتے وقت ٹپکا کرتا ہے۔

۹۱ : ۱۲۵، ۱ سفر

یعنی عمر کا سفر میں گزرنا نہایت عمدہ ہے بشرطیکہ سفر میں جو کچھ نظر سے گزرے اُس پر انسان فریفتہ نہ ہوجایا کرے۔

٩١ : ١٢٥، ٢ — عاشقانہ

کہتا ہے کہ وصل کی حالت میں مہربانی اس قدر زیادہ نہ کر کہ میں اُس کی خوشی کا تحمل نہ کر سکوں اور خوشی کے مارے مرجاؤں؛ کیونکہ پیاسے کے لیے وہ پانی موت ہے جو سر سے گزر جائے۔

٢٢٦ : ٢٩١، ٩ — تصوف

٢٢٦ : ٢٩١، ١٠ — تصوف

جگر گوشۂ ادہم۔ یعنی ابراہیم بن ادہم کو اُن زخموں سے جو تیرے شوق کی چھری برساتی ہے ایک خراش سے زیادہ نہیں پہونچی اور جو پھول اور پھل تیرے فیض کے طوبیٰ سے جھڑتے ہیں اُن میں سے صرف ایک ہوا کا جھونکا محرابِ مریم تک پہونچا ہے۔

٢٢٦ : ٢٩١، ٣، ٤ — شوخی

خواجہ کا لفظ فارسی میں اکثر ایسے مقام پر بولتے ہیں جیسے طنز کے موقعہ پر اردو میں تیسرے شخص کے لیے آپ یا حضرت بولتے ہیں۔ کہتا ہے کہ آپ آدم کی میراث میں فردوس کے طلبگار ہیں۔ بڑا مزا ہو اگر آپ کا سلسلۂ نسب آدم تک نہ پہنچے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات انسانیت سے اس قدر بعید ہیں کہ ممکن ہے آدم کی نسل سے نہ ہوں۔

٩٢ : ١٢٧، ٨ — تصوف

٩٢ : ١٢٧، ١٣ — عاشقانہ

٩٢ : ١٢٧، ٣ — ناپایائی دنیا

٢٢٧ : ٢٩٢، ١ — شوخی

٩٧ : ١٣٣، ١ — تصوف

٩٠ : ١٣٣، ٥ — ستم لطف نما

عشوہ خریدن دھوکا کھانا اور فریب میں آجانا یعنی آسمان کی مہربانی کے دھوکے میں نہ آنا کہ یہ عیار یوسف کو چاہ سے اس لیے نکالتا ہے کہ بازار میں لے جا کر بکوائے۔

٢٢٨ : ٣١٦، ٥ — تصوف

٢٢٨ : ٣١٦، ٢ — نارسائی

٩٧ : ١٣٤، ١ — نارسائی

٩٧ : ١٣٤، ٩ — بیقراری شوق

یعنی شوق کو وصل میں بھی آرام نصیب نہیں۔ اسی لیے نہ بلبل کو چمن میں آرام ہے اور نہ پروانے کو شمع کی موجودگی میں قرار ہے۔

۹۸ : ۱۲۵، ۱ سخن پرور

کہتا ہے کہ جو بات دل سے نہیں نکلتی وہ کچھ اثر نہیں کرتی۔ پس کٹے وہ زبان جو خونچکاں یعنی دردِ دل سے بھری ہوئی نہ ہو۔

۹۸ : ۱۲۵، ۲ قسمت

حکیم سے مراد خدا ہے کہتا ہے کہ ساقی تو اندازے سے زیادہ نہیں دیتا اور شراب یعنی دولت دنیا نہایت تند ہے مگر میں اپنی بدخوئی اور زیادہ طلبی سے اگر شراب کا پیالہ ہلکا پاتا ہوں تو غصے ہوتا ہوں۔

۹۸ : ۱۲۵، ۶ تصوف

قاعدہ ہے کہ جب آدمی کہیں سفر کو جاتا ہے تو وہاں سے کچھ سوغات و ہدیہ و ارمغان لے کر وطن واپس آتا ہے کہتا ہے کہ میں اپنے آپ سے تو جا چکا ہوں اب یہ چاہتا ہوں کہ واپس پھر کر اپنے آپ میں آؤں تو دوست یعنی حق کے سوا کوئی سوغات لے کر نہ آؤں۔

۹۸ : ۱۲۵، ۷ تصرف شوق

یعنی لیلیٰ کا ناقہ جو قیس کی طرف چلا ہے یہ ساربان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس وقت اُس کی باگ تصرف شوق قیس کے ہاتھ میں ہے وہ جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے۔

۲۴۷ : ۳۱۴، ۱ عاشقانہ

۲۴۷ : ۳۱۴، ۲ عاشقانہ

۲۴۷ : ۳۱۴، ۴ عاشقانہ

یعنی ہوا اور مینہ کچھ اس لیے نہیں چاہتے کہ اُس سے کھیتیاں اور باغ سرسبز و شاداب ہوں گے بلکہ صرف اس لیے کہ شراب پینے کا لطف بغیر بادوباراں کے نہیں آنے کا

لطیفہ

یہ مضمون مرزا کو کہیں تلاش کرنا نہیں پڑا، بلکہ یہ خاص اُن کی طبیعت کا اقتضا تھا۔ جس مکان میں مرزا رہتے تھے اُس کے دروازے پر ایک کمرہ تھا، اور کمرے کے آگے ایک برآمدہ تھا جس کے نیچے رستہ چلتا تھا۔ یہ برآمدہ گزرگاہ سے تقریباً چار گز اونچا ہوگا۔ ایک روز مینہ برس رہا تھا۔ اور مرزا صاحب برآمدے میں بیٹھے ہوئے ابر و باراں کی مدارات میں مصروف تھے۔ اُس وقت عالم سرخوشی میں فرمانے لگے کہ جی چاہتا ہے ایسا مینہ برسے کہ گلی کی سڑک کا پانی برآمدے تک آجائے اور میں یہیں بیٹھا بیٹھا گلاس بھر بھر کر پانی پیوں۔ کسی نے کہا حضرت! برآمدے تک پانی آگیا تو شہر پہلے ڈوب جائے گا۔ مرزا ہنس کر چپکے ہو رہے۔

۲۲۸ : ۲۹۳ / ۳ لذت سعی

خار خار خلجان۔ کہتا ہے کہ جب تک کچھ خطرہ نہ ہو سفر میں کچھ لطف نہیں۔ پس اگر کعبے کی راہ پُرامن ہے تو کعبہ جانا نہیں چاہیے۔ فی الحقیقتہ جو لوگ نہایت کٹھن منزلیں طے کر کے مقام مقصود تک پہنچتے تھے۔ جو خوشی اُن کو منزل پر پہنچنے سے ہوتی ہوگی اُس کا سواں حصہ بھی اُن لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ریل اور اسٹیمر میں آجکل سفر کرتے ہیں۔

۲۲۸ : ۲۹۳ / ۸ ناشناسائی ابنائے زماں

حد سے زیادہ بلیغ شعر ہے۔ اگرچہ مضمون عام ہے مگر خود شاعر کے حال پر خوب چسپاں ہوتا ہے اور اُس نے یقیناً اپنی ہی نسبت کہا ہے۔ جب کوئی غیر ملک کا مسافر شہر میں وارد ہوتا ہے اور اُس کی زبان کوئی نہیں سمجھتا تو ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے شاعر۔ کچھ تو اس لیے کہ کسی کو اپنا قدردان اور پایہ شناس نہیں پاتا اور کچھ اس لیے کہ اپنے نازک اور باریک خیالات کا سمجھنے والا کسی کو نہیں دیکھتا۔ اپنے تئیں غریب شہر یعنی شہر میں بالکل اجنبی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ کسی ترجمان کو بلاؤ کہ اجنبی مسافر کچھ باتیں جو کہنے ہی کے لائق ہیں کہنی چاہتا ہے۔

۱۵۱ : ۱۲۹ / ۱۰۰۹ عاشقانہ

۱۰۳ : ۱۴۲ / ۷ رندانہ

جامہ یا رخت کا نمازی ہونا اُس کے آلودہ ہونے کو کہتے ہیں۔ باقی شعر کے معنی صاف ہیں۔

۱۰۳ : ۱۴۲ / ۹ رندانہ

دوسرے مصرع کی تقدیر عبارت یوں ہے "مبادا خون سیاوُش۔ دیگر از پردہ بجوشد۔
سیاوُش کا قصہ مشہور ہے کہ وہ بے گناہ اپنے سسرے افراسیاب کے ہاتھوں سے مارا گیا تھا۔ اور اُس کے خون کے وبال میں تمام ملک کشت وخون میں مبتلا رہا۔ کہتا ہے کہ اے مقتیو! شراب بھی بڑی عزیز چیز ہے؛ اس کو زمین پر مت گراؤ؛ ایسا نہ ہو کہ خون سیاوُش پھر جوش مارے۔

۲۴۸ : ۳۱۷ / ۱ شکایت چرخ

یہ غزل غالباً اُس زمانے میں لکھی گئی ہے جب مرزا عدالت کے مواخذے میں پھنس گئے تھے یعنی زمانے نے جب مجھ کو دیکھا کہ خستگی اور تکلیف میں بھی خوش ہے تو مجھے ذلیل وخوار کر دیا کہ اب تو خوش نہ رہے گا۔

۲۴۸ : ۳۱۷ / ۲ شکوہ چرخ

یعنی میری دانش وبینش کے سبب مجھ سے آسمان پوشیدہ کینہ تو رکھتا ہی تھا؛ اب جو دیکھا کہ وہ کینہ لوگوں پر ظاہر ہو گیا ہے تو آسمان کھل کھیلا اور علانیہ دشمنی کرنے لگا۔

۲۴۸ : ۳۱۷ / ۴ تقدیر

یعنی جو کچھ ہوا وہ میری نادانی سے نہیں بلکہ قضا و قدر کے حکم سے ہوا۔

۲۲۸ : ۱۷، ۹ شوخی

ماحصل شعر کا یہ ہے کہ در حقیقت میں ہوں تو نا امید مگر چونکہ تجھ سے نا امید ہونا کفر ہے اور تو کفر سے راضی نہیں اس لیے مجبوراً اپنے تئیں امیدوار بنایا ہے۔

۱۰۵ : ۱۴۵، ۱۰ تصوف

یعنی شرع سے بھی تعلق رکھ اور خدا کو بھی ڈھونڈ، آخر تو مجنوں سے کم نہیں ہے کہ اُس کا دل تو محمل میں لگا ہوا ہے، مگر زبان کو ساربان سے سروکار ہے۔ یعنی ساربان سے باتیں کر رہا ہے۔ اور دل لیلیٰ سے لگا ہوا ہے۔ شرع کو ساربان اور حق کو محمل سے تمثیل دی ہے اور یہ نہایت بلیغ تمثیل ہے اور شعر نوادر افکار سے ہے۔

۱۰۵ : ۱۴۵، ۱۲ عاشقانہ

گفتم۔ یعنی میں نے کہہ دیا ہے، یا میں کہے دیتا ہوں کہ یہ پرسش کا وقت نہیں ہے، تو غالب کے حال سے درگزر اور پرسش کا خیال چھوڑ دے۔ کیونکہ اُس کی جان لبوں پر ہے اور داستان زبان پر مبادا وہ اپنی درد انگیز داستان بیان کرے اور داستان کے ساتھ ہی اُس کی جان بھی نکل جائے۔

۱۰۶ : ۱۴۶، ۱۰

صنعاں کا قصہ مشہور ہے جو پہلے عابد تھا پھر فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ یہاں تک کہ کفر تک نوبت پہنچ گئی۔ پھر متنبہ ہوا اور کفر سے توبہ کی۔ کہتا ہے کہ صنعاں کا کفر سے توبہ کرنا مشہور ہے۔ وہ عجب نادان بندہ ہے جس نے دین کی خود فراموشی کے سبب خدا کی بخشش کو پسند نہ کیا۔ یعنی خدا کی خالص بخشش تو وہ تھی کہ وہ توبہ نہ کرتا اور کفر ہی پر رہتا، اور پھر خدا اُس کو بخش دیتا اور اب جو وہ بخشا جائے گا تو یہ بخشش دین کی قیمت ہو گی پس گویا اُس نے دین کی خود فروشی کے بھروسے پر خدا کی خالص بخشش کو پسند نہ کیا۔ خوش کردن کے معنی ہیں پسند کرنا۔

۱۰۶ : ۱۴۶، ۲۰ عاشقانہ

۱۰۶ : ۱۴۶، ۹ شوخی

میا ویز یعنی مجھ سے جھگڑا مت کر۔ فرزند آذر ابراہیم علیہ السلام۔ باقی شعر کے معنی ظاہر ہیں۔ یہ نرا مضمون ہی نہیں ہے بلکہ مرزا کے حسب حال بھی ہے؛ کیونکہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے مرزا کے والد سُنّی المذہب اور خود مرزا اثنا عشری تھے۔

۱۰۶ : ۱۴۷، ۵ شوخی

کہتا ہے کہ اُس ظالم کو حق ناشناس کہنا انصاف نہیں ہے جس کو خدا کے حلم پر اس قدر بھروسا ہے

کہ اُس کے بھروسے پر ظلم کیے چلا جاتا ہے اور اُس کے مواخذے سے نہیں ڈرتا۔

۱۰۶ : ۱۴۷، ۹ — اخلاق

۱۰۷ : ۱۴۸، ۱ — زار نالی

دور باش۔ ہٹو بچو کی آواز کو کہتے ہیں جو بادشاہوں کی سواری کے آگے آگے نقیب پکارتے چلتے ہیں۔ کہتا ہے کہ مجھ کو جو قضا و قدر نے سرگرم تلاش کیا ہے اُس سے مقصود میرا خوار و ذلیل کرنا ہے پس راہ تلاش میں جو دھتکار مجھ پر پڑتی ہے اُس سے ظاہر ہے کہ میری ذلت و خواری زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس طرح جو امر میرے سرگرم تلاش کرنے سے مقصود ہے وہ حاصل ہوتا ہے پس گویا ہر دور باش پر میں کسی قدر مقصود کے نزدیک ہوتا جاتا ہوں۔

۱۰۷ : ۱۴۸، ۳ — زار نالی

۱۰۷ : ۱۴۸، ۹ — منقبت

۲۲۸ : ۲۴۹، ۳ — عاشقانہ

لطف گفتار کی تعریف اس سے بہتر کسی پیرائے میں نہیں ہو سکتی۔ کہتا ہے کہ معشوق غصے میں برابر مجھ کو بُرا بھلا کہتا ہے مگر اُس کے لطف کلام سے میں ہمیشہ اسی امید میں رہتا ہوں کہ اب کوئی اچھی بات کہتا ہے اب کوئی مہربانی کا کلمہ اُس کی زبان سے نکلتا ہے۔

منقبت

۲۲۸ : ۲۴۹، ۹ — فخریہ

اپنے دل پر فخر کرتا ہے کہ اگر اس کے پہلو سے نکال کر دکھاؤں تو جمشید اُس کو اپنا جامِ جہاں بیں سمجھے، اور اگر اس کا ایک لختہ نکال کر ڈال دوں تو سلیمان اُس کو خاتم سلیمانی کا نگینہ بنائے۔

۱۰۸ : ۱۴۹، ۱ — عاشقانہ

بدر زد۔ یعنی نکل بھاگا۔ تبر زد مصری۔ کہتا ہے کہ میں تو نباہ کرتا کرتا مر گیا اور رقیب نکل بھاگا گویا معشوق کا آدھا لب شہد تھا کہ میں اُس میں پھنس کر رہ گیا اور آدھا مصری تھا کہ رقیب اُس پر سے اڑ گیا۔

۱۰۸ : ۱۴۹، ۴ — عاشقانہ

کتنے بڑے خیال کو کن مختصر لفظوں میں اور پھر کس صفائی اور خوبی سے ادا کیا ہے۔ کہتا ہے کہ معشوق موتی پر اس طرح ہنسا کہ اُس کے دانت نظر آنے لگے۔ پس اُس کا خندہ گویا اس بات کا دعویٰ ہے کہ موتی کی کچھ حقیقت میرے دانتوں کے سامنے نہیں اور اس دعویٰ کی دلیل اس کا خندۂ دنداں نما ہے۔ کیونکہ اُس کے دانتوں کا سب پر ظاہر ہو جانا یہی اس بات کی دلیل ہے کہ موتی اُس کے دانتوں کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے پس اس کے دعوے کی دلیل نہایت بدیہی اور ظاہر ہے۔

۱۰۹ : ۱۵۱، ۱ — شکوۂ چرخ

آستان بگرداند یعنی چوکھٹ کے پتھر کو الٹ کر اوپر کا رُخ نیچے اور نیچے کا رُخ اوپر کر دیتا ہے۔

۱۰۹ : ۱۵۱، ۸ — امتحان الٰہی

۱۰۹ : ۱۵۱، ۹ و ۱۰ — تصوف

۱۱۰ : ۱۵۲، ۱ — تصوف

اول یہ آرزو کرتا ہے کہ تیری تلوار میرے سر پر پڑے اور حلق تک اتر جائے پھر یہ سمجھ کر کہ یہ مرتبہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ کہتا ہے کہ گستاخی حد سے گزر گئی میری زبان قلم ہوجیو۔

۱۱۰ : ۱۵۲، ۲ — عاشقانہ

۱۱۰ : ۱۵۲، ۸ — تصوف

یعنی اگرچہ تیرے عشق میں دوسرے کی شرکت گوارا نہیں ؛ مگر چونکہ کئی آدمیوں کے مل کر نالہ و فریاد کرنے میں عجیب لطف ہے اس لیے میں رشک سے قطع نظر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ

"خار رہیت بہ پائے عزیزان خلیدہ باد"

۲۲۰ : ۲۹۷، ۲ — عاشقانہ

یعنی تلوار سے سر اتار کر بھی معشوق نے سبکدوش نہ کیا پہلے سر کا بوجھ تھا اب اس احسان کا بوجھ ہے کہ اپنی تلوار سے یہ بے قدر سر اتارا ہے۔

۲۲۰ : ۲۹۷، ۵ — وصف مے و نے

یعنی شراب کا نشہ اور نے کی آواز کا درد۔ دونوں عقل و ہوش کے دشمن ہیں۔ پس جب کارکنان قضاو قدر نے شراب میں زور اور نے میں شور ودیعت کیا تھا اُس وقت عقل و ہوش کے انجام کا کچھ خیال نہیں کیا۔

۱۱۰ : ۱۵۲، ۱ — تصوف

یعنی شوقِ الٰہی کا تاجر اُس رستے نہیں چلتا کہ جو رستہ چلتے چلتے ختم ہو جائے اور اُس رستے میں سرمایہ لُٹا نہ جائے۔

۱۱۰ : ۱۵۲، ۹ — تصوف

کہتا ہے کہ ہر نکتہ، یعنی ہر چیز کی رمز کو سمجھنا چاہیے، کیونکہ محرم راز وہی شخص ہے جو بغیر اُدھر کے اشارے کے ایک قدم نہیں اُٹھاتا۔ یعنی جو کچھ نیچر سکھاتی ہے اُس کے موافق عمل کرتا ہے۔ کھانے میں، پینے میں، سونے میں، جاگنے میں، غرضکہ ہر کام اور ہر چیز میں نیچر کی ہدایت کے بغیر کچھ نہیں کرتا۔

۱۱۰ : ۱۵۲، ۱۰ — شوخی

دستِ زدِ شوق ہونا یعنی کے زیرِ مشق ہونا۔ خلاصہ مطلب یہ کہ زاہد شریعت کے تمام الفاظ سے

اُن کے حقیقی معنی مراد لیتا ہے اور کسی بات کو تمثیل و استعارہ وکنایہ پر محمول نہیں کرتا۔

۱۱۴ : ۱۵۷، ۱ عاشقانہ

کہتا ہے کہ آ اور دیدار کی تمنا جو میرے دل میں جوش مار رہی ہے اُس کو دیکھ اور پلکوں کے رستے سے آنسو کی طرح میرا ٹپکنا ملاحظہ کر۔ جوش تمنائے دیدار کی تصویر اس سے بہتر غالباً کسی نے نہ کھینچی ہوگی کہ میں آنسو کی طرح پلکوں کے رستے سے ٹپکا جاتا ہوں"۔

۱۱۴ : ۱۵۷، ۲ عاشقانہ

۱۱۵ : ۱۵۷، ۵ تصوف

کہتا ہے کہ ہما کے انتظار میں میرا جال بچھانا تو دیکھو۔ جو دانہ جال کے نیچے ہما کے پھنسانے کے لیے ڈالا تھا۔ وہ اُگا اور بڑھا اور یہاں تک بڑھا کہ اُس میں گھونسلے بن گئے۔ مگر ہما ہی دام میں نہ آیا۔

۲۴۹ : ۳۱۸، ۱ غزل مسلسل عاشقانہ رندانہ

۲۴۹ : ۳۱۸، ۲

۲۴۹ : ۳۱۸، ۳

ویرانہ یعنی غریب خانہ۔ جو شمع کہ ہوا سے نہ بجھے گی یعنی شراب۔

۲۴۹ : ۳۱۸، ۴

کہتا ہے کہ میں جس وادی میں ہوں یہاں کا پانی تو تلخ ہے۔ اے ہمدم فرزانہ اگر تو فیاض ہے تو شہر سے میرے لیے سرچشمۂ نوش یعنی شراب لا۔

۲۴۹ : ۳۱۸، ۵

۲۴۹ : ۳۱۸، ۶

کہتا ہے کہ تیرے پاس دام بھی ہیں اور تو سب جگہ آتا جاتا بھی ہے۔ اگر بادشاہ عطا کرے تو فبہا ورنہ بادہ فروش سے لا۔ اگر مغ (آتش پرست) یعنی بادہ فروش تو بنے میں ڈال دے تو تو تیا ہاتھ پر رکھ اور چل دے اور جو بادشاہ گھڑا بھر کر عنایت کرے تو کندھے پر اُٹھا اور لے آ۔

۲۴۹ : ۳۱۸، ۷

رامش۔ راگ۔ آں سے مراد ریحاں اور ایں سے مراد قلقل۔

۲۴۹ : ۳۱۸، ۸

کہتا ہے بسکہ ستی۔ یعنی کبھی جلدی سے مجھ کو شراب پلا کر مدہوش کر دے اور پھر جب میں بدمست ہو جاؤں تو مجھ کو گانا سنا کر ہوشیار کر۔

۲۴۹ : ۳۱۸، ۹

ہمپاسے تو یعنی ہمراہ تو، موئنہ پوش اُونی کپڑے پہننے والا، مرزا جاڑے میں روئی دار کپڑا نہیں پہنتے تھے، اکثر اونی یا پشمینہ کا چغہ کوٹ اور ٹوپی وغیرہ پہنتے تھے۔

۱۲۰: ۱۶۵/ ۱ عاشقانہ

۱۲۰: ۱۶۵/ ۴ تصوف

زبانہ شعلہ وہ تجلی جو سنگ و گیاہ۔ یعنی کوہ طور اور نخل ایمن پر ظاہر ہوئی تھی اُس کی طرف خطاب کرتا ہے کہ اے شعلۂ طور! پتھر اور درخت سے جو کہ تیرے قابل نہیں ہیں کیوں لپٹتا ہے؟ ہماری آنکھ کی راہ سے دل میں اُتر اور جان سے بھڑک اُٹھ۔

۱۲۰: ۱۶۵/ ۹ عاشقانہ

معشوق عیادت کو آیا ہے اور عاشق کا حال نہایت سقیم دیکھ کر بے لطف ہوا ہے اُس سے کہتا ہے کہ تو عیادت کے لیے آیا ہے، لڑائی کے لیے نہیں آیا۔ پھر یہ تند خوئی اور بد مزاجی کیسی ہے؟ یہاں آکر بے لطفی کے سوا اور کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ پس آ اور مغموم بیٹھ اور ہونٹ کاٹتا ہوا اُٹھ

۱۲۲: ۱۶۷/ ۴ اخلاق

کہتا ہے کہ جب نفس مغلوب ہو گیا پھر جن کو محکوم کر لینا آسان ہے میں سلیمان کا محرم راز ہوں اُس کی انگوٹھی پر یہی کندہ تھا جس سے تمام جن اُس کے محکوم تھے۔

۱۲۲: ۱۶۷/ ۶ رندانہ

۱۲۲: ۱۶۷/ ۹ منقبت

کہتا ہے کہ میرا وظیفہ یا علی ابن ابی طالب ہے؛ مجھ کو طالب صادق سے کچھ بخل نہیں ہے؛ اسم اعظم مجھ سے پوچھ لے کہ یہی "یا علی" اسم اعظم ہے۔

۱۲۳: ۱۶۹/ ۱ عاشقانہ

۱۲۳: ۱۶۹/ ۱۰ اخلاق

زنہار کے معنی یہاں ضرور بالضرور کے ہیں یہ لفظ جب نہی پر آتا ہے تو ہرگز کے معنی ہوتے ہیں۔ اور جب امر پر آتا ہے تو ضرور کے معنی دیتا ہے۔

۱۲۸: ۱۷۵/ ۱ تصوف

دنیا و ما فیہا کا لا شیٔ ہونا بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ایک خیالی دھواں اُٹھ کر شامیانہ سا بن گیا، ہم نے اُس کا نام آسمان رکھ لیا۔ اور آنکھ کو ایک پریشان خواب نظر آیا اُس کو جہان سمجھ گئے اسی طرح اس کے بعد کے کئی شعروں میں اس مضمون کی تفصیل ہے مثلاً

۱۲۸: ۱۷۵/ ۲ تصوف

۱۲۸ : ۱۷۵، ۳ تصوف

چونکہ نوبہار میں تمام جذبات نفسانی جوش پر آتے ہیں اور عشق و ہوس کی تحریک ہوتی ہے اس لیے بہار کو آگ سے تشبیہ دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ ہوا نے آگ کو دامن سے سلگایا میں نے اُس کو بہار قرار دے دیا اور جب وہ شعلہ جل بجھا تو میں نے اُس کا خزاں نام رکھ دیا۔

۱۲۸ : ۱۷۵، ۵ تعریض بر اہل وطن

کہتا ہے کہ جب پردیس میں مجھے تکلیفیں پہونچنے لگیں تو میں اُس کو وطن سمجھا گویا جب دام کے حلقہ نے تنگی کی تو میں اُس کو اپنا آشیانہ سمجھ گیا۔ مطلب یہ کہ وطن میں اس قدر بے مہری اور مغائرت لوگوں سے دیکھی تھی کہ جب پردیس مجھ کو راس نہ آیا تو میں نے اُس کو بھی وطن ہی تصور کر لیا۔

۱۲۸ : ۱۷۵، ۶ عاشقانہ

یہاں بود کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہے کہتا ہے کہ وہ میرے پہلو میں ایسی تمکین کے ساتھ بیٹھا تھا جس طرح پہلو میں دل رہتا ہے۔ اور وہ شوخی سے اٹھ کر اس طرح چلا گیا کہ میں اُس کو جان کہہ اٹھا۔ یعنی جو جان کے جانے سے کیفیت ہوتی ہے وہی اُس کے جانے سے ہوئی۔

۱۲۸ : ۱۷۵، ۱۱ عاشقانہ

۱۲۸ : ۱۷۵، ۱۳ عاشقانہ

۱۳۰ : ۱۸۰، ۱ عاشقانہ

۱۳۰ : ۱۸۰، ۵ عاشقانہ

کہتا ہے کہ یہ سخن سرائی ہم کو مفت نہیں ملی ہے؛ بلکہ دوست جب دل لے لیتا ہے تو اُس کے عوض زبان عنایت کرتا ہے۔ زبان کو دل کا عوض قرار دینے میں شاعر نے لطافت یہ رکھی ہے کہ فی الحقیقت جب تک

(بہماں امد فلاں دونوں مرادف یکدیگر ہیں۔ جب کسی کا نام صراحۃً نہیں لینا ہوتا تو وہاں یہ الفاظ بولے جاتے ہیں اردو میں ایسے موقع پر وہ یا وہ شخص یا امکا ڈھمکا بولتے ہیں)

انسان کہیں دل نہیں دیتا اور عاشق نہیں ہوتا تب تک زبان میں گرمی اور شعلہ بیانی پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہ عشق مجازی ہو یا عشق حقیقی

۱۳۶ : ۱۸۳، ۱ رندانہ

۱۳۶ : ۱۸۳، ۲ رندانہ

۱۳۶ : ۱۸۳، ۳ تصوف

چمن پُر از گل و نسریں سے مراد دنیا ہے اور دلربا سے مراد وہ ذات بے نشان ہے جو دید و دریافت سے باہر ہے کہتا ہے کہ اس فتنہ خیز دشت یعنی دنیا میں جہاں قدم قدم پہ ساحرن اور قزاق گھات میں لگے

ہوئے ہیں اس گرد بے سوار سے کیا مدد پہنچ سکتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب راہ میں مسافر کو خطرہ ہوتا ہے اور اس کی کمک کے لیے کوئی سوار آتا ہے تو اول گرد نظر آتی ہے پھر سوار نمودار ہوتا ہے۔ مگر اس دشت میں گرد یعنی آثار و علامات تو سب موجود ہیں مگر سوار کا کہیں پتہ نہیں۔

۱۳۶ : ۱۸۳، ۶ — تصوف

یعنی جبکہ نخل اس قدر بلند ہے اور پھل جھاڑنے کے لیے پتھر ناپید ہیں تو جب تک میوہ خود درخت سے نہ گرے۔ یعنی جب تک جاذبۂ عنایت ہم کو خود اپنی طرف نہ کھینچے اور شاہد حقیقی خود اپنی جھلکی نہ دکھائے۔ ہم کو کیا فائدہ؟

۱۵۰ : ۱۹۷، ۱ — شکایت

۱۵۰ : ۱۹۷، ۳ — فکر عقبیٰ

بُنہ و بار۔ سامان۔ شب گیر۔ پچھلی رات۔ یعنی جو شخص یہ جانتا ہے کہ کوچ کی صبح کو کیسی گھبراہٹ اور کھلبلی پڑتی ہے اور وہ رات ہی سے تمام سازو سامان باندھ جوڑ کر رستہ کے سرے پر ڈال دیتا ہے۔

۱۵۰ : ۱۹۷، ۱۱ — رندانہ

یہ خطاب ہے خدا کی طرف معنی ظاہر ہیں۔

۱۵۰ : ۱۹۷، ۱۲ — ناقدردانی

نداند نظیری ز قتیل۔ یعنی نظیری اور قتیل میں فرق نہیں کرتے۔

۲۲۳ : ۲۰۱، ۲ — فخریہ

اپنی مصیبت اور اپنی فیض رسانی اور اُس پر لوگوں کی بیدردی اور ناقدردانی ظاہر کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں گویا شمع شبستانی ہوں کہ اُس میں سے شعلے جھڑتے ہیں مگر کسی کو اُس کے ساتھ ہمدردی نہیں۔ اور گویا میں باد سحرگاہی ہوں جو پھول کھلاتی ہے مگر اُس کی اُجرت کوئی ادا نہیں کرتا۔

۲۲۳ : ۲۰۱، ۸ — شوخی

یعنی میری شاہانہ سواری کوچے سے جلد نہیں گزرتی کیونکہ لڑکوں کے ہجوم اور پتھروں کے پتھراؤ سے راہ تنگ ہو جاتی ہے۔

۲۲۴ : ۲۰۱، ۹ — تصوف

کہتا ہے کہ تیرا جذبہ قوی چاہیے جو مجھ کو منزل تک لے جائے، پس نصیب اگر تیرے ساتھ نہ چل سکے تو کچھ حرج نہیں۔

۲۲۳ : ۲۰۱، ۱۰ — فخریہ

۱۵۴ : ۲۰۲، ۱ — منقبت

مردانہ کردۂ ایم - یعنی جاری کردہ ایم - کہتا ہے کہ چونکہ لب پر یا علی جاری ہے اس لحاظ سے تو ہم نے مذہب حق اختیار کیا ہے اور چونکہ اُس پر شراب جاری ہے اس لحاظ سے معنوں، یعنی آتش پرستوں کا سا عیش کرتے ہیں یعنی دین و دنیا دونوں ہم کو حاصل ہیں۔

۱۵۴ : ۲۰۲، ۵ ندامت

یعنی شراب پینا اور روپیہ ضائع کرنا تو بُرا تھا ہی، ہم نے اِن برائیوں کو بھی خوبی کے ساتھ نہ کیا۔ شراب پی تو قرض کی، اور روپیہ کھویا تو جوئے میں۔

۱۵۴ : ۲۰۲، ۶ کتمانِ عشق

نالہ بلبِ شکستہ ایم۔ یعنی اُس کو منہ سے نہیں نکلنے دیتے، اور ضبط کرتے ہیں اور داغ کو دل میں چھپائے رکھتے ہیں، ہم دولت مند تو ہیں مگر خسیس ہیں، اپنی دولت کو خزانے میں رکھتے ہیں۔

۱۵۴ : ۲۰۳، ۵ تصوف

کہتا ہے کہ میں اپنے آپ سے تو گذر گیا ہوں مگر ابھی آپے کو بھولا نہیں ہوں اگر فراموشی اس وقت میری فریاد کو پہونچے اور آپے کو بھلا بھی دے تو بہت مناسب ہے۔

۱۵۴ : ۲۰۳، ۸ تصوف

کہتا ہے کہ راہِ فنا میں جو کچھ کہ میرے پاس یعنی خواجی یا زنبیل میں ہے وہ صرف یہی ہے کہ ہر قدم پر تھوڑا تھوڑا اپنے آپے سے دور ہوتا جاتا ہوں۔ گویا جس طرح کہ شمع راہ فنا میں آپ ہی اپنا زادِ راہ ہے کہ برابر پگھلتی جاتی ہے اور زادِ راہ کی طرح نبڑتی جاتی ہے اسی طرح میں بھی آپ اپنا زادِ راہ ہوں۔

۱۵۵ : ۲۰۴، ۱ عاشقانہ

جوانی کے زمانے کو یاد کرتا ہے جبکہ بوالہوسی یا عشق و محبت زور شور پر تھا۔ آہ آتش ناک تھی اور آنکھ اشکبار۔

۱۵۵ : ۲۰۴، ۹ بیخودی

۱۵۵ : ۲۰۵، ۱ عاشقانہ

۱۵۵ : ۲۰۵، ۵ تصوف

کہتا ہے کہ میں درویش اور تونگر دونوں کی غفلت پر ہنستا ہوں جبکہ دنیا کا طرب اور تعب دونوں ہیچ ہیں تو ایک خوش کیوں ہے؟ اور دوسرا رنجیدہ کس لیے ہے؟

۱۵۵ : ۲۰۵، ۱۱ مناجات

خدا سے کہتا ہے کہ جو تجھ سے تکلیف پہنچتی ہے اُس کی مصلحت کو خوب سمجھتا ہوں مگر آسمان کو بدنام کرتا ہوں۔ پس در حقیقت تیرا احسانمند ہوں مگر بظاہر ستارے کا شکوہ گذار۔

۱۵۹ : ۲۱۰، ۷ عاشقانہ

کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو جفا کار اس لیے مشہور کر رکھا ہے کہ اور کوئی تیری طرف رغبت نہ کرے ورنہ درحقیقت میں تجھ سے ہر طرح راضی اور خوشنود ہوں۔

۱۵۹ : ۲۱۰، ۹ فخریہ

۱۶۲ : ۲۱۴، ۱ افسوس متضمن فخر

۲۱۴ : ۲۷۹، ۱ عاشقانہ

اس شعر کے مصداق وہ مکار اور ریاکار لوگ ہیں جن کو متشرع اور مقدس سمجھ کر اُن کے آگے کوئی بات ہنسی یا بے تہذیبی یا رندمشربی کی کہتے ہوئے شرم آتی ہے؛ مگر اُن کو ذرا ٹٹول کر دیکھیے تو وہ ٹٹی کی اوجھل شکار کھیلنے والے نکلتے ہیں۔ اس میں خطاب معشوق کی طرف ہے جو نو عمر ہونے کے سبب مقدس آدمیوں کی صحبت سے بھاگتا ہے۔

۲۱۴ : ۲۷۹، ۴ شکایت

ہنوز کا لفظ یہاں ایسا ہے جیسا اردو میں "تاہم" یا "باوجود اس کے" بولتے ہیں۔ کہتا ہے کہ میں امیروں کی مدح سرائی کے لحاظ سے تو ایسا ہوں جیسے شاہراہ میں ایک گدا بیٹھا ہو: مگر اس لحاظ سے کہ لوگ میرے مضمون چراتے ہیں میرا یہ حال ہے کہ ہزاروں چوٹے میری گھات میں لگے ہوئے ہیں۔

۲۱۴ : ۲۷۹، ۵ توقّع

کہتا ہے کہ اہل دوزخ کو ظاہر ہے کہ میعاد معین سے زیادہ دوزخ میں نہ رکھیں گے؛ پس اس خیال سے میں اپنی آہ آتشیں سے ایک عجیب توقع رکھتا ہوں؛ یعنی یہ کہ آہ آتشیں بھی ہمیشہ نہ رہے گی۔ اس توقع کو عجیب اس لیے کہا ہے کہ اُس کو بھی دوزخ پر قیاس کر کے اُس سے آخر کار نجات کا امیدوار ہے۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۱ غزل مسلسل رندانہ

معشوق سے کہتا ہے کہ تو آ، تاکہ آسمان کا یہ قاعدہ کہ وہ دوست کو دوست سے نہیں ملنے دیتا ہم تم دونوں مل کر پلٹ دیں، اور حکم قضا کو رطل گراں۔ یعنی جام شراب کی گردش سے پھیر دیں۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۳

در فراز کنیم۔ یعنی دروازہ بند کر دیں اور چوکیدار کو حکم دیں کہ کوچے میں پھرتا رہے اور کسی کو نہ آنے دے۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۴

۱۶۶ : ۲۲۰، ۵

۱۶۶ : ۲۲۰، ۶

۱۶۶ : ۲۲۰، ۷

۱۶۶ : ۲۲۰، ۸

لابہ۔ تملق و خوشامد۔ سخن کو ادا کے ساتھ ملانا۔ ساؤ چاؤ اور راز و نیاز کی باتیں کرنا

۱۶۶ : ۲۲۰، ۹

۱۶۶ : ۲۲۰، ۱۰

یعنی اختلاط کے موقع پر ہم دونوں ایسے زور زور سے سانس لیں کہ صبح کا دم بند کر دیں اور اُس کو طلوع نہ ہونے دیں۔ اور دن کی گرمی کی بلا جہان سے ٹال دیں۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۱۱

یعنی سب کو رات کے دھوکے میں ڈال دیں۔ یہاں تک کہ چرواہے کو ریوڑ سمیت آدھے رستے سے شہر کی طرف الٹا پھیر دیں۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۱۲

یعنی جو لوگ درختوں سے میوہ اور فواکہ کی ڈالی لینے کو آئیں ان کو لڑکر باغ کے باہر ہی سے خالی جھال کے ساتھ پھیر دیں۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۱۳

یعنی جو پرندے صبح کو گھونسلوں سے درختوں پہ آکر کلیل کرتے ہیں اُن کو نرمی اور چمکار کے ساتھ گھونسلوں کی طرف لوٹا دیں۔

۱۶۶ : ۲۲۰، ۱۴

کہتا ہے ہم تم حیدری ہیں۔ ہم سے تعجب نہیں کہ جس طرح بقول بعض حیدر کرار سے معجزہ رد الشمس ظاہر ہوا تھا، ہم بھی آفتاب کو مشرق کی طرف واپس پھیر دیں۔

۱۶۷ : ۲۲۲، ۱ — آزادی

فخر متضمن شکوہ

۱۶۷ : ۲۲۲، ۸

قبول اور قبول ایک معنی میں آتا ہے۔ خرمی بخت ہنر یعنی سرسبزی بخت ہنر کہتا ہے کہ ہم کو اپنے ہنر کی خوش نصیبی پر ناز ہے کیونکہ اُس پر کمینوں کی قبولیت کے احسان کا داغ نہیں ہے۔

۱۷۰ : ۲۲۶، ۸ — فخر متضمن شکایت

یعنی جس طرح زخم جگر تک بخیہ و مرہم کی رسائی نہیں ہے اور آب گہر کی موج میں جنبش و رفتار نہیں ہے؛ ایسا ہی میرا حال ہے یعنی نہ کسی کو میرے درد کی خبر ہے؛ نہ میرے کمال کی اطلاع ہے۔

۱۷۰ : ۲۲۶، ۹ — فخر

۱۷۰ : ۲۲۶، ۱۰ — شکر

یعنی وہ اس طرح حاجت روائی کرتا ہے کہ اکثر مجھ کو شعور نہیں ہوتا کہ کیوں کر یہ کام بن گیا۔

ذیل کی غزل الٰہی مصطفیٰ خاں مرحوم کے مکان پر جو مشاعرہ ہوتا تھا اُس میں پڑھی گئی تھی۔ چونکہ دلی کے تمام نامور شعراء، جو وہاں فارسی غزلیں لکھ کر لیجاتے تھے، مرزا نے اس غزل میں ذکر کیا ہے اور غزل بھی نہایت فصیح ہے اس لئے بطور یادگار کے ساری غزل یہاں نقل کی جاتی ہے۔

ندامت

۲۵۱ : ۳۲۰، ۱

قاعدہ ہے کہ جب فقیر بادشاہ سے بھیک مانگتے وقت شور و غل کرتا ہے تو اُس کو مار کر ہٹا دیتے ہیں اور کچھ نہیں دیتے۔ کہتا ہے کہ ہم پر جو سختی گزری وہ خود ہم نے ہی چاہی تھی؛ کیونکہ پادشاہ سے بھیک مانگتے وقت غل شور بہت کیا؛ اس لیے وہاں سے دھتکارے گئے اور کچھ نہ ملا۔ سلطان سے مراد خدا تعالیٰ ہے۔

فخریہ

۲۵۱ : ۳۲۰، ۳

پنداری اور گوئی اور گویا کے ایک معنی ہیں۔ کہتا ہے کہ علم اور خزانہ گویا ایک ہی چیز ہیں۔ کیونکہ جو چیز ہم نے علانیہ مانگی۔ یعنی دولت، وہ خدا نے ہم کو پوشیدہ طور پر دی۔ یعنی علم و ہنر۔

تصوف

۲۵۱ : ۳۲۰، ۸

کہتا ہے کہ ہما ہمارے دام میں پھنس کر نکل گیا تھا پھر آن پھنسا؛ اب چاہیے تھا کہ اُس کی زیادہ نگرانی کرتے اور اُس کو نکلنے نہ دیتے، مگر ہم نے اُس کو خود چھوڑ دیا اور عنقا کی خواہش کی۔ ہما سے مراد دولت دنیا۔ اور عنقا سے مراد احدیت ذات۔

۲۲۵ : ۳۰۴، ۱ عاشقانہ

۲۲۵ : ۳۰۴، ۲ عاشقانہ

۲۲۵ : ۳۰۴، ۳ عاشقانہ

۲۲۵ : ۳۰۴، ۴ صدق طلب

۲۲۵ : ۳۰۴، ۵ اخلاق

یعنی اک مصیبت زدوں کو جانے دے جن کو تو نہیں جانتا؛ مگر خبردار رہ کہ بہت سے ایسے آفت زدہ

جن کو تو جانتا ہے مگر اُن کا کچھ غم تجھ کو نہیں۔

۲۲۵ : ۳۰۴، ۶ — بیدردی اطبا

۲۲۵ : ۳۰۴، ۷ — ذکر معاصرین خود

۲۲۵ : ۳۰۴، ۸ — 〃

۲۲۵ : ۳۰۴، ۹ — 〃

۲۲۵ : ۳۰۴، ۱۰ — 〃

۱۸۲ : ۲۴۲، ۱ — فخریہ

۱۸۲ : ۲۴۲، ۲ — فخریہ

۱۸۲ : ۲۴۲، ۴ — فخریہ

۱۸۲ : ۲۴۲، ۵ — فخریہ

کہتا ہے کہ میرا ایک ایک حرف مذاقِ فتنہ میں جگہ پائے گا۔ یعنی فتنہ کو پسند آئے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ برہمن اُس کو اپنے موافق سمجھے گا اور شیخ اپنے موافق خیال کرے گا۔ اور دونوں اپنی اپنی جگہ اُس پر فخر کرینگے۔ اور ایک دوسرے کو جھٹلائیں گے اور آپس میں گل خپ ہوں گے۔

۱۸۲ : ۲۴۲، ۶ — انجامِ شاعری

اس سے پہلے بطور فخر کے کہا تھا کہ یوں ہوگا اور دوں ہوگا؛ پھر کہتا ہے کہ ہے ہے میں کیا کہتا ہوں! اگر زمانے کا حال ایسا ہی رہا تو دفترِ شعر بابِ سوختن یعنی جلا دینے کے لائق ہو جائے گا۔

۱۸۲ : ۲۴۲، ۹ — انجامِ شاعری

۱۸۲ : ۲۴۲، ۱۰ — انجامِ شاعری

یعنی آیندہ یہ حال ہوگا کہ شاہدِ مضمون جو اب جان و دل کے شہر میں مقام رکھتا ہے وہ کام و دہن کے دیہات میں آوارہ ہو جائے گا۔ یعنی جن اشعار اور خیالات میں اب نہایت دقیق اور گہری نگاہ سے غور کی جاتی ہے وہ صرف لوگوں کی زبانوں پر رہ جائیں گے اور اُن کی تہہ کو کوئی نہ پہونچے گا۔

۱۸۲ : ۲۴۲، ۱۱ — انجامِ شاعری

جنگلی کوّے (یعنی تک بندی کرنے والے شاعر) نغمہ سنجی کی ہوا میں پنکھ پسارے ہوئے چمن کے نغمہ سنجوں (یعنی عالی درجہ شاعروں کی) برابری کریں گے۔

۱۸۳ : ۲۴۲، ۱۲ — انجامِ دنیا

اب کہتا ہے کہ دنیا میں ان باتوں کا فکر کرنا بے سود ہے۔ یہ سب نغمے موزوں ہوں یا ناموزوں ایک دن موت کے نوحے بن جائیں گے۔

۱۸۲ : ۲۴۲، ۱۳ انجام دینا

۱۸۲ : ۲۴۲، ۱۹ انجام دینا

کہتا ہے کہ ہستی کے دھوکے کا غبار جو مادہ میں اٹھا ہوا نظر آتا ہے، یہ سب بیٹھ جائے گا یعنی سب فنا ہو جائیں گے اور توحید خیالی کا دعویٰ موجزن ہوگا یعنی ذات واحد کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

۱۸۷ : ۲۴۸، ۱ ترجیح کافر بر مسلمان

کہتا ہے کہ دولت یعنی سعادت کبھی غلطی نہیں کرتی، وہ اسی کے پاس جاتی ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے پس تو اسے مخاطب اپنی سعی سے پشیمان ہو۔ اور وہ دولت کیا ہے؟ کافر ہونا۔ کہتا ہے کہ تو کافر تو نہیں ہو سکتا۔ لاچار مسلمانی پر قناعت کر۔ غالباً مرزا نے کفر سے وہ کفر مراد لیا ہے جو صوفیۂ کرام کی اصطلاح کے موافق ایک بڑا مرتبہ مراتب فقر و درویشی میں شمار کیا جاتا ہے لیکن قطع نظر ان معنوں کے اس شعر کے ایک اور معنی نہایت لطیف و پاکیزہ لحاظ کر کے حسب حال بھی ہو سکتے ہیں جو شاید شعر کہتے وقت مرزا کے خیال میں نہ گزرے ہوں؛ گو ضرور ہے کہ انھیں کے نتائج افکار میں شمار کئے جائیں۔ کیونکہ بلغا اکثر کلام کی بنیاد ایسے جامع اور حاوی الفاظ پر رکھتے ہیں، جو قائل کا مقصود ایک خاص معنی سے زیادہ نہ ہو مگر کلام اپنی عمومیت کے سبب بہت سے محمل رکھتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا مسلمان ہونا جس کو سارا زمانہ مسلمان کہے اور مسلمان سمجھے۔ یہ تو بہت آسان ہے مگر قوم کی بھلائی کی وہ تدبیریں کرنی کہ اس کی بھلائی ان کے بغیر دشوار معلوم ہو اور ان تدبیروں کے اختیار کرنے میں لوگوں کے طعن و تشنیع سے نہ ڈرنا یہاں تک کہ بدمذہب اور کافر مشہور ہونا مگر قوم کی خیر اندیشی سے دست کش نہ ہونا۔ نہایت دشوار بلکہ بعض حالتوں میں قریب ناممکن کے ہے، کہ ہزاروں اور لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ایک ایسا فرد دنیا کے عجائبات میں سمجھا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ایسا کافر بننا تو بہت مشکل ہے، ناچار مسلمانی پر اکتفا کر۔ یہ معنی کسی کے ذہن نشین کرنے نہایت مشکل تھے، مگر الحمدللہ کہ خود

ہماری قوم میں حسن اتفاق سے اس وقت ایک شخص موجود ہے جس کی حالت پر نظر کرنے کے بعد اس شعر کے کوئی دوسرے معنی ان معنوں سے زیادہ چسپاں نہیں معلوم ہوتے۔ یعنی ڈاکٹر سر سید احمد خاں جس نے کافر۔ ملحد۔ نیچری۔ دجال سب کچھ کہلوانا منظور کیا۔ مگر قوم کی خیر خواہی سے دست بردار نہ ہوا۔

۱۸۷ : ۲۴۸، ۲ خطاب بہ ناقصان

ہرزہ یعنی برا سے نام جاری ہو جانے سے قلزم نہیں ہوا جا سکتا۔ اے مخاطب تو ایک نالی ہے باغ کی کیاریوں میں جا؛ اور ایک رو ہے جنگل کی راہ لے۔ یہ ان ناقص العیار لوگوں کی طرف خطاب ہے جو کسی فن میں تھوڑی سی شدبد حاصل کر کے اپنے تئیں کاملین میں شمار کرنے لگتے ہیں۔

۱۸۷ : ۲۴۸، ۶ اطاعت

یعنی تو کیسا ہی عالی رتبہ اور گرانمایہ ہو جائے اطاعت و فرمانبرداری کرنی ضرور ہے چاہو اطاعت کو عام لو اور چاہو خاص خدا کی فرمانبرداری مراد رکھو کیونکہ جس طرح دین میں بغیر خدا اور رسول کی فرمانبرداری کے کام نہیں چلتا اسی طرح دنیا میں سلاطین و ملوک اور ماں اور باپ اور افسر اور آقا وغیرہ کی اطاعت کے بغیر کچھ بن نہیں آتی۔

۱۸۷ : ۲۴۸، ۸ — صبر و شکیب

کہتا ہے کہ صبر کے شکنجے میں کلیجہ مسوستا ہو گیا یعنی تھک گیا اب سوا اس کے اور کسی طرح اس بلا سے چھٹکارا نہیں کہ حوصلہ تنگی کرنے لگے اور غم حد سے بڑھ جائے۔ پس کہتا ہے کہ اے حوصلے تو جیسا کہ اب تک فراخ اور وسیع رہا ہے اب برخلاف اس کے تنگ ہو جا! اور اے غم تو زیادہ ہو جا! تاکہ مجھ سے ضبط نہ ہو سکے اور گھل گھل کر جاں دوں اور اس جگر خواری کے عذاب سے نجات پاؤں۔

۱۸۷ : ۲۴۸، ۹ — شکایت

اگرچہ ہوتا ہمیشہ یہی ہے کہ اول سرمایہ دیتے ہیں پھر جب چاہتے ہیں اس کو تباہ کر دیتے ہیں مگر شاعر بطور مبالغہ کے یہ جتاتا ہے کہ ہم پر کبھی ابر کا چھینٹا تک بھی نہیں برساتا مگر خرمن پر بجلی گراتا رہتا ہے۔ یہ انسان کی ایک قدرتی خاصیت ہے کہ مصیبتوں کے وقت نعمتوں کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ اسی خاصیت پر شاعر نے شعر کی بنیاد رکھی ہے۔

ذیل کی غزل مسلسل اور محض عاشقانہ ہے جس میں معشوق کی صفتیں بیان کی ہیں۔ اور اس کو بہادر شاہ کی تعریف اور شکایت ظریفانہ پر ختم کیا ہے۔ اس غزل میں صرف حسن بیان کا لطف ہے خیالات بلند نہیں ہیں۔

۲۳۶ : ۳۰۶، ۱ — غزل مسلسل عاشقانہ

دل گرفتن اکتا جانا۔ یعنی اس قدر شوخ اور نازک مزاج ہے کہ اپنے آپ سے بھی بگڑ جاتا ہے۔

۲۳۶ : ۳۰۶، ۲

یعنی اگر کوئی اُسے سنگ کہتا ہے تو بُرا نہیں مانتا بلکہ خوش ہوتا ہے گویا اپنی سنگدلی کو مسلم الثبوت مانے ہوئے ہے۔

۲۳۶ : ۳۰۶، ۵

یعنی افسوں سے معجزے کا کام لیتا ہے اور پری ہو کر جمشید کی انگوٹھی چھین لیتا ہے۔

۲۳۶ : ۳۰۶، ۷

دم سے مراد بات ہے دوسرے مصرع کے یہ معنی ہیں کہ اس کے غم میں آدم کو گندم ... ...

فراموش ہو جاتی ہے۔

۲۳۶ : ۳۰۶، ۸

۲۳۶ : ۳۰۶، ۹

یعنی آپ ہی مارتا ہے اور آپ ہی بطور کھیل کے ماتم کرتا ہے۔

۲۳۶ : ۳۰۶، ۱۰

۲۳۶ : ۳۰۶، ۱۱

۲۳۶ : ۳۰۶، ۱۲

یہاں دَم کے معنی افسوں اور کرامت کے ہیں تقدیر عبارت یوں ہے کہ غالب در نکتہ سنجی به آوازه عالم گرفته

۱۹۱ : ۲۵۲، ۱ غزل مسلسل در توحید

یہ تمام غزل توحید میں ہے کہتا ہے جبکہ تو نے ہماری زبانیں گونگی کر دی ہیں اور باوجود اس کے جانوں کے اندر شورش بھر دی ہے اب تو اپنے ہی سے پوچھ لے کہ تو نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

۱۹۱ : ۲۵۲، ۲

۱۹۱ : ۲۵۲، ۳

کہتا ہے کہ شرمندگی وہ عذاب ہے جس کی نہاد یعنی ذات میں ساتوں دوزخ چھپی ہوئی ہیں پس اگر تو نے گنہگار کے ساتھ مدارا یعنی رعایت کی اور اُس کو بخش دیا تو یہ عین انتقام ہے وہ اس شرمندگی سے کہ باوجود اس قدر گنہ ہوں کے ہم کو کچھ سزا نہیں دی گویا سات دوزخوں میں جھونک دیا گیا۔

۱۱۱ : ۲۵۲، ۴

۱۹۱ : ۲۵۲، ۶

خستگان۔ زخمی اور شکستہ دل لوگ۔ یعنی جن کی حالت زار بظاہر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا اُن پر خدا کا غصہ ہے۔ درست۔ صحیح و سالم کو کہتے ہیں؛ درستاں اُس کی جمع ہے یعنی وہ لوگ جن کی حالت درست اور ہر ایک خستگی اور شکستگی سے محفوظ ہے۔ گویا اُن پر خدا کی عنایت و مہربانی سب سے زیادہ ہے۔ کہتا ہے کہ اگر تو نے درستوں پر ظاہری عنایتیں مبذول فرمائی ہیں۔ تو زخمی دلوں کو پوشیدہ مہربانیوں سے مفتون کیا ہے۔

۱۹۱ : ۲۵۲، ۷

خدا تعالےٰ کے غصے اور عتاب کو چشمۂ نوش قرار دیتا ہے؛ اور اس کو شراب سے تشبیہ دی ہے کہ

جس طرح شراب کا ذائقہ ہر شخص کو تلخ معلوم ہوتا ہے، مگر شرابیوں کے مذاق میں اُس سے زیادہ کوئی شے خوشگوار نہیں، اسی طرح تیرا عتاب گو بظاہر تلخ معلوم ہو مگر تیرے عشاق اُس کو چشمۂ نوش سمجھتے ہیں۔

۱۹۱: ۲۵۲، ۱۰

کہتا ہے کہ تو نے مخلوقات کو پیدا کر کے اُس میں اپنے حسن کا آپ تماشا دیکھا ہے تو گویا جلوۂ حسن اور نظارہ عشق درحقیقت ایک ہی جنس سے ہیں۔ یعنی ناظر اور منظور ایک چیز ہیں۔

۱۹۱: ۲۵۲، ۱۱

کہتا ہے کہ بیماری تو جاندار کے ساتھ مخصوص تھی اور بیماری کا علاج سنگ و گیاہ یعنی معدنیات اور نباتات میں تھا۔ پس تو نے جانداروں کے پیدا کرنے سے پہلے سنگ و گیاہ کو مہیا کر دیا جیسا کہ علم جیولوجی میں پہاڑوں اور درختوں کا حیوان اور انسان سے پہلے پیدا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

۱۹۱: ۲۵۲، ۱۲

مقطع میں پھر اپنی عادت کے موافق شوخی کی ہے۔ تمام ناملائم حالتوں کو جو قائل پر گزر رہی ہیں اُن کو ازراہ شوخی اور طنز کے عمدہ پیرائے میں ڈھالا ہے کہتا ہے کہ آنکھ روتی ہے زبان فریاد کرتی ہے اور دل تڑپتا ہے۔ گویا تمام عقدے تو نے حل کر دیے ہیں۔ چونکہ آنکھ کا رونا، زبان کا فریاد کرنا اور دل کا تڑپنا۔ ان تینوں حالتوں میں ایک کشائش کی صورت محسوس ہوتی ہے ؟؟؟ لیے ان تمام حالتوں کو اپنے عقدوں کے حل کرنے سے تعبیر کیا ہے اگر اس مضمون کو شوخی پر محمول نہ کیا جائے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عشق کی معراج یہی ہے کہ آنکھ روئے زبان فریاد کرے اور دل تڑپے پس غالب پر جو یہ حالتیں طاری ہیں گویا عشق کی راہ میں جتنے عقدے تھے وہ تو نے سب حل کر دیے۔

۱۹۸: ۲۶۱، ۱ غزل مسلسل عاشقانہ

۱۹۸: ۲۶۱، ۵

۱۹۸: ۲۶۱، ۶

۱۹۸: ۲۶۱، ۷

۱۹۸: ۲۶۱، ۲

۱۹۸: ۲۶۱، ۴

برسم تھاؤ یا انار وغیرہ کی بالشت بالشت بھر کی لکڑیاں کاٹ کر آتش پرست رکھ لیتے ہیں اور عبادت یا نہانے یا کھانے کے وقت اُن کو ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہیں برسم گزار اور زمزم سرائے آتش پرست کو کہتے ہیں۔ زمزم اور زمزمہ وہ دعا ہے جو آتش پرست برسم ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہیں۔

۱۹۸: ۲۶۱، ۸

تفسیدہ دشت۔ تپتا ہوا صحرا۔ باقی شعر کے معنی صاف ہیں۔

۱۹۸ : ۲۶۱ / ۹

یعنی زلف پرخم اُس کے چہرے پر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے سیاہ نقاب منہ پر پڑی ہوئی ہو اور جو کپڑا وہ بدن پر ڈالتا ہے وہ بدن کی چمک دمک سے سنہرا معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۸ : ۲۶۱ / ۱۰

یعنی جب دعویٰ حسن و جمال کرتا ہے تو لیلیٰ کی ہجو کرتا ہے اور غالب کے چڑانے کو مجنوں کی تعریف کرتا ہے کہ وہ بڑا عاشق صادق تھا۔

۱۹۹ : ۲۶۲ / ۲ — عاشقانہ

یعنی تو جو یہ کہتا ہے کہ "میں ظلم سے پشیمان ہو گیا ہوں" تو کب پشیمان ہوا ہے! کیونکہ وہ جھوٹ جو سچ معلوم ہو۔ جیسا تو پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے۔ پس تیرا یہ کہنا کہ میں ظلم سے پشیمان ہوں یہ بھی اُسی ظلم میں داخل ہے۔

۱۹۹ : ۲۶۲ / ۴ — عاشقانہ

کہتا ہے کہ تو سینے میں دل کی طرح اور دل میں جان کی طرح بیٹھ چکا ہے پھر بھی تیری نگاہ عمر فزا کا وہی حال ہے جو پہلے تھا کہ محبت کی آگ بھڑکائے چلی جاتی ہے۔

۱۹۹ : ۲۶۲ / ۵ — عاشقانہ

۱۹۹ : ۲۶۲ / ۱۰ — شکایت روزگار

۲۰۰ : ۲۶۴ / ۲ — تصوف

۲۰۰ : ۲۶۴ / ۴ — عاشقانہ

جائے کے سبز بودن۔ اُس کی جگہ کا خالی رہنا۔ اور سبز ہونے کے معنی سرسبز و شاداب ہونے کے بھی ہیں۔ طرف جوئبار۔ کنارہ جوئبار چمن کی پٹڑی پر سبزہ دیکھ کر کہتا ہے کہ اے کنارہ جوئبار چمن! تو جو اس قدر سرسبز و شاداب ہے تو کس کی جگہ ہے کیونکہ وہاں معشوق کو نہیں پایا اس لیے بطور شگون نیک کے اول یادش بخیر کہہ کر پھر سوال کرتا ہے۔

۲۰۰ : ۲۶۴ / ۶ — تصوف

۲۰۰ : ۲۶۴ / ۹ — تصوف

۲۰۰ : ۲۶۴ / ۱۰ — تصوف

بمرگ من۔ یعنی اے شب تجھ کو میری موت کی قسم۔ چونکہ اُس وقت اپنی موت سے زیادہ کسی چیز کو عزیز نہیں سمجھتا اس لیے رات کو اپنی موت کی قسم دے کر پوچھتا ہے تو کس کی فردائے قیامت ہے۔ یعنی جو سختی کہ تجھ میں میرے اوپر گزر رہی ہے کسی کافر کے ساتھ نہ گزرتی ہوگی پھر تو کافر سے بھی بڑھ کر کون سے گنہگار کی قیامت کا دن ہے! بتاؤ تو سہی ہو۔

۲۲۹ : ۳۰۹ / ۱ — غزل مسلسل عاشقانہ

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۲

کہتا ہے کہ اس دل سے یقیناً چشمۂ نوش نہیں ٹپک سکتا جس کو کہ زنبور کی طرح تصور میں فشار نہ دیوے یعنی جب تک کہ دل عشق مجازی کے صدمے نہیں جھیلتا اور طرح طرح کی کوفت اُس میں نہیں اٹھاتا اس میں صفائی اور لطافت اور گھلاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۳

اور وہ کام یہی ہے کہ عشق کے شکنجے میں دل کو فشار دیا جائے۔

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۵

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۶

یزداں نشناس اور حق الفت گذار دونوں مرکب صفتیں ہیں باقی شعر کے معنی ظاہر ہیں۔

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۸

فُسرد فُسُردن کا مضارع ہے فسردن ٹھٹھر جانا، خشک ہو جانا یعنی کیا یہ بات ظاہر نہیں ہے ؟ کہ وہ خون جس سے تو کسی صلیب کو رنگین نہ کرے گا مرنے کے بعد بدن میں خشک ہو کر رہ جائے گا۔

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۷

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۱۰

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۱۱

۲۳۹ : ۳۰۹ ،۱۲

یعنی اگر اس کہنے میں تیری کسر شان نہ ہو تو اے غالب تیری مثال ابر بہار کی سی ہے کہ موتی برساتا ہے اور ان کی گنتی نہیں بتاتا یعنی بے شمار موتی برساتا ہے۔

۲۰۴ : ۲۷۱ ،۲ تصوف

۲۰۴ : ۲۷۱ ،۹ تصوف

یعنی میرے تار نفس سے جو نغمے نکل رہے ہیں انھوں نے ایک شور بپا کر رکھا ہے مگر اے جنبش مضراب کہ جس سے یہ تار بج رہا ہے تو کہاں ہے ؟ تیرا کہیں پتا نہیں

۲۰۴ : ۲۷۱ ،۱۰ فخریہ

فرتاب کرامت اور معجزے کو کہتے ہیں۔ گوسالہ پرستوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ناقص العیار شاعروں کو مانتے ہیں۔

۲۰۶ : ۲۷۳ ،۱ تصوف

دیدہ وریعنی صاحب نظر وہ شخص ہے کہ جب اُس کو یہ خیال پیدا ہو کہ دنیا میں کونسی چیزیں دلکش و دلربا

ہیں تو وہ انگمڑ پھر کے اندر بتان آذری کو رقص کرتے ہوئے دیکھ لے یعنی مادّے میں جو قابلیت اور استعداد خدا نے ودیعت کی ہے وہ پہلے اس سے کہ قوت سے فعل میں آئے اُس پر ظاہر ہو جائے۔

۲۰۶ : ۲۷۳ / ۴ تصوف

یہ خطاب ہے جناب احدیت کی طرف کہتا ہے کہ جس ذرّے کو دیکھیے اُس کا منہ تیرے ہی رستے کی طرف پھرا ہوا ہے۔ اور اس لیے تیری طلب میں خود بادیہ یعنی صحرا کو اپنا رہبر بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اُس کا ہر ذرہ تیری طرف رہنمائی کرتا ہے۔

۲۰۶ : ۲۷۳ / ۵ تصوف

کہتا ہے کہ جس کے پہلو میں دل ہے اُس کے دل سے تیرا داغ روئیدگی کی طرح اُگتا ہے اور یہ اس لیے کہ اگر وہ دل کسی اور سے لگا لے تو اس حجت سے کہ تیری نشانی اُس پر موجود ہے۔ وہاں سے اپنی چیز یعنی دل واپس لے لے۔ داوری۔ جھگڑا ٹنٹا۔ اور حجت۔

۲۰۶ : ۲۷۳ / ۷ تصوف

یعنی ہم ملائکہ پر کیوں رشک کریں جب کہ وہ بھی بے فائدہ تیری تلاش میں پرواز کرتے پھرتے ہیں اور تجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔

۲۰۶ : ۲۷۳ / ۸ تصوف

یعنی افسوس کہ میں تو خون میں پڑا ہوا لوٹوں، اور تیری نسبت یہ کہا جائے کہ تو آنسو آنکھ کے اندر گن لیتا ہے۔ اور فریاد کو سینے کے اندر دیکھ لیتا ہے۔

۲۰۶ : ۲۷۳ / ۹ نارسائی

یعنی میری شومی بخت کا یہ حال ہے کہ اگر کوثر مجھے مل جائے تو اُس میں نمی باقی نہ رہے اور مجھے اُس سے خاک کے سوا کچھ حاصل نہ ہو اور اگر طوبیٰ میری ملک ہو جائے۔ تو وہ ایسا بے بر ہو جائے کہ اُس کی لکڑی ایندھن کے کام آئے۔

۲۰۶ : ۲۷۳ / ۱۱ حالت فکر شعر

کہتا ہے کہ اگر فکر شعر کے وقت تو میری حالت دروں کو ٹٹولے تو دل کے گداز سے ایک آگ کی رَو بہتی ہوئی تجھ کو نظر آئے۔ یہ اُس جوش اور اُس آگ کا بیان ہے جو اصلی شاعروں کے دل میں شعر کہتے وقت بھڑکتی رہتی ہے۔

انتخاب معاصرین

ح : حالی

س : سرسید

ص : نواب صدیق حسن خان

ح شاهد حسن ترا در روش دلبرے — طرهٔ پرخم صفات موی میان ماسوا

ح آب نه بخشی بزور خون سکندر هدر — جان نپذیری بهیچ نقد خضر ناروا

ح بزم ترا شمع و گل خستگی بوتراب — ساز ترا زیر و بم واقعهٔ کربلا

ح ساده ز علم و عمل مهر تو ورزیده ایم — مستی ما پایدار بادهٔ ما ناشتا

س خاموشی ما گشت بدآموز بتان را — زین پیش وگرنه اثری بود فغان را

س در طبع بهار این همه آشفتگی از چیست — گوئی که دل از بیم تو خون گشته خزان را

س بر طاعتیان فرخ و بر عشرتیان سهل — تا نیم شب آدینهٔ ماه رمضان را

ح اے خاک درت قبلهٔ جان و دل غالب — کز فیض تو پیرایهٔ هستیست جهان را

ح تا نام تو شیرینی جان داده به گفتن — در خویش فرو برده دل از مهر زبان را

ح حال ما از غیر مے پرسی و منت می بریم — آگهی باری که آگه نیستے از حال ما

ح ما همائے گرم پروازیم فیض از ما مجوی — سایه همچون دود بالا میرود از بال ما

ح دل مایوس را تسکین بمردن میتوان دادن — چه امیدست آخر خضر و ادریس و مسیحا را

ح غلطی بر هستی عالم کشیدیم از مژه بستن — ز خود رفتیم و هم با خویشتن بردیم دنیا را

ح وقت تاراج غم تست چه پیدا چه نهان — همچو رنگ از رخ ما رفت دل از سینهٔ ما

ح جوئی از باده و جوئی ز عسل دارد خلد — لب لعل تو هم این ست و هم آنست مرا

ح خارها از اثر گرمے رفتارم سوخت — منتے بر قدم راهروانست مرا

ح هردو تعبیهٔ در رفته به آهم غالب — توشهٔ بر لب جو مانده نشانست مرا

ح س سایه و چشمه به صحرا دم عیسی دارد — اگر اندیشهٔ منزل نشود رهزن ما

س تا رود شکوهٔ تیغ ستم آسان از دل — بخیه بر زخم پریشان فتد از سوزن ما

س دوست باکینهٔ ما مهر نهان می ورزد — خود ز رشکست اگر دل برد از دشمن ما

ح س می برد مور تگر جان بسلامت ببرد — تا چه برقست که شد نامزد خرمن ما

س دعوے عشق ز ما کیست که باور نکند — می جهد خون دل ما ز رگ گردن ما

ح س نحو ما ز لطافت نپذیرد تحریر — نشود گرد نمایان ز رم توسن ما

س طوطیان را نبود هرزه جگر گون منقار — خورده خون جگر از رشک سخن گفتن ما

ح س ما نبودیم بدین مرتبه راضی غالب — شعر خود خواهش آن کرد که گردد فن ما

س نقش ز خود براه گذر بسته ایم ما — بر دوست راه ذوق نظر بسته ایم ما

با بندهٔ خود این همه سختی نه کنند	خود را بزور بر تو گره بسته ایم ما	س ح
بر روی حاسدان در دوزخ گشوده رشک	از بهر خویش جنت در بسته ایم ما	ح
فرمان درد چه تا چه روائی گرفته است	صد جا چو نی بناله کمر بسته ایم ما	س ص
سوز ترا روان همه در خویشتن گرفت	از داغ تهمتی به جگر بسته ایم ما	ح
هر جاست ناله همت ما حق گزار اوست	حرزی بیال مرغ سحر بسته ایم ما	ص
با چون توئی معامله بر خویش منت ست	از شکوهٔ تو شکر گزار خودیم ما	ح
روی سیاه خویش ز خود هم نهفته ایم	شمع خموشش کلبهٔ تار خودیم ما	ح
نیرزم التفات دزد و رهزن بی نیازی بین	متاعم را بغارت داده اندازه تا روائیها	س
گدوئی چون زمی یابم چنان بر خویشتن بالم	که پنداردم سر آمد روزگار بینوائیها	ح ص
سخن کوته مرا هم دل بتقوی مائلست اما	ز ننگ زاهد افتادم بکافر ماجرائیها	ح
در مشرب حریفان منعست خود نمائی	بنگر که چون سکندر آئینه نیست جم را	ح
بیک دو شیوه ستم دل نمیشود خرسند	بمرگ من که بسامان روزگار بیا	ص
بهانه جوست در الزام مدعی شوقت	یکی برغم دل ناامیدوار بیا	ص
هلاک شیوهٔ تمکین مخواه مستان را	عنان گسسته تر از باد نوبهار بیا	ص
ز ما گسستی و با دیگران گرو بستی	بیا که عهد وفا نیست استوار بیا	ح
وداع و وصل جداگانه لذتی دارد	هزار بار برو صد هزار بار بیا	ح ص
رواج صومعه هستیست زینهار مرو	متاع میکده مستیست هوشیار بیا	ح ص
چون به قاصد بسپرم پیغام را	رشک نگذارد که گویم نام را	ح
گشته در تاریکی روزم نهان	گو چراغی تا بجویم شام را	ح
تا نیفتد هر که تن پرور بود	خوش بود گر دانه نبود دام را	ح
دلستان در خشم غالب بوسه جوی	شوق نشناسد همی هنگام را	ح
در هجر طرب بیش کند تاب و تبم را	مهتاب کف مار سیاهست شبم را	ح
بر نمی آید ز چشم از جوشش حیرانی مرا	شد نگه زنار تسبیح سلیمانی مرا	ص
وه که پیش از من بپابوس کسی خواهد رسید	سجدهٔ شوقی که می بالد به پیشانی مرا	ص
تشنه لب بر ساحل دریا ز غیرت جان دهم	گر بموج افتد گمان چین پیشانی مرا	ح
به گیتی شد عیان از شیوهٔ عجز اضطرار ما	ز پشت دست ما باشد قماش رشتهٔ کار ما	ص
نشستن بر سر راه تحیر عالمی دارد	که هر کس میرود از خویش میگردد دوچار ما	ص
نهال شمع را بالیست از کاهیدنست اینجا	گداز جوهر هستی ست غالب آبیار ما	ص
بیابان محبت یاد می آرم زمانی را	که دل عهد وفا نابسته دام دلستانی را	ح

ص	اجازت داد پیش یکدو حرف از درد دل گفتم	پس از دیری که بر خود عرصه دادم داستانی را
ص	حیرانیٔ ما آشنهٔ شهرت یار ست	شد جاده بکویش نفس باختهٔ ما
ع	آوازهٔ شرع از سر منصور بلند ست	از شب روئی ماست شکوه عسس ما
ع	وقتست که خون جگر از درد بجوشد	چندان که چکد از مژهٔ داد رسس ما
ع	درد هر فرد در فتنهٔ لذت نتوان بود	بر قند نه بر شهد نشیند مگس ما
ص	طول سفر شوق چه پرسی که درین راه	چون گرد فرو ریخت صدا از جرس ما
ص	حوران بهشتی که ندارند گلاے	بر خویش فشانند گداز نفس ما
ص	ندانم تا چه برق فتنه خواهد ریخت بر هوشم	تصور کرده ام بگسستن بند نقابش را
ص	صدوت بسکه تاب جمالش نقاب را	دانم که در میان نه پسندد حجاب را
ص	چه دود دل چه موج رنگ در هر پرده از هستی	خیالم شانه باشد طرهٔ خواب پریشان را
ص	بشبها پاس ناموست ز خویشم بدگمان دارد	ز شور ناله میریزم نمک در دیده دربان را
ص ص	رسید نهاے منقار همارا استخوان غالب	پس از عمری بیادم داد رسم دراه پیکان را
ع	بادهٔ مشکبوی ما بید و کنار کشت ما	کوثر و سلسبیل ما طوبی ما بهشت ما
ص	بسکه غم تو بوده است تعبیه در سرشت ما	نسخهٔ فتنه می برد چرخ ز سرنوشت ما
ع	حسرت وصل از چه رو چون بخیال سرخوشیم	ابر اگر بایستد بر لب جو ست کشت ما
ع	برده صدا رلعین بسر بر سر صد هزار خم	گر نهی در آفتاب باده چکد ز خشت ما
ع	باده اگر بود حرام بذله خلاف شرع نیست	دل نهی بخوب ما طعنه مزن بزشت ما
ع	گفت بحکم حسرتی غالب خسته این غزل	شاد بهیچ میشود طبع وفا سرشت ما
ص	دل تاب ضبط ناله ندارد خدای را	از ما مجوے گریهٔ بے هاے هاے را
ص ع	مردم ز فرط ذوق و تسلی نمی شوم	یارب کجا برم لب خنجر ستاے را
ص	غالب بریدم از همه خواهم که زین سپس	کنجی گزینم و بسپرم ستم خداے را
ص	اے لذت جفاے تو در خاک بعد مرگ	با جان سرشته حسرت عمر دوباره را
ع	شبم تاریک و منزل دور و نقش جاده ناپیدا	هلاکم جلوهٔ برق شراب گاه گاهی را
ص	چشم بر تازکی شور جنون دوخته ست	در خزان بیش بود مستی دیوانهٔ ما
ع	می باندازه حرام آمده ساقی برخیز	شیشهٔ خرد بشکن بر سر پیمانهٔ ما
ع	مو بر آید ز کف دست اگر دهقان را	نیست ممکن که کشد ریشه سر از دانهٔ ما
ص	نمد بوی کباب از نفس عنبر و خوشم	می شناسم اثر گرمیٔ پنهان ترا
ع	خرابیم در رضایش در خرابیهاے ما باشد	ز چشم بد نگهدارد خدا ما دوستکامان را
ع	لبیا افتاده سرمست و لبیا افتاده در طاعت	تو دانی تا به لطف از خاک برداری گدایان را

عالم آئینهٔ رازست چه پیدا چه نهان — تاب اندیشه نداری به نگاهی دریاب — ح ص
داغ ناکامی حسرت بود آئینهٔ وصل — شب روشن طلبی رو ز سیاهی دریاب — ص
فرصت از کف مده و وقت غنیمت پندار — نیست گر صبح بهاری شب ماهی دریاب — ح
گر پس از جور بانصاف گراید چه عجب — از حیا روی بما گر ننماید چه عجب — ح
بودش از شکوه خطر ورنه سری داشت بمن — بنوازم اگر از مهر بیاید چه عجب — ح
چون گشودی گشدم رشک که در پردهٔ جام — از لب خویش اگر بوسه رباید چه عجب — ص
طرهٔ درهم و پیراهن چاکش نگرید — اگر از ناز بخود هم نگراید چه عجب — س ص
باچنین شرم که از هستی خویشش باشد — غالب ار رخ بره دوست نساید چه عجب — ح

بذکر مرگ شبی زنده داشتن ذوقیست — گرت فسانهٔ غالب شنیدنیست مخسپ — ص

حق جلوه گر ز طرز بیان محمدست — آری کلام حق بزبان محمدست — ح
آئینه دار پرتو مهرست ماهتاب — شان حق آشکار ز شان محمدست — ح
تیر قضا هر آئنه در ترکش حق ست — اما کشاد آن ز کمان محمدست — ح
دانی اگر به معنی لولاک وارسی — خود هرچه از حقست از آن محمدست — ح
هرکس قسم بدانچه عزیزست می خورد — سوگند کردگار بجان محمدست — ح
واعظ حدیث سایهٔ طوبی فرو گذار — کاینجا سخن ز سرو روان محمدست — ح
بنگر دو نیمه گشتن ماه تمام را — کان نیمه جنبشی ز بنان محمدست — ح
در خود ز نقش مهر نبوت سخن رود — آن نیز نامور ز نشان محمدست — ح
غالب ثنای خواجه به یزدان گذاشتیم — کان ذات پاک مرتبه دان محمدست — ح
عمریست که می میرم و مردن نتوانم — در کشور بیداد تو فرمان قضا نیست — ص
جنت نکند چارهٔ افسردگی دل — تعمیر باندازهٔ ویرانهٔ ما نیست — ص
در گرد ناله وادی دل رزمگاه کیست — خونی که میدود بشرائین سپاه کیست — ص
ما با تو آشنا و تو بیگانه ز ما — آخر تو و خدا که جهانی گواه کیست — ص
بیخود بوقت ذبح تپیدن گناه من — دانسته دشنه تیز نکردن گناه کیست — ص س ح
ظالم تو و شکایت عشق اینچه ماجراست — باری بمن بگو که دلت دادخواه کیست — ص
در خود گم ست جلوهٔ برق عتاب تو — این تیرگی به طالع مشت گیاه کیست — ص
یاد از عدو نیارم و اینهم نه ز دردسریست — کاندر دلم گزشتن با دوست همنشینیست — ح
من سوئے او به بینم و اندر ز بیحیائیست — او سوی من نه بیند دانم ز شرمگینیست — ح

س نازم بندو یابی نازو بگوشش و گردن — چندان که ابر نیسان در گوهر آفرینیست
ص ناز سرمایه دیگر ز تو یافیت — نمک خوان تو خوان نمکست
ص گر نمک سود سکینے زخم دلم — سود زخمست و زبان نمکست
ح چه فتنه ها که دراندازهٔ گمان تونیست — قیامتست دل دیر مهربان تونیست
ح رمان فدای تو نام که بردهٔ ناصح — زهی لطافت ذوقیکه دربیان تونیست
ح دل ازخموشی لعلت امیدوار چراست — چه گفتهٔ بزبانی که درد هان تونیست
س ح گمان زیست بود بر منت زبیدردی — بدست مرگ ولی بدتر از گمان تونیست
ح بی تکلف در بلا بودن به از بیم بلاست — قعر دریا سلسبیل وروی دریا آتشست
ح پاک خور امروز وزنهار از پی فردامنه — در شریعت باده امروز آب وفردا آتشست
ص بخود رسیدنش از ناز بسکه دشوارست — چو ما بدام تمنای خود گرفتارست
ص غمم شنیدن و لختی بخود فرو رفتن — خوشا فریب ترحم چه ساده پرکارست
ص ز آفرینش عالم غرض جز آدم نیست — بگرد نقطهٔ ما دور هفت پرکارست
ح زوهم نقش خیالے کشیدهٔ ورنه — وجود خلق چو عنقا بدهر نایابست
ح قوی فتاده چو نسبت ادب مجو غالب — ندیدهٔ که سوے قبله پشت محرابست
ص نازم نگه بشرم که دلها ز میان برد — ز انسان که خود آن چشم فسونساز ندانست
ص همدم که ز اقبال نوید اثرم داد — اندوه نگاه غلط انداز ندانست
ح ص هرچه فلک نخواستست هیچکس از فلک نخواست — ظرف فقیه می نجست بادهٔ ما گزک نخواست
س جاه ز علم بیخبر علم زجاه بےنیاز — هم محک تو زر ندید هم زر من محک نخواست
ح بحث وجدل بجاے مان میکده جوے کاندران — کس نفس از جمل نزد کس سخن از فدک نخواست
س خرقه خوش ست در برم پرده چنین خشن خوش ست — عشق بنجار خار غم پیرهنم تنک نخواست
س رند هزار شیوه را طاعت حق گران نبود — لیک صنم بسجده در ناصیه مشترک نخواست
س سهل شمرده سرسری تا تو زعجز لشمرسے — غالب اگر بداوری داد خود از فلک نخواست
س میر بخود از تحمل بار جفاے خویش — هان شکوهٔ که خاطر دلدار نازک ست
س درکشاکش ضعفم نگسلد روان از تن — اینکه من نمی میرم هم ز ناتوانیهاست
ص سرگرمی خیال تو از ناله باز داشت — دل پاره آتشیست که دودش نمانده است
ح دل جلوه می دهد هنر خود در انجمن — رحمی نگر بجان حسودش نمانده است
ح غالب زبان بریده و آگنده گوش نیست — اما دماغ گفت و شنودش نمانده است
ح بلبل ولت بنالهٔ خونین به بند نیست — آسوده زی که یار تو مشکل پسند نیست
س از دوست میل قرب به کشتن غنیمت ست — گر تیغ در کمان به نشاط کمند نیست

بیخود بزیر سایهٔ طوبی غنوده اند   شبگیر رهروان تمنا بلند نیست   ح

لذت عشقم ز فیض بینوائی حاصلست   آنچنان تنگست دست من که پنداری لبست   ص

دوشینه بمستی که مکیدست لبش را   کامروز به پیمانهٔ می در شکر آبست   ص

رسید تیغ توام بر سر و ز سینه گذشت   زهی شگفتگی دل که از جبین پیداست   س

اختری خوشتر از نیم بجهان میبایست   خرد پیر مرا بخت جوان میبایست   ح

تا تنک مایه بدریوزه خود آرا نشود   ز رخ پیرایهٔ گفتار گران میبایست   ح

چشم بد دور چه خوش می تپم امشب که بدوز   نفس سوخته در سینه پریشان شده است   ص

دُرد در روغن بچراغ و کُدری به ایاغ   تا خود از شب چه بجا ماند که مهمان شده است   ص

بذوق خلوت ناز تو خواب گشت تنم   قضا بعربده در چشم پاسبانم سوخت   ص

ز گلفروشی ننالم که اهل بازارست   بتاک گرمی رفتار باغبانم سوخت   ص

گفتم بروزگار سخنور چو من بسیست   گفتند اندرین که تو گفتی سخن بسیست   ح

مشکین غزاله ها که نه بینی بهیچ دشت   در مرغزار هاے ختا و ختن بسیست   ح

در صفحه نبودم همه آنچه در دلست   در بزم کمترست گل و در چمن بسیست   ح

درازدستی من چاکی ار فگند چه عیب   ز پیش دلق ورع با هزار پیوندست   ح

نه گفته که به تلخی بسازو پند پذیر   برو که بادهٔ ما تلخ تر ازین پندست   ح

وجود او همه حسنست و هستیم همه عشق   به بخت دشمن و اقبال دوست سوگندست   ص

ز بیم آن که مبادا بمیرم از شادی   نگوید ارچه بمرگ من آرزومندست   ص

اگرچه بهر من از بهر خود عزیزم دار   که بنده خوبی او خوبی خداوندست   ح ص

پیوسته دهد باده و ساقی نتوان خواند   همواره تراشد بت و آزر نتوان گفت   ص

در گرم روی سایه و سرچشمه نجوئیم   با ما سخن از طوبی و کوثر نتوان گفت   ح

آن راز که در سینه نهانست نه وعظ ست   بر دار توان گفت و به منبر نتوان گفت   ح ص

کاری عجب افتاد بدین شیفته مارا   مومن نبود غالب و کافر نتوان گفت   ح

گفتم ز که پرسم خبر عمر گذشته   ساقی بقدح بادهٔ ده ساله فروریخت   ح

در قالب ملاء اثرش پرده کشا شد   خاکی که قضا در تن گو ساله فرو ریخت   ح

شد فگار از نازکی چندانکه رفتارش نماند   نازنین پا بالش بکوی غیر بوسیدن نداشت   س

گر منافق وصل تا خوش در موافق هجر تلخ   دیده داغم کز روی دوستان دیدن نداشت   ح

بر آدم از امانت هرچه گردون برنتافت   ریخت می بر خاک چون در جام گنجیدن نداشت   ح

غمت بشر شبیخون تنان به پنگه خلق   عسس بخانه و شه در حرم سر آخفتست   ص

درازی شب و بیداری من اینهمه نیست   ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست   ص

ص	گشته را رشک کشتهٔ دگرست	من و زخمے که بر دل از جگرست
ح ص	قفس و دام را گناہے نیست	ریختن در نهاد بال و پرست
ح	ریزد آن برگ و این گل افشاند	هم خزان هم بهار در گذرست
ص ح	بی تو گر زیسته ام سختی این درد بسنج	بگذر از مرگ که وابستهٔ هنگامی هست
ح	کیست در کعبه که رطلی ز نبیدم بخشد	در گروگان طلبد جامهٔ احرامی هست
ص	بر دل نازک دلدار گرانے مفتاد	خواهش ما که جگر گوشهٔ ابرامی هست
ص	شعر غالب نبود وحی و نگوئیم ولی	تو و یزدان نتوان گفت که الهامی هست
ص	گیرم ز داغ عشق تو طرفی نه بست دل	اینم نه بس بود که جگر روشناس کیست
ص	لرزم بکوے غیر ز بیتابی نسیم	کاندر امیدواری بوے لباس کیست
ص	گیرم که رسم عشق من آورده ام بدهر	ظلم آفریدهٔ دل حق ناشناس کیست
ص	صحن چمن نمونهٔ بزم فراغ تو	باد سحر علاقهٔ ربط حواس کیست
ص	آنکه بے پرده بصد داغ نمایانم سوخت	دیده پوشید و گمان کرد که پنهانم سوخت
ص ح	نه بدر جسته شرار و نه بجا مانده رماد	سوختم لیک ندانم بچه عنوانم سوخت
س	حاجت افتاد بروزم ز سیاهی بچراغ	دل به بیرونقی مهر درخشانم سوخت
ص	بختم ندهد کام دل غمزده غالب	گوئی لب یارست که در بوسه لئیم ست
ح	با دوست هر که باده بخلوت خورد مدام	داند که حور و کوثر و دارالسلام چیست
ح	دلخسته غمیم و بود مے دوای ما	با خستگان حدیث حلال و حرام چیست
ح	از کاسهٔ کرام نصیب ست خاک را	تا از فلک نصیبهٔ کاس کرام چیست
ح	نیکی ز تست از تو نخواهیم مزد کار	ور خود بدیم کار تو ایم انتقام چیست
ص ح	غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت	پرسد چرا که نرخ مے لعل فام چیست
ح	لطف خدای ذوق نشاطش نمیدهد	کافر دلی که با ستم دوست خو گرفت
ح س ص	رضوان چو شهد و شیر به غالب حواله کرد	بیچاره باز داد و مے مشک بو گرفت
س	خود اولین قدح مے بنوشش و ساقی شو	که آخر از طرف تست گر حجابی هست
س	بروے صید تو از ذوق استخوان تنش	هما ز تیزی پرواز بسمل افتادست
س	کهنه نخل تازه از صرصر ز پا افتاده ام	خاکم ار کاوی هنوزم ریشه در گلزارست
ح	رموز دین نشناسم درست و معذورم	نهاد من عجمی و طریق من عربیست
س ح	نشاط جم طلب از آسمان نه شوکت جم	قدح مباش ز یاقوت باده گر عنبیست
ح	هر آنچه در نگری جز بجنس مائل نیست	عیار بیگی ما شرافت نسبیست
س	میان غالب و واعظ نزاع شد ساقی	بیا به لابه که هیجان قوت غضبیست

نشاط معنویان از شرابخانهٔ تست   فسون بابلیان فصلی از فسانهٔ تست   ع
بجام و آینه حرف جم و سکندر چیست   که هر چه رفت بهر عهد در زمانهٔ تست   ع
هم از احاطهٔ تست اینکه در جهان ما را   قدم به بتکدهٔ و سر بر آستانهٔ تست   ع
سپهر را تو بتاراج ما گماشتهٔ   نه هرچه دزد زما برد در خزانهٔ تست   ح
مرا چه جرم گر اندیشه آسمان پیماست   نه تیزگامی توسن ز تازیانهٔ تست   ع

جیحون دنیل نیست دلست از خدا بترس   گر نیست خون دیده بدامن درین چه بحث   س

آه از شرم تو و ناکامی ما زود باش   در تلافی پایهٔ مهر و وفای ما مسنج   س

حق آن گرمی هنگامه که دارم بشناس   ای که در بزم تو ماتم بچراغ دم صبح   س

قاصد من براه مرده ز من   همچنان در شمارهٔ فرسخ   س

کفیل هوش خودم وقت می ببزم حبیب   بشرط آنکه ز یک قلزمم فزون ندهد   س
شباب و زهد چه ناقدردانی هستیست   بلا بجان جوانان پارسا ریزد   ح
به بند پرسش عالم نمی توان افتاد   توان شناخت ز بندی که بر زبان افتاد   ص
فغان من دل خلق آب کرد ورنه هنوز   نگفته ام که مرا کار با فلان افتاد   س
من آن نیم که بتانم کنند دلجوئی   خوشم ز بخت که دلدار بدگمان افتاد   ص
حدیث می بدف و چنگ درمیان داریم   کنون که کار به شیخ نهفته دان افتاد   ص
بکوی یار زپا افتم و کنم فریاد   بدان دریغ که وانند ناگهان افتاد   ص
غریبم و تو زبان دان من نهٔ غالب   به بند پرسش حالم نمی توان افتاد   ص
آخر منزل نخست خوی تو راه میزند   اول منزل دگر بوی تو زاد میدهد   ح
مست عطای خود کند ساقی ما نه مست می   باده زیاد می برد بسکه زیاد میدهد   س ح
دل اسباب طرب گم کرده در بند غم نان شد   زراعتگاه دهقان میشود چون باغ ویران شد   ح
زما گرمست این هنگامه بنگر شور هستی را   قیامت میدمد از پردهٔ خاکی که انسان شد   ح
قضا از ذوق معنی شیرهٔ میریخت در جانها   نمی از لای پالایش چکید و آب حیوان شد   ح
هرچه رازی که به مستی ز دل آید بیرون   در بهاران همه بوئیت ز صبا می آید   ح
جلوه ای داغ که دودم ز نمک میخیزد   مژده ای درد که نشتم ز دعا می آید   ح

ح خوش ست آنکه با خویش جز غم ندارد — ولے خوشتر ست آنکه این هم ندارد
ح سرابے که رخشد بویرانه خوشتر — ز چشمے که پیرایهٔ نم ندارد
ح سخن نیست در لطف این قطعه غالب — بہشتے بود هند کا دم ندارد
ص ح رخ کشودند و لب هرزه سرایم بستند — دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند
ح سوخت آتشکده ز آتش نفسم بخشیدند — ریخت بتخانه ز ناقوس فغانم دادند
ح گهر از رایت شاهان عجم بر چیدند — بعوض خامهٔ گنجینه فشانم دادند
ح افسر از تارک ترکان پشنگی بردند — به سخن ناصیهٔ فرکیانم دادند
ح گوهر از تاج گسستند و بدانش بستند — هر چه بردند به پیدا به نهانم دادند
ح هر چه در جزیه ز گبران مے ناب آوردند — بشب جمعهٔ ماه رمضانم دادند
ح هر چه از دستگه پارس به یغما بردند — تا بنالم هم ازان جمله زبانم دادند
ص برق بنشاند آرم و ابرے بتراوش — زان دشنه که اندر کف جلاد بجنبد
ح خوبان نه آن کنند که کس را زیان رسد — دل برد تا دگر چه از آن دلستان رسد
ح مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست — هر جا کنیم سجده بدان آستان رسد
ح گم شد نشان من چو رسیدم به کنج دیر — مانند آن صدا که بگوش گران رسد
ح در دام بهر دانه نیفتم بمر قفس — چندان کنی بلند که تا آشیان رسد
ح تیر نخست را غلط انداز گفته ام — اے واے گر نه تیر دگر بر نشان رسد
ح امید غلبه نیست به کیش مغان درآی — می گر به جزیه دست ندادار مغان رسد
س نازم بامتیاز که بگذشتن از گناه — با دیگران ز عفو و بما از غرور بود
س اے آنکه از غرور بهیچم نمے خرے — زان پایه باز گوی که پیش از ظهور بود
ح جان بر سر مکتوب تو از شوق فشاندن — از عهدهٔ تحریر جوابم بدر آورد
ح آن کشتی بشکسته ز موجم که بتابے — افگند در آتش گر از آبم بدر آورد
ح گر جلوهٔ رخ تو بساغر ندیده ایم — چندین بذوق باده دل از جا چه میرود
ح ص هفت آسمان بگردش و ما در میانه ایم — غالب دگر مپرس که بر ما چه میرود
ح مجو آسودگی گر مرد راهی کاندرین وادی — چو خار از پا بر آید پا ز دامان بر نمی آید
ح بر آر از بزم بحث اے جذبهٔ توحید غالب را — که ترک سادهٔ ما با فقیهان بر نمے آید
س چه عیش از وعده چون باور ز عنوانم نمی آید — بخوی گفت می آیم که میدانم نمی آید
س به سخن هیچم و اندوه گسارش گردم — برم از غیر دلے را که حزین تو شود
ح چشم و دل باخته ام داد هنر خواهد داد — آنکه چون من همه دان و همه بین تو شود
ح کفر و دین چیست جز آلایش پندار وجود — پاک شو پاک که هم کفر تو دین تو شود

رفته بودی دگر از جا به سخن سازی غیر — منت از بخت که خاموشی ما یاد آمد — ح
دوش کز گردش بختم گله بر روی تو بود — چشم سوی فلک و روی سخن سوی تو بود — ح ص
دوست دارم گرهی را که بکارم زده اند — کاین همانست که پیوسته در ابروی تو بود — ح ص
مردن و جان بتمنای شهادت دادن — هم ز اندیشهٔ آزردن بازوی تو بود — ص
گرچنین ناز تو آمادهٔ یغما ماند — به سکندر نرسد هرچه ز دارا ماند
هم بسودای تو خورشید پرستم آری — دل ز مجنون برد آهو که به لیلا ماند — ح
شکوهٔ دوست ز دشمن نتوانم پوشید — گر غم هجر چنین حوصله فرسا ماند — ح
در بغل دشنه نهان ساخته غالب امروز — مگذارید که ماتم زده تنها ماند — ص ح
بستند زه جرعهٔ آبی به سکندر — دریوزه گر میکده صهبا به کدو برد — ح
مارا نبود بستهٔ دارا نبود میر — دستی که ز ما شست بخون که فرو برد — ص
یک گریه پس از ضبط دو صد گریه رها ده — تا تلخی آن زهر توانم ز گلو برد — ح ص
بریده ام ره معذری که گر بخشانم — بجای گهر دندان از بدن فرو ریزد — ح
ز جوش شکوهٔ بیداد دوست می ترسم — مباد مهر سکوت از دهن فرو ریزد — ح
مکن بپرسشم از شکوه منع کاین خونیست — که خود ز زخم دم دوختن فرو ریزد — ح
اگر بدل نه خلد هرچه از نظر گذرد — زهی روانی عمری که در سفر گذرد — ح
بوصل لطف باندازهٔ تحمل کن — که مرگ تشنه بود آب چون ز سر گذرد — ص ح
هست تفاوت بسی هم ز طلب تا بعید — لذت دیگر دهد بوسه چو دشنام شد — ص
دوری ز درد ز درمان نشناسی هشدار — کز تپیدن دل افگار بمرهم نرسد — ص
می به زهاد مکن عرض که این جوهر ناب — پیش این قوم بشوربایهٔ زمزم نرسد — ح ص ص
خواجه فردوس بمیراث تمنا دارد — وای گر در روش نسل به آدم نرسد — ح
هرچه بینی بجهان حلقهٔ زنجیری هست — هیچ جا نیست که این دائره باهم نرسد — ص
هرکجا دشنهٔ شوق تو جراحت بارد — جز خراشی بجگر گوشهٔ ادهم نرسد — ح
طوبی فیض تو هرجا گل و بار افشاند — جز نصیبی بپرستشگه مردم نرسد — ح
فارغ کسی که دل را بادرد وا گذارد — کشتت جهان سراسر دارو گیا ندارد — ح
جان در غمت فشاندن مرگ از قفا ندارد — تن در بلا فگندن بیم بلا ندارد — ح
بر خویشتن ببخشای گفتم دگر توانی — دارم دلی که دیگر تاب جفا ندارد — ص
چون لعل تست غنچه اما سخن نداند — چون چشم تست نرگس اما حیا ندارد — ح
باید زمی هر آئینه پرهیز گفته اند — آری دروغ مصلحت آمیز گفته اند — ح ص
پیره داران به فی دسانه فشارش دادند — ناله میخواست که شرح ستم ناز دهد — ص

ص — هر نسیمی که ز کوی تو بجا کم گذرد — یادم از ولولهٔ عمر سبک تاز دهد

ح — کو قفا تا همه آلایش پندار برد — از صور جلوهٔ ذات آئینه زنگار برد

ح — عشوهٔ مرحمت چرخ مخر کاین عیار — یوسف از چاه برآرد که ببازار برد

ح — جوهر طبعم درخشان ست لیک — روزم اندر ابر پنهان میرود

ح — هر نسیمی را مشامی درخورست — بوی پیراهن به کنعان میرود

ح — نومیدی ما گردش ایام ندارد — روزی که سیه شد سحر و شام ندارد

ح — بلبل بچمن بنگر و پروانه به محفل — شوقست که در وصل هم آرام ندارد

ح — چه خیزد از سخنی کز درون جان نبود — بریده باد زبانی که خونچکان نبود

ح — حکیم ساقی دمی تند و می زید خوی — ز رطل باده بخشم آیم ار گران نبود

ح — ز خویش رفته ام و فرصتی طمع دارم — که باز گردم و جز دوست ارمغان نبود

ح — زمام ناقه بدست تصرف شوقست — بسوی قیس گرایش ز ساربان نبود

س — بالتفات نگارم چه جای تهنیت ست — دعا کنید که نوعی ز امتحان نبود

ح — بتان شهر ستم پیشه شهریارانند — که در ستم روش آموز روزگارانند

ح — برند دل بادائی که کس گمان نبرد — فغان ز پرده نشینان که پرده دارانند

ص — بجنگ تا چه بود خوی دلبران کاین قوم — در آشتی نمک زخم داغدارانند

ص ح — نه زرع و کشت شناسند نی حدیقه و باغ — ز بهر باده هوا خواه باد و بارانند

ص — ز وعده گشته پشیمان و بهر دفع ملال — امیدوار ببرگ امیدوارانند

ص — ز روی خوی دمش نور دیدهٔ آتش — برنگ و بوی جگر گوشهٔ بهارانند

س — پی عتاب همانا بهانه می طلبد — شکایتی که ز ما نیست هم بما دارد

ح — چه ذوق رهروی آنرا که خار خاری نیست — مرو به کعبه اگر راه ایمنی دارد

ح — بیاورید گر اینجا بود زباندانی — غریب شهر سخنهای گفتنی دارد

ح — پیشم از آن بپرس که پرسی ز اهل کوی — گویند خسته زحمت خود زین دیار برد

ح س ص — نازم فریب صلح که غالب ز کوی تو — ناکام رفت و خاطر امیدوار برد

س — سرت گردم اگر پای نزاکت در میان نبود — تنم از لاغری صد خرده بر موی کمر گیرد

ح — هر کرا رخت نمازی نبود از نم می — جامی در حلقهٔ رندان قدح نوش مباد

ح — مفتیان باده عزیزست مریزید بخاک — جوشد از پرده دگر خون سیاوش مباد

ح — از رشک کرد آنچه بمن روزگار کرد — در خستگی نشاط مرا دید خوار کرد

ح — در دل همی ز بینش من کینه داشت چرخ — چون دیدگان نماند نهان آشکار کرد

ح — لنگر گسست صرصر و کشتی شکست موج — دانا خورد دریغ که نادان چه کار کرد

نومیدی از تو کفر و تو راضی نه بکفر — نومیدیم دگر تو امیدوار کرد ح
بشرع آدیزد و حق هیچ کم از مجنون نه باری — دلش با محملست اما زبان با ساربان دارد ح
خدایا وقت پرسش نیست گفتم بگذر از غالب — که هم جان بر لب و هم داستانها بر زبان دارد ح
آن خود بیازی می برد دین را و جرمی نشمرد — بنمودمش دین خنده زد آوردمش جان خوش نکرد ح
با من میاویز ای پدر فرزند آذر را نگر — هر کس که شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد ح
گویند صنعان توبه کرد از کفر تا دان بنده — کز خود فروشیهای دین بخشش ز یزدان خوش نکرد ح
در ستم حق ناشناسش گفتن از انصاف نیست — آنکه چندین تکیه بر حلم خداوندش بود ح
با خود گفتم فشان اهل معنے باز گوی — گفت گفتاری که با کردار پیوندش بود ح
بهر خواری بسکه سرگرم تلاشم کرده اند — پاره نزدیک در هر دور باشم کرده اند ح
چرخ هر روزم غم فردا بخوردن میدهد — تا قیامت فارغ از فکر معاشم کرده اند ح
دلم در کعبه از تنگی گرفت آوارهٔ خواهم — که با من وسعت بتخانهای هند و چین گوید س
بخشم ناسزا میگوید و از لطف گفتارش — گمان دارم که حرف دلنشینی بعد ازین گوید ح
دل از پهلو بردن آرم جنبش جام خود انگارد — دگر لختی بر افشانم سلیمانش نگین گوید ح
من بوفا مردم و رقیب بدر زد — نیمه لبش انگبین و نیمه تبر زد ح
دعوے اورا بود دلیل بدیہے — خندهٔ دندان نما به حسن گهر زد ح
بدین قدر که سبے ترکنے دمن بکم — ترا ز بادهٔ نوشین چه مایه کم گردد س
ساقی و گرم برد به میخانه ز مسجد — بی یک دو قدح بود و فریبم به سبو داد ل
نهم جبین بدرش آستان بگرداند — نشیمنش بسر ره عنان بگرداند ح
تو نالی از خلهٔ خاره تنگرے که سپهر — سر حسینؑ علےؑ بر سنان بگرداند ح
بره گشادی و اندوه دل مته که قضا — چو قرعه بر نمط امتحان بگرداند ح
یزید را به بساط خلیفه بنشاند — کلیم را به لباس شبان بگرداند ح
تیغت ز فرق تا بگلویم رسیده باد — شوخی ز حد گذشت زبانم بریده باد ح
گر رفته ام زکوی تو آسان نرفته ام — این قصه از زبان عزیزان شنیده باد ح
زو قیمت همدمی ببغان بگزرم ز رشک — خار رهت بپای عزیزان خلیده باد ح
در تیغ زدن منت بسیار نهادند — بردند سر از دوش و سبکدوش نکردند ح
داغ دل ما شعله فشان ماند به پیری — این شمع شب آخر شد و خاموش نکردند س
رندی که به می نورد به فی شور نهفتند — اندیشه بکار خسرو و هوش نکردند ح
تا جسر شوق بدان ره بتجارت نزود — که ره انجا مدو سرمایه بغارت نزود ح
رمز لشناس که هر نکته ادائے دارد — محرم آنست که ره جز باشارت نزود ح
زاهد از حور بهشتے بجز این تشاشد — که شود دست ز دشوق و بیکارت گردد ح

س زبیتابی رقم سوزش دود چون نامه بنویسم   بعنوانی که دانی دود دل میخیزد از کاغذ

ح بیاد جوشش تمنای دیدنم بنگر   چو اشک از سر مژگان چکیدنم بنگر
ح زمن بجرم تپیدن کناره می کردی   بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر
ح دمید دانه و بالید و آشیان گه شد   در انتظار هما دام چیدنم بنگر
س بی دوست ز لیس خاک فشاندیم بسر بر   صد چشمه روان ست بدان راگذار بر
س از خلد و سقر تا چه و بد دوست که دارم   عیشی بخیال اندر و داغی بجگر بر
س باله بخود آن مایه که در باغ نه گنجد   سروی که کشندش به تمنای تو در بر
س مطرب بغزلخوانی و غالب بسماعست   ساقی می و آلات می از حلقه بدر بر
س تا دگر زخم بناسور توانگر گردد   هدیهٔ از کف الماس فشانی بمن آر
س گیرم ای بخت هدف نیستم آخر گاهی   غلط انداز خدنگی ز کمانی بمن آر
س یارب این مایه وجود از عدم آورده ست   بوسهٔ چند هم از گنج دهانی بمن آر
ح ای ذوق نواسنجی بازم بخروش آور   غوغای شبیخونی بر بنگه هوش آور
ح گر خود نجهد از سر از دیده فرو بارم   دل خون کن و آن خون را در سینه بجوش آور
ح هان همدم فرزانه دانی ره ویرانه   شمعی که نخواهد شد از باد خموش آور
ح شورابهٔ این وادی تلخست اگر رادی   از شهر بسوی من سرچشمهٔ نوش آور
ح دانم که زری داری هر جا گذری داری   می گر ندهد سلطان از باده فروش آور
ح گر مغ به کدو ریزد بر کف نه در راهی شو   ور شه بسبو بخشد بردار و بدوش آور
ح ریحان دمد از مینا رامش چکد از قلقل   آن در ره چشم افگن این از پی گوش آور
ح گاهی بسبکدستی از باده ز خویشم بر   گاهی به سیه مستی از نغمه بهوش آور
ح غالب که بقالیش یاد همپای تو گر ناید   باری غزلی فردی زان موینه پوش آور
س در گریه از بس نازکی رخ مانده بر خاکش نگر   دان سینه سودن از تپش بر خاک نقشش نگر
س برقی که جانها سوختی دل از جفا سردش ببین   شوخی که خونها ریختی دست از حنا پاکش نگر

س دل را ز غم گریهٔ بی رنگ بجوش آر   اجزای جگر حل کن و در چشم ترم ریز
س گیرم که به افشاندن الماس نیرزم   مشتی نمک سوده بزخم جگرم ریز
ح یقین عشق کن و از سر گمان برخیز   به آشتی بنشین یا به امتحان برخیز
غ چرا بسنگ وگیا پیچی ای زبانه طور   ز راه دیده بدل در رو و ز جان برخیز
س رقیب یافته تقریب رخ بیا سودن   ترا که گفت که از بزم سرگران برخیز
ح عیادت ست نه پرخاش تندخوی چیست   بیاد غمزده بنشین و لب گزان برخیز

سبوچه و همت هر سحر زمی غالب — فدای ره از سر کوچه مغان برخیز — ص

نفس چون زبون گردد دیو را بفرمان گیر — محرم سلیمانم نقش خاتم از من پرس — ح
بوسه از لبانم ده عمر خضر از من خواه — جام می ببیشم ز عشرت جم از من پرس — ح
ورد من بود غالب یا علی بوطالب — نیست بخل با طالب اسم اعظم از من پرس — ح
نایافته بارم به زادن چه شکیبم — گیرم که خود از تست دری را چه کند کس — س
لطفی به تحت هر نگه خشمگین شناس — آرایش جبین شکرفان ز چین شناس — ح
بی غم نهاد مرد گرامی نمی شود — ز نهاد قدر خاطر اندوهگین شناس — ح
پیچید بخود ز وحشت من پیش بین من — تشبیه من هنوز به مجنون نکرده کس — حه

مفت یاران وطن کز سادگیهای نیست — در غریبی مردن و از جور یار آزردنش — ص
عزیمت ناسازگار آمد وطن فهمیدمش — گرد تنگی حلقه دام آشیان نامیدمش — ح
بود در پهلو به تمکینی که دل می گفتمش — رفت از شوخی به آیینی که جان نامیدمش — ح
دل زبان را راز دان آشنائیها نخواست — گاه پیمان گفتمش گاهی فلان نامیدمش — ح
در سلوک از هر چه پیش آمد گذشتن داشتم — کعبه دیدم نقش پای رهروان نامیدمش — ح
ز لکنت می تپد نبض رگ لعل گهربارش — شهید انتظار جلوه خویشست گفتارش — ص

فرسوده رسمهای عزیزان فرو گذار — در شور نوحه خوان و به بزم عزا برقص — ص

دل ده غمش بسوز که جان میدهد عوض — در جان دهی غمی به از آن میدهد عوض — ح
نبود سخن سزای ما رایگان که دوست — دل می برد ز ما و زبان میدهد عوض — ح
پاداش هر وفا بجفای دگر کند — غالب ببین که دوست چسان میدهد عوض — ص

همدم نمک بزخم دلم مشت مشت ریز — آخر نه پرسشی بسزا بوده است شرط — ص

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ — ترا که هست و نیاشامی از بهار چه حظ — ح
خوش است کوثر و پاکست باده کو در دست — از آن رحیق مقدس درین خمار چه حظ — ح
چمن پر از گل و نسرین و دلربایی نی — بدشت فتنه ازین گرد بی سوار چه حظ — ح
چنین که نخل بلندست و سنگ ناپیدا — ز میوه تا نفکند خود ز شاخسار چه حظ — ح

س هی هی چه خوش باشد بدی آتش به پیش و مرغ و می — از بذله سنجان چند کس در یک نشیمن گشته جمع

س زین دود و زین شراره که در سینهٔ منست — سازم سپهر گر نه بسامان خودم دریغ

س گیرم امروز دهی کام دل آن حسن کجا — اجر ناکامی تست سایهٔ بازگشت تلف

س حدیث تشنگی لب به پیر ره گفتم — دو پارهٔ جگرم در دهن نهاد عقیق

س منمای رخ بما که بدعوی نشسته ایم — در خلوتی که ذوق تماشا شود هلاک

ح نه مرا دولت دنیا نه مرا اجر جمیل — نه چو نمرود توانا نه شکیبا چو خلیل

ح تیر و بار به شبگیر در افگنده براه — آنکه دانست سراسیمگی صبح رحیل

ح نه کنی چاره لب خشک مسلمانی را — ای ترسا بچگان کرده می ناب سبیل

ح غالب سوخته جان را چه بگفتار آری — به دیاری که ندانند نظیری ز قتیل

س گیرم ز تو شرمندهٔ آزرم نباشم — تا رفتی مهر تو ز دل چون رود از دل

ح شعله چکد غم کرا گل شگفد مزد که — شمع شبستانیم باد سحر گاهیم

ح از صف طفلان و سنگ ره شده بر خلق تنگ — زود ز کو نگذرد کوکبهٔ شاهیم

ح جذب تو باید قوی کان ببرد باک نیست — گر نتوان اندرسید بخت به همراهیم

ح س غالب نام آورم نام و نشانم مپرس — هم اسداللهم و هم اسداللهیم

ح برلب یا علی سرای باده روانه کرده ایم — مشرب حق گزیده ایم عیش مغانه کرده ایم

ح باده بوام خورده و زر بقمار باخته — وه که ز هر چه ناسزاست هم بسزانه کرده ایم

ح ناله به لب شکسته ایم داغ بدل نهفته ایم — دولتیان ممسکیم زر بخزانه کرده ایم

ح گر فراموشی بغیر یادم رسد وقتست وقت — رفته ام از خویشتن چندانکه دریاد خودم

ح هر قدم لختی ز خود رفتن بود در بار من — همچو شمع بزم در راه فنا زاد خودم

ح یاد باد آن روزگاران کاعتباری داشتم — آه آتشناک و چشم اشکباری داشتم

ح دیگر از خویشم خبر نبود تکلف برطرف — این قدر دانم که غالب نام یاری داشتم

ح اینچه شورست که از شوق تو در سر دارم — دل پروانه و تمکین سمندر دارم

ح آن چرا در طرب و این ز چه رو در تعبست — خنده بر غفلت درویش و توانگر دارم

رازدار تو و بدنام کن گردش چرخ — هم سپاس از تو و هم شکوه ز اختر دارم — ح

خوشنودم از تو ور نه پئے دور باشِ خلق — آوازهٔ جفاے تو در عالم افگنم — ح

ور زند گر به فرقِ زمین را یا آسمان — حاشا گزین فشار در ابرو خم افگنم — ح

غالب ز جفاے نفسِ گرم چه نالے — پندار که شمع شب تنهائے خویشم — ص

هم بعالم ز اهلِ عالم برکنار افتاده ام — چون امام سبحه بیرون از شمار افتاده ام — ح

سوخت جگر تا کجا رنج چکیدن دهیم — رنگ شو اے خون گرم تا بپریدن دهیم — ص

تا کجی صرفِ رضاجوئی دلها باشم — فرصتم باد کزین پس همه خود را باشم — ص

گاه گاه از نظرم مست و غزلخوان بگذر — ورنه بر عهدهٔ من نیست که رسوا باشم — ص

حسرت روے ترا حور تلافی نه کند — از تو آخر بچه امید شکیبا باشم — ص

هوش پرکار کشای و ورق بیخبریست — گم شوم در خود و در نقش تو پیدا باشم — ص

دگر نگاه تماشاست ناز می خواهم — حساب فتنه ز ایام باز می خواهم — ص

گذشتم از گله در وصل فرصتم بادا — زبان کوته و دست دراز می خواهم — ص

زمانه خاکِ مرا در نظر کمے آرد — ز نقش پاے تو اش سرفراز میخواهم — ص

وکیل غالب خونین دلم سفارشش نیست — بشکوهٔ تو زبان را مجاز می خواهم — ص

ز من حذر نه کنی گر لباس دین دارم — نهفته کافرم و بت در آستین دارم — ح

نشسته ام بگدائی بشاهراه و هنوز — هزار دزد بهر گوشه در کمین دارم — ح

ز وعده دوزخیان را فزون نیازارند — توقعی عجب از آه آتشین دارم — ص ح

جواب خواجه نظیری نوشته ام غالب — خطا نموده ام و چشم آفرین دارم — ص ح

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم — قضا بگردش رطل گران بگردانیم — ص ح

بگوشه نشینیم و در فراز کنیم — بکوچه بر سر ره پاسبان بگردانیم — ح

اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم — وگر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم — ح

اگر کلیم شود همزبان سخن نه کنیم — وگر خلیل شود میهمان بگردانیم — ح

گل افگنیم و گلابے بره گذر پاشیم — می آوریم و قدح درمیان بگردانیم — ح

ندیم و مطرب و ساقی ز انجمن رانیم — بکار و بار زنی کاردان بگردانیم — ح

گهی بلابه سخن با ادا بیامیزیم — گهی ببوسه زبان در دهان بگردانیم — ح

نهیم شرم بیک سوی و باهم آویزیم — بشوخی که رخ اختران بگردانیم — ص ح

ز جوش سینه سحر را نفس فرو بندیم — بلاے گرمی روز از جهان بگردانیم — ح

بوهم شب همه را در غلط بیندازیم — ز نیمه ره رمه را باشبان بگردانیم — ح

بجنگ باج ستانان شاخساری را — تهی سبد ز در گلستان بگردانیم — ح

ح	به ملح بال فشانان صبح گاهی را	ز شاخسار سوی آشیان بگردانیم
ح	ز حیدریم من و تو ز ما عجب نبود	گر آفتاب سوی خاوران بگردانیم
ح	رفت بر ما آنچه خود ما خواستیم	دایه از سلطان بلتوغا خواستیم
ح	دانش و گنجینه پنداری یکیست	حق نهان داد آنچه پیدا خواستیم
ح	رفت و باز آمد هما در دام ما	باز سر دادیم و عنقا خواستیم
ص	اگر بر خود نمی‌بالد ز غارت کردن هوشم	مرا در از چه دشوارست گنجیدن در آغوشم
ص	مرنج از وعدهٔ وصلی که با من در میان آری	که خواهد شد بذوق وعدهٔ دیگر فراموشم
ح	وحشتی در سفر از برگ سفر داشته‌ایم	توشهٔ راه دلی بود که بر داشته‌ایم
ح	داغ احسان قبولی ز لیمانش نیست	ناز بر خرمی بخت هنر داشته‌ایم
ح	زخم جگرم بخیه و مرهم نه پسندم	موج گهرم جنبش و رفتار ندانم
ح	نقد خردم سکهٔ سلطان نپذیرم	جنس هنرم گرمی بازار ندانم
ح	غالب نبود کوتهی از دوست همانا	ز انسان دهدم کام که بسیار ندانم

س	بخشش خداوندی گر فرا خور ظرف ست	هم بهوش بیشی ده هم به می توانگر کن
ح	ها پری شیوه غزالان و ز مردم رم شان	دل مردم بخم طرهٔ خم در خم شان
ح	کافر انداز جهان جوی که هرگز نبود	طرهٔ حور دلاویزتر از پرچم شان
ح	آشکارا گلش و بدنام و نکونامی جوی	آه ازین طائفه و آنکس که بود محرم شان
ح	رشک بر تشنهٔ تنها رو وادی دارم	نه بر آسوده دلان حرم و زمزم شان
ح	بگذر از خسته دلانی که ندانی هشدار	خستگانند که داری و نداری غم شان
ح	داغ خون گرمی این چاره گرانم گوئی	آتشست آتش اگر پنبه و گر مرهم شان
ح	ای که راندی سخن از نکته سرایان عجم	چه بما منت بسیار نهی از کم شان
ح	هند را خوش نفسانند سخنور که بود	باد در خلوت شان مشک‌فشان از دم شان
ح	مومن و نیر و صهبائی و علوی وانگاه	حسرتی اشرف و آزرده بود اعظم شان
ح	غالب سوخته جان گرچه نیرزد به شمار	هست در بزم سخن همنفس و همدم شان
ص	جفا بر چون منی کم کن که گر کشتن هوس باشد	بذوق مژدهٔ بوس و کنارم میتوان کشتن
ص	بیا بر خاک من گر خود گل افشانی روا نبود	بیاد دامنی شمع مزارم میتوان کشتن
ص	منت معذور دارم لیکن ای نامهربان آخر	بدین جان و دل امیدوارم میتوان کشتن
ص	فرجام سخن گوی غالب بتو گوییم	خون جگرست از رگ گفتار کشیدن
ص	رشک سخنم چیست نه شهد هوسست این	تلخابهٔ سرجوش گداز نفست این

ای ناله جگر در تشنگی دام میفشان — سرمایهٔ آرایش چاک قفس است این — ص
تقوی اثری چند بعمر دگر ستش — نازم می بیغش چه بلا زود رس است این — ص
لب بر لب دلبر نهم و جان بسپارم — ترکیب یکی کردن صد ملتمس است این — ص
خجل ز راستی خویش میتوان کردن — ستم بجان کج اندیش میتوان کردن — ص
چو مزد سعی دهم مژدهٔ سکون خواهد — ز بوسه پا بدرت ریش میتوان کردن — ص
تو جمع باش که مارا درین پریشانی — شکایتیست که با خویش میتوان کردن — ص
اگر بقدر وفا میکنی جفا حیف ست — بمرگ من که ازین بیش میتوان کردن — ص
لب دوختم ز شکوه ز خود خار غم شمرد — نشناخت قدر پرسش پنهان شناختن — ص
نازم دماغ نازندانی ز ساده گیست — کشتن به ظلم و کشتهٔ احسان شناختن — ص
نازد یوانم که سرمست سخن خواهد شدن — این می از قحط خریداری کهن خواهد شدن — ح
کوکبم را در عدم اوج قبولی بوده است — شهرت شعرم بگیتی بعد من خواهد شدن — ح
مطرب از شعرم به بزمی که خواهد زد نوا — چاکها ایثار جیب پیرهن خواهد شدن — ح
حرف حرفم در مذاق فتنه جا خواهد گرفت — دستگاه نازش شیخ و برهمن خواهد شدن — ح
هیچ میگویم اگر اینست وضع روزگار — دفتر اشعار باب سوختن خواهد شدن — ح
چشم کور آئینه دعوی یکفت خواهد گرفت — دست شل مشاطهٔ زلف سخن خواهد شدن — ح
شاهد مضمون که اینک شهری جان و دلست — روستا آوارهٔ کام و دهن خواهد شدن — ح
زاغ را غ اندر هوای نغمه بال ویرزنان — همنوای پرده سنجان چمن خواهد شدن — ح
شادباش ای دل درین محفل که هرجا نغز الیست — شیون رنج فراق جان و تن خواهد شدن — ح
هم فروغ شمع هستی تیرگی خواهد گزید — هم بساط بزم مستی پرشکن خواهد شدن — .
گرد پندار وجود از رهگذر خواهد نشست — بحر توحید عیانی موجزن خواهد شدن — ے
آزادیم نخواهی و ترسم کزین نشاط — بالم بخود چنانکه نگنجم به بند تو — ص
رنج قضاست همت آسان گزار ما — قهر خداست خاطر مشکل پسند تو — ص
ای مرگ مرحبا چه گرانمایه دلبری — چشم بد از تو دو رنکویان سپند تو — ص
غالب سپاس گوی که ما از زبان دوست — مے نشنویم شکوهٔ بخت نژند تو — ص
دولت به غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو — ح
از مزده روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی به بیابان شو — ح
گر چرخ فلک گردی سر بر خط فرمان نه — در گوی زمین باشی وقف خم چوگان شو — خ
در بند شکیبائی مردم ز جگر خائی — ای حوصله تنگی کن ای غصه فراوان شو — ح
سرمایهٔ کرامت کن وانگاه بغارت بر — بر خرمن ما برقی بر مزرعه باران شو — ح

ح بتی دارم از اهل دل رم گرفته — بشوخی دل از خویشتن هم گرفته
ح ز سفاک گفتن چو گل بر شگفته — درین شیوه خود را مسلّم گرفته
ح فسون خوانده و کار عیسیٰ نموده — پری بوده و خاتم از جم گرفته
ح دمش رخنه در زهد یوسف فگنده — غمش گندم از دست آدم گرفته
ح گهے طعنه بر لحن مطرب سروده — گهے خرده بر نطق همدم گرفته
ح به بیداد صد کشته برهم نهاده — بسا زیچه صد گونه ماتم گرفته
ح بر ویش ز گرمی نگه تاب خورده — بکویش برفتن صبا دم گرفته
ح نیارد ز من هیچگه یاد هرگز — مگر خوے خاقان اعظم گرفته
ح ظفر گز دم اوست در نکته سنجی — که غالب بآوازه عالم گرفته
س خجلت نگر که در خور ختمم نیافتند — جز روزهٔ درست بصهبا کشوده
ح چون زبانها لال و جانها پر ز غوغا کردهٔ — بایدت از خویش پرسید آنچه با ما کردهٔ
ح گر نه مشتاق عرض دستگاه حسن خویش — جان فدایت دیده را بهر چه بینا کردهٔ
ح هفت دوزخ در نهاد شرمساری مضمرست — انتقامست اینکه با مجرم مدارا کردهٔ
ح خستگان را دل بپرسشهاے پنهان برده — با درستان گر نوازشهاے پیدا کردهٔ
ح چشمهٔ نوشست از زهر عنایت کام جان — تلخیِ مے در مذاق ما گواره کردهٔ
ح جلوه و نظاره پنداری که از یک گوهرست — خویش را در پردهٔ خلق تماشا کردهٔ
ح چاره در سنگ و گیاه و درنج با جاندار بود — پیش از آن کاین درد رسد آنرا مهیا کردهٔ
عس ح دیده میگرید زبان مینالد و دل میتپد — خنده ها از کار غالب سر بسر وا کردهٔ
س جنون الفت همچون خودی دارد تماشا کن — شکست عهد دل از رنگ حسن پیداست پنداری
ح تا بم ز دل برد کافر ادائے — بالا بلندی کوته قبائے
ح از خوے ناخوش دوزخ نهیبے — وز روے دلکش مینو لقائے
ح زردشت کیشی آتش پرستے — برسم گذاری زمزم سرائے
ح چون مرگ ناگه بسیار تلخے — چون جان شیرین اندک وفائے
ح در کام بخشے ممسک امیری — در دلستانی مبرم گدائے
ح گستاخ سازی پوزش پسندے — طاقت گدازی صبر آزمائے
ح در کینه ورزی تقدیره دشتے — در مهربانی بستان سرائے
از زلف پرخم مشکین نقابے — از تابش تن زرین ردائے ح
در عرض دعوے لیلی نکوهے — بر زعم غالب مجنون ستائے ح
به لب چه خیزد از انگیز وعده هاے وفا — بدل نشست جفائی که داشتی داری ص
تو کی ز جور پشیمان شدی چه میگوئے — دروغ راست نمائی که داشتی داری ع ح

بسینہ چون دل و درد دل چو جان خندیدہ باز
عتاب و مہر تو از ہم شناختن نتوان
خراب بادۂ دوشینۂ سرت گردم
بہ روزگار نگر دیدی و ہمسان بفسوس
جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب
بیہودہ نیست سعی صبا در دیار ما
یادش بخیر تا چہ قدر سبز بودۂ
نشنیدہ لذت تو فرو میرود بدل
از ہیچ نقش غیر نکوئے ندیدۂ
با ہیچ کافر اینہمہ سختے نمی رود
غالب ہوائے کعبہ بسر جا گرفتہ است
اے کہ گفتم ندہی داد دل آری ندہی
چشمۂ نوش ہمانا نتراود ز دلے
ماہ و خورشید درین دائرہ بیکار نیند
سر براہ دم شمشیر جوانے نہ نہے
خون بذوق غم یزدان نشناسی نخوری
آخر کار نہ پیداست کہ در تن فرود
حیف گر تن بہ سگان سر کوئے نرسد
رہزنان اجل از دست تو ناگاہ برند
نجم طرۂ حوران بہشت آویزند
گر تنزل ننمود ابر بہارے غالب
دریا ز حباب آبلہ پائے طلب تست
شوریست نوا ریزے تار نفسم را
ہمانے بہ گوسالہ پرستان ید بیضا
دیدہ ور آنکہ تا نہد دل بشمار دلبری
اے تو کہ ہیچ ذرہ را جز برہ تو روے نیست
ہر کہ دلست در برش داغ تو رویدش ندل ح
رشک ملک چہ وچرا چون بتورہ نمی برد ح
حیف کہ من بخون تپم در تو سخن رود کہ تو ح
کوثر اگر بمن رسد خاک خورم ز بیلے نے ح
بینیم از گداز دل در جگر آتشے چو سیل ح

نگاہ مہر فزائی کہ داشتی داری ح
خرد فریب ادائی کہ داشتی داری ص ح
ادائے لغزش پائی کہ داشتی داری ص
حدیث روز جزائی کہ داشتی داری ص
ترا چہ باک خدائی کہ داشتی داری ح ص
اے بوے گل پیام تمناے کیستی ح
اے طرف جوئبار چمن جاے کیستی ح
اے حرف محو لعل شکرخاے کیستی ح
اے دیدہ محو چہرۂ زیباے کیستی ح
اے شب بمرگ من کہ تو فرداے کیستی ح ص
رفت آنکہ عزم خلخ و نوشاد کردمے ص
تا چو من دل بہ معانی شیوہ نگاری ندہی ح
کش نگیری و در اندیشہ فشاری ندہی ح
تو کہ باشی کہ بخود زحمت کاری ندہی ح
تن بہ بند غم فتراک سواری ندہی ح
دین بہ بہر حق الغنت مگزاری ندہی ح
کعف خونی کہ بدان زینت داری ندہی ح
واے گر جان بسر راہگذاری ندہی ح
نقد ہوشی کہ بسود اے بہاری ندہی ح
ناز پروردہ دلی را کہ بہ یاری ندہی ح
کہ در افشانی و زافشاندہ نثاری ندہی ح
نور نظر اے گوہر نایاب کجائے ح
پیدا شد اے جنبش مضراب کجائے ح
غالب بسخن صاحب فرتاب کجائے ح
در دل سنگ بنگر رقص بتان آزری ح
در ظلمت تو توان گرفت بادیہ را برہبری ح
تا چو بدیگرے دہد باز برے بداوری
بیہدہ در ہوائے تو می پرد از سبکسری
اشک بدید دلبرے نالہ بہ سینہ سنگری
طوبے اگر زمن شود ہیمہ کشم ز بے بری
غالب اگر دم سخن رہ بہ ضمیر من بری

موارد اشعارِ غالب

در

نثرِ غالب

توضیحِ مآخذ

باغِ دودر : مرتبہ وزیر الحسن عابدی، جزو اورینٹل کالج میگزین، لاہور، ۱۹۶۰ء

خطوطِ غالب : مرتبہ جناب غلام رسول مہر، طبع دوم، لاہور

کپ : پنج آہنگ جزو کلیات نثر غالب، طبع اول لکھنؤ ۱۸۶۸ء

کم : مہرِ نیمروز، ایضاً

مآثرِ غالب : مرتبہ جناب قاضی عبد الودود، طبع اول، علیگڑھ، ۱۹۴۹ء

نادراتِ غالب : مرتبہ آفاق حسین آفاق دہلوی، کراچی، ۱۹۴۹ء

موارد اشعار

ترتیب :- صفحہ دیوان حاضر، غزل، شمارہ، بیت قافیہ ردیف، عنوان نثر، ماخذ

ص : غ	ب	ع	م
۴ : ۴	۱- احوالِ ما	خط بنام قدر بلگرامی ع۳	خطوطِ غالب ص۵۴۳
۹ : ۱۱	۲- بستۂ الم جا	نامہ بنام مولوی محمد صدر الدین خان صدر الصدور	کپ ص۵۸
۱۰ : ۱۲	۳- تا - نخوردیم	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ ص۶۳
۱۳ : ۱۴	۴- بہار بجا	نامہ نام بنام میر احمد حسین میکش تخلص	کپ ص۱۰۳
۱۴ : ۱۸	۵- ادیم ا-	نامہ بنام میر سید علی خان بہادر عرف حضرت جی	کپ ص۸۶
۱۴ : ۱۸	۶- دم را	خط بنام میرزا علاؤالدین علائی	خطوطِ غالب ص۶۷
۱۷ : ۲۳	۷- خدای را	تقریظ آثار الصنادید	کپ ص۳۰
۱۵ : ۱۹	۸- غزلسرائی مرا	دیباچہ گل رعنا	کپ ص۲۸
۱۸ : ۲۴	۹- بیچکین بجا	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ ص۷۳
۱۹ : ۲۶	۱۰- جوانبخش را	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ ص۷۱
۲۰ : ۲۷	۱۱- امانۂ ما	نامہ بنام میرزا حسام الدین حیدر خان	کپ ص۱۱۵
۲۵ : ۳۵	۱۲- خدای را	خاتمۂ پنج آہنگ	کپ ص۱۲۲
۲۷ : ۳۵	۱۳- ستای دا	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۵۶
۲۹ : ۴۱	۱۴- آنان را	دیباچہ گل رعنا	کپ ص۲۸
۳۲ : ۴۳	۱۵- بباید چہ عجیب	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۶۹
۳۵ : ۴۷	۱۶- روا نیست		کم ص۱۵۵
۳۸ : ۵۴	۱۷- گمان تو نیست	نامہ بنام نواب عبداللہ خان بہادر صدر الصدور	کپ ص۱۰۴
۳۸ : ۵۲	۱۸- ایضاً	خط بنام علاؤالدین احمد خان علائی ص۲۹	خطوطِ غالب ص۸۶
۸- ایضاً	۱۹- ایضاً	خط بنام علاؤالدین احمد خان علائی ص۲	ایضاً ص۷۵

۳۸ : ۵۲	۲۰ - گمان تو نیست	خط بنام مرزا تفتہ ص۱۱	خطوط غالب ص[illegible]
۳۸ : ۵۲	۲۱ - گمان تو نیست	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۵۵
۴۲ : ۵۹	۲۲ - دل ما بنازک است	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۵۷
۴۲ : ۵۹	۲۳ - بسیار نازک است	خط بنام شہزادہ بشیر الدین ص۱	خطوط غالب ص۵۶۵
۴۳ : ۶۰	۲۴ - ناتوانیہا ست	خط بنام عمید شاہ عالم	خطوط غالب ص۴۵۵ ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ
۴۳ : ۶۰	۲۵ - ناتوانیہا ست	خط بنام انور الدولہ شفق ص۲۱	خطوط غالب ص۳۳۶ ۱۵ فروری ۱۸۶۴ء
۴۳ : ۶۰	۲۶ - ناتوانیہا ست	خط بنام عبد الغفور سرور ص۲۱	خطوط غالب ص۴۹۵
۴۳ : ۶۰	۲۷ - ناتوانیہا ست	خط بنام قدر بلگرامی ص۱۹	خطوط غالب ص۵۵۵ ۱۵ فروری ۱۸۶۴ء
۴۹ : ۶۹	۲۸ - بکنار آمد و رفت	دیباچہ گل رعنا	کپ ص۲۸
۴۹ : ۶۹	۲۹ - شکار آمد و رفت		کم ص۱۰۰
۴۹ : ۶۹	۳۰ - ہزار آمد و رفت	خط بنام مرزا تفتہ ص۱۱	خطوط غالب ص۲۰۳
۴۹ : ۶۹	۳۱ - ہزار آمد و رفت	خط بنام انور الدولہ شفق ص	خطوط غالب ص۳۳۶
۴۹ : ۶۹	۳۲ - ہزار آمد و رفت	خط بنام عبد الغفور سرور ص۷	خطوط غالب ص۴۲۸
۵۲ : ۷۵	۳۳ - رنجیدن نداشت	خط بنام مولوی کرامت علی مطلع و ابیات . — خویش پیچیدن نداشت — راہ پیچیدن نداشت	خطوط غالب ص۵۲۵
۵۵ : ۷۸	۳۴ - ایرانی ہست	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ ص۶۲
۵۵ : ۷۸	۳۵ - ہنگامی ہست	نامہ بنام مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۵۶
۵۵ : ۷۸	۳۶ - ارامی ہست	نامہ بنام منشی خلیل اللہ خان از جانب حکیم احسن اللہ خان	کپ ص۱۰۱
۵۵ : ۷۸	۳۷ - جانی ہست		کم ص۱۳۲
۵۷ : ۸۱	۳۸ - حکیم ست	دیباچہ دیوان فارسی	کپ ص۴۴

۸۲ : ۶۰	۳۹ - گل افتاده است		کم صـ ۱۲۶
۸۸ : ۶۱	۴۰ - خاکسار تر است	نامہ بنام منشی ہرگوپال تفتہ	کپ صـ ۱۰۲
۸۷ : ۶۱	۴۱ - پر خوار ہست	خط بنام شہزادہ بشیر الدین ۵	خطوط غالب صـ ۵۶۸ دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۸ء
۸۹ : ۶۲	۴۲ - کیمیا طلبی است	بنام شمس الامرا نائب والی حیدرآباد	کپ صـ ۹۱
۹۹ : ۷۳	۴۳ - سکون ندہد		کم صـ ۱۸۳
۱۲۳ : ۷۶	۴۴ - عصا می آید	خط بنام سید شاہ عالم	خطوط غالب صـ ۶۵۵
۱۲۳ : ۷۶	۴۵ - عصا می آید	خط بنام حکیم سید احمد حسن مودودی ۵	خطوط غالب صـ ۴۲۴
۱۰۵ : ۷۷	۴۶ - نیا نم دادند	خط بنام میرزا رحیم بیگ	خطوط غالب صـ ۶۱۶
۱۰۶ : ۷۸	۴۷ - جہان برخیزد		کم صـ ۱۶۹
۱۰۶ : ۷۸	۴۸ - جہان برخیزد	خط بنام انور الدولہ شفق ۱۷	خطوط غالب صـ ۳۶۴
۱۰۶ : ۷۸	۴۹ - میان برخیزد	خط بنام عبدالرزاق شاکر ۱	خطوط غالب صـ ۵۲۶
۱۱۳ : ۸۲	۵۰ - بدر آورد	نامہ بنام امام بخش ناسخ	کپ صـ ۵۶
۱۲۱ : ۸۸	۵۱ - بدی تو بود	خط بنام علاؤ الدین احمد خان علائی ۹ مطلع نیز ابیات :- خوی تو بود نکوی تو بود — موی تو بود بازوی تو بود ـ ابروی تو بود ـ و مقطع	خطوط غالب صـ ۶۳
۱۲۲ : ۸۸	۵۲ - مورد	نامہ بنام مظفر حسین خان	کپ صـ ۹۳
۱۲۵ : ۹۱	۵۳ - سر گزرد		کم صـ ۱۸۰
۱۲۵ : ۹۱	۵۴ - چارہ گر گزرد	نامہ بنام رای چھجمل کھتری	کپ صـ ۷۶
۱۳۲ : ۹۶	۵۵ - باز دہد	نامہ بنام مظفر حسین خان	کپ صـ ۹۳
۱۳۲ : ۹۶	۵۶ - تاز دہد	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ صـ
۱۴۱ : ۱۰۲	۵۷ - آواز ندارد	نامہ بنام منشی فضل اللہ خان برادر منشی امین اللہ خان دیوان راجہ الور	کپ صـ ۹۱
۱۴۱ : ۱۰۲	۵۸ - اندازه ندارد	دیباچہ دیوان فارسی	کپ صـ ۲۳
۱۴۲ : ۱۰۲	۵۹ - فرامش مباد	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ صـ ۶۵

۱۴۳:۱۰۲	۶۰ - مایوس میرسد	خط بنام غلام غوث خان بیخبر ص۱۰	خطوط غالب ص۳۳
۱۴۳:۱۰۲	۶۱ - مایوس میرسد	نامہ بنام مولوی رجب علی خان	کپ ص۱۱۱
۱۵۰:۱۰۸	۶۲ - ستم گردد	نامہ بنام مظفر حسین خان	کپ ص۹۹
۱۴۹:۱۰۸	۶۳ - تیر زد		کم ص۱۵۲
۱۴۹:۱۰۸	۶۴ - بدر زد	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر (غزل کل)	کپ ص۴۸
۱۴۹:۱۰۸	۶۵ - بدر زد	خط بنام مولوی کرامت علی مطلع و ابیات :۔ جگر زد۔ در زد۔ گر زد۔ سحر زد۔ نظر زد۔ بجر زد۔ سر زد۔ شرزد۔ ومقطع۔	خطوط غالب ص۵۷۶
۱۵۲:۱۱۰	۶۶ - خلیدہ باد	دیباچہ دیوان فارسی	کپ ص۲۳
۱۵۳:۱۱۰	۶۷ - عبارت زدود	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۵۷
۱۵۲:۱۱۰	۶۸ - خلیدہ باد		ص۱۴۴
۱۶۴:۱۱۹	۶۹ - خبر ہنوز	نامہ بنام جمس طامسین صاحب سکرٹری بہادر نواب گورنر اکبرآباد	کپ ص۸۹
۱۶۶:۱۲۱	۷۰ - پایم ہنوز، خیزد از دو، اعضای من، اعضای من، شنیدن دہیم، لعالہ‌ما	نامہ بنام مبارز الدولہ ممتاز الملک میرزا حسام الدین حیدر خان بہادر حسام جنگ	کپ ص۱۱۱
۱۷۱:۱۲۵	۷۱ - بجالش می نویس	تقریظ دیوان حافظ	کپ ص۳۷
۱۷۳:۱۲۷	۷۲ - مگسش	خط بنام عبدالغفور سرور ص۳	خطوط غالب ص۸۰
۱۷۳:۱۲۷	۷۳ - نفسش	خط بنام عبدالغفور سرور ص۱۳	خطوط غالب ص۸۶
۱۷۵:۱۲۸	۷۴ - رہروانی نامیدمش	خاتمہ دیوان فارسی	کپ ص۳۲
۱۸۳:۱۳۶	۷۵ - ناگوار چہ حظ	خط بنام جانی بانکے لال وکیل راج بھرت پور	باغ دودر ص۱۶۰
۲۰۱:۱۵۳	۷۶ - برانگیم	نامہ بنام امام بخش ناسخ (غزل کامل)	کپ ص۵۰
۲۰۴:۱۵۵	۷۷ - یاری داشتیم	خط بنام شخص نامعلوم	خطوط غالب ص۶۱۰
۲۱۵:۱۶۲	۷۸ - شنیدن دہیم	نامہ بنام مبارز الدولہ ممتاز الملک میرزا حسام الدین حیدر خان بہادر حسام جنگ	کپ ص۱۱۵
۲۱۵:۱۶۲	۷۹ - چکیدن دہیم غزل کامل	نامہ بنام علاؤالدین احمد خان بہادر باغ دودر	کپ ص۱۲۹

۲۱۸ : ۱۶۵	۸۰ - شکیبا باشم		کم صـ ۱۴۶
۲۲۰ : ۱۶۶	۸۱ - آسمان بگرداند	نامہ بنام مولوی نور الحسن	کپ صـ ۵۵
۲۲۶ : ۱۰۰	۸۲ - بسیار نالم		کپ صـ ۱۹۰
۲۳۴ : ۱۷۶	۸۳ - جای من	نامہ بنام انور الدولہ نواب محمد سعد الدین خان بہادر شفق تخلص	کپ صـ ۱۰۲
۲۳۴ : ۱۷۶	۸۴ - بہر پای من	نامہ بنام میرزا حسام الدین حیدر خان	کپ صـ ۱۱۵
۲۳۵ : ۱۷۷	۸۵ صفا بان از لیستن	نامہ بنام خواجہ فخر الدین، ۶، ص ۱۹	آثار غالب (آثار غالب ص)
۲۳۹ : ۱۸۰	۸۶ - خویش میتوان کردن		کم صـ ۱۲۳
۲۴۲ : ۱۸۲	۸۷ سخن تو بد شدن	دیباچہ دیوان فارسی	کپ صـ ۲۷
۲۴۳ : ۱۸۴	۸۸ - فلانی بشنو غزل کامل	نامہ بنام امین الدولہ آغا علی خان	کپ صـ ۸۶
۲۴۳ : ۱۸۴	۸۹ - نہانی بشنو	نامہ بنام مولوی رجب علی خان	باغ دو در صـ ۱۳۵
۲۴۳ : ۱۸۳	۹۰ - نہانی بشنو	نامہ بنام مولوی ولایت حسین خان	کپ صـ ۵۸
۲۴۴ : ۱۸۵	۹۱ - نگہ خبر دارد	نامہ بنام میرزا حسام الدین حیدر خان	کپ صـ ۱۱۵
۲۴۰ : ۱۸۷	۹۲ - پشیمان شو	خط بنام علاء الدین احمد خان علائی صـ	خطوط غالب صـ
۲۵۴ : ۱۹۱	۹۳ : عنوان زدہ	نامہ بنام حافظ محمد فضل حق	کپ صـ ۵۵
۲۵۹ : ۱۹۷	۹۴ - امیدواری	نامہ بنام مولوی سراج الدین احمد	کپ صـ ۲۲
۲۶۲ : ۱۵۹	۹۵ - خدای کرداشتی داری	خط بنام مرزا تفتہ صـ ۲۳	خطوط غالب صـ ۱۷۸
۲۶۶ : ۲۰۱	۹۶ نوشاد کردی	دیباچہ سراج المعرفت	خطوط غالب صـ ۶۲۰
۲۶۸ : ۲۰۳	۹۷ - مسعود نیابی		کم صـ ۱۳
۲۷۵ : ۲۰۷	۹۸ آلستی	نامہ بنام نواب سید علی اکبر خان	صـ ۴۶
۲۷۸ : ۲۱۳	۹۹ - یکمین باشد	نامہ بنام انور الدولہ بہادر	کپ صـ ۱۱
۲۷۹ : ۲۱۴	۱۰۰ - نگین دارم	نامہ بنام امیر حسن خان	کپ صـ ۹۸
۲۸۴ : ۲۲۱	۱۰۱ - شکر خداست	نامہ بنام امیر حسن خان	کپ صـ ۹۹
۲۸۴ : ۲۲۱	۱۰۲ - خداوند است	نامہ بنام انور الدولہ بہادر	کپ صـ
۲۸۴ : ۲۲۱	۱۰۳ - خداوند است		کم صـ ۱۰۷
۲۸۶ : ۲۲۲	۱۰۴ - پیام چیست	نامہ بنام انور الدولہ بہادر	کپ صـ ۱۱
۲۸۶ : ۲۲۲	۱۰۵ - نام چیست	خط بنام علاء الدین احمد خان علائی صـ ۲	خطوط غالب صـ ۲۶
		مطلع دو بیت ہے - پیام چیست - دارالسلام نیست نرم چیست - کلام چیست - مقطع	

۲۸۷:۲۲۳	۱۰۶ چمن است	نامہ بنام چمن تا چمن صاحب بہادر	کپ ص۹۰
۲۸۷:۲۲۲	۱۰۷ - اہرمن است	نامہ بنام گل محمد خان ناطق مکرانی	کپ ص۸۶
۲۸۶:۲۲۵	۱۰۸ - عنوانم می آید	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۹۵
۲۹۱:۲۲۶	۱۰۹ مریم اسد		کم ص۱۷۹
۲۹۰:۲۲۶	۱۱۰ - خارا جاند		کم ص۱۶۸
۳۰۱:۲۳۳	۱۱۱ - اسد اللہیم	نامہ بنام نواب محمد علی خان بہادر عرف میرزا حیدر صاحب	کپ ص۱۰۵
۳۰۱:۲۳۳	۱۱۲ - اسد اللہیم		کم ص۱۳۴
۳۰۲:۲۳۴	۱۱۳ - برداشتیم	نامہ بنام انور الدولہ نواب سعد الدین خان بہادر شفق تخلص	کپ ص۱۰۷
۳۰۳:۲۳۵	۱۱۴ - اتنہ بجائیم	نامہ بنام آغا بزرگ شیرازی وفا تخلص	کپ ص۱۰۶
۳۰۳:۲۳۵	۱۱۵ - اتنہ بجائیم	نامہ بنام نواب مصطفیٰ خان بہادر	کپ ص۹۵
۳۱۰:۲۴۴	۱۱۶ - بیان محمد است		کم ص۱۳۷
۳۱۲:۲۴۵	۱۱۷ - خزانہ نیست	مکتوب بنام منشی نبی بخش مرحوم	باغ دودر ص۱۲۸
۳۱۶:۲۴۸	۱۱۸ - بدامانم می بردند (غزل کامل)	نامہ بنام نبی بخش حقیر	نادرات غالب
۳۱۶:۲۴۸	۱۱۹ - شستان می سیند	تا ۲۵ ایضاً	ایضاً
۳۱۷:۲۴۸	۱۲۰ - امیدوار گرد		کم ص۱۳۰
۳۱۷:۲۴۸	۱۲۱ - کار گرد		کم ص۱۳۰
۳۱۸:۲۴۹	۱۲۲ - بجز روش آور غزل کامل ۲	خط بنام انور الدولہ شفق ر	خطوط غالب ص۲۵۱
۳۲۰:۲۵۱	۱۲۳ - دریا خواستیم	نامہ بنام مولوی رجب علی خان	باغ دودر ص۳۵
۳۲۵:۲۵۷	۱۲۴ - نام ما	نامہ بنام مولوی محمد حبیب اللہ منشی نواب مختار الملک نائب والی حیدر آباد	کپ ص۱۱۱
۳۲۵:۲۵۷	۱۲۵ - پیام ما	تقریظ قاطع برہان	باغ دودر ص۱۰۱
۳۲۵:۲۵۷	۱۲۶ - کام ما غزل کامل	خط بنام علاؤ الدین احمد خان علائی [۱۲]	خطوط غالب ص۶۷
۳۲۸:۲۵۸	۱۲۷ - بگفتار آورد غزل کامل	خط بنام غلام غوث خان بیخبر [۱۳]	خطوط غالب ص۳۳۲

۲۶۱ : ۳۳۴	۱۲۸ - نقاب تا کی غزل کامل	خط بنام علاؤالدین احمد خان علائی ۹	خطوطِ غالب ص ۶۲
۲۶۱ : ۳۳۲	۱۲۹ - نقاب تا کی	خط بنام غلام غوث خان بیخبر ۲۰	خطوطِ غالب ص ۳۴۲
۲۶۲ : ۳۳۳	۱۳۰ - نقاب تا کی	خط بنام غلام غوث خان بیخبر ۲۱	خطوطِ غالب ص ۳۴۳
۲۶۱ : ۳۳۳	۱۳۱ - نقاب تا کی	خط بنام مصطفیٰ خان بہادر شیفتہ	خطوطِ غالب ص ۵۷۹
۲۶۵ : فرد ۶	۱۳۲ - خداوند نداشت	نامہ بنام منشی نبی بخش	نادراتِ غالب

تعبیرِ غالب

تعبیر غالب

ابیاتی که غالب از غزل های فارسی خودش در آثار منثور خود در خلال عبارات مختلف آورده و در بعضی از موارد طوریست که عبارت نثر جنبه های مفهوم بیت را روشن میسازد. ذیلاً تمام این موارد که تا یک اندازه حیثیت توضیح و تعبیر شعر بزبان شاعر قرار دارد جمع آوری شده است:

صفحه : غزل : بیت	
۱۹ : ۲۶ : ۷	هنوزم درود آن نمیقه در دل و سواد سطور آن صحیفه در نظر جا دارد و چون فرمان چنان بود که غالب خویشتن نشناس لختی از رسم و راه سترگان پارس برگوید کتابی از آن گروه نشان دهد که راز آن دیرین کیش و ساز این باستانی زبان از آن اصداق توان یافت ناچارم دانش من اندازه سرانجام پاسخ آن توقیع برتافت.
	زمن کز بیخودی در وصل رنگ از بوی نشناسم بهر یک شیوه نازش باز میخواهد جوابش را
	(کپ، ص ۷۱، نامه بنام مولوی سراج الدین احمد)
۱۴ : ۱۸ : ۴	دردل زتمنای قدمبوس تو شوریست شوقت چه نمک داده مذاقِ ادبم را
	جان بپای قبلهٔ راستان افشاندن بدل گذرانم، اگر گستاخی نبود. کعبه رهروان را گرد سر گردیدن آرزو کنم، اگر ادب دستوری دهد. رسیدنِ نامه های دلاویز و شنیدن نکته های مهرانگیز که مرا به خجستگیِ بخت من امیدواری میدهد بر من خجسته تر باد.
	(کپ، ص ۸۶، نامه بنام میر سید علیخان ...)
۹ : ۱۱ : ۷	قبلهٔ حاجات! اگر این بندهٔ اندک شنو بسیار گوی زود گستاخ دیر پشیمان را حق بندگی نیست از کجی که برین بی بضاعتی نتوان بخشود.
	فرد: گیرم* وفا نداد اثر هم بسا گرای زین سادگی که دل به اثر بسته ایم ما
	(رقعه موسومه مولوی محمد صدرالدین خان صدرالصدور، کپ، ص ۵۸)

* «گوئی» بجای «گیرم» (متن دیوان حاضر)

۸ : ۱۲ : ۱۰
اندیشه بدان پیچید که مبادا ده‌ست ادا ناشناسی من مرا از خود خرسند ماند و بدین گمان
از تلافی فارغ باشد و من زیان زدهٔ جاوید و گسسته امید باشم بالجمله درین نامه نگاری
مدعای اصلی بدین رنگ است که برادر صاحب مشفق نواب امین الدین احمد خان بهادر
ابن فخر الدوله دلاور الملک نواب احمد بخش خان بهادر رستم جنگ را همان موج
بلا که تو را قم شکسته بود خانه بسیلاب فنا داد. خون وفایم بگردن که درین سفر از
همپائیش باز ماندم فرد : روی سیاه خویش ز خود هم نهفته ایم
شمع خموش کلبهٔ تار خودیم ما
کپ، ص ۹۳، نامه ۹ بنام سراج الدین احمد

۱۲ : ۳۵ : ۲۵
نی نی بفرخی آنگاه نازم و شادی دیده اندران هنگام زدا باشد که روان دیرشگیر
اندیشه به روشناسی روشنائی خرد که فروغ فرهٔ ایزدیست گریوهٔ دشوار گذار پندار
پیدائی را از میانه برکرانه ره سپرده مرا ازین راه ره به بادهٔ روی به دریچهٔ نیستی
فرود آورد، بوکه از می مردافگن آن خمستان پارهٔ به سفالم ریزند تا به سیه مستی آن
بادهٔ روشن انبوهی نمایش آزادانه از هم پاشد و شورهای بی بود از بنگاه برخیزد.
نه از فرخی رنگی پاید و نه از تن دی بوئی و نه از هستی نامی ماند و نه از هستی نشانی.
فرد : بریدم از همه خواهم گزین سپس
گنجی گزینم و پرستم خدای را
کپ، ص ۷۰، تقریظ آثار الصنادید

۶ : ۲۸۴ : ۲۲۱
از چیست که در نگارش این نامه با آنکه فراوان مهربانی فرموده اند چرا التفات
بر غالب تشنه جگر بدان ادا نه پیموده اند که چون سگالش مغز سخن را کاود از الفاظ
همه مهر و محبت تراود. فرد : نگاه ناز* بدل سر نداده چشمهٔ نوش
هنوز عیش باندازهٔ شکر خنداست
امید که درین راه بی پروا نروند و با من که دین محبت دارم هم بمهر گروند
*. مهر، بجای ناز، در متن دیوان حاضر؛ کپ، ص ۹۹، نامه ۲ به امیر حسن خان

۵ : ۸۹ : ۶۲
فرخا بخت عریضه نگار که بدستمایه چشمداشت قبول بدرزی چند دل بشادمانی مند درین
تنهائی مدار صمدی خویش دهد
بالتفات نیرزم درآمدند چه نزاع
نشاط خاطر مفلس ز کیمیا طلبی است
چنانکه هوس میسنجد و ازین سگالد اگر بنده پدر را سال بپرسش گرم نگردد و مشراز مهرم بردن
تد حد پند درم آین آه نمیسوخت تا شعله فرو مرد و آن گیاه دو رانده دیا با برد
کپ، ص ۱۵۹، نامه به شمس الامرا نائب والی حیدرآباد

۴ : ۴۷ : ۳۵

پیشگاه خداوندتاج و سریر شهنشه نورالدین جهانگیر یازده ساله دختری آوردند که پسری دوساله درکنار داشت و شیر میداد گفتند در هشت سالگی بردن زانکه مرد باوی نزدیکی کند پسرآورده است اینک دخت آزاده و اینک پور نوزاده دانش اندوزان فرا نبود جوی رادرینجا یارای خرده گیری و چاره جز سخن پذیری نیست آخر این هفت پدر و چهار مادر چه میکنند گردش افلاک بروی خاک از بهر چیست و سوبسوره رستن نهالهای خودرو که گل و میوه بار آورد از کجاست گوئی قطرهٔ ابرنیسان است که درصدف نقش بست نگوئی آن نیروی خاص که قطره را صورت مرت بیدهد کدام است شمه کان نطفه از کجا وزدید که خود را حامله جنین یاقوت یافت -

فرد : هفت اختر و نه چرخ خود آخر بچه کاره اند

برقتل من این عربده با یار روا نیست گم، ص ۱۵۵ ضمن شرح احوال النقوار)

۲ : ۱۵۰ : ۱۰۸

ندانم این جوانمرد تند خوی ناسازگار منش را چه در سر افتاد که با من که پیر غمزده گوشه نشینم بدین بیمهری درافتاد - فرد : بدامعامله او بیدماغ و من بیدل
خوش آنکه معذرتی صرف هر ستم گردد

با آنکه عذر ازان سو میبالیست پوزش ازین سوگزارده امد تا آزادگان دانند که دل ماخستهٔ زخم کین نیست و ما را جز مهر و محبت آئین نیست .

کپ، ص ۹۰، نامه به مظفر حسین خان د)

۶ : ۱۲۲ : ۸۸

هان و هان ای دیده و رسرمایه عشقبازان و دستگاه هنگامه گرم سازان همین دلست که گاهی آنرا بتاب کمر دهند و گاهی از چین گیسو بند برپایش نهند تن مرده را تاب کمر کدام که دلی را از جای برانگیزد و چین گیسو کجا که خاطری بدان اویزد ترسم که این غم ناروا در دیده جان غبار آرد و رفته رفته مرگ دل را بر آرد بلبل که بعشقبازی رسواست بر هر گلی که بشگفد زمزمه خوانست و پروانه هنگامه گرمسازی انگشت نماست بر شمعی که رخ برافروزد بال فشان است آری شمع فروزنده در انجمن بسیار است و گل شگفته بچمن انبوه پروانه را از مردن یک شمع چه غم و بلبل را از ریختن یک گل چه اندوه دلدادهٔ تماشای رنگ و بو باشند نه فرو بستهٔ بند یک آرزو خوش آنکه در بزم شوق آهنگ نشاط از گیرند و فریبا نگاری که هم بجل رفته بی تواند او و هم خود تواند بصدد برگیرند تا بکمدی چشم دشمن شادمانی گرای آیند و بدین بیت که هم از نامه نگار است سرود سرای آیند - د :

بر ما غم تیمار دل زار سر آمد
دیوانهٔ ما را صنم سلسله مو بجود

کپ، ص ۹۳، نامه بنام مظفر حسین خان د .

۳ : ۱۶۴ : ۱۱۹

هنوز شب انتظار را سحر ندمیده و حکم مقدمه از دادگاه ولایت نرسید چراست

تا خود پس از رسیدن قاصد چه رو دهد
خوش میکنم دلی با مید خبر هنوز

کپ، ص ۸۹، نامه به جیمس تامسن ...( )

۴ : ۳۰۲ : ۴۳۴

آه از من که مرا نیاکان زده و سوخته خرمن آفریدند نه بآئین نیاگان خویش سلطان سنجر دارکلاه دگری و نه بفرهنگ فرزانگان پیش بوعلی آسا علم و هنری گفتم درویش باشم و آزادانه ره سپرم ذوق سخن که ازل آورد بود رهزنی کرد و مرا بدان فریفت که آئینه زدودن و صورت معنی نمودن نیز کار نمایان است سرلشکری و دانشوری خود نیست صوفیگری بگذار و سخن گستری روی آر ناگزیر همچنان کردم و سفینه در بحر شعر که سراب ست روان کردم قلم علم شد و تیر پای شکسته ایا قلم یا خود بروزگار دیده وری نبود یا بود و بمن نپرداخت همانا ره تیرگی روزگار من ندانند شگرفی کار من کس نشناخت فرجام کار اکنون که دندان فرو ریخت و گوشش گران گشت موی سپید است و روی به زنگ دست بلرزه اندر ست دیای در رکاب و آن همه سودا که در سر بود جان کندنی و نان خوردنی بمن بند و بس از آنچه امروز کاشته ام فردا چه دروم. فرد : دوش برمن عرض کردند آنچه در کونین بود
زان همه کالای رنگا رنگ دل برداشتم

دل سودا زدهٔ از اندوه مبهم برآمده در پرده ساز رباعی راه بردن شد آهنگی کشنده است که تیزی آن آهنگ زخمه به تار رگ جان میزند و زندان رهی بفغان آورد

رباعی : ای کرده بآرایش گفتار بسیچ
در زلف سخن کشوده راه خم و پیچ
عالم که تو چیز دیگرش میدانی
ز هستی سپید ست بسود دیگر هیچ

کپ، ص ۱۰۷، نامه بنام انورالدوله ...( )

۲ : ۲۷۹ : ۲۸۴

زمردین نبود خاتم گدا، دریاب
که خود چه زهر بود کان تنگین دارم

اگر دل دوست جوی ور جوش ست و گر زبان دوست ستای د خروش آئین من بدین هر دو رنگ گذارش هستی ست نه بریو دیرنگ نازش هستی.

کپ، ص ۹۸، نامه بنام امیر حسن خان ( )

۱ : ۱۴۱ : ۱۰۶

تنگ است دلم حوصله ناز ندارد
آه از نی تیر تو که آواز ندارد

ابر بهار اگر بگشایش فراوانی دست گاه بمه گوهر شاهوار آفریند کشت کشاورز سر

سبزی و باغ کہ پور شادابی از کجا بیند۔ ہمچنین پرتو اراگر در نمایش نیروی تصرف جز مغز خاک راہ نبردمانہ را در خوشہ و میوہ رابر شاخ کہ پروردی یادم خامہ کہ میانجی بی زبانان ست و زبان دان راز دانان اگرچہ بد لہ نداند نگاشت گزارش مانی الضمیر سخنور را کہ چشم توان داشت۔

(کپ، ص ۹۱، نامہ بہ منشی فضل اللہ خان۔۔ د)

۱۰۸: ۱۴۹: مقطع

ما تباہ خویان سیاہ کار کہ نہ عصا در دست داریم و نہ نیرو در پای و نہ مشعل فرا پیش و نہ شبگیر در ماہتاب و نہ زمزمہ درای و آواز فرشتہ در گوش ازین ہولناک راہ و سہمگین گزرگاہ چون گذریم و درین رفتن بر ما چہ رود کاش آمرزیدہ باشند پیش ازان کہ پرسیدہ باشند۔ فرد: کام تہ بخشیدہ گنہ چہ شماری
غالب مسکین بالتفات نیرزد

(کم، ص ۱۵۲، پرتو در فراوانی وجود الیخان ۔۔۔ د)

۹۶: ۱۳۲: ۳

صحوا بہ کہ وقت وداع از رشک بجدایش نتوان سپرد چہ بیداد ست تن نازنینش را بخاک سپردن و محبوبہ کہ از بیم چشم زخم نرگس بنگشت نمیتش نتوان، چہ ستم است نعش او را بگورستان بردن۔ خاک خون باد کہ در معرض آثار وجود
زلف و رخ در گشہ و سنبل و گل باز دہد

(کپ، ص ۹۳، نامہ بنام مظفر حسین خان د)

۹۶: ۱۳۲: ۱۲

ہر نسیمی کہ زکوی تو بخاکم گذرد
یادم از ولولہ عمر سبکتاز دہد

رسیدن مہر افزا نامہ دل بر و جان بخشیہ اگرچہ آن جان با من نماند و ہم بر سر آن نامہ بفشاندن رفت لیکن سپاس دلربائی و جان بخشی باقیست۔ امید کہ تا جان بخشیدہ یزدان در تن است گذاردہ آید۔

(کپ، ص ۷۱، نامہ ۲۸ بنام مولوی سراج الدین احمد د)

سرزمین سخن گستراں

غالب غزل	صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	عصمت	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزیں	بیدل	قتیل	واقف	
۱	۲	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	نعمت اللہ ولی ۴۸ ؛ کامران ۲۱ ؛ غیاثائی شیرازی ؛ تذکرہ نصرآبادی ۲۳۸ -
۲	۳	×	×	×	×	۱۰۸/ب	×	×	×	۱۰/الف	۲۷۰	۹۲/ب ۲۷	۱۲/ب ۹۳	×	
۳	۳	×	×	×	×	×	×	×	۵	×	×	۹۹ الف ۴۶/ب	[illegible]	۲۳۱	
۴	۴	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×		جلال اسیر ۱۳۸
۵	۵	×	[illegible]	×	۱۳۵	×	آ	۹۰۵	۱۱۰/۱۱۷	۱۰/ب	۲۲۳	×	باختلاف بحر	×	صفی قزوینی ؛
۶	۶	×	۵۲ [illegible]	۳	۲۳/۲۹	×	×	۱۷	۲۲/۴۲ ۱۰۷	[illegible] ت	[illegible] ۲۷۴	[illegible]	[illegible]	۱	غنی ۷۶ ؛ ناصر علی ۱۲ ؛ قدسی ؛ بحریا ۳۰۴ ، ۳۳۴ ، ۳۳۵ ؛ ہلالی ۶ ؛
۷	۷	×	×	×	×	×	×	×	۴۲	×	۴۹۹ ۴۹۹	۴۹/الف ۹۵/ب	[illegible]	×	غنی ۱۳۲ ؛ صفی قزوینی ؛ بحریا ۲۰۰ ؛ علی ۲۱ الف
×	۷	×	×	×	۳	×	×	۲۱	۸۰	×	۴۸۴	×	×	×	قدسی ۷ ؛ فغانی ۱۵ ؛ ناصر علی ۲۳۰ ؛
۹	۸	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	باختلاف بحر [illegible]	×	طاہری مجالس النفائس ۳۸۸ نیز سیفی ایضاً
۱۰	۸	×	×	×	×	×	×	×	×	۷/الف	×	×	×	×	ناصر علی ۲۳
۱۱	۹	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	[illegible] باختلاف حذف ردیف قافیہ -
۱۲	۱۰	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۳	۱۱	×	[illegible] ۱۴۰	×	×	×	×	×	[illegible]	×	۷۰۲	[illegible]	ب	×	ہلالی ۲۶ ؛ بحریا ۳۳۴ ؛
۱۴	۱۱	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	۶۷ ب	۸/الف	×	
۱۵	۱۲	×	[illegible] ۱۲۳	×	×	باختلاف [illegible] ۳۳/ب [illegible]/الف	×	×	×	×	×	باختلاف بحر ۹۸/ب	×	×	
۱۶	۱۳	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۷	۱۳	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	[illegible]	×	۹۳،۷۹	شوکت بخاری
۱۸	۱۴	×	×	×	×		۱۰	×	×	×	×	[illegible]		×	
۱۹	۱۵	×	×	×	×	۴	×	×	۱۲	×	×	[illegible]	×	×	قدسی
۲۰	۱۵	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	۱۶	×	×	بحریا ۱۹ ، ۳

غالب: غزل	غالب: صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	ظہوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۲۱	۱۶	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	۲/۸۱ ب	۵	
۲۲	۱۷	×	×	×	×	×	×	۲۵	۹	۱۱/الف، ۴۸/الف	۲۶۲	۱۵	۳/۸۸ الف	۶	جلال اسیر ۱۵۱؛ ناصر علی ۱۳۳؛ غنی ۲۳
۲۳	۱۷	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۲۴	۱۸	×	×	×	۲۸ و ۱۰/الف	×	×	×	۱۰۱	×	×	۲۹/الف	×	۹۱	جلال اسیر ۷۴؛ صفی قزوینی ۲۷/الف
۲۵	۱۹	×	×	×	×	×	×	×	۴۱، ۵۰	×	۲۰۹	×	×	×	ناصر علی ۹؛ حزیں ۲۲۲؛ جلالی ۷؛ صفی قزوینی؛ عالی ۲۲/ب
۲۶	۱۹	×	×	×	×	×	×	×	۴۵،۸۸	×	۲۸، ۲۹۵	۹۴/الف، ۲۷/۸۸ الف	۳/۱۰۸ ب	۵۴	ناصر علی ۹۶؛ حزیں ۲۸۰؛
۲۷	۲۰	×	×	×	×	×	×	×	۲۶، ۱۰۵	×	×	×	×	×	فغانی ۴۰؛ ناصر علی ۲۱۶؛ قدسی
۲۸	۲۱	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	حزیں ۹۰؛
۲۹	۲۱	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	شیدا اکلو [illegible] ۲۲۴
۳۰	۲۲	×	بتغیر بحر ۹۰	×	×	×	×	×	×	×	×	۲۸، ۹۸/ب	×	×	
۳۱	۲۲	×	۲۸	×	۱۹	×	×	×	۱۶، ۳۴	۵۰/الف، ت	×	۷۷/ب، ۹۴/ب	×	×	غنی ۳۳؛ ناصر علی ۱۹؛ قدسی
۳۲	۲۳	×	×	×	×	×	×	×	[illegible]	×	۳۰۹	۱۰/ب، ۳۹/الف، ۳۴ ب، ۳۶	۳/۶۱ الف	۴۴	جلال اسیر ۱۴۸؛ غنی ۱۰۶، [illegible] ۲۳؛ جالی ۳۰؛ حزیں ۳۴۹؛ [illegible]
۳۳	۲۳	×	×	×	۸/الف	×	×	×	۴۱۳	×	۲۶۸	×	با اختلاف بحر؛ ۲/۱۰۵ ب	۹۲	جامی؛ صفی قزوینی؛ عالی ۸۱/ب؛ غنی ۷۸؛ ناصر علی [illegible]؛ جلالی با اختلاف بحر
۳۴	۲۵	×	×	×	×	×	×	×	۱۰۴	×	×	×	×	×	
۳۵	۲۵	×	ضمیمہ کلیات ۱۳۴	×	×	۱۰۷/الف	×	×	۵۱	×	۲۷۷، ۴۹۹	×	با اختلاف؛ ۲/۱۰۷ ب؛ ۲/۱۲۸ ب	×	مخفی
۳۶	۲۶	×	×	×	×	[illegible]/الف	×	×	۱۱۵	×	×	×	×	×	
۳۷	۲۷	×	×	×	×	×	×	×	×	×	۲۶۸، ۴۹۹	×	×	×	فغانی ۱۸؛ غنی ۱۹؛ ناصر علی ۱۷
۳۸	۲۷	×	۳۳۰	×	۳	×	×	×	۸۹	×	۲۸۵	×	×	۴۸	غنی ۱۰؛ ناصر علی ۱۷۶؛ قدسی؛
۳۹	۲۸	×	بتغیر بحر؛ نہایۃ الکمال ۲۲۷	×	۴۰/الف	×	×	×	۴۶، ۱۱۵	×	۶۹۴	۹۶/الف	۲/۱۱۲ ب	×	صفی قزوینی ۲۴/الف؛ غنی ۳۳؛ حزیں ۳۵۳؛

غالب غزل	غالب صفحه	سعدی	امیرخسرو	حافظ	قدسی	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۴۰	۳۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۲۷	x	x	فغانی، ۴۰
۴۱	۲۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۴۲	۳۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۲۳۲، [illegible]	x	x	
۴۳	۳۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۴۴	۳۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۴۵	۳۳	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف قافیه [illegible]	x	x	x	x	
۴۶	۳۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	شمس تبریزی، باختلاف قافیه [illegible] ۵۰۵؛ باقر، باختلاف قافیه ۴۰/ب
۴۷	۴۵	x	x	۲۸	۱۴۵	x	x	۳۱	x	x	x	بالف ۴۰۱	x	x	
۴۸	۳۹	x	x	x	x	x	x	۳۲	x	x	x	x	x	x	
۴۹	۳۹	x	x	x	x	x	x	۵۵	۱۵۵	x	۷۰۹	x	[illegible]	x	قدسی
۵۰	۳۹	x	x	x	x	x	x	۵۵	۱۵۵	[illegible]	۷۰۹	x	[illegible]	x	قدسی [illegible] ۴۰۹/الف
۵۱	۳۸	x	[illegible] ۱۰۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۵۲	۳۸	x	باختلاف [illegible] ۷۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف [illegible] ۱۴۲	
۵۳	۳۹	x	x	x	x	x	۲۵	x	x	x	x	x	x	x	
۵۴	۳۹	x	x	x	۱۱۹	x	۱۱۷	۳۴	x	۱۰۷/الف	x	[illegible]	x	x	قطعاتی، ۲۴۲
۵۵	۴۰	x	باختلاف [illegible] ۱۰۶	x	x	x	x	x	۲۳۳	۲۰۷/ب [illegible] الف	x	۱۱۰/ب	[illegible]	۳۰۰	ناصر علی، ۳۰۳
۵۶	۴۱	x	x	x	x	x	x	x	۳۳۳	۵۶/ب	x	x	x	x	
۵۷	۴۱		x	x	x	x	x	x	x	۱۰۳/ب	x	x	x	x	
۵۸	۴۲	x	x	x	۴۶	x	x	x	x	x	x	۳۳/۲	x	x	غنی، ۳۸
۵۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]	x	۱۳۰	x	x	x	۲۰۹	x	[illegible]	۱۰۳/الف	x	x	نوعی ۲۵۹، صفحه [illegible] ۵/ب
۶۰	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	۲۰۹	x	x	۱۱۴/الف	x	x	
۶۱	۴۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] الحق شیعی ۸۰/الف، ناتمام مانده است

غالب غزل	صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	[illegible]	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	[illegible]	بیدل	[illegible]	[illegible]	
۶۲	۳۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مذہب عشق شوقیات غزل ۲۸ [illegible]
۶۳	۳۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	[illegible] ۵۰	[illegible] ۵۰۹ / شرف [illegible]
۶۴	۳۶	x	x	x	x	x	x	۱۹	x	x	x	[illegible]	x	۱۴۷	احسن ۳۳ [illegible] مغربی ۳۳
۶۵	۳۳	x	شاہنامہ [illegible] ۱۲۷	۱۲	۳۳ [illegible] ۳۰۵	x	۳۴	۳۳۲ ۲۴۲	x	x	۱۰۳م	[illegible]	x	x	قدسی ۲ عالی ۱۰۸ / ب
۶۶	۳۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۶۷	۳۸	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	۳۴۳	x	[illegible]	۱۹۸	فغانی ۳۶
۶۸	۳۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۶۹	۴۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	x	[illegible] رازی ـ مجمع [illegible]
													[illegible]	x	[illegible] ۲۸ / الف
۷۰	۴۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	رضی [illegible] کلیات [illegible]
۷۱	۵۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] ۱۵۱	رضی [illegible]
۷۲	۵۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۷۳	۵۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۳۷۸	x	x	x	
۷۴	۵۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۷۵	۵۴	x	x	x	۱۸	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] ۲۴۴	
۷۶	۵۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۷۷	۵۵	x	x	x	x	x	x	x	۲۰۹ / ۱۹۷	x	x	[illegible]	x	x	
۷۸	۵۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] قصیدہ [illegible]
۷۹	۵۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۸۰	۵۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۳۹۹	x	[illegible] ۱۴۲	۱۵۱	
۸۰	۵۷	x	x	x	۱۸۲	x	x	x	۱۸۸	x	x	[illegible]	x	x	فغانی ۵۷

غزل	صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	[illegible]	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزیں	بیدل	تسکین	واقف	
۸۲	۵۸	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	
۸۳	۵۸	X	X	X	X	X	X	X	۲۱۳	X	X	X	X	X	
۸۴	۵۹	X	X	X	باختلاف بحر ۱۵۰	X	X	X	X	X	X	X	X	X	...ی وفقیر، باختلاف جزئی در قافیه
۸۵	۵۹	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	۶۹۳، ۱۵۹	X	X	
۸۶	۶۰	X	X	X	۱۳۹، ۱۲۲	الف/۱۴۲	۱۷	۲۴۶	۱۲۷، ۲۱۵	X	۲۴۳	[illegible] /۲۴۹	۳ الف [illegible] /۱۲۷	X	
۸۷	۶۱	X	X	X	X	X	۳۴۹	X	X	X	X	X	X	X	فغانی، ۳۳۱
۸۸	۶۱	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	امیدی، باختلاف بحر، گلستان مسرت، ۵ [illegible] ۳۶۴
۸۹	۶۲	X	X	۲۵	۸۳	X	۲۵	۲۴۳	۲۱۳	ب/۸۵	X	۴ الف، ۱۴۴، [illegible] ۳۴۷	X	X	عالی، ۵۹
۹۰	۶۴	X	X	X	۱۸۳	X	X	X	X	X	X	X	X	X	
۹۱	۶۵	X	X	X	۱۸۵	X	X	X	X	X	X	X	X	X	
۹۲	۶۶	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	
۹۳	۶۷	X	X	X	X	X	X	>	X	X	۳۸۷	X	X	X	
۹۴	۶۸	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	
۹۵	۶۹	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	
۹۶	۷۰	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	الشاہ، باختلاف قافیہ، کلیات، ۱۵۰
۹۷	۷۱	X	X	X	۱۹۱	X	X	X	X	X	X	X	باختلاف بحر ... الخ	X	
۹۸	۷۲	X	X	X	X	باختلاف بحر ...	X	X	X	X	X	X	X	X	
۹۹	۷۳	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	سالک قزوینی، باختلاف جزئی در قافیه، مجمع، ۱۸۰ الف، مرتضای یادی، دیوان ندیم، مجالس النفائس، ۲۷۱
۱۰۰	۷۴	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	باختلاف قافیه ۲۷۹	فیضانی، کلیات، ۸۶، باختلاف ... ۳۷۳ بحر، گلستان مسرت، باختلاف بحر، ۱۰۹
۱۰۱	۷۶	X	X	X	ب/[illegible]	ب/[illegible]	X	X	X	X	X	X	X	X	حسن، ۱۳۷
۱۰۲	۷۵	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	X	ب/۱۵۴ ۲	X	مقصود بیگ تبریزی، نسخه [illegible]

فایل: جزو	فایل: نسخه	سعدی	امیر خسرو	حافظ	اهلی	فغانی	عرفی	نظیری	[illegible]	[illegible]	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۱۰۳	۷۲	x	۳۵۸	x	۱۹/ب	x	x	x	x	x	x	x	x	x	قاسم الانوار، ۳۸/ب؛ جلال اسیر
۱۰۴	۷۷	x	-	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۰۵	۷۷	x	x	x	x	x	x	x	۴۹۱	x	۵۰۰	x	x	x	
۱۰۶	۷۸	بیت ۶	x	x	x	x	x	x	۳۴۸، ۴۵۲	x	۲۰۱	x	x	x	۶. در میان من و معشوق بجام است حجاب
۱۰۷	۷۹	x	x	x	x	x	x	x	-	x	x	x	x	x	... آن هم ز میان برخیزد
۱۰۸	۷۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۰۹	۸۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	حماد نقیه؛ با اختلاف جزئی در قافیه؛
۱۱۰	۸۱	x	x	x	x	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۱۱	۸۱	x	x	x	x	با اختلاف بحر [illegible]	x	x	x	x	۴۴۴	x	x	x	
۱۱۲	۸۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۱۳	۸۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	با اختلاف جزئی در قافیه ۴۲۱	x	x	x	اشرف، مجمع ۲۰۰/الف؛ سالک قزوینی؛ با اختلاف بحر، مجمع ۱۷۰/الف؛ [illegible] با اختلاف جزئی در قافیه، ۲۸۰/ب (۵ ابیات)؛
۱۱۴	۸۳	x	۱۳۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۱۵	۸۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۲۰۳/الف، ۲۶۲/الف	x	x	اشرف، مجمع ۲۴۳/الف؛ یوسفی، تذکره نصرآبادی، ۲۴۴؛ قصیده؛
۱۱۶	۸۴	x	x	-	۲۸۰، ۳۸۸	x	۸۹	۹۵، ۹۶	۲۶۰، ۳۸۳	x	۴۹۳	۹۱، ۱۰۰ب/۲۰۱، ۳۰۳ب، ۲۰۴/الف	۲ب/۱۲۰	۳۸۵	
۱۱۷	۸۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۱۸	۸۶	x	x	x	x	x	x	x	۲۵۸	x	x	x	x	x	
۱۱۹	۸۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	با اختلاف [illegible] ۲/ب/۱۹۲	x	
۱۲۰	۸۷	x	x	۱۱۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۲۱	۸۸	x	x	۱۴۲	x	x	x	x	x	x	۴۲۱	x	x	x	سلیم تهرانی، مجمع، ۱۸۴

نمبر غزل	صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	خسروی	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	[illegible]	[illegible]	
۱۲۲	۸۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مخمس امیر
۱۲۳	۸۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	با اختلاف بحر ... [illegible] ۹۹	x	x	x	مرجع ... چاپ ... ۲۳ ... ۱۳۵
۱۲۴	۹۰	x	x	x	x	x	۸۱	x	x	x	۴۸۲	x	x	x	مدسس با خمس ...
۱۲۵	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۲۶	۹۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۲۷	۹۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	بحذف بحر	... با اختلاف بحر ... با ... اصفهانی ... [illegible]
۱۲۸	۹۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۲۹	۹۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	نغانی ... اختلاف بحر ... تبریزی ... با خلاف بحر ... [illegible]
۱۳۰	۹۴	x	x	x	x	x	x	x		x	x	x	x	x	
۱۳۱	۹۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۳۲	۹۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	اسانی ... ۲۰۲ ب
۱۳۳	۹۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مسیح کاشی ... [illegible]
۱۳۴	۹۸	x	x	x	x	x	x	x	۸۳	۲۵۰	x	x	x	x	... ۲۸ ... اصفهانی ... [illegible]
۱۳۵	۹۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	... با اختلاف بحر ... الف ... [illegible]
۱۳۶	۹۹	x	x	x	[illegible]	x	x	x	۳۵۴	x	۲۰۰ / ۷۰۰	x	با اختلاف بحر ... [illegible]	x	... ب ... با اختلاف بحر ... [illegible] ۹۲
۱۳۷	۱۰۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	

غزل	غالب نسخه	سعدی	امیرخسرو	حافظ	ظهوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۱۳۸	۱۰۰	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف بحر [illegible]	x	x	x	x	وحید قزوینی باختلاف [illegible] حصہ ۱۱۳ [illegible] باختلاف قافیہ [illegible]
۱۳۹	۱۰۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۳۲۸	x	x	x	
۱۴۰	۱۰۲	x	x	x	x	x	x	۸۹ / ۹۹	۳۹۶	x	۳۷۲	x	x	x	
۱۴۱	۱۰۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۴۲	۱۰۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۴۳	۱۰۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] باختلاف [illegible] قافیہ
۱۴۴	۱۰۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۴۵	۱۰۵	x	۱۴۷	۸۱	[illegible] ۱۰۲ [illegible]	x	x	x	x	x	x	[illegible]	۲۶ب [illegible]	x	[illegible] ۵۷۰ [illegible]
۱۴۶	۱۰۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] باختلاف قافیہ ۶۷ [illegible] [illegible] ۱۱۵
۱۴۷	۱۰۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۴۸	۱۰۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۴۹	۱۰۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۳۴۳	x	[illegible]	x	
۱۵۰	۱۰۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	عماد فقیہ
۱۵۱	۱۰۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] باختلاف [illegible]
۱۵۲	۱۱۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] باختلاف [illegible] قافیہ [illegible]
۱۵۳	۱۱۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] باختلاف قافیہ [illegible]
۱۵۴	۱۱۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۵۵	۱۱۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] باختلاف [illegible] [illegible] باختلاف [illegible] قافیہ
۱۵۶	۱۰۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۵۰۷	x	[illegible]	x	

غالب ردیف	غالب صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	ظہوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۱۵۷	۱۱۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۵۸	۱۱۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مسعود سعد سلمان، ۶۷۴؛ [illegible] ۳۸۵
۱۵۹	۱۱۶	x	x	۱۴۹	x	x	x	۱۱۱	x	x	x	x	x	x	
۱۶۰	۱۱۶	x	x	x	x	x	x	۱۱۶	x	x	x	x	x	x	
۱۶۱	۱۱۷	x	x	x	x	x	x	۱۱۴	x	x	x	x	۲/ب ۱۹۸	x	
۱۶۲	۱۱۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۶۳	۱۱۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۵۱۴	x	x	x	
۱۶۴	۱۱۹	x	x	x	x	x	x	x	۵۰۴	x	x	x	x	x	
۱۶۵	۱۲۰	x	x	x	x	x	x	۱۲۳، ۱۲۴	x	x	۵۱۱	x	x	x	سالک، مجمع، ۱۵۸
۱۶۶	۱۲۱	x	x	x	باختلاف [illegible] حافظ ۱۵، ۴۱۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	سرخوش، کلمات، ۵۴
۱۶۷	۱۲۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۶۸	۱۲۳	x	باختلاف [illegible] ۲۷۷	x	x	x	x	x	x	x	۵۰۶	x	x	x	
۱۶۹	۱۲۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۷۰	۱۲۴	x	x	x	x	x	x	۱۲۷	x	x	x	x	x	x	
۱۷۱	۱۲۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۷۲	۱۲۶	x	x	x	x	الف/۱۲۴	x	x	x	x	x	x	x	x	
۱۷۳	۱۲۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	صفا، ۲۰۲/الف
۱۷۴	۱۲۷	x	x	x	x	x	x	۱۳۳	x	x	x	x	x	x	
۱۷۵	۱۲۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مرزا احمد علی احمد متوفی ۱۲۹۵ھ، مقالات الشعرا، ۲۰ (از معاصرین غالب)
۱۷۶	۱۲۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	الف/۵۴	x	x	سعدی، ۵۱؛ ناصر علی، ۹۹؛ جویا، ۷۱؛ ۶۹۹؛ جامی (ابیات)

غالب: غزل	غالب: صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	ظہوری	عرفی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	صائب	[illegible]	بیدل	[illegible]	[illegible]	
۱۷۷	۱۲۹	×	×	×	×	ردیف ۴۳۴	×	×	×	×	×	×	×	×	فغانی ۱۵۵؛ ناصر علی ۷۰۱
۱۷۸	۱۳۰	×	۲۸۰	×	ردیف ۴۵	×	×	×	×	الف ۹۱	×	۴ [illegible]	×	×	قدسی [illegible]
۱۷۹	۱۳۲	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۰	۱۳۳	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	عالی ۱۰۶/ب
۱۸۱	۱۳۴	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۲	۱۳۵	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۳	۱۳۶	×	×	×	×	×	×	۱۵۳	×	×	×	×	بخوف [illegible]	×	شوکت بخاری ۹۸
۱۸۴	۱۳۷	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۵	۱۳۸	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۶	۱۳۹	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۷	۱۴۰	×	×	×	۲۵۲	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۸۸	۱۴۱	×	×	×	×	×	×	۱۵۸	×	×	×	×	×	×	
۱۸۹	۱۴۲	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۹۰	۱۴۳	×	۲۹۴	×	×	×	×	×	×	×	×	×	۹ [illegible]	×	آتش [illegible] ۱۲
۱۹۱	۱۴۴	×	×	۲۰۳	×	×	×	۱۶۲	×	×	×	×	×	×	
۱۹۲	۱۴۵	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۹۳	۱۴۶	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۹۴	۱۴۷	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۹۵	۱۴۸	×	×	×	×	×	×	×	×		×	×	×	×	
۱۹۶	۱۴۹	×	×	×	×	×	×	۱۲۵	×	×	×	×	×	×	ناصر علی ۲۷۲؛ حزیں ۷۲۸
۱۹۷	۱۵۰	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	×	
۱۹۸	۱۵۶	×	×	×	×	×	۱۳۷	×	×	×	×	×	×	۵۰۶	اہلی؛ مظفر خان؛ حسن؛ انیس العاشقین ۳
۱۹۹	۱۵۱	×	×	×	×	×	×	×	×	۱۲۹ ب / ف	×	×	[illegible] ۲۳	×	ناصر علی ۳۳۳؛ قاسم [illegible] ۸۹؛ [illegible] [illegible] جلد [illegible]

غالب: غزل	غالب: صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	ظہوری	فیضی	عرفی	نظیری	طالب	صائب	حزین	بیدل	تحسین	واقف	
۲۰۰	۱۵۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	بیدی تہرانی: تنبیب قصیدہ نسخہ سائز ۱۰۱، مخفی ۷۷۹
۲۰۱	۱۵۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مست قلمی، قصیدہ، با اختلاف قافیہ و اختلاف جزئی در ردیف ۱۱/ب
۲۰۲	۱۵۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۰۳	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف [illegible]	x	غنیمت: درکار خودم
۲۰۴	۱۵۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۱	x	قدسی [illegible] مخفی ۱۳۸ [illegible] ۵۶۹ خواجہ [illegible] غزل ۱۹۰
۲۰۵	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۲/۲۲۳	x	[illegible] مجمع ۲۲۵ [illegible]
۲۰۶	۱۵۶	x	x	x	۵۱۰	۱۰۳	۵۸	۱۹۸	x	x	x	x	x	x	غصب [illegible] ۱۷۱
۲۰۷	۱۵۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	
۲۰۸	۱۵۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] با اختلاف قافیہ، حضرت ۱۴۴
۲۰۹	۱۵۸	x	x	x	x	x	x	۱۴۹	[illegible]	x	x	بعض ۴۰۲	x	x	عالی، [illegible]
۲۱۰	۱۵۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۱۱	۱۵۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۱۲	۱۶۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۲/۲۲۴	x	اسیر، مجمع النفائس
۲۱۳	۱۶۱	x	x	x	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	نعمت اللہ ولی ۳۶۷
۲۱۴	۱۶۲	x	x	x	۲۹۳	x	x	x	۵۷۱/۵۹۰	x	x	x	x	x	قدسی [illegible]
۲۱۵	۱۶۲	x	x	x	[illegible]	x	x	x	x	x	x	[illegible] ۲۲۵	x	x	نظیر ۲۲۵ [illegible] مجمع ۱۰۷
۲۱۶	۱۶۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۱۷	[illegible]	x	x	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	جلال اسیر ۳۵۳
۲۱۸	۱۶۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	

غالب: غزل	غالب: صفحه	سعدی	خسرو	[illegible]	ظهیر	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	[illegible]	بیدل	قتیل	واقف	
۲۱۹	۱۶۵	x	x	x	x	x	x	x	با تغییر بحر	x	x	x	x	x	تغییر قافیه و تغییر جزئی در قافیه ۸۳
۲۲۰	۱۶۶	x	[illegible]	x	[illegible] ۵۵۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] ۲۳۹/ب با اختلاف جزئی در قافیه و ردیف با اختلاف جزئی در ردیف، آتشکده ۱۱۲
۲۲۱	۱۶۷	x	x	x	الف ۴۴۴	x	x	x	۵۹۳	x	۵۹۱	۵۳	ب ۲۲۴	۵۸۷	[illegible] الف، حیات ۷۵۲
۲۲۲	۱۶۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	زمانی، کلیات الشعراء ۱۶۰
۲۲۳	۱۶۸	x	الف [illegible]	x	x	با اختلاف قافیه [illegible]	x	x	x	۱۳۳ ب	x	x	x	x	تحفه صفا [illegible] با اختلاف قافیه [illegible]
۲۲۴	۱۶۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x		[illegible] با اختلاف جزئی
۲۲۵	۱۶۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۲۶	۱۷۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۲۷	۱۷۱	x	x	x	۵۵۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۲۸	۱۷۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	الف ۵۹۳	x	[illegible] ۸۲ [illegible] بحر
۲۲۹	۱۷۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۳۰	۱۷۳	طیبات	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] ۹۱
۲۳۱	۱۷۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	الف [illegible]		x	x	[illegible] یزدی [illegible]
۲۳۲	۱۷۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	فغانی ۱۹۰
۲۳۳	۱۷۶	x	[illegible]	x	x	ب ۳۴۴	x	x	x	x	x	x	ب ۲۲۴	۲۸۳	فغانی ۱۹۱
۲۳۴	۱۷۶	x	۳۲۲	x	x	x	x	x	x	x	۴۱۲	x	x	x	
۲۳۵	۱۷۷	x	x	x	x	[illegible]	x	۱۹۸	x	x	x	۳۰۸	x	x	عرفی ۲۴۶
۲۳۶	۱۷۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۳۷	۱۷۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	الف [illegible]	x	x	قدسی ۲۱۲/الف
۲۳۸	۱۷۹	x	۳۰۳	x	x	x	x	۱۹۹	x	x	۴۱۹	x	x	۴۵۸	محسن تأثیر ۱۲۰ الف

غالب غزل	صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	ظہوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	[illegible]	حزیں	بیدل	الکلیل	واقف	
۲۳۹	۱۸۰	۸	x	x	x	x	x	x	x	x	۶۲۰	x	x	x	
۲۴۰	۱۸۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۴۱	۱۸۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۴۲	۱۸۳	x	x	x	x	x	x	۱۶۰	x	x	x	x	x	x	فغانی ۱۸۲
۲۴۳	۱۸۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۴۴	۱۸۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۴۵	۱۸۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۴۶	۱۸۶	x	۳۹۹	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	x	x	x	
۲۴۷	۱۸۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف ردیف [illegible] ۴۲۸	x	x	x	
۲۳۰	۱۸۷	x	۳۰۲	x	باختلاف بحر ۴۰۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۴۹	۱۸۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف بحر ۴۲۰	x	x	x	
۲۵۰	۱۹۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	الف ۳۲	x	
۲۵۱	۱۹۰	x	x	x	x	x	x	باختلاف بحر [illegible]	۴۰	x	۶۴۱	x	x	x	
۲۵۲	۱۹۱	x	x	x	x	x	x	باختلاف بحر ۲۱۲	x	x	۴۴۲	x	x	x	تدسیع
۲۵۳	۱۹۲	x	x	x	x	x	۱۷۹	x	x	x	x	x	x	x	
۲۵۴	۱۹۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] ۲۷۰	x	عالی، باختلاف قافیہ، ۲۴۳/الف
۲۵۵	۱۹۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	با ردیف و قافیہ ۴۸۰	x	باختلاف قافیہ [illegible]	باختلاف بحر ۲۳۸ ۲۳۹	جلال اسیر، باختلاف ردیف قافیہ، ۲۸۷ [illegible] باقر، ۳۰۳/الف
۲۵۶	۱۹۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	باقر، ۲۰۶، ۲۰۶، تدسیع باختلاف تقطیع
۲۵۷	۱۹۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	الف ۳۳۲ [illegible]	باختلاف بحر [illegible]	x	قدسی
۲۵۸	۱۹۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۵۹	[illegible]	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۶۴۹	x	x	۳۸	ناصر علی ۱۷۹

غالب: غزل	غالب: صفحه	سعدی	امیرخسرو	فغانی	ظهوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	یقین	واقف	
۲۶۰	۱۹۷	نہایت تکمیل ۲۳	x	x	x	x	x	x	x	x	۲۷۳	x	x	x	حسن، ۳۸۰؛ ہاتف، ۸۰
۲۶۱	۱۹۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۶۲	۱۹۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۶۳	۱۹۹	البلبل	x	x	x	x	x	[illegible]	x	x	x	x	x	x	مشتاق، آذر، ۱۱۱
۲۶۴	۲۰۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۲۰۳/۱	x	x	x	فغانی، ۲۳۲
۲۶۵	۲۰۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۶۶	۲۰۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۶۷	۲۰۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۶۸	۲۰۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۶۹	۲۰۴	x	x	x	x	x	۱۸۴	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۰	۲۰۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	با تفاوت ۴۳۳		x	x	
۲۷۱	۲۰۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	با تفاوت، فی قیہ، ۷۵۳	
۲۷۲	۲۰۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۳	۲۰۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۴	۲۰۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۵	۲۰۸	البلبل	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۶	۲۱۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۷	۲۱۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۷۸	۲۱۳	x	x	x	۲۵۱، ۳۸۲	x	x	x	۲۷۳، ۳۳۹	x	۲۵۱، ۷۱۷	۸۹، ۳۹۲/الف	۲/ب، ۱۵۷	x	
۲۷۹	۲۱۴	x	x	x	x	x	x	۱۷۵	x	الف/۱۰۵	x	۵۰۱/الف x	x	x	
۲۸۰	۲۱۸	x	با تفاوت، ۳۵	✓	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	ہلالی، ۸
۲۸۱	۲۱۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۸۲	۲۲۰	x	x	x	x	x	x	۵۳	x	x	x	x	x	x	
۲۸۳	۲۲۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	سروری، ۲۲۵؛ عالی، ۷۰/ب

غالب غزل	غالب صفحه	سعدی	امیر خسرو	بابا فغانی	ظهوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۲۸۴	۲۲۱	x	x	x	x	x	x	x	۱۳۳۰، ۸۷	x	x	x	x	x	
۲۸۵	۲۲۲	x	۸۱	x	x	x	x	۳۵	۱۳۴	x	x	x	x	x	
۲۸۶	۲۲۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	نعت فی ۲۹۰
۲۸۷	۲۲۳	x	x	x	x	x	x	x	۱۹۹، ۲۰۸	x	x	x	x	x	
۲۸۸	۲۲۴	x	x	x	x	x	x	x	۲۲۵ x	x	x	x	x	x	
۲۸۹	۲۲۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۰	۲۲۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	قدسی با تفاوت بحر و حیدر با تفاوت بحر ۷، ۱۳۰ ب
۲۹۱	۲۲۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۲	۲۲۷	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۳	۲۲۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible] با اختلاف بحر [illegible]
۲۹۴	۲۲۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۵	۲۲۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۶	۲۲۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۳۰ ب ۱۹۲	x	
۲۹۷	۲۳۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۸	۲۳۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۲۹۹	۲۳۲	x	x	باتفاوت [illegible]	۳۰ ع	۹۰	۸	۱۳۸	x	x	x	x	x	x	
۳۰۰	۲۳۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	[illegible] ب ۲۴	[illegible] ۲۲۲	x	[illegible] با نعت ۲، ۲۴۷ با تخفی
۳۰۱	۲۳۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	[illegible]	x	x	قدسی با تفاوت بحر ۲۰
۳۰۲	۲۳۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	کلیم [illegible] ۲۶۰
۳۰۳	۲۳۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۰۴	۲۳۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۰۵	۲۳۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	

غالب: غزل	غالب: نسخہ	سعدی	خسرو	حافظ	نسبتی	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزین	بیدل	قتیل	واقف	
۳۰۶	۲۳۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	(انوری) باثر، باختلاف قافیہ ۲۰۲/ب
۳۰۷	۲۳۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	قرہ غبار ۲۰۲/ب
۳۰۸	۲۳۵	x	x	x	x	x	۲۹۹/ب	x	x	۲۱۰ غث	x	x	x	x	مسعود سعد سلمان، باختلاف بحر
۳۰۹	۲۳۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	* دوسرے نسخے میں ۲۰۳/ب
۳۱۰	۲۴۳	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	حسن، باختلاف جزئی ردیف قافیہ
۳۱۱	۲۴۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	نائب، باختلاف جزئی در قافیہ
۳۱۲	۲۶۵	x	x	۲۵	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۱۳	۲۴۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	سعد الدین نسفی، لباب، ۲۵۹
۳۱۴	۲۴۷	x	x	۱۳۳	x	x	x	x	۳۷۸	x	x	x	x	x	
۳۱۵	۲۴۷	x	۲۱۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۱۶	۲۳۸	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	مخفی ۱۰۹، نسبتی
۳۱۷	۲۴۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	۳۱۵	x	x	x	محترم بدخشانی، آتش حسینی
۳۱۸	۲۳۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۱۹	۲۵۰	x	x	x	x	x	x	۱۳۰	x	x	۳۳۰	x	x	x	
۳۲۰	۲۵۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۲۱	۲۵۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۲۲	۲۵۲	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۲۳	۲۵۳	x	x	x	x	x	۲۰۷	x	x	x	x	x	x	x	
۳۲۴	۲۵۶	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	وصال شیرازی باختلاف بحر ریاض العارفین ۲۰۱
۳۲۵	۲۵۷	x	x	x	x	x	۹	۱۵	۹۲۳	x	۷۰۲	x	x	x	
۳۲۶	۲۵۸	x		x	x	x	x	x	x	x	x	حصہ ۷۷/ب	x	x	
۳۲۷	۲۵۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	سید قریشی، اختلاف جزئی در قافیہ
															خریجہ ۲۰۲۵۶ غزل ۵۳

غالب غزل	غالب صفحہ	سعدی	امیر خسرو	حافظ	ظہوری	فیضی	عرفی	نظیری	صائب	طالب	حزیں	بیدل	قتیل	واقف	
۳۲۸	۲۵۸	x	۲۵۰	x	x	۶۶	۵۴، ۹۳	x	x	x	x	x	x	x	ہلالی، ۱۵
۳۲۹	۲۵۹	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۳۰	۲۵۹	x	x	۳۵۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۳۱	۲۶۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	
۳۳۲	۲۶۰	x	x	x	x	x	x	x	x	x	باختلاف جزو جنئی ص قافیہ، ۶۲۳	x	x	x	عنت، باختلاف قافیہ، شحنہ خراسانی؛ باختلاف جنئی در قافیہ، ریاض، ۵۹۵
۳۳۳	۲۶۱	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	فائز، ۳۸۸/ب
۳۳۴	۲۶۴	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	

نوادر سخن گستران پیشین

ظهوری

۱

دریوزه کند بلبل اثر از نفسِ ما   آیند چمنها به سلام قفسِ ما
سیلی خورِ برگشت خزان باغ و بهاریم   بالاله و گل دسته شود خار و خسِ ما
بستیم لب از ناله محالست که دیگر   از کام نهد گام برون ملتمسِ ما
یکبار لبیب ذوقی کمت نرساندیم   در کوتهی افتاد رسا دسترسِ ما
در هند رها گیری هر طائفه رسمست   بسم الله پر دانهٔ عیر و مگسِ ما
خوش آنکه گداز دقت حیرت دل و جان[۱]   عشق تو گرفتست عیار هوسِ ما
هجران تو گر هست ز صد کوه [گران تر]   گنیتم صد یشش کمری شد نفسِ ما
در خواب توان کرد مگر دوری ره را   شبگیر در افسانه خوشست از جرسِ ما
ذی رتبه کند مدحت ما اهل سخن را   طو[بی] یکی از سایه نشینانِ خسِ ما
گفتیم ظهوری که کسِ خویش نباشی
تقصیر که باشد که بگرهید کسِ ما
(۱۰ک)

[۱] دراصل: خان

۲

صد چمن در پیشکاری باغ زندان ترا   باغ زندان عندلیبان گلستانِ ترا
عید را از لاغری آورده بیرون سعیِ بخت   تا بقربانی پسند افتاد قربان ترا
بیش ازین پیراهن گل [چاک می شد از حیا]   در چمن میدید اگر چاک گریبان ترا
کشت حسن هیچکس را نیست این نشو و نما   از تو چشم مرحبائی نیست دهقانِ ترا
مجلست را خلد گویند این کجا و آن کجا   میخرد رضوان بزاری ناز دربانِ ترا
گر نمایان تر شود لطف نمایان دور نیست   کرده ام باخود قیاسی بود پنهانِ ترا
لب بدندان کرده ام از آرزوی بوسه ریش   وای اگر مرهم نسازم زخم دندان ترا
موم را بر خاره در صیقلی سخن آید اگر   حرفش آید بر زبان فولاد پیمانِ ترا
سجدهٔ شکر دل جمعست واجب بر دلم   می شناسد قبله گاه[۲] خود پریشانِ ترا
جامه زیبی شد ظهوری ختم بر جهمانِ هند
دیده ام اطلس بزازان خراسان ترا
(۲۴ک)

[۲] دراصل: قبلگاه

۳

یاد تو غم کشیده را خاطرِ شاد میدهد   چشم ستم رسیده را روی تو داد میدهد
من نیم آنکه خود بخود ترکِ مراد خود کنم   هر چه زیاد میبرم عشق تو یاد میدهد
از طپشِ فتادهٔ بود غبار خاطری   گرد مباد در دلت خاک بباد میدهد

گوشهٔ عشوه درکمین تیر کرشمه در کمان   سینهٔ صید میبرد شست کشاد میدهد
راست نکرد کار کس فرزش نشاط کجروی   مهرهٔ نرد در آتشی نقش مراد میدهد
هست ظهوری ترا امایهٔ درد پیش تو
هر چه دهند دیگران جان بمراد میدهد   (۱۸۸ اب)

۴ بوی تاثیر ز گلهای دعا می آید   مژده مارا که بهار دل ما می آید
دل بتحقیق خبر پای ز سر ساخته بود   اینکه از پیش کسی رد بقفا می آید
میرسد قاصد و جان میدهد از گرد رهش   جان احباب فدایش بکجا می آید
انتقامی بکشد وصل ز هجران آری   فرصت درد کشانست دوا می آید
دل امید دگر سینه صفائی گردید   [هر که دل] باز کند سینه صفا می آید
در غبار غم اگر گمشده رخسار چه غم   باد کوئی بهوا داری ما می آید
خوش فراخست ظهوری بغل همت عشق
پرتو مهر در آغوش سها می آید   (۱۹۰ اب)

۵ بصارت تو مبادا این ستم روا دارد   حباب پاکی چشم ترم لحب دارد
دلم که خورده سویدا فشار تنگی او   برای داغ تو صد سینه دار جا دارد
رسید قوت ضعف فتادهٔ تو بآن   کز آه خیمهٔ افلاک سا بپا دارد
چه عقده ها که تغافل بکارم افگندست   ازین چه سود که مژگان گره کشا دارد
بجز برو نشنیدم بعمر خویش از تو   زهی مروت و انصاف یک بیا دارد
مرا که گفت که دکان عشق بکشائیم   در آن دیار که جنس هوس بها دارد
عجب اگر بجواب سوال رنجه شود   لبی که منت دشنام بر دعا دارد
غرض ز عشق همین است که غرض برهند   بمدعا نرسد هر که مدعا دارد
شگفته روی تر از گل بهر خس و خاریم   بهانه باغ خود آنکس که خوی ما دارد
گرانی غم فرهاد را شنیده مگر   کمر شکستگی کوه در صدا دارد
غبار بار تن خاکیم در آن کوئی   که استخوان سگانرا [پی] هما دارد
مدعهای ظهوری چه راست مانند است
در اصل اگر   لبش ببند زبانی زر افترا دارد   (۱۸۰ اب)

۶ دلگشت چمن رفتی چمن سرو روان دارد   خجل شد باغبان پنداشت باغش ارغوان دارد
شرابی ریخت در پیمانهٔ دردی کشان ساقی   که در صافی سخن بر سینهٔ پیر مغان دارد
ز بیم درد بر گاهی نفس در سینه میدزدم   اگر گل بشنود بلبل هزاران داستان دارد
بآزادی جواب خود بنالد سرو در بستان   ز شوق خدمت قدت دامان بر میان دارد

بمجنون ره نمیگردد غلط کو شوق یکجا شو   حدی گن ناقهٔ لیلی جهار ساربان دارد
ز شهد بوسه گر پروانه خواهم شکرشاند   که صد مصر شکر عیرانه تو در کنج دهان دارد
برسوایان کند تحویل ربی اندیشه بنشیند   کسی کو بیم از بگشادن راز نهان دارد
نگردد غارتم از کنجکادی مفتد ایمائی   چنین معلوم میگردد مگر صبری گمان دارد
چه مطلوبست از اخوان بچاه افگندن یوسف   زلیخا دیده را بر شاهراه کاروان دارد
سپند از مهر و مه هر روز میسوزند بر طفلی   که از شوخی تماشاهای پیدا ز جهان دارد
چه آسودم که ناصح دیدهٔ انصاف لب بستن   نصیحتهای بیجا کرد چندین ترجمان دارد
ظهوری غالبا سوزنت ندارد آنچنان مغزی
م: در اصل بکسی کریم رسوا گشادن ـ   بمغزم دود بر شد داغ بوی استخوان دارد   (۱۷۲ الف)

دل خود را بنازم فکر درد جاودان دارد   ۷ مدار کار و بار سود و سودا بر زبان دارد
بیا ای عشق لختی بمن ترکن سینهٔ جا مرا   که حسن از ابروی او تیر شوخی در کمان دارد
کسی در قحط عشرت بدی کاهیدن نمی بیند   که مغزی از سرخوان عمی در استخوان دارد
زبان آورده بیرون شعلهای داغ میلرزم   بر آن روزی که ما مغز دل و جان در میان دارد
چسان بر لب نهم مهر خموشی با چنین دردی   که فریاد و فغانش ریشه در کام و زبان دارد
بروی دل بدی شاید گشاید همت عالی   که فرق عرش شاهی هم ز خاک آستان دارد
چو گل خندان به بستان میخرامد لاله روی من   چه خونین گریه ها رشک از برای ارغوان دارد
کند تیغ ستم هر جا علم جلاد هجرانش   ز خون تا روز محشر خاک جوش الامان دارد
باستقبال محمل گر بیرون نه باید خود مجنون   که امشب خواب بختش را بمرگ ساربان دارد
صبا با میر محمل گو بگو حال گرانباری   که دست عجز در دامان گرد کاروان دارد
خجل باش اندز از صید بندان غیر را مرده   سرت گردم کمند افگن گمان ترجمان دارد
ظهوری از تو با خود ره نبرد شب در کنج خاموشی
حکایت در حکایت داستان در داستان دارد   (۲۲۰ ب)

شفق بر آسمان بند و غبار باد جولانش   ۸ ز بس آغشته در خون شهیدان خاک میدانش
کند زیر و زبر تنها سپاه صبر و طاقت را   برون تاز و نمایان عشوه گر صف مژگانش
شگافی از بن هر بخیهٔ دلقش بر آرد سر   اگر افتد ورع را چشم بر چاک گریبانش
فرو میریزم از رخ گریهٔ شوری مگر بندی   بخت تلخ من قندی بدر خند و نمکدانش
ز جای نخل بنیرسش نخل عمر جاودان دید   بجای دل نگهدارند اگر در سینه پیکانش
ز چشم خونفشان نعلین راه کعبه آوردم   زبان عذر گو ظلم است بر خار بیابانش
بجای سیر باغش را چه نسبت با دماغ ما   زهی اقبال اگر گنجیم ما در کنج زندانش

ازین زلفِ سیاه و خاطرِ آشفته می باید … کز گاهی جمع گردد در کنم زلف پریشانش

چها دامان رباید بوسه ها از خاک پای او … که میدوزد برایش جامه دست و پای دامانش

بذوقِ جیدهائی آشکارا من گرفتارم

ظهوری پرتو یاد اغذهای لطف پنهانش (۲۵۱ الف)

۹

چون حدیثِ عهد و پیمان کرده ایم … شیشه را ترکیبِ سندان کرده ایم

صد حصارِ آهنین بر دورِ ماست … عشق را آری نگهبان کرده ایم

دل بادخواهی نخواهی داده ایم … قطره را در کارِ عمان کرده ایم

بر طرف شد سیرِ باغ و بوستان … باغ و بستان[۱] را زندان کرده ایم

اشک رنگین گشته از ذوقِ حرم … لاله در جیبِ بیابان کرده ایم

شرمساری میکشم از دوستان … خاطرِ جمعی پریشان کرده ایم

نیست از زلفی بکف سر رشته ای … بر نفسها آه تاوان کرده ایم

از پشیمانی مگر بینم خبر … پشت دستی نذرِ دندان کرده ایم

خار خار کعبه و بتخانه چند … کاوکاوِ شیخ و رهبان کرده ایم

با ظهوری درمیان کی می نهیم

قصه ای کز خویش پنهان کرده ایم (۲۷۶ ب)

۱- در اصل: بوستان

۱۰

چو ابر خود بنالم میبرد هردم برون هوشم … که بوی دولت آغوش می آید ز آغوشم

اگر مطرب بایں شوخیست خواهد کرد رقاصم … دگر ساقی باین مستی است خواهد ساخت مدهوشم

براه او اگر خضرم نخواهد کند بر پایم … نفس گر داستان جز او بگوید پنبه در گوشم

نظر بربستگان دانند آئین نگه بستن … ز من پرسید آداب نگه کردن که خاموشم

دهم گر خویش را یادش ز حالِ خویش می افتم … منم در خاطرش از بندگان عمدا فراموشم

... داداست آب ... نشترهای مژگانم … نشانده است از نهای لبش غمزه در نوشم

نشد رنج درد رخ ضائع در آن میخانه افتادم … که ساقی سائی خم میکند در کار سر جوشم

عجب گر بی رضای او تواند کرد این شوخی … خیالش خویش را ای افگند هردم در آغوشم

زبان ابرو کار آنچنان آورده حرف او … که گر خواهند نتوان جز بحرفش ساخت خاموشم

نگاهش می نهانی عشوه اش دارو ی بیهوشی … بیهوشش ... روز حشر آرند در هوشم

ظهوری را بدین آورده از ره ...

بداغ عشق کسو تبخانه عشقت ... (۲۲۵ الف)

فیضی

سر پیوند با عشاق نبود کج کلاهان را ۱ نزیبد صید با فتراک بستن بادشاهان را
کسی چون نالد از بیداد این ترکان عاشق کش که می بندند از دهشت زبان دادخواهان را
دل شیران درین خون گردد از تاب نگاه او اگر از باده سازد شیرگیر آهو نگاهان را
ازین قوم بهشتی زود گر یارای پرسیدن اگر در حشر میریزند خون بیگناهان را
مسلمانان دل دو نیم بدنبال بتان گم شد مگر لطف خدا آرد بره گم کرده راهان را
مرا گر میکشی ای فتنه خو از خلق پنهان کش که موقوف قیامت پرسشی باشد گواهان را

بتان هند نور چشم عشاقند از آن فیضی
بجای مردمک در دیده جا کن این سیاهان را (۱۰۸ ب)

ای عشق تو از کعبه تراشیده صنم را ۲ پیمانهٔ می ساخته قندیل حرم را
یاقوت فروشان همه الماس شکستند تا نقش نیفزود جگر کاوی غم را
هرچند بخاکستر دل کار نداریم آیینه به پیش آر من سوخته دم را
حالیست که از حسرت نظاره دو چشم یکذره ندادند نظر بازی هم را
دو دیده نگهدار بصد پرده که گویند که داد باین جام گهر گوهر جسم را
پیش از سپه آرائی میدان قیامت حسن تو گرفت از کف خورشید علم را

فیضی چو نویسی ز تنت دود برآید
ای سوختهٔ عشق نگهدار قلم را (۱۲۳ ب)

مجنون که و فرهاد چه داند رو غم را ۳ در عشق صلاح است عرب را و عجم را
یک عقده بجز آبلهٔ پا نگشودیم نازم که براه تو نهادیم قدم را
همچون الف قد تو حرفی ننوشتند آنروز که بر لوح نهادند قلم را
دارند نهان داغ تو جان و دل مسکین مانند فقیران که بپا بند درم را
با من بکن از جور و جفا هرچه توانی حاجت بتقاضا نبود اهل کرم را
در گریه شدم بر سر کوی تو شب غم از دیدهٔ خود خاک زدم آب حرم را

فیضی شه اقلیم سخن شد چه وجه است
در بین دوات و قلمش طبل و علم را (۱۲۴ ق)

بگشای پردهٔ چشم حقیقت نمای را ۴ خودرا شناس شناسی خدای را

لب تر مکن بچشمهٔ دود اندرین کتاب   درکاوشش آر همتت دریاکشای را
گرد فنا شدند حریفان بزم عشق   بر خاک ریز جرعهٔ مرد آزمای را
مژگان به بند چون قدم از دیده میکنی   مردان ره برهنه نهادند پای را

مجلس زبانگ هرزه درایان فسرده شد
فیضی بدست کن قلم سرمه سای را   (۱۰۷ ف)

۵
حسنی تمام داده ام آن ماه پاره را   همکرده ام بزور توجه ستاره را
بنگر تصرف نظر اهل دل که چون   طوفان آتشی بنمودم شراره را
آن قطرهٔ که چشم منش داشت درکنار   بحری شد و نهفت زچشم کناره را
ای آفتاب اینهمه بر آسمان مرد   من هم عقیق ساخته ام سنگ خاره را
خلقی بحسن چشم تماشا کشاده اند   کو دیدهٔ که فرق شناسد نظاره را
آه این چه فتنهاست که دوران تمام کرد   در روزگار او ستم نیم کاره را

فیضی فریب خوردهٔ عیار پیشه است
کز گوشش آفتاب کشد گوشواره را   (۱۲۵ ف)

۶
مرا بماه محبت دو مشکل افتاده است   که خون گرفته ام و یار قاتل افتاده است
زباده نوشی بدمستی من مپرس امشب   کدام باده که آتش بمحفل افتاده است
بخاک تربت من استخوان چه می جوئی   که پل شکسته و رختم بساحل افتاده است
بگردنم ز تو تعویذ دوستی این بس   که زخم تیغ شهادت حمایل افتاده است
مسافران طریقت زمن جدا مشوید   که دور بینم و چشمم بمنزل افتاده است
میانهٔ من و آن شوخ تا چه انجامد   من آتشین دل و او آهنین دل افتاده است

شکار همت فیضی بسوی صید گهیست
که صد هزار هماییم بسمل افتاده است   (۱۳۲ ف)

۷
به بی نیازی معشوق چون کنم آرخ   که در وصال زمن تا باو دوست صد فرسخ
مبند دیده ز خوبان که رهروان گیرند   بشاهراه حقیقت مجاز را برزخ
چه عالمیست که صد خانه کرد زیر و زبر   کرشمهای سمن غبغبان ساده زنخ
منم که از نفس گرم من زبانه کشد   زجوش چشمهٔ فردوس شعلهٔ دوزخ
خوشست رشتهٔ جانها زخون دل گلگون   فراق نامهٔ عشاق را چه رنگ زنخ
اگر دو کون بشارت کنم زمن بپذیر   ز دست مورچه آید بغیر پای ملخ

حذر کن از نفس سرد مدعی فیضی
که آب چشمهٔ خورشید ازان به بندد یخ   (۱۵۷ ف)

۸ صبح که پیک یار من شیشه کشاد میدهد   عقل بخاک میزند صبر بباد میدهد
هم مژه اش ستیزه را دشنه بدست می نهد   هم نگهش زمانه را عربده یاد میدهد
خندهٔ او فرشته را سینه کباب می کند   عشوهٔ او ستاره را باده زباد میدهد
آه که بر دماغ آن میزندم نسیم خون   جرعهٔ ساغری که آن ترک نژاد میدهد
بوالعجبی عشق من گر غم نیم خندهٔ   دیدهٔ تنگ سینه را گریهٔ شاد میدهد
جلوهٔ کاروان ما نیست بناقه و جرس   شوق قونیه ... من مرکب و زاد میدهد
بیکسم و تنگدلان تشنهٔ آبرو همه   گر بخورند خون من کیست که داد میدهد
فیضی نامراد من از غم دهر غم مخور   دان که مراد اهل دل شاه مراد میدهد
تاج ستان و تاج ده باد که در سپه کشی
باج غبار موکبش تاج قباد میدهد   (۱۹۸ اب)

۹ دوش ز دیدار دوست بزم پر از نور بود   شمع برافروخته چون شجر طور بود
پرتو رویش ز زلف دیدهٔ بیدار را   نورفشان برق غیب در شب دیجور بود
عاشق مشتاق اگر نگاهش نخورد   گرم ملامت عشق سوخته معذور بود
گشتن عاشق بود بهر سرافرازیش   دار شهیدان عشق رایت منصور بود
چشم نظرباز من سوی پری پیکران   گر نظری می فگند حسن تو منظور بود
عاشق بی صبر دل زهرهٔ دیدن نداشت   بس که بنور حیا روی تو مستور بود
حیرت فیضی کشد پرده ز روی نظر
ورنه بنزدیک من صبح از و دور بود   (۱۸۷ ك)

۱۰ صبحدم پیش من آمد صنمی حلقه بگوشش   مژه اش عشوه تراش و نگهش غمزه فروش
دورباش نگه ترک سیاه انگیزش   صف صف انگیخته در پیش ز مژگان چاوش
تازه رو چون گل و در تازه بهار چمنش   گرد برگرد خطش زده سرمرز نگوشش
گوئیا پرده برانداخته از چهره پری   یا مگر مژده رسان آمده از غیب سروش
گفت ایندم دم صحبت و درین وقت ترا   غنچه بودن نسزد خیز و بگلگشت بکوش
لاله و گل بچمن خنده زنان لعب برلب   سرو و شمشاد بهم جلوه کنان دوش بدوش
حیف باشد همه مرغان چمن نغمه سرا   چه تو جبریل منش طائر قدسی خاموش
گفتم امروز سر خود نتوانم برداشت   که بخاری دوشین سرم آورده بجوش
نیم آن مست که در انجمن مغ بچگان   بکشم باده و چون باده کنم جوش و خروش
نیست مقصود ز مستی بجز اینم که دمی   رخت بیرون کشدم دغدغهٔ مرگ ز هوش
گفت خواهم دهمت گوهر شبتاب بدست   گرت آویزه کند گوش دل پند نیوشش

شاهد مرگ نه شوخیست که مستت نکند   خواه هشیار شوی از می و خواهی مدهوش
پهلوی هوش ازین نادره همخوابه بدزد   که بناچار ترا تنگ کشد در آغوشش
گفتم از حرف تو دیباچهٔ فیضی پر شد
بعد ازین جای سخن نیست وگر هیچ بگوش   (۲۲۷ الف)

۱۱ چنین کآورده در خواب سحر گلگشت مقابلش   مگر باد صبا بیدار سازد لشکر خوابش
امیدم را کناری نیست پیدا بعد ازین خواهم   بشویم دست ازین دریا و گوهرهای نایابش
مگر شد در حریم کعبه ترسازادهٔ کامشب   فروغ شیشهٔ می میدمد قندیل محرابش
مرا ناگه گذر افتاده در بزم قدح نوشی   که دادی بوی خون می پرستان بادهٔ نابش
اگر غلطم بخاک و خون چه غم نازک نهالان را   که در آزار دارد بستر و بالین سنجابش
قبول نظم فیضی اینقدر دانم که در مجلس
ز مهر گرمی هنگامه میخوانند احبابش   (۲۲۶ الف)

۱۲ جوشید دماغم چه گل تازه رس است این   گل کرد جنونم چه بهار هوس است این
زنهار ولا برگ و نوا بست نفرسید   ای مرغ مجش باش که گلگون قفس است این
تنها ز سر جوش هوس من نخروشم   نه جرعهٔ بدمستی بسیار کس است این
یک جلوه بفرما فگن امروز بس است این   از شهپر عنقاست نه بال مگس است این
صبح است بدریوزه گری نفس او
فیضی نفست گرم چه فیض نفس است این   (۲۶۴ ب)

طالب

۱ ایا بر سر نازآر یا ما کج کلاهان را   بسحر غمزه برما فتنه کن جادو نگاهان را
بیابان محبت سرکن ای دل کاندران وادی   دلیل خضر بینی نالهٔ گم کرده راهان را
من و شوخی که استیلای حسنش در صف محشر   شکایت شکر سازد بر زبانها دادخواهان را
سپهدار غمش بر سینه ام زان ترکتاز آرد   که تسخیر بلاد آئین بود لشکر پناهان را
جگر خورده بود گر پای رشک در میان باشد   ملاقات قوی سرمایگان بیدستگاهان را
نزاکت با حرارت جمع در خوی شهان بنگر   مرکب ز آتش و گل دان مزاج پادشاهان را
من و عشق تو شاخ و برگ یک نخلیم در معنی   بلی خویشی بود با غم فزایان عیش کاهان را
بگرد شمع جوش لشکر پروانه دیدستی   بگرد تیغ او بنگر هجوم بیگناهان را
بسر چون ذره میرد در رکاب سروری طالب
که یک تن بشکند خورشیدوش آخر سپاهان را   (۴۲ الف)

خاور در جیبِ گلستان فگند گلخنِ ما ۲ دشنه بر نغمهٔ داود زند شیونِ ما
ما ملامت زدگان آفتِ محصولِ خودیم خوشه‌چین برق بدامن برد از خرمنِ ما
تعزیت خانهٔ ما منّتِ نوری نکشد فارغ از پرتو خورشید بود روزنِ ما
دفعِ یک مو الم از پیکر ما ممکن نیست مانع تیرِ نگاهی نشود جوشنِ ما
کثرتِ ضعف بحدّیست که نتوان فهمید تنِ ما را ز یکی رشتهٔ پیراهنِ ما
عشق در پیکر ما قوت آهی نگذاشت گو سبک ساز دل خویش کنون دشمنِ ما

طالب از معدنِ خورشید بجو جلوهٔ نور
نظری دار بدرگاهِ دلِ روشنِ ما (۲ و)

شبنم خون خیزد از بوم و برِ گلزارِ ما ۳ غنچهٔ دل جوشد از خارِ سرِ دیوارِ ما
صد بهارِ آرزو گل‌ریز گشت و عاقبت بر نیامد بوی امیدی ز حسرت زارِ ما
عشق معشوقیست گر یک جلوه در رقص آورد سبحهٔ جبریل را با رشتهٔ زنّارِ ما
توبهٔ اربابِ معنی بازگشتِ خاطر است نغمه بر گوشی مزن گو بانگِ استغفارِ ما
نسبتِ آسودگی با طینتِ ما تهمت است ناخنِ غم بارها کاویده پود و تارِ ما
در جهان بی مردمی کردیم نی مردانگی نیم تارِ معجرِ زالی به از دستارِ ما

ناله را در سینه پنهان دار و هان طالب خموش
قفل مگشا از درِ گنجینهٔ اسرارِ ما (۱۰ ب)

رشک از چهره شستم دوش رنگِ زعفرانی را لباس از شبنمِ گل ساختم برگِ خزانی را
سری چون نقشِ پای دوست با افتادگان دارم از آن بر آسمانی برگزیدم آستانی را
اگر ضعفِ دلم باور نداری جلوه‌گر سازم ز زردی همّت جوشِ چهرهٔ رازِ نهانی را
چه شد گر ذره‌ام، چون شهسواری همتی دارم که با خورشیدِ خاور رنگ داند همعنانی را

خنکی آستینِ غنچه‌ام بر پای هر گلبن بمیراث از نسیمِ صبح دارم گلفشانی را
از این پس ما و جاهل مشربی و ناخردمندی بیاران پیشکش کردیم علمِ نکته‌دانی را
بچون غلطیدهٔ حرمانِ فیضم یاد ایامی که در آغوش می‌خفتم عروسانِ معانی را

نهان دار اشکِ خونین در جگر تا کی بود طالب
برد یاقوتِ دریائی حسد یاقوتِ کانی را (۴۸ و)

شوخت فزود مرتبه اضطراب را ۵ همچو پری بشیشه در آورد خواب را
دستِ قبولِ عشق، چه غم، گر دلم شکست باشد شکستگی ورقِ انتخاب را
دل چاشنی گرفت از آن خنده جای شور آری نمک لذیذ نماید کباب را

چشم ترم فروغ رخ او زیاده ساخت هرچند ابر تیره کند آفتاب را
هجران ندیدهٔ تو چه دانی وصال چیست موی سیه چه قدر شناسد خضاب را
در جلوه توسن تو نماید بماهِ عید خنگ هلال نعل و هلالِ رکاب را
رنگی است شادمانی و هرو دل من آب آمیزشی بهم نبود ریگ و آب را
مه را ندیدم چگونه کشد اثر های ابر ز آنسان فرو برد شبِ من ماهتاب را
گو دل پیچ در خمِ آن زلف پُر شکنج تعلیم مارگس ندهد پیچ و تاب را
هرچیز خوانی از ورقِ سرنوشت خوان نی رنگِ صفحه بین و نه روی کتاب را
رخ برفروز در نظر بیدلانِ شوق ماهی کن از فروغ تجلی نقاب را
هر قطره خون سراغ دلم می کند بلی با شیشه نسبتی است قدیمی شراب را
بر اشک خود بیاد تو گر عاشقم رواست بلبل ببوی گل بپرستد گلاب را

امروز گریه نوع دگر می کند مگر
هم چشمی فتاده لطالب سحاب را (۴۷ ی)

۶ مستانه رهِ میکده طی می کنم اِمشب پروانه ببال و پری می کنم امشب
هر چشم زدن در پی آن گوهر نایاب صد بحر بپای مژه طی می کنم امشب
تا نامهٔ بلبل نبرد جانبِ گلزار گر پیک نسیم است که پی می کنم امشب
در حلقهٔ نظر هم گل و هم چهرهٔ ساقی است گه روی به گل، گاه بوی می کنم امشب
مخمورم و پیمانهٔ صد عمر ابد را تبدیل بیک ساغر می می کنم امشب
او مست شکرخواب و من از نالهٔ جان سوز نی با همه دمِ ناخنِ نی می کنم امشب
با این نفس سرد چو می نالم از ایام گر فصل بهار است که دی می کنم امشب
پیرانه جهان را چو عصا بادهٔ ناب است من نیز بکی تکیه بمی می کنم امشب
خوابی که بصبح از دلم گشته فراموش تعبیر بگویم بتو کی، می کنم امشب
حرفی بلب از جود تو می آدم و از رشک خون در جگر حاتم طی می کنم امشب

از خاک رهِ خانِ جوان بخت چو طالب
سرتا مزد افسر کی می کنم امشب (۴۸ ب)

۷ گریه می آید باستقبال چشم این راهِ کیست این گل خونی که وین صحرا شهادت گاهِ کیست
تنها می بینم آن سوی فلک در گیرودار عرش را دامن دریدا این همت کوتاه کیست
دلو چون فانوس نورانی برون آمد ز چاه آگهم سازید ای کنعانیان کین ماه کیست
رنگ دل چون کهر! بشکست حیرانم که باز جانبِ دیوار کوی او رخ چون کاه کیست
شکوهٔ آوارگی می آید از هر سو بگوشش یارب این صحرا گذرگاهِ دلِ گمراه کیست

هرکرا بینی ز دورِ چرخ دارد شکوهٔ — می ندانم گردشِ افلاک، خاطرخواه کیست

غالب افتاد از فغان یارب درین آغاز صبح
باعث آزار کردن نالهٔ جانکاه کیست (۵۳ ب)

مگو سرشکِ من از جنس آتش و آب است ۸ که این گهر خلفِ دودمانِ سیماب است
ز خون ناحق اطفالِ اشک پنداری — که دامنِ مژه ام آستینِ قصاب است
چه احتیاج بتکرارِ نغمه ای مطرب — ترا هزار زبان در دهانِ مضراب است
ز بیم رنگِ خونِ دلم قیاس کنید — که ذوالفقارِ محبت چه مایه سیراب است
دلم بجانب رهبان، سرم بپای صلیب — چه شد که گوشهٔ چشمم بسوی محراب است
زمانه بر گرِ عیشش، گو سپند مسوز — که شورِ دیده اگر بخت ماست در خواب است
دلی که بر سر خاری غنوده، می داند — که نوک دشنه عیادت ز گوی سنجاب است
هزار چشمه ز چشمم کشودی ای مطرب! — به نیم نغمه، سرت گردم، این چه مضراب است

بدن ز محفلِ عیشِ خدایگان غالب
مئی که در قدحم نیست رشکِ خونناب است (۵۷ ب)

آنم که لبم چاشنیِ راز ندانست ۹ مرغِ نغمم لذتِ پرواز ندانست
ز بلبلِ نطقم همه جا فرد نو: بود — این شوخ زبان رشکِ هم آواز ندانست
پر سوخته گنجشکِ دلم، راه هوا را — جز در شکنِ چنگلِ شهباز ندانست
از بس بنظر زنده دلم یافت مسیحا — احیای مرا داخلِ اعجاز ندانست

غالب دگر این وسعتِ میدان تگ چیست
معشوقِ تو گویا روشِ ناز ندانست (۶۴ ل)

صبحش از صفحهٔ جبین پیداست ۱۰ شامش از زلفِ عنبرین پیداست
شمعِ کافوریِ دو ساعدِ او — از دو فانوسِ آستین پیداست
حُسنِ خط ظاهر است از آن گلِ روی — خوبیِ حاصل از زمین پیداست
از نگین خانه‌های حلقهٔ زلف — لعلِ رویش نگین نگین پیداست
عشق زهر است و انگبین امّا — زهر پنهان و انگبین پیداست

بر سرِ موی زلفِ او غالب
نیست بی فتنه از جبین پیداست (۶۰ ل)

برهمن مژده که با کیشِ منانم کار است ۱۲ تارِ تسبیحِ من از سلسلهٔ زنّار است
خود مقیمِ حرمِ کعبهٔ اسلامم لیک — هوسم زایرِ آتشکدهٔ کفّار است
منم آن طوطیِ قدسی که ز شیرینیِ نطق — تنگنای شکرم تعبیه بر منقار است

راه مژگان من ای گریه بالماس مبند   خانهٔ چشم مرا روزنه کار کار است
دلِ ما را بمحبت نبود روی ستیز   عشق پرویزه و دل مانده بدست افشار است
نامه چون مار بپای قلم می پیچید   چه کنم حرفِ سرِ زلف تو در طومار است
تا سر از نشئهٔ تجرید سبک ساخته ام   خرقه بار است بدوشم همه گر یک تار است
چنین امساک برابر دمزن ای ساقیِ بزم   که بیک قطرهٔ می ساغر ما سرشار است
شعلهٔ آتش سوداست که در سر دارم   گر مرا شاخ گلی تازه دستار است
غم اگر طوف کند گردِ سرم نیست عجب   من یکی نقطهٔ موهوم و غم پرکار است

طالب از یاس نشان جوی اگر طبع ترا
هوسِ آتش بی دود و گل بی خار است   (۵۶ و)

۱۳
ای خوش آن مستی که چون جام از سبوی غم کشد   اشک ریزان خویش را در حلقهٔ ماتم کشد
عشق کو تا سوده‌های استخوانم را به ذوق   چون جواهر سرمه در چشم همای غم کشد
غیرتی خواهم که برگلزار اگر زور آورد   انتقام ناز کیهای گل از شبنم کشد
زخم را در ساعت از ذوقِ نمک آگه مساز   صبر کن تا چند روزی منتِ مرهم کشد
ساغر از دونان گرفتن کسرِ شانِ همت است   گر کسی جای کشد باری ز دستِ جم کشد
خرقهٔ زاهد نه گردد پاک از سیلِ ریا   جیب کیش گر به آبِ کوثر و زمزم کشد

عیشِ طالب تلخ شد زآن سان که گر آسودگان
نوشدارو بر لبش ریزند زهر در هم کشد   (۲۶ الف)

۱۴
نه عزتم حسبی نی تفاخرم نسبی است   مرا فضیلت ذاتی نه علم مکتسبی است
شنیده ایم دلِ خوش دلی نمی دانیم   که این غریب لغت فارسی است یا عربی است
ور آب دیده خود گر کنم فرودش رواست   بلی سئال توم ناله ام ز تشنه لبی است
ز چرخ کینه ور امید مهر در نسبت   ز جنگجوی تمنای آشتی طلبی است
مرا که شربتِ عتاب بوسهٔ لب یار   ز هوش برده چه حاجت بیادهٔ عنبی است
ز قطع طرهٔ زلف ایازی ای محمود   مشو غمین که اثر با نیاز نیم شبی است

ز لعلِ او طلب کام چون کنم طالب
بلی فضیلت اهلِ سوال کم طلبی است   (۸۵ ب)

۱۵
نطق بگشاید مرا هر جا که گویا آتش است   موسیِ وقتم زبانم را سخن با آتش است
شهری از کاغذ بنا کن بهر ما آوارگان   بر کجا بینی که پا من آب و بالا آتش است
قطرهٔ اشکم که خونناب دلِ یاقوت از دست   می نماید آب در چشم تماشا آتش است
با دو دامن نیستم باکی ندارم اختلاط   آب یاقوتم همه آمیزشم با آتش است

طبع نازک مشربم دایم بیک منوال نیست   هرچه امروزم بچشم آبست فردا آتش است
قلزم عشق است و موج شعله دارد ای رفیق   کشتی از یاقوت سامان کن که دریا آتش است

طالب از گلزار آتش چیده گلها چون خلیل
لیک در هجران یاران جمله گلها آتش است   (۷۷ ف)

آنکه شرم از دامن قاتل برد چنگ من است   ۱۶   و آنچه بر گردن نماند خون بیرنگ من است
این که در تها همه از دست طالع می کشم   من یکی آئینه ام بخت سیه زنگ من است
شرط عشق این بود کز دورش به بینم جان دهم   گر دمی تاخیر شد جرم از دل سنگ من است
ماست پیوند است با من چشم الوان حیرتم   گرچه هر مو لیس بصد رنگ است یکرنگ من است
در شب سودای او بی های و هوئی نیستم   سینهٔ نالان من مرغ شب آهنگ من است
گر زنم بر تیغ سر گاهی کشم تنگش ببر   آن طریق صلح من وین شیوهٔ جنگ من است
بی کدورت چشم موری در جهان مگذاشتم   هر کجا بینی نشانی از دل تنگ من است
صد بیابان نیم گامم بود در شبگیر شوق   وین زمان از پا بپا افراز فرسنگ من است

طالب از آشوب خم پیشانی پرچین بحر
ساده پیش طرف ابروی پرآشنگ من است   (۹۲ ب)

اگر خورشید دیدی نیم ماهی از گریبانش   ۱۷   پریشان ساختی نور نظر را بر تن جانش
چه واله ماندهٔ ای چاشنی بر زهر خند خود   ببین شهد تبسم را در آغوش نمکدانش
اگر تا حشر خاک دیدهٔ عاشق بیفشاری   همان لخت جگر جوشد ز دامن های مژگانش
به میدان محبت رخصت جولان کجی ماند   سبکباری که ناوک دوز حسرت گشت خفتانش
دلی دارم که چون رخت فنا در محشر افشاند   غبار آرزو خیزد هم از دامان نسیانش
به محشر کام ذوقش نوش ریز مغفرت گردد   گنهگاری که اشک آلودهٔ شرم است عصیانش

به اشک افشانی مژگان تر خوشنود کی گردد
دل طالب که دریای چکد از طرف دامانش   (۱۹۴ ب)

ای پیش چهرهٔ تو عرقناک روی گل   ۱۸   خوی تو خوی آتش بوی تو بوی گل
زان چهرهٔ آتشی به چمن بر، کز انفعال   من بعد بلبلی نکند آرزوی گل
صد آب زیر غوطه دهم نور دیده را   گر بی تو ناگهم نظر افتد بسوی گل
رفتی به صحن گلشن و هنگام بازگشت   کردی هزار گریه گره در گلوی گل
آن خار نیست بر تن گلبن، که رسته است   از غیرت تو تیغ بر اندام موی گل
از شرم نرگس تو به تکلیف صد بهار   رنگی که رفته بود نیامد بروی گل
گم کرده ام ترا و ببوی تو بر تنم   هر مو به صد چراغ کند جستجوی گل

از اتحاد عاشق و معشوق دور نیست — گز آه عندلیب خراشد گلوی گل
در پای گلبن از سر حسرت نشسته ایم — چشمی بسوی بلبل و چشمی بسوی گل
گلشن درین بهار بسی بی طراوت است — گویی نه رفته قطرهٔ آبی به جوی گل
بی برگی چمن به خزان عندلیب را — در شیشهٔ گلاب در آرد به بوی گل

شد باز آب دیدهٔ طالب چمن شناس
زین پس حرام گشت به شبنم وضوی گل
(۱۶۹ ب)

منم که چشم و دل دجله آفرین دارم — یم سحاب و ترشح صد آستین دارم
ز راه دیده چسان عزم دل کنم هیهات — هزار واقعهٔ نوح در کمین دارم
سحاب فیض ترشح دریغ دارد و من — تمام تخم گل و لاله در زمین دارم
ببام داغ هوس میپزم بلاله مل — فتیلها بکف از برگ یاسمین دارم
سبک ز دیدهٔ من بگذر و قدم مفشار — که زیر هر مژه گردابهای چین دارم
صفای ناصیه تو بر نخورده ام صد ترس — شکنج پیش هر گوشهٔ جبین دارم
فرو گرفته دلم را سیاه خیمه داغ — دلی ز بخت زمین خشم نشین دارم

مرا رسد که زنم لاف خسروی طالب
که هفت کشور غم در نگین دارم
(۱۰۵ الف)

۱۹

گاه گاهی کز هجوم عیش یاد غم کنم — گریه را استاد اب سازم خنده را درهم کنم
در گلستانی که من آهی کشم تا روز حشر — غنچه را حسرت فروش جلوهٔ شبنم کنم
زخم دل را اضطراب و من درین حیرت که باز — جذب الماس از کدامین جلوهٔ مرهم کنم
لذت خوناب همت باد بر ذوقم حرام — گر به این لب تشنگی اندیشهٔ زمزم کنم
در غمستانی که عشرت را نیابی خنده روی — من به صد جوش تبسم گریهٔ ماتم کنم

صد دلم هر شعلهٔ طالب زبان ناطق است
آه گر با این زبان ها شکوهٔ عالم کنم
(۱۷۷ ب)

۲۰

می توان در عشق او یک عمر بی جان زیستن — تن بزیر خاک چون نام بزرگان زیستن
عشرت گلشن نمی ارزد به طعن بی غمی — چند با خون خوردن و در کنج زندان زیستن
همچو من بیگانه صرف از رسوم کفر و دین — دوزخی بود است با گبر و مسلمان زیستن
زهد و مشرب مایهٔ یک سوزنه بر من خوشتر است — پاک دامان مردن از آلوده دامان زیستن
شعله در پیراهن و دست جنون در آستین — سخت دشوار است بی چاک گریبان زیستن
نی وصال گل نه هجر خار بر دم مردنی است — بلبلان را موسم دی در گلستان زیستن
یادی از کودک مزاجیهای پیران می دهد — صبح را با موی چون کافور خندان زیستن
با تن چون کاه برگ از ضعف می زیبد مرا — همچو طفل اشک خود بر دوش مژگان زیستن

تا سر زلفت ترا آشفته دیدم می کند   مو به مویم سجدهٔ شکر پریشان زیستن

گرچه بی جان زیستن بیگانه می آید به گوش   بود عمری شیوهٔ آشوب تران سان زیستن

شوق می داند که دور از کعبهٔ ترخانیان

بود بی جان زیستن ما را به ایران زیستن   (۲۶۰ و)

۲۱

گر همه جهل آزمودمی چه غم استی   سرمهٔ دانش فسودمی چه غم استی

حکمت یونان شنودنم در دل بست   هرزهٔ خود گر شنودمی چه غم استی

این که به افزودنی هنر همه سعیم   بی هنری می فزودمی چه غم استی

وین که به دعوی میان ناطقه بستم   تیغ زبان گر گشودمی چه غم استی

عمر به بیداریم گذشت دریغا   گر نفسی هم غنودمی چه غم استی

زنگ هوس را که دود آتش طفل است   گر ز طبیعت زدودمی چه غم استی

تخم امیدی که سهو کردم و کشتم   ناشده سبز ار درودمی چه غم استی

سهو نمودم به آزمودن هر سهو   بخت خود ار آزمودمی چه غم استی

این که ربودم به سهوگری بلاغت   گوی لعابت ربودمی چه غم استی

سرمه چه سایم بریده با دود ستم   گر گهر خویش سودمی چه غم استی

این که دعا را ره سپر نمودم   داه اثر گر نمودمی چه غم استی

پستی خواهش ز اوج همتم افکند   اوج اگر لال بودمی چه غم استی

در عوض آن که سحر خامه نمودم   معجز همت نمودمی چه غم استی

این که همه را به یمن سایه ستودم   گر به قناعت ستودمی چه غم استی

وین که زبان را لب سوال گشودم   بند ز بندش گشودمی چه غم استی

گفتم هان طالب از تعلق پرهیز

گفتهٔ خود گر شنودمی چه غم استی   (۲۸۴ ب).

بیدل

۱
هرچند گرانی بود اسباب جهانرا — چون پی بتجمل نکشد تازه کشانرا
بیتاب جنون در غم اسباب نباشد — دل زاد ره شوق بود ریگ روانرا
بار الم عشق همان عشق علاج است — مهتاب بود پنبهٔ ناسور کتانرا
وقتست کنون کز اثر خون شهیدان — شمشیر تو یاقوت کند سنگ فسانرا
ما مات دلان سرشکن طبع درشتیم — بر سنگ ترحم نبود شیشه گرانرا
عالم همه یار است تو محجوب خیالی — بند از مژه بردار یقین ساز گمانرا
آسوده روان جادهٔ تشویش ندارند — منزل طلبی ترک مکن ضبط عنانرا
خم و کج اندیشه شود سخت ز تهدید — از بیم قوی مهره مکن پشت کمانرا
ما در سحر از یک جگر چاک دمیدیم — آبی نکشیدیم که نگرفت جهانرا
گردون همه پرواز درین تیه غبار است — منزل بنمائید اقامت طلبانرا
دل جمع کن از کشمکش دهر برون آ — کاین بحر در آغوش گهر ریخت کرانرا
بیدل ز نفسها روش عمر عیانست
نقشش قدم از موج بود آب روانرا (۹۹ الف)

۲
حیفست کشد سعی دگر بادهکشانرا — یاران بخط جام ببندید میانرا
حسرت همه دم صد خم قامت گذرانست — گل در بر خمیازه بود شاخ کمانرا
غفلت ز سرم باز نگردد که چو گوهر — با دیده گره ساخته‌ام خواب گرانرا
دیدار پرستیم مپرس از رم و آرام — پرواز نگاه است تحیر قفسانرا
سرمایه چو صبح از دو نفس بیش ندارید — بیهوده برین جنس مچینید دکانرا
بیداری من شمع صفت لاف زبانیست — دارم ز خموشی بکمین خواب گرانرا
آفاق شنودن انجمن شور خموشیست — حیرت نگن شمع زبان سازد هانرا
ایمن نتوان بود ز همواری ظالم — در راستی افزونی زخم است سنانرا
ممسک نشود قابل ایمان ز دعاست — تا نفشرد انگشت شهادت لب نانرا
خط فیض بهاری دگر از حسن تو دارد — جوش رگ گل میکند این شعله دخانرا
عشرت هوس رفتن رنگم چه توان کرد — کردند بهار چمن شمع خزانرا
باشد که سر از منزل مقصود بر آریم — چون جاده درین دشت فگندیم عنانرا
بیدل لغزست خون مکن از هرزه درائی
تحریک زبان نشتر است این رگ جانرا (۷۴ ب)

۳

دام یک عالم تعلق گشت حیرانی مرا — عاقبت کرد این دواکرد زندانی مرا
خوش نسیم بوی صبح انتظاری برده ام — مژدهٔ حسرت نهان در جسم عریانی مرا
ناله‌واری سر ز جیب دل برون آورده ام — شعلهٔ شوقم مبادای یأس پیشانی مرا
جوش زد از سینه ام کیفیت خاک دلم — خرمی مفت تو ای گل گر بخندانی مرا
پردهٔ ساز جنونم خامشی آهنگ نیست — ناله میگردم بهر رنگی که گردانی مرا
همچو موجم سودن دست ندامت آب کرد — بعدازین هم کاش بگذارد پشیمانی مرا
عجز هم چون سایه اوج اعتباری داشته‌ست — گرد فرشش آسمان سعی پیشانی مرا
احتیاج خودشناسی جوهر آئینه نیست — من اگر خود را نمیدانم تو میدانی مرا
جلوه خواهم جنت و دوزخ مرا منظور نیست — میروم از خویش در هر جا که میخوانی مرا

بیدل افسون جنون شد صیقل آئینه ام
آب داد آخر برنگ اشک عریانی مرا

(۱۰ ب)

۴

داغ عشقم نیست الفت با تن آسانی مرا — پیچ و تاب شعله باشد نقش پیشانی مرا
بی سبب در پردهٔ اوهام لافی داشتم — شد نفس آخر بلب انگشت حیرانی مرا
از نفس بر خویش می لرزم بنای غنچه ام — نیست غیر از لب گشودن سیل ویرانی مرا
خلعت خونین دلان تشریف دردی بیش نیست — لبس بود چون غنچه زخم دل گریبانی مرا
راز داریها بمعنی گوش شهرت بوده است — چون حیا از پوشش عیب است عریانی مرا
پر سبکروحم ز فکر سخت جانی فارغم — چون شرر در سنگ نتوان کرد زندانی مرا
گرد بیتاب از طواف دامنی محروم نیست — زد بصحرای جنون آخر پریشانی مرا
میروم از خویش در اندیشهٔ باز آمدن — همچو عمر رفته یارب برنگردانی مرا
غیر الفت بر نتابد صافی آئینه ام — میکند تا خار و خس در دیده مژگانی مرا
این چمن یارب بخون غلطیدهٔ بیداد کیست — کرد حیرانی چو شبنم چشم قربانی مرا
ای ادب ساز خموشی نیز بی آهنگ نیست — همچو مژگان ساز موسیقار حیرانی مرا
مد عمرم یک قلم چون شمع در وحشت گذشت — آشیان هم بر نیامد از پرافشانی مرا

میرود از موج بر باد فنا نقش حباب
تیغ خونخوار است بیدل چین پیشانی مرا

۵

ز هستی انقطاعی نیست از سرگرانی را — نفس باشد رگ خواب پریشان زندگانی را
خوشا رندی که چون صبح اندرین بازیچهٔ عبرت — بهستی دست افشاندن بسازد دم فشانی را
شررهای زمین گیر است هر سنگی که می بینی — تن آسانی فسردن میکند آتش عنانی را
عیار آز اگر میگردد از روی محک ظاهر — سواد فقر روشن میکند رنگ خزانی را

سراپایم تحیر در هجوم ریشه میگردم ‌ برآرم گر ز دل چون دانه اسرار نهانی را

کسی را میرسد جمعیت معنی که چون کلکم ‌ بخاموشی ادا سازد سخنهای زبانی را

نشستی عمر ما حسرت کمین نقطه پردازی ‌ زخون گشتن زمانی خانهٔ شوخش معانی را

چه غم دارم اگر زد بر زمین چون سایه ام گردون ‌ کز افتادن شکستی نیست رنگ ناتوانی را

قیود عارضی نبود حجاب جوهر ذاتی ‌ اگر در تیغ باشد آب نگذارد روانی را

بسعی ناله و افغان غم دل کم نمیگردد ‌ صدا مشکل بود از کوه بردارد گرانی را

برنگ شمع تدبیر گدازی در نظر دارم ‌ چه سازم چاره دشوار است درد استخوانی را

شب هجران چه جوئی طاقت پرواز من بیدل

که آهم میکند سنگ فلاخن سخت جانی را (۱۶۹ ک)

فسون راه مقصد رنگ سازد پرفشانی را ‌ ۶ ‌ بغلطانی رساند آب در گوهر روانی را

بنای راستی از چرخ کج مد آسند کردن ‌ مبادا با خدنگیها بدل سازد کمانی را

عزیزی فتنه ها در سر بجود و عافیت در بر ‌ زمین تا میتوان بودن نخواهید آسمانی را

سبکروحی چو رنگ عاشقان دارد غبار ره ‌ همه گر زر شوم بر خویش نپسندم گرانی را

چو پروانه دمیدم ز حیرت چشم آن دارم ‌ که چون طاوس در آئینه گیرم پرفشانی را

چو گل در صبح پیری میکشی خمیازهٔ حسرت ‌ مکن ای غنچه صرف خواب شبهای جوانی را

چه داری از وجود ای قطره غیر از وهم پیمائی ‌ عدم باش و غنیمت دار خورشید آشیانی را

شد از موج نفس روشن که برگشت آمالت ‌ ز مو باریکتر آبی است جوی زندگانی را

لب زخمم بموج خون نمیدانم چه میگوید ‌ مگر تیغ تو دریابد زبان بی زبانی را

بمضمون کتاب عافیت تا وارسی بیدل

برنگ سایه روشن کن سواد ناتوانی را (۱۹۵ ک)

دل می طپد و نیست کسی داد رس ما ‌ ۷ ‌ از قافله دور است خروش جرس ما

هم مشرب اوضاع گرفتاری صبحیم ‌ پرواز به منظر نرسد از قفس ما

بر بیکسی افسانهٔ امید نخواندیم ‌ عمریست همان بیکسی ماست کس ما

خواریم ولی در هوس آباد تعین ‌ بر دیدهٔ دریا مژه چیدست خس ما

ما و سخن از کینه و ضدی چه خیال است ‌ آئینه ندادست بآتش نفس ما

بر فرصت آن آینه دکان نتوان چید ‌ همان دماغ است می زند رس ما

مکتوب وفا مشرب امید نگاهی است ‌ داکن مژه تا خوانده شود ملتمس ما

بیدل بجنون امل از پا ننشستیم

کاش آبله گیرد سر راه هوس ما (۲۹۶ ک)

حسنی است بر رخش رقم مشکناب را   ۸   نظاره کن غبار خط آفتاب را
بر جلوه ناز شیشهٔ رنگ دیگر است   آن برق نیست حسن که سوزد نقاب را
مست خیال میکدهٔ ابروی توایم   شور جنون کند قدح ما شراب را
بوی بهار شوق ترا رنگ معجزیست   کارد برقص زمزمه مرغ کباب را
خاکسترست شعله ام امروز خوشدلم   یعنی رسانده ام بصبوری شتاب را
مارا به تیغ مرگ مترسان که از ازل   بر موج بسته اند کلاه حباب را
اسباب زندگی همه دائم تحیر است   غیر از فریب هیچ نباشد سراب را
کو شور مستی که درین عبرت انجمن   گرد شکست شیشه کنم ماهتاب را
سیماب را ز آئینهٔ ما گزیر نیست   دارد تحیرم بتقفس اضطراب را
طوفان طراز چشم تر از پهلوی دلست   سامان ابر وست ز دریا سحاب را
دانا د میل صحبت ده غیر ممکن است   موج گهر بخاک نیامیزد آب را
تا چند رشتهٔ نفس از وهم تافتن   دیگر بپای خویش متاب این طناب را

بیدل شکسته رنگی خاصان معتبر است
باشد شکستگی ورق انتخاب را   (۷۲ ب)

فال حباب زن بشمر موج و آب را   ۹   چشمی بعبر گیر و نظر کن حساب را
عشق از مزاج ما بهوس گشت متهم   در شک گرفت نقطهٔ وهم انتخاب را
فیض بهار لغزش مردانه بردنیست   در شیشه های آبله میکن گلاب را
امروز در قلمرو نظارهٔ تو نیست   از بس خطت بسایه نشاند آفتاب را
در طینت فسرده صفا گدورتست   آئینه میکند همه زنگار آب را
ما بیخودان بغفلت خود پی نبرده ایم   چشم آشنا نشد که چه رنگ است خواب را
[مقصود] زین قلمرو اوهام عبرتست   آب حیات تشنه لبی کن سراب را
چشم تحیرت آئینهٔ نقش پای تست   مپسند خالی از قدمت این رکاب را
عالم تصرف ید بیضا گرفته است   اعضاء دیگر است اند و بت نقاب را
اجزای ما چو صبح نفس پرور است و بس   شیرازه کرده اند بباد این کتاب را
جوش خزانم آئینه دار بهار اوست   نظاره کن ز چاک کتان ماهتاب را

بیدل بگیر دادِ نفس آنقدر مناد
آئینه کن شکست کلاه حباب را   (۹۹ ب)

حسن شرم آئینه داند روی تابان ترا   ۱۰   چشم عصمت سرمه خواند گرد دامان ترا
سر مناز خاک شهیدان گر نینگیزد غبار   کیست تا فهمد زبان بی زبانی ترا

در تماشایت همین مژگان تحیر ساز نیست   هر بُن مو چشم حیرانی است حیران ترا
میتواند چشم فرق شکست از موج کرد   لیک نشناسم خدنگ خویش پیمان ترا
نشئهٔ عمر خضر جوشش دو بالا میزند   گر عصا گیرد بلند یهای مژگان ترا
بسکه بر خود می طپد در آرزوی تازگت   میکند در سینه دل هم کار پیکان ترا
گلشنی از اوراق گل عمرنیست پیش عندلیب   میگشاید دفتر خون شهیدان ترا
در گرفتاری بود آسایش عشاق و بس   آشیان از حلقهٔ دام است مرغان ترا
صد جرم عشق صد آثار ما آزردگان   حیله بسیار است خوی نا پشیمان ترا
[طبلسانی] از غبار خود بدوش افگند نیست   ناتوان بستن بدل احرام دامان ترا
پیکر مجنون به تشریف دگر ممتاز نیست   کسوت خارا همان زیباست عریان ترا
ای دل گم کرده مطلب هرزه نالی تا بکی   جوش ابرام اثر خون کرد افغان ترا
تا شوی مجسم رسوای تماشای بتان   چون مژه صد چاک میباید گریبان ترا

بیدل از رنگین خیالیهای فکرت می سزد
جدول رنگ بهار اوراق دیوان ترا   (۹۶ ک)

فال تسلیم زن و دولت جاهی دریاب   ۱۱ گردنی خم کن و معراج کلاهی دریاب
بوسعی کن گرت اسباب مسیحائی نیست   بفلک گر نرسیدی بن چاهی دریاب
نامرادی صدف گوهر اقبال رساست   غوطه در جیب گدائی زن و شاهی دریاب
معد پیچیدهٔ دل گرد سراغی دارد   از سویدا اثر چشم سیاهی دریاب
دام تسخیر دو عالم نغس نومیدیست   ای ندامت زده سر رشتهٔ آهی دریاب
فرصت صحبت گل را به رکاب یکدست   آرزو چند اگر هست نگاهی دریاب
از شیخون خط یار نگردی غافل   هر کجا شوخی گردیست سپاهی دریاب
تا کی ای پای طلب زحمت جولان دامن   طوفت آسودگی آبله گاهی دریاب
چه وجود و چه عدم بست و گشاد مژه است   چون شرر هر دو جهان سایهٔ نگاهی دریاب
خلوت عافیت شمع گداز است اینجا   پی خاکستر خود گیر پناهی دریاب

دامن دیده پر سرمه میالا بیدل
انتظاری شو و گرد سر راهی دریاب   (۱۰۷ ک)

قانون ادب پردهٔ در صوت و صدا نیست   ۱۲ زیر ساز مگو تا نغمت سرمه نوا نیست
از هر چه اثر داشتی افسانه دلیل است   سرمایهٔ این قافله جز بانگ درا نیست
هر حرف که آمد بزبان منفعلم کرد   کم جست ازین کیش خدنگی که خطا نیست
همت چه قدر زیر فلک بال گشاید   پست است بحدیکه درین خانه هوا نیست

عمریست کز ستانه بداندامی آفاق — گر رشته دو تا نیست بهم تنگ قبا نیست
ما را تری جبهه بعبرت نرسانید — جنس عرق سعی نه دوکان حیا نیست
بی عجز رسا قابل رحمت نتوان شد — دستیکه بلندی رسدش باب دعا نیست
هشدار که در سایهٔ دیوار قناعت — خوابیست که در خواب پر و بال هما نیست
واماندهٔ عجزیم ز افسون تعلق — گر دل نکشد رشته نفس آبله پا نیست
از جهل و خرد تا هوس و عشق و محبت — جز ما چه متاعیست که در خانهٔ ما نیست
ما را کرم عام تو محتاج غنا کرد — گر جلوه تغافل زند آئینه گدا نیست
جز معنی آغاز عبارت نتوان خواند — گر غیر خدا فهم کنی غیر خدا نیست
هر لب بعبرت آنکند عرق تحقیق — آن دست حنا بسته که جز رنگ حنا نیست

بیدل دم فرصت چمن آراست درینجا
جان نکر اقامت چکند رنگ بجا نیست (۱۰۲۰ ه)

۱۳

از بس تماشش دامن دلدار نازکست — دستم ز کار گر نرود کار نازکست
اندیشه در معاملهٔ عشق داغ شد — آئینه اوست یا منم اسرار نازکست
از طوف گلشنت ادبم منع میکند — کیفیت درشتی این خار نازکست
تا دم زنی چو آینه گردانده است رنگ — این کارگاه جلوه چه مقدار نازکست
عرض وفا مباد وبال دگر شود — ای ناله عبرتی که دل یار نازکست
ای نازنین طبیب ز درد دوست گداختم — پیش آکه نالهٔ من بیمار نازکست
اظهار ما ز حوصله آخر بعجز ساخت — چندانکه ناله خون شده منقار نازکست
فرصت کفیل اینهمه غفلت نمی شود — خوابت گران و سایهٔ دلدار نازکست

بیدل بنیستان ز سر دل گذشتنم
این مشت خون ز آبله بسیار نازکست (۱۱۲۷ ه)

۱۴

حیرت دمیده ام گل داغم بهانه ایست — طاوس جلوه زار تو آینه خانه ایست
درد سر تکلف مشاطه برطرف — موی میان ترک مرا جنبش شانه ایست
حسرت کمین مژدهٔ وصل است حیرتم — چشم بهم نیامده گوش فسانه ایست
زین بحر تا گهر نشوی نیست رستنت — هر قطره را بجوشش رسیدن کرانه ایست
آنجا که زه کنند کمانهای امتیاز — منظور این و آن نشدن هم نشانه ایست
غفلت نوای حسرت دیدار نیستم — در پردهٔ چکیدن اشکم ترانه ایست
مخصوص نیست کعبه به تعظیم اعتبار — هر جا سری بسجده رسید آستانه ایست
ضبط نفس تویده دل جمع میدهد — گر فال کوتهی زند این ریشه مانه ایست

در یادِ عمرِ رفته دلی شاد میکنم　　رنگ پریده را بخیال آشیانه ایست

بیدل ز برق وحشت آزادیم مپرس
این شعله را به آمدن از خود زبانه ایست

(۱۳۰ ا ب)

۱۵ بسکه امشب بی توام سامان اعضا آتش است　　گر همه اشکی فشانم یا شرر یا آتش است

شمع تصویریم از سوز و گدازِ ما مپرس　　پرتوی از رنگ تا باقیست دریا آتش است

جز بگمنامی سراغ ناله نتوان یافتن　　ورنه از پروانهٔ ما تا بال عنقا آتش است

بی تو چون شمعی که افروزند بر لوحِ مزار　　خاک بر سر کرده ایم و بر سرِ ما آتش است

شاخ از گلبن جدا معروفِ گلخن میشود　　زندگی با دوستان عیش است و تنها آتش است

نشئهٔ صهبا نمی ارزد به تشویشِ خمار　　درگذر امروز از آبی که فردا آتش است

با دو عالم آرزو نتوان حریف وصل شد　　ما بجائی خار و خس بردیم کانجا آتش است

گریه گر شد بی اثر از نالهٔ ما کن حذر　　آب ما خون گشت اما آتشِ ما آتش است

غرقِ وحدت باش اگر آسوده خواهی زیستن　　ماهیان را هر چه باشد غیر دریا آتش است

نیست سامان دماغ هیچکس جز سوختن　　ما همه سرگرم سودائیم و سودا آتش است

نیست جز رقص سپند آینه دار وجد خلق
لیک بیدل کیست تا فهمد که دنیا آتش است

(۱۳۴ ا ب)

۱۶ بازدرس خاکم و سطر شعله خوانیهاست　　صفحه میزنم آتش عذر پرفشانیهاست

کیست ضبط خودداری تا کشد عنان من　　خونِ بسمل شوقم سازِ من روانیهاست

گوش گر مهیا کن نغمه جز خموشی نیست　　بی نگه تماشا کن جلوه بی نشانیهاست

بیزبانی عاشق ترجمان نمی خواهد　　تا شکست رنگی هست عذر ناتوانیهاست

هر طرف گذر کردیم هم بخود سفر کردیم　　ای محیط حیرانی این چه بیکرانیهاست

ای عزوم وهم ایجاد هر زه رفتهٔ بر باد　　ای غبارِ بی بنیاد این چه آسمانیهاست

محو یاس کن حاجت ورنه برد عبرتها　　در طلب عرق کردن تیز تر زبانیهاست

آه بی پر و بالیم اشک عجز تمثالیم　　سر بخاک میمالیم سعی ناتوانیهاست

سازسرای گلشن عشوهٔ طرب خوردیم　　ورنه چشم واکردن عبرت امتحانیهاست

سازِ ما شکستِ دل سازاز نوا غافل　　ما به پیشِ خود نالیم ناله بی زبانیهاست

عمرهاست بیحاصل میزنی بر آبی گل　　بهرِ نیم جان بیدل این چه سخت جانیهاست

مایهٔ خرد بیدل منشأ فضولی نیست
خود فروشی عالم از جنون دروانیهاست

(۱۳۵ ا ب)

۱۷

قید الفت هستی وحشت آشنائیهاست — شمع تا نفس دارد شیوه پرفشانیهاست

ای سحر تأمل کن یک نفس تحمل کن — وحشت دو دم پیری شوخی جوانیهاست

زلف تا بدارش را شانه میدهد افسون — دیده دقت حیرت کن موج جانفشانیهاست

پیش چشم بیمارش گر دوتا شود نرگس — عیب سرنگونی نیست جای ناتوانیهاست

در دماغ چه امکانست جان کنم دریغ از تو — بر جبین گره مپسند این چه بدگمانیهاست

چارسوی امکان را جز غبار جنسی نیست — بستن در مژگان عافیت دکانیهاست

روز و کلفت حسرت شام و داغ نومیدی — صبحم آن و شامم این طرفه زندگانیهاست

برگ عشرت هستی غیر رقص بسمل نیست — رنگ و بوی این گلشن جمله پرفشانیهاست

جسم کوه و در دامان عمر یک قلم جولان — و با چنین گران خیزی خوش سبک عنانیهاست

به که از فنای خود صندلی بدست آریم — ورنه درد هستی را نشئه سرگرانیهاست

عمرهاست بیحاصل میزنی پر بسمل
بهر نیم جان بیدل این چه سخت جانیهاست (۹۱ ب)

۱۸

خواب در چشم و نفس بر دل محزون بارست — از که دو رم که بخود ساختنم دشوارست

عرق شرم تو از چشم جهان شست نگاه — گر تو خجلت نکشی آینه ها بسیارست

گوشهٔ چشم تو محرومیِ کس نپسندد — گر تغافل مژه خواباند نگه بیدارست

زود حق وفای ادب از گردن ما — موج را بستن گوهر بگره زنارست

در مقامیکه جنون نشئهٔ غیرت دارد — پای دل آبله یکسر سر دستارست

آبرو تا بکجا خاک مذلت نشود — حرص در سعی طلب آنچه ندارد عارست

زر دهی که کنی جمع و بدرویش دهی — طبع گمنامگ فضولی نکشد ایثارست

خواجه تا چند ببندد به تغافل در گوش — شور هنگامه محتاج دماغ افشارست

تا کی اندوه کج و راست ز دنیا بردن — مهرهٔ عرصهٔ شطرنج بصد بنقارست

غافلان چند هوا تاز جنون باید بود — کسوت سرکشی شمع گریبان وارست

بیدل آخر بسر خویش قدم باید زد
جادهٔ منزل تحقیق خط پرکارست (۱۱۲ ب)

۱۹

در طلب آباد حسرت دل لنگر است — مرکز دور محیط آب رخ گوهر است

چرخ ز سرگشتگی گرد سر ما نکرد — سودن صندل همان شانهٔ دردسر است

لاف هنر بیهده است تا ننمائی عمل — تیغ نگردد چنار گر همه تن جوهر است

نیست غبار اثر محرم جولان ما — کز عرق شرم عجز راه خنولی تر است

رهرو تسلیم را راحله افتادگی — قافلهٔ عجز را خاک شدن رهبر است

تا بقبول رسی دامن ایثار گیر — شامهٔ آفاق را صیت کرم عنبر است
بحث عدو را مده جز به تغافل جواب — زانکه حدیث درشت در خور گوش کر است
دام طپشهای دل حسرت سیر فناست — شعلهٔ بیتاب ما بسمل خاکستر است

بیدل از این انجمن سر خوش دردست و بس
بزم چو باشد سراب آبله اش ساغر است (ه ۲۶ ب، ق. ۱۲۶۸ ه)

۲۰

شعلهٔ بی بال و پر سجده گه اخگر است — سعی چو پستی گرفت آبلهٔ پا سر است
شعلهٔ ساز امید در گرهٔ عجز سوخت — شوق چه شوخی کند ناله نفس پرور است
باعث لاف غرور نیست جز اسباب جاه — دعوی پروازها در خور بال و پر است
عرض هنر میدهد دل زخم و پیچ آه — آینهٔ داغ اگر دود کشد جوهر است
خواری دیوان دهر عزت ما بیش کرد — فرد چو باطل شود سر ورق دفتر است
نیست غبار اثر محرم جولان ما — کز عرق شرم عجز راه فضولی تر است
چاک گریبان ما سینه بصحرا گشود — تنگی خلق جنون این همه وسعت گر است
نیست بساط جهان قابل دل بستگی — ریشهٔ ما چون نفس در چمن دیگر است
شیوهٔ تغافل خوش است ورنه بایین برق حسن — تا تو نظر کردهٔ آینه خاکستر است
چند زند تهمتم خال بنای امل — رشتهٔ نومیدی دام محکم تر است
نالهٔ زهر جام بی خلشش درد نیست — زخمهٔ رگ ساز را تیزتر از نشتر است
اهل دل آتش دمند بین که بر دی محیط — آبله های حباب از نفس گوهر است
باد در آغوش تست هرزه بهر سو متاز — دیدهٔ مینا صبیب جلوه نگه پرور است
خیز فنا گسسته مند غرور نفس — رشتهٔ این شمع را عقده گشا خنجر است

بیدل از آشوب دهر سر نکشیدن عجیب
زورق طوفانی است بیخبر از لنگر است (غ ۲۷ ب)

۲۱

زبان بکام خموشی کشد جهانش و لرزد — نگه زدود بحیرت دهد نشانش و لرزد
چه شوکت است ادب کار حسن اگر جسم — بجوش از لب موج گهر دهانش و لرزد
قلم چگونه دهد عرض دستگاه تو هم — که فکر مو شود از حیرت میانش و لرزد
دلی که آرزوی دل بعرض شوق تو گشت — گره چو شمع شود ناله بر زبانش و لرزد
خیال تا کند آهنگ سجدهٔ سر راهت — برد قسود از آن سوی آسمانش و لرزد
نظر بطینت بیتاب عاشق اینهمه سیل است — که آنچه موج شود آب استخوانش و لرزد
بمحفلی که تو اظهار مدعاست تحیر — نفس در آینه پنهان کند فغانش و لرزد
عجب مدار ز نیرنگ اختراع مروت — که همچو آه ز دل گذرد دستانش و لرزد

بهر نفس زدن از دل طپیده نیست پرافشان   چو ناخدا گسلد ربط بادبانش ولرزد

ز شور سینهٔ من هر که واکند سر حرفی   چو نبض تب زده بر خود طپد زبانش ولرزد

زبسکه شرم سجودش گداخت پیکر بیدل
چو عکس آب نهد سر بر آستانش ولرزد   (۶۴۰۴)

۲۲

حدیث عشق شود ناله ترجمانش ولرزد   چو شیشه دل که کشد تیغ از میانش ولرزد

بخون طپیدهٔ ضبط شکسته رنگی خویشم   چو مفلسیکه شود گنج زر عیانش ولرزد

قیامت است بران بلبلیکه از ادب گل   پری شکسته کشد سر ز آشیانش ولرزد

اگر بخاطر دهم عرض دستگاه ضعیفی   ز بال رشته کشد مغز استخوانش ولرزد

بود ترحم عشقت بحال بیکسی من   چو مشت خس که کند شعله امتحانش ولرزد

بوصل وحشتم از دل نمیرود چه توان کرد   که شست مشق رسد تیر بر نشانش ولرزد

بعرصه‌ئیکه شود پرنشان نهیب خدنگت   فلک چو شست ببوسد زه کمانش ولرزد

خیال چین جبینت به مجمر اگر بستیزد   تن ز موج دود رعشهٔ تا کمانش ولرزد

گداخت زهرهٔ نظاره دود باش خیانت   چو شب روی که کند وهم پاسبانش ولرزد

شکسته رنگی عاشق اگر رسد بخیالش   چو شاخ گل برد اندیشهٔ خزانش ولرزد

غبار هستی بیدل ز شرم ناکسی خود
بخاک بیز کند یاد آستانش ولرزد   (۶۴۹۳)

۲۳

بپستی وانماید هر که از دوری نشان دارد   سحر از چاکهای دل گرهها آشیان دارد

بجز وحشت نمی بالد ز اجزای جهان گردی   چمن از رگ برگ خویش دامن بر میان دارد

تأمل گر کنی هر کس برنگی رفته است از خود   طپشهائی که دارد بحر گوهر هم همان دارد

دماغ خون من چون اشک رنگی بر نمیدارد   گر استغنای نگیرد دست تیغت امتحان دارد

بلندیها به پستی متهم شد از تن آسانی   براحت گر نه پردازد زمین هم آسمان دارد

برنگ آتش یاقوت ناپیداست دود من   بحیرت رفتهٔ شوقت عجب ضبط فغان دارد

در عزلت زدم کز خلق تخمی واکشم خود را   ندانستم که دامن از هوس چندین دکان دارد

بدون عافیت خون خوردنم کارست معذورم   درینجا گر همه مغز است درد استخوان دارد

اگر خاکستر پروازم دگر شعله جولانم   هوائی روزن صد رنگ تعبیر بیان دارد

باین یک غنچهٔ دل فکر دملت کرده ام جوش   نفس در هر طپش صبح بهار پرفشان دارد

توئی گلزار رعنائی بچندین رنگ پیدائی   همان ناموس یکتائی هزار از من نهان دارد

غبارم پر نمی زد گرمی سر میزد از اشکم   عنان وحشت من عجز این واماندگان دارد

ز خودکامی برون آی و نیاز خلق شو بیدل   که اوج قصر همت‌ها همین یک نردبان دارد

تپیدن شکر آرام است بیدل بسملِ ما را
نفس در عالمِ پرواز سیرِ آشیان دارد
(۳۱۲ ب)

اگر خضر خلعت از چشمهٔ حیوان نشان دارد ۲۴ عقیقِ لب چرا چون تشنگان زیرِ زبان دارد
نمیدانم شهادت گاه شوق کیست این وادی که رفتن های خونِ بسمل اینجا کاروان دارد
تحیر بر که دارم با تماشائی که بیرون دم خیالِ حلقهٔ زلفت هزار آینه دان دارد
درین گلشن شکستِ رنگ و بو سطریست از عالم پیامِ بی نوایان نامهٔ برگِ خزان دارد
ز تعجیلِ بهاران پیش ازین نتوان شدن غافل شگفتن های گل چندین جرس عرضِ فغان دارد
باستعداد جان سختی است جست و جوی این دلها که گوهر پیکرِ هر قطره بوی استخوان دارد
کسی را دعوی آزادگی چون سرو می نزیبد که با هر چار فصل انبی نیازی یکزبان دارد
شکستِ رنگ هم صحبت در گلزار خرسندی گل اینجا در خزان سیرِ بهارِ زعفران دارد
بحیرت بالِ مژگان نیست بی اندازِ پروازی درین دریا عنان لنگر ما بادبان دارد

تماشای بهاری کرده ام بیدل که از یادش
نگه در دیده ها انگشتِ حیرت در دهان دارد
(۳۳۹ و)

فنای شغلِ سودای محبت رازیان دارد ۲۵ سری دارم که تا خاک هوای دوست جان دارد
بسودایت چنان زارم که با صد ناله بیتابی تنم در پیرهن تحریکِ نبضِ ناتوان دارد
بروزِ بی نوائی هیچکس ما را نمی پرسد مگر داغت که دستی بر دلِ این بیکسان دارد
چراغِ خامشی هم نیست گر آهی زیان کردم نفس دزدیدنم در عالمِ دیگر فغان دارد
زبان افشانی سازِ شرر آداب می آید که اینجا گر همه سنگست دامن بر میان دارد
بباید ضبطِ آه از دل بگلزارِ تماشایت که آنجا گر همه آینه است آبِ روان دارد
هدف باید شدن چون بلبلان ما را درین گلشن که هر شاخش ز بوی گل خدنگی در کمان دارد
به بختِ خود چه سازد عاشقِ مسکین که آن بدخو سراپا الفت است اما دلِ نامهربان دارد
بدوش الرحیلِ بارِ حسرت میکشد عالم جرس عمریست چون گل محملِ این کاروان دارد
مکن با چشمِ تر سودا اگر محوِ تماشائی بهارِ حیرتِ آینه در شبنم خزان دارد
سخن باشد دلیلِ زندگی روشن خیالان را غمِ مردن ندارد شعله تا ذبان دارد
در آغوشِ نشاطِ دهر خوابیده ست کلفتها شکستن در طلسمِ شوخی رنگ آشیان دارد

نشاطِ حسن میبالد ز دردِ عاشقان بیدل
گلستان خنده در بار است تا بلبل فغان دارد

لبِ از نیستی لبسته است شورِ ما دمن تا رستش ۲۶ بهارست ببلی دارد که شکلِ لاست منقارش
خجالت باد ماغ بیدِ مجنون بر نمی آید جهانی ز حمت خم میکشد از دوشِ بی بارش

ز آشوب غبار دهر یکسر سنگ میبارد
تو ضبط شیشهٔ خود کن پری چتر است کهسارش

ز حرف پوچ نتوان خیره بمغزی علم گشتن
سر منصور باید پنبه بندد بر سر دارش

بکند حب جاه از خلق واگشتن نمیخواهد
سلیمانی سری دارد که زنار است دستارش

صفا هم دام پا لغزیست از عبرت مباش ایمن
بسر غلطاند گوهر را غرور طبع هموارش

نمیدانی که رخش عزم همت میکند جولان
حیا از هردو عالم میکشد دست عنان وارش

جفا با طینت مسرور عاشق بر نمی آید
مگر از درد محرومی ز پا بیرون خلد خارش

بزور کلفت غفلت غبار خود ز پانشان
شکست سایه دارد هرچه می افتد ز دیوارش

خیال بحر چندین موج و گوهر در نظر دارد
که میداند چها دیدند مشتاقان دیدارش

مجاز پوچ ما را از حقیقت باز میدارد
بسیر نرگستان غافلیم از چشم بیمارش

کبابم کرده اندوه جدائی هرچه را دیدم
کسی یارب درین محفل نیفتد با نگه کارش

به تعمیر دل تنگم کسی دیگر چه پردازد
طناب وسع همت بر گره بسته است معمارش

درین غفلت سرای عبرت آگاهی نمیباشد
مژه تا پا نزد بر چشم نشود دیده بیدارش

چو تصویر هلال آخر بخجلت خاک شد بیدل
ز ننگ ناتمامی بر نیامد خط پرکارش

(۶۰۵ د'۲)

۲۲

ای از خرامت نقش پا خورشید تابان در بغل
از شوخی گردیدنت عالم گلستان در بغل

ابرویت از چین جبین زه کرده قوس عنبرین
چشم از نگاه سرمگین شمشیر بران در بغل

بیرویت از بس موج طوفان طراز حسرتم
چون ابر دارد سایه ام صد چشم گریان در بغل

دل را خیال نرگست برداشت آخر از میان
صحرا ز گرد وحشیان پیچید دامان در بغل

حیرت ز موج جلوه بر روی آب آورده است
آیینه دارد تا کجا تمثال پنهان در بغل

دیوانهٔ ما را دلی در سینه نتوان یافتن
دارد شراری یادگار از سنگ طفلان در بغل

می خواست از صد جگر بر خاک غلطیدن ریخت؟
برداشت طفل اشک را چون دایه مژگان در بغل

هستی ندارد یک شرر فرصت شبستان طرب
این صبح گر آتش زنی یابی چراغان در بغل

عشق از متاع این دو عالم مشکل که آراید دکان
آخر خریدار تو کو ای کفر و ایمان در بغل

سودای داغ ترا از شام نومیدی چه غم
پروانهٔ بزمم وفا دارد چراغان در بغل

کام دل حسرت گرا حاصل نشد از ما سوی
عمریست میخواهد ترا این خانه ویران در بغل

نی آید آن پیچ نسبتی سرشک یک وند طرب
می در قدح تا کنج لب گل تا گریبان در بغل

در وادی کز شوق او بیدل من از خود رفته ام
خوابیده هر نقش قدم بگذشت جولان در بغل

(۴۰۱ ل'۲)

۲۸

می آید از وحشت جنون گردم بیابان در بغل — طوفان وحشت در قدم فوج غزالان در بغل

از وحشت این بیکسان هر کس برنگی میرود — دریا دو بیتابی بکف صحرا دو دامان در بغل

از چشم خویش ایمن نیم کاین قطرهٔ دریا نسب — دارد بموج شبنمی صد رنگ طوفان در بغل

رسوای آفاقم چو صبح از شوخی داغ جنون — چون آفتاب آیینهٔ پوشید نتوان در بغل

گر دید بعالم آگهی گرد غفلت تا محرمی — چون چشم اعمی کرده ام آیینه پنهان در بغل

تا کی من بی پا و سر در حسرت چاک جگر — وقت است چون گرد سحر خیزد گریبان در بغل

دکان غفلت وا مکن با زندگی سودا مکن — خود را عبث رسوا مکن زین سود نقصان در بغل

ای اشک ریزان عرق تدبیر عرض خجلتی — مشت غبارم میرسد دشت پریشان در بغل

تنها نه من از حیرتش دارم نفس در دل گره — آیینه هم در دیده است آشوب طوفان در بغل

بنیاد شمع از سوختن در خرمن گل غوطه زد — گر هست داغی در نظر داری گلستان در بغل

چون صبح شور هستیت کوکساست با ساز عدم — تا چند گردی از نفس اجزای بستان در بغل

بیدل ز ضبط گریه ام مژگان بخون دارد وطن
تا چند باشد دیده ام از اشک پیکان در بغل (ز ۱۰۳ ا ب ، ۲)

۲۹

محو جنونی ساختم شور بیابان در بغل — چون چشم خوبان خفته ام ناز غزالان در بغل

عمریست از آسوده پا در رکاب وحشتم — چون شمع دارم در وطن شام غریبان در بغل

ماند گداز غفلتی بر خود نظر وا کردنی — ای سنگ تا کی داشتن آیینه پنهان در بغل

از بسکه با خاک عدم میجوشد آب زندگی — دارد نسیم از طوف او بیچون نفس جان در بغل

از خار خار جلوه ات در عرض حیرت خاک هند — چون جوهر آیینه چندین چشم و مژگان در بغل

مشکل دماغ یوسفت پیمانهٔ شرکت کشد — گیرد زلیخا کیش ببر با پیر کنعان در بغل

این درد و صاف کفر و دین محو است در دیر یقین — بیرنگ صهبا شیشه دارند مستان در بغل

آه قیامت قامتم آسان نمی افتد ز پا — این شعله هر جا سر کشد دارد نیستان در بغل

از غنچهٔ خاموش ادا ایمن مباش ای زخم دل — کان فتنهٔ طوفان کمین دارد نمکدان در بغل

بیدل با این علم و فنون تا کی بیا نازد جنون
خواهی ندیدن هر طرف اجناس ارزان در بغل (۱۰۴ ب ، ۲)

۳۰

عمریست چون گل میبرم زین باغ حرمان در بغل — از رنگ دامن بر کمر از بو گریبان در بغل

نی غنچه دیدم نی چمن نی شمع خواندم نی لگن — گل کرده ام زین انجمن دل نام حرمان در بغل

مجنون و ساز بلبلان لیلی و نار گلستان — من با دل داغ آشیان طاوس نالان در بغل

تنها نه خلق بی خرد بر حرص محمل می کشد — خورشید هم تنگ می زند بر کف و نان در بغل

کو خلوت و کو انجمن در فکر خود دارم وطن — چون شمع سر تا پای من دارد گریبان در بغل

چشمی اگر مالیده ام زین باغ بیرون چیده ام   وحشت کمین خوابیده ام چون غنچه دامان در بغل
ای کارگاه وهم و ظن نشکافتی رمز سخن   اینجا ندارد پیرهن جز شخص عریان در بغل
خلقی است زین گرد هوس یعنی ز افسون نفس   شور قیامت در قفس آشوب طوفان در بغل
کام دل حسرت گدا حاصل نشد از ماسوا   عمریست میخواهد ترا این خانهٔ ویران در بغل
دارد زیانگاه حسد تشویش خبث بی عدد   زین کافرستان حسد بگریز ایمان در بغل

بیدل ندارم بزم ما از دستگاه عافیت
چشمی که گیرد دیدمش چون شمع مژگان در بغل   (۱۰۷ ب، ۲)

۳۱

بر سینه داغهای تمنا نوشته ایم   یک لاله زار نسخهٔ سودا نوشته ایم
هر جا درین بساط خس باد برده ایست   مضمون رنگ عجز خود آنجا نوشته ایم
خاید بنام جلوه ( ) واشگافتن   از چشم بسته طرفه معما نوشته ایم
بر نسخهٔ بهار خط نسخ می کشد   رنگ شکسته که بسیما نوشته ایم
پهلوی لاغریست که هم نقش بوریاست   سطر یکه بر خریطهٔ دنیا نوشته ایم
دیگر ز نقش نامهٔ اعمال ما مپرس   نظارهٔ بلوح تماشا نوشته ایم
در مکتب طلب چقدر مشق لغزش است   کاین جاده ها بصفحهٔ صحرا نوشته ایم
هر جا خطی ز نسخهٔ امکان دمیده است   عبرت غبار دیدهٔ مینا نوشته ایم
حاجت بنامه نیست که در سطرهای آه   اسرار پرفشانی دل ها نوشته ایم
از صفحه کلک وحشت ما پیش رفته است   امروز هم ز نسخهٔ فردا نوشته ایم
از زخم حسرتی که لب جام میکشد   خون بر بیاض گردن مینا نوشته ایم
از نقش ما حقیقت آفاق خواندنیست   چون موج کارنامهٔ دریا نوشته ایم
زین آبرو که پیکر ما خاک راه اوست   خط غبار خود به سراپا نوشته ایم

اسرار خط جام که پرکار بیخودیست
بیدل بکلک موجهٔ صهبا نوشته ایم   (۲۰۷ ف، ۲)

۳۲

سطری اگر ز وضع جهان ما نوشته ایم   گر مانده ایم رنگ چلیپا نوشته ایم
منشور تاج اگر بسر گل نهاده اند   ما هم بر آب آبله برپا نوشته ایم
جز امتحان فطرت ما را مراد نیست   بی پرده معنیی که بایما نوشته ایم
دیگر ز نقش نامهٔ اعمال ما مپرس   نظارهٔ بلوح تماشا نوشته ایم
از گرد ما همان خط ته نهار خواندنیست (?)   تا آسمان چو صبح الفها نوشته ایم
رمز ازل که صد عدم آن سوی فطرت است   پنهان نخوانده اینهمه پیدا نوشته ایم
معنی سواد نسخهٔ اشک چکیده ایست   تمثال ما بخون تمنا نوشته ایم (?)
قاصد چو رنگ باز نگردید سوی ما   معلوم شد که نامه بعنقا نوشته ایم

در مکتب نیاز چه حرف و کدام سطر — چون خامه سجده ایست که ما جا نوشته ایم
در زندگی مطالعهٔ دل غنیمت است — خواهی بخوان و خواه مخوان ما نوشته ایم
دستی اگر بلند کند نامه بر بس است — تا روشنت شود که دعاها نوشته ایم
مشق خیال ما بتمامی نمی رسد — ای بیخودان همه ورقی نانوشته ایم

بیدل تمال سرکشی اعتبارها
پیش از فنا به نقش کف پا نوشته ایم (۱۳۳ ف، ۲)

شکوهٔ اسباب چند دل به رمیدن دهیم ۴۳ دانه اگر شد بلند به که بچیدن دهیم
صید سر ما و من سخت مکرر شده است — حرف فراموشیٔ یاد شنیدن دهیم
عبرت این انجمن خورد سراپای ما — شمع صفت تا کجا لب بگزیدن دهیم
غفلت سرشار خلق نیست کفیل شعور — چشم اگر وا شود مژدهٔ دیدن دهیم
عبرت پیری شکست شیشهٔ گردن کشی — حوصله را بعد ازین جام خمیدن دهیم
هیچکس از باغ دهر فیض بر چید نیست — بی ثمری را مگر حکم رسیدن دهیم
ریشهٔ ما میدود هرزه به باغ خیال — آبله کوتاهی گل به دمیدن دهیم
مزرع بیحاصلان وقف حیا پرور ست — دانه کجا تا بحرص رخصت چیدن دهیم
مایه همین عبرت است در گره اشک و آه — آنچه ز ما وا کشند مزد کشیدن دهیم
بسمل این شهدیم فرصت دیگر کجاست — یک دو نفس مهلت است داد تپیدن دهیم
شور طلب همچو شمع قطع نگردد ز ما — پا کند ایجاد اگر سر به بریدن دهیم
سیر خودش با عشق است کاش بدل ره کند — حسن تغافل ادا است آینه دیدن دهیم

گرهمه تن لب شویم جرأت گفتار کو
قاصد ما بیدل است خط بدریدن دهیم (۲۲۵ ب، ۲)

گر باین واماندگی مطلق عنان خواهم شدن ۴۴ گام اول در رهت سنگ نشان خواهم شدن
جبههٔ من در کمین سجدهٔ فرسوده است — عالمی را قبله ام گر آستان خواهم شدن
خانهٔ جمعیتم بی آفت وسواس نیست — تا کجاها خواب چشم پاسبان خواهم شدن
اشک مجنونم تسلی در مزاجم تهمت است — از چکیدن گر فرو ماندم روان خواهم شدن
نرگسش را گر چنین با تیره روزان الفت است — بعد ازین چون مردمک یک سرمه دان خواهم شدن
این قدر گر خود بکو جست و جویت رفته ام — گر نگردم بی نشان عنقا نشان خواهم شدن
با چنین ضعفی که سازش جز شکست رنگ نیست — گر بگردون هم برایم کهکشان خواهم شدن
خشک بر ما ریبا زیج مینا گلیم آید که من — یک عرق گر تر کنم صد دل گران خواهم شدن
من ز از خود رفتنم دشوار می آید بچشم — محرم طرز خرام او چسان خواهم شدن

میکشم عمریست بیدل خجلت نشو و نما
در عرق مانند شمع آخر نهان خواهم شدن (۲۰۵ ل ۲)

۴۵

گر باین ساز است دور از وصل جانان زیستن
زنده ام من هم بآن ننگیکه نتوان زیستن

انفعالم میکشد از سخت جانیها مپرس
کاش بودی بی رخت چون مرگم آسان زیستن

موج گوهر نیستم زندانی خویشم چرا
سر بجیبم خاک کرد این پا بدامان زیستن

چشم زخم خودنمائی سا نیبا شد علاج
ای شرر باید همان در سنگ پنهان زیستن

از وطن دوری و غربت هم گوارای تو نیست
چند خواهی این چنین ای خانهٔ ویران زیستن

یک دو دم کم نیست خجلت مایگی های نفس
چون سحر زین بیش نتوان سست پیمان زیستن

همچو شمع از عشرت این انجمن غافل مباش
گل بسر میخواهد آتش در گریبان زیستن

سرگذشت عالم آینه از دیدار پرس
جلوه غافل نیست از اسباب حیران زیستن

کسوت مرگم لعاب غفلت دیدار نیست
در کفن دارد نگاه پیر کنعان زیستن

نعمت الوان دنیا نیست در خورد تمیز
بی حس جاوید میباید چو دندان زیستن

گر قناعت قطره آبی چون گهر سامان کند
میتوان صد سال بی اندیشهٔ نان زیستن

خواجه کاری کن که درگیرد چراغ شهرتت
حیف دنیادار و پنهان تر ز شیطان زیستن

سر بپای یکدگر چون سبحه باید بود و بس
این قدر میخواهد آئین مسلمان زیستن

ما وطن آوردگان از غربتی در کار نیست
موج ناچار است در بحر از پریشان زیستن

بزم امکان است بیدل غافل از مردن مباش
خضر اگر باشی درینجا نیست امکان زیستن (۲۰۸ ب ۲)

۴۶

منفعل خلق را ناز صنم داشتن
زنگی و با آن جمال آینه هم داشتن

خاک خوری خوشتر است زینهمه تن پروری
تا بکی انبان صفت حلق و شکم داشتن

چوب بکرپاس پیچ طاسی و جزوی به پیچ
نیست جز این دستگاه طبل و علم داشتن

کارگه حیرتی ورنه که دارد گمان
دل به بر و حسرت دیر و حرم داشتن

گر طلب عافیت دامن جهدت کشد
آبله واری خوش است پاس قدم داشتن

عرنی و جمع زهر لب عرق شرم نیست
آینه صیقل زدست جبهه زنم داشتن

مهر ازل شامل است با همه ذرات کمان
ننگ کرم گستری است علم کرم داشتن

بر رخ ما یافتند پردهٔ تصویر صبح
دم زدن از ما نخواست شرم عدم داشتن

آن سر و برگ ما سوخت غم عافیت
مهلت عیشی نداشت ماتم هم داشتن

ای هوس اندوز امن جمع زر افت شناس
زخم سر ناخن است شکل درم داشتن

می شکنند صد کلاه بر فلک اعتبار
سوی ادب نگاه دل پشت به خم داشتن

بیدل از امید خند قطع توهم خوش است
جز دل آسوده نیست بار غم ایم داشتن (۲۹۴ ب ۲)

قتیل

من آن رندم که چون برکف بگیرم جام صهبا را ۱ به تیغ موج می بر خاک ریزم خون تقوی را
متعشق کرد با من صحبت آن دلربا آخر   ز اول فتنه در بنیاد بود این قصر مینا را
ز دردِ هجری بینی که می میریم و میدانی   دریغا دیده و دانسته ناحق میکشی ما را
گهش در کوچه و بازار و گه در خانه می بینم   چرا اینجا قراری نیست آن آرام دلها را
خدائی هست و خواهد کرد آخر باز پرسی هم   بیا و کم بکن بهر خدا این جورِ بیجا را
ترا دل خود نمیسوزد بر احوالِ گرفتاران   دگر چون میزنی هر لحظه دامن آتش ما را

قتیل این اهل تقوی را فسادی هست در باطن
مده از کف زمانی دامن رندانِ شیدا را
(۷۶/۲ ب)

که گفت آن نور چشم انس و جان را ۲ که آزارد دل ما بیکسان را
نشد از ناتوانی روزی قیس   که بوسد نقشِ پای ساربان را
چو من ارزان فروشی در جهان نیست   اگر نازش خریدار است جان را
گریبان چاک زد بر غنچه در باغ   برآمد دل ز دستت بوستان را
خدایا مهربان بر عاشقان کن   دلِ آن کافرِ نامهربان را
ببوسید ای مسلمانان درِ من   که من بوسیده ام آن آستان را

لبی خونریز لیست آماده تر باش
قتیل آن آفتِ کون و مکان را
(۸۸/۲ ف)

بود دامن ز خونم تر پری طلعت جوانی را ۳ نپرسد کسی بهر چه کشتی ناتوانی را
چو تابوتم بکویش رفت گفت این است با یاران   که گاهی میزدم در ره سرپا خسته جانی را
شبی گفتم که گویم درد دل گفتا برو بنشین   نگهدار از برای روزِ دیگر داستانی را
روا باشد که چون مجنون لبی خون گریه‌ای لیلی   دهی در کف زمامِ ماه هر رو ساربانی را
دل مسکین بمیری در کنارِ خویش پروردم   هدف کردند ناگه ناوک رعنا جوانی را
شدم یکسان بخاک تیره و روزی نشد روزی   که سازم زیب روی خویش خاکِ آستانی را

قتیل از جور آن کافر چو نالد خلق در محشر
چسان کس نشنود فریاد چون من ناتوانی را
(۷۹/۲ ب)

بیچیم علاج [illegible] س از آن درد نهانی را ۴ که نتوانم جدا دیدن ز خود این یار جانی را
ترا رحم آمد و دادی ببزم خویشتن راهم   عصای ناتوانی چون نخواهم ناتوانی را
مرا تا کی پسندی بی نصیب از زخم شمشیرت   بجان تو که هستم تشنهٔ خون زندگانی را

همنشینی رانیم با چون توئی لایق … بران در گر . . . . . . پاسبانی را
ز قتل عاشقان در خلق چه بدنام خواهی شد … مفرمایش ازین کاری فدایت من جوانی را
مرا عشق بتی یکباره بر باد کهن سامان ناصح … ز سر خون وا کند کس این بلای ناگهانی را
قتیل از مرزنم در عشق نام من شود روشن
بمرگ خویش می بینم حیات جاودانی را (۱۰۳/۲ الف)

۵ چنین نتوان ز سر وا کرد خون بیگناهان را … . . . . فدای مسلمانان سر ده کجکلاهان را
نمی ریزند اشکی در عزای کشتگان خود … خدا عمر درازی بخشد این مژگان شاهان را
به پیش تیغ قدرت تیغ افلاطون نمی برّد … زبان عذر کوتاه است اینجا عذرخواهان را
زره پوش است ترک چشم خون مست تو از مژگان … چرا هردم نباشی تشنهٔ خون دین پناهان را
عجب نبود که چشم کور هم . شود روشن … اگر در خواب بیند جلوهٔ جادو نگاهان را
زدی تا در چمن ای رشک گل از ناز گل بر سر … چراغان ساختی هر شو سر زرین کلاهان را
نداری چون سر عاشق نوازی ای شه خوبان … نبود بر حال درویشان ترحم بادشاهان را
زمانی بر نمی دارند سر از آستان او … درش شد خاک دامنگیر گردون بارگاهان را
ز بحر هند باشد موج نظم من دل دانم … دهد شعر تر من آبرو خاک صفاهان را
چرا کشتی باغوای رقیب سرکش ای بیدین
قتیل خسته جان و سرگروه بیگناهان را (۹۳/۲ ب)

۶ خدا دید تو رحمی بکند بر حال زار ما … ببین ای آسمان روسیه افتست یار ما
ز بس جنبش ز جا مشکل بود ما را تو با ناز … نه جز در روز محشر گردی از خاک مزار ما
مبادا آتش شوق وصالت سازد آب او را … نباشد شمع سان جز استخوان جسم نزار ما
نشد معلوم سختیهای جان کندن دم مردن … وصیتهای ایام فراق آمد بکار ما
چه سود از پندهای ناصح که کرد از دل الفت … نگاه کافرادا غارت صبر و قرار ما
شدیم ای نازنین قربان کویت گرد باد آسا … پس از مردن تمنای توکل کرد از غبار ما
خدایا کو که در محشر بپرسد حال مظلومان … چرا افتد نگاهی جیگری بر روی یار ما
ز جوش گریه در دل قطرهٔ خونی نماند آخر … مبدل با خزان گردید بی رویت بهار ما
برآید حاجت لب تشنگان حیرت آب شمشیرش … ضروری است ای مروت پیشه باران دشنه را
قتیل از دوری جانان بآن نوبت رسید اکنون
که گوید تا قیامت بنیسی بر روز گار ما (۱۰۷/۲ ب)

۷ برون کیشم زکری تو شام اگر پارا … سحر خیال تو آرد کشان کشان ما را
بجز تم چه بگویم بکه سخنت حیرانم … فرشته یا پری آن حسن حیرت افزا را
دگر چه خواهی ازا آنکس که . . . در بخشت … بنای کم . . . تو دین و دنیا را

چو لب بنطق گشائی بی نظاره خویشش　　ز آسمان بزمین آوری مسیحا را
کدام شوخ شکار افگنی زه راه گذشت　　که جان رسیده بلب صیدی سروپا را
تو خود مسیح زمانی مکن دگر سیراب　　بخون عاشق مسکین لب شکرخا را
زلاله زار عیان گشته سنبل تاتی　　که زلف زیب رخ است آن جوان رعنا را
هزار حیف به بیگانگان دهی می ناب　　به عاشقان همای رخ دل آرا را

قتیل گر نه کنم عاشقی چه چاره کنم
کجا برم دل غمگین ناشکیبا را　　(۱۲۲/۲ ش)

۸　دل دو نیم از غم آن ماه جبین است مرا　　بیم جان دشمن جانی به کمین است مرا
هر کجا پای نهاد آن سر خوبان جهان　　سر چو نقش قدم اینجا بزمین است مرا
جان من تا نه بود دولت پابوس تو مست　　نه به دنیاست سری نه غم دین است مرا
بعد مرگم که شود چاره گر این دل زار　　بلب گریه و بر سر زدن این است مرا
روز حشر آمد و خلق نگران سوی من است　　دیده حیران برخ آن بت چین است مرا
گوش رحمت ز جهان میزند ای مایه ناز　　روی بنما که دم باز پسین است مرا

رفت چون نعش قتیل از سر کویش فرمود
متهم ساز بعاشق کشی این است مرا　　(۶۸/۲ ق)

۹　نمک پاش است هر شب بر دل مجروح کوکبها　　چه دانم تا طلب را ختنامی و بید آری شبها
بجنبند از جا کشتگانت روز محشر هم　　مگر از دماغ شان گم کرده یکسر راه قالبها
کند هر جا که چشم کافر او کیش خود ظاهر　　چه مرغ آشیان گم کرده میگردند مذهبها
تماشا کن قاتل بیرحم واد ما بکوی خود　　تمناها بخون غلطید و بسمل گشت مطلبها
دل بیتاب بس کن چند در کوی مغان تا کی　　مبادا سایبان میگون شود از شور یاربها
سر تمکین او گردم که حرف مدعا گویی　　نمی آمد بآسانی رسیدن بر سر لبها

قتیل از غفلت حکام غافل ... که در ...
ز اطفال پریرو فتنه گردید مکتبها　　(۶/۲ ب)

۱۰　ندارد ره بکس اکنون سر صبر آزمائیها　　نبود آئینه در دستش سزای کج ادائیها
تبسم ریزی لعل شکرخا چند در کویت　　به بخت عاشقان گردید امید آشنائیها
تو کردی آنچه با من میکند ... همسان با او　　شد آخر غول راه تو غرور دلربائیها
ضرور است احتیاز دامن داغیار غیر وزن　　بکس معروش قربانت شوم این بیوفائیها
بیات عاشق شیداست با جانان گر زیدن　　تو گویی .... از قالب جدائیها
بود هر کس مطیع خواهش طبع خود ای سلطان　　تو و شاهی من و در کوچه خوبان گدائیها

روز سوی حرم ناید قتیل از لبکه آن مسکین
ندارد بر در شیخ نه بدی تبه سائیها　　(۳/۲ ش)

۱۱

ز مژگان دست بر تیغست چشم نیم خوابش را — ولی باید که آرد تاب میدان عتابش را
ز بس حسرت دعای عمر او در وصل شد دستم — نشد روزی که روزی وا کنم بند نقابش را
کند نظارگی را مشت خاکستر بیک دیدن — تجلی پردهٔ شرمست حسن بیحجابش را
ز بس نشمرده خون عاشقان برخاک می ریزد — حسابی نیست فردا محشر جفای بیحسابش را
عرق سر شفاعت مشود قربان روی او — نزاکت باز میدارد ز قتل ما عتابش را
رخ او با شمیمی باشد از گلزار زیبائی — بود عمرا بد بلبل گلستان شبابش را
بخونم تا شود بر آستین غیر در محشر — ز خون دیده وقت بوسه تر کردم رکابش را
پری و مطربی خوش خواند شب در محفل این شعرم — توان دادن دل و جان در بها صوت ربابش را
کند هر کس وداع یار خود تاثیرها باشد — نگاه حسرت آلودی و چشم پر آبش را

قتیل این لعبت شیرین ربود از کف عنان من
اگر دستم دهد روزی بگیرم من رکابش را

(۱۰۸/۲ ب)

۱۲

صبا شبی که دهد غازه زینت آن رو را — بگو سلام من آن زلف عنبرین مو را
جزا اینکه نیک کشد در بغل دگر چه کند — کسی بروز جزا چون تو یار بد خو را
کدام روز دگر بیش ازین بود ای رحم — که گفته بودی بخاک من آوری او را
تمام خون پری طلعتان چکد بزمین — اگر فشار دهی خاک آن سر کو را
ندانم از من مسکین چه جرم دید که کرد — فلک به کشتن آماده آن جفاجو را
کمند گردنش آن طرهٔ سیاهش کن — سزا ضرور بود نا صبح بسیه رو را
همین نه گل ز رخ خود را نشاند آن رو گرد — صنوبر است غلام آن نهال دلجو را
بگیرم دامن صحرا بلاله زار غلط — ز بسکه ریخته چشم تو خون آهو را

قتیل دست رقیب است و دامن یارب
چه شد ترا که ز غیرت نمیکشی او را

(۱۰۵/۲ ب)

۱۳

چند بیاد آشنا دل طپد آشنای را — قوت یاده ای خدا مرگ شکسته پای را
قامت من ز بار غم دید چو همچو چنگ خم — مطرب دل سرود خوش نغمهٔ هایهای را
قافله ها روانه شد سوی عدم هزار حیف — گوش نکرد رهروی زمزمهٔ درای را
باکه خیال دشمنی هست ترا که در رکاب — از مژه لشکری بود نرگس سرمه سای را
خورد کجا بزندگ جای تعجب است اگر — فتنه برابری کند آن قد دلربای را
تیغ جفا کشیدهٔ نیست مگر خبر ازین — عذر . . . جرم ساخته دلکشای را
عبرت قصر جد شده است درخشش سرای غیر — من زده عاشق زد رتابه درون سرای را
برق را بر شد عنان . . . . کرده — زیب رخ چو از عوان سنبل حلقه زای را
بر سر نیزه کن سرم جان کسی که در جهان — . . . . طالع نارسای را
کشت قتیل خسته را دوش ز دشتان کسی — مژده بر بپند دستان آن مه دلربای را

۱۴ فتنه معروف شد نرگس فتان ترا — صبح محشر بدعا چاک گریبان ترا
عقل اول که جهان کرد عیان بار دگر — آفریدن نتواند لب و دندان ترا
کرد امشب قلم شعله رقم بر دل شمع — قصهٔ سوختگان شب هجران ترا
هر سر موی تنم گر بجهانی ارزد — نتوان کرد ادا قیمت پیکان ترا
روح را تازه کند بوی خوش او چون می — دست . . . . . سر و پا شب دندان ترا
تشنه یا چاک گریبان سر و کاری دارد — دید تا گرم تبسم لب خندان ترا
تا نگردد دگری واقف راز تو . . . . . . — کار با روز جزا نیست شهیدان ترا
چرخ سرکش که کمر بسته بخونریزی خلق — باشد از معتقدان کشتهٔ مژگان ترا
تا یکی جان کسی بادل و دین باختگان — سربازی نبود زلف پریشان ترا

گریه کن گریه بروز سیه خویش قتیل
کان نگارین کف ما سوخته سامان ترا
(۱۱۷/۲ ب)

۱۵. عالم خراب نازِ قد و دستگاه کیست — دورِ فلک ملازم چشم سیاه کیست
تنها نه داغ من نبود گل بجیب خلد — نور دو چشم دوزخیان دود آه کیست
پیکان تیر سوز دلم آب می کند — این تیرهای بی پر و پیکان نگاه کیست
یا قبله کافریست دل کافر مرا — در حیرتم که والهٔ طرف کلاه کیست
مژگان و چشم و ابروی او هر سه منکراند — در خون نشاندن دل زارم گناه کیست
گفتی بمن زراه تجاهل که در جهان — آشوب جان تو قد محشر پناه کیست
من خود بحیرتم که بلای هزار دین — گیسوی دلفریب و رخ همچو ماه کیست
آسوده در زمانه ندیدیم هیچ دل — یارب نصیب خلق غم عمر کاه کیست
از خود رلود نالهٔ جوی چمن مرا — پنهان در آب خون دل دادخواه کیست

خوش آنکه روز حشر ز خوبان نازنین
پرسی قتیل میرود یا از سپاه کیست
(۱۳۸/۲ ب)

۱۶ ترکی که ریخت خون غریبان نگاه کیست — وین کربلا بهار زمین جلوه گاه کیست
کج میرود هلال بصد ناز بر فلک — پرسید آنکه ابلق طرف کلاه کیست
. . . . . او زده آتش بجان خلق — برق . . . . گرده گرد سپاه کیست
نرگس که نور دیده خود خواهدش بهار — بیخوابیش ز دوری چشم سیاه کیست
جاریست جوی خون سر کوی تو غور کن — کاین ماجرا دقایع حال تباه کیست
گر نیست جور شیوهٔ ات ای فتنهٔ زمان — غلطان بخون بیرار سروتن براه کیست

گر برق . . گرم بخست از دل قتیل
روح الامین سوخته پر دادخواه کیست
(۱۲۲/۲ ب)

بموج آب بقا خضر را سروکار است ۱۷ بگوی عاشق مسکین و خنجر یار است
تو گر بیام نیائی بگو کجا برود ستم کشیده غریبی که زیر دیوار است
اجل چو مار سیه حلقه گرد من زده جست هنوز دل بخم کاکلت گرفتار است
نثار چین جبینت پری کند جان را بدل فرشته عتاب ترا خریدار است
بهی نصیب نگردد مرا ز قرب طبیب دوای درد دلم شربت لب یار است
شبی دو چار من آن مه جبین چو شد گفتم که بی رخت سر و کارم بگریه زار است
خدای را ببر کوی خود مرا عیاده که زندگی بفراق تو سخت دشوار است
جواب داد که خواهی بمیر و خواه بزی مرا ز دوستی چون تو ناکسی عار است
بهر زمین که خرامی رود فغان تا حشر ز خاک تا به ثریا که این چه رفتار است

قتیل رستم میدان عشق بود دلی
ز سحر نرگس آن رشک حور ناچار است (۲۲۷/۲ ب)

عیش خلد و رنج دوزخ انتظاری بیش نیست ۱۸ کفر و ایمان پیش عاشق اعتباری بیش نیست
خلعت تو خاک کوی او دهد هر دم مرا بوله پیچ چرخ اطلس جامه داری بیش نیست
از حساب روز محشر چند پرسی حال من باده در ساغر بکن کاینها خماری بیش نیست
دم ایجاد باغست و ریاحین ما و تو عیش و غم آمد شد فصل بهاری بیش نیست
روشن از یک آتش پنهان تو چندین چراغ هر چه در چشمت بود پیدا شراری بیش نیست
آنکه در دریای عرفان غوطه [...] غوطه زد هفت دریا در نگاهش جویباری بیش نیست
شهسوار اسپ در میدان کثرت باخته از زمین تا آسمان گرد و غباری بیش نیست
خویش را مصروف دست قدرت نقاش کن خط و خال مهوشان نقش و نگاری بیش نیست
زد بپای دار الفنا منصور آخر پشت پا سر بدوش سروران عشق باری بیش نیست

چند از حد بگذرانی جان من وصف قتیل
کافر امرد پرستی باده خواری بیش نیست (۲۰۴/۲ ی)

ز غرفه جلوهٔ آن روی آتشین پیداست ۱۹ تجلیی که بعرش است از زمین پیداست
ز ابروان کج و طرهٔ شکستهٔ تو درستی قلم صورت آفرین پیداست
دمی به خانه نشینی چو من بخانه دگر کرشمهٔ سر راه کسی چنین پیداست
مرو بخانهٔ هرکس خدای را که ترا نشان خون شهیدان ز آستین پیداست
از آن زمان که قیامت بخشت رنگ خرام هنوز زلزله‌ها بر زمین پیداست
ز خاک کشتهٔ [...] گذشته شاید حنای تازه ات از پای نازنین پیداست
بسینه ام [...] نادکی که تا دم مرگ ز حرف [...] شور آفرین پیداست
کسی که با تو شود آشنا جگر نه زند ز جبهه‌اش آثار جنگ و کین پیداست

دم از غلامی آن مه چنین زند چو قتیل
کسی که کوکب اقبالش از جبین پیداست
(۱۴۷/۲ ی)

صد ره هم بی تو بلب جان چو نفس آمد و رفت ۲۰ تو چه دانی چه بلا بر سر کس آمد و رفت
محمل جلوه بچشم ننمود و صد بار از در گوش من آوازه جرس آمد و رفت
وا نشد عقدهٔ او گر چه بویرانهٔ ما شعله عمری بطلبگاری خس آمد و رفت
نشد از برگ گل بلبل مسکین خوشدل بارها باد چمن سوی قفس آمد و رفت
چهرهٔ شاهد امید ندید آه قتیل
مدتی بر در جانان بهوس آمد و رفت
(۱۴۸/۲ ب)

گه زد آتش بر تن و گه دل و گه جانم سوخت ۲۱ آسمان بین که چسان در شب هجرانم سوخت
شب گذشت و شده از مجلسیان بزم تهی دل بر دوزسیه شمع شبستانم سوخت
همه را کشته چو یکبار ز مقتل رفتی حسرت آگین نگه چشم شهیدانم سوخت
تو بیرحم خبر داد نه بی صبری من چقدر بادم گرم دل نادانم سوخت
صرف هر عضو تنم گرده صدها دیده را سوخت داغ غمش اما چه سامانم سوخت
دوش در بزم کسی گل بگریبان کردم رشک آن گل شرری گشته گریبانم سوخت
به در بتکدهٔ زمزمهٔ ناقوسی آتشی طرفه برافروخت که ایمانم سوخت
جای بلبل چمن آرا شده خاکسترها آشیانها ز فغان دل نالانم سوخت
برق و آتش نبود اینهمه بیرحم قتیل
ظاهر است اینکه همان جلوهٔ پنهانم سوخت
(۱۴۹/۲ ب)

نه همین عشق تو زد شعله و سامانم سوخت ۲۲ طایر سدره ز آه شرر افشانم سوخت
آب بر آتش گل ریز خدارا ای ابر جنبش دامن باد سحری جانم سوخت
بوعلی گفت چو افتاد بدستش دستم این چه نبض است دریغا که رگ جانم سوخت
در خزان سوی گلستان چو گذارم افتاد زار نالیدن مرغان خوش الحانم سوخت
آتش افتد بچنین دین و مسلمانی من دوش هندو پسری آمد و ایمانم سوخت
ای دل زار نصیب تو خدا مرگ کند ظالم افسانهٔ جانسوز تو هر گاهم سوخت
چون حزین کرد فری بود مرا نیز قتیل
آمد آن شمع شبی بر سر و سامانم سوخت
(۱۴۷/۲ ی)

بست بمعجزه زان دم که بابل افتاد است ۲۳ مسیح بر سر کوی تو لیمل افتاد است
کدام گل بدرانه پرده زد که در گلشن تنزلی ز فغان عنادل افتاد است
سر تفحص احوال عاشقان داری رخت به آینه زانرو مقابل افتاد است

شد از تجلی حسن تو عالمی بیخود / نظر بروی تو کردن چه مشکل افتاد است
رسید قاصد ازان کو دلا مبارک باد / کریم را گذری سوی سایل افتاد است
قتیل سوخته جانست آنکه با دل زار
براه آن مه شیرین شمایل افتاد است (۱۳۷/۲ و)

زند بروی چو ماه تو بوسه ها گستاخ ۲۴ لب خیال ترا کرده ام چها گستاخ
کشید تنگ ترا همچو عاشقان دربر / به نازنین بدنت شد چسان قبا گستاخ
اگر شبی بگزم بی اجازتت لب تو / مگو که هرچه شد با تو این گدا گستاخ
ازانکه نیست گناهی فدای نام تو من / بآشنا شود از روی آشنا گستاخ
چنانکه در تنم آتش برنگ لاله فتد / نهاده بر کف پای تو سر حنا گستاخ
خبر کند ازین زخم تازه بلبل را / که پنجه زد بگریبان گل صبا گستاخ
چه جای من که ملک هم نمیتواند کرد / به پیش همچو توئی عرض مدعا گستاخ
همان قتیل ستمدیده ام من ای بت چین
که بوسه میزدمت هر سحر بپا گستاخ (۱۵۴/۲ و)

خوش آن ساعت که در دست تو بر خون تیغ کین باشد ۲۵ پی عذر گناه خود سر من بر زمین باشد
پیام وصل را آهسته در گوشم بگو قاصد / مبادا آسمان کینه تو زاندر کمین باشد
مرا روزی جبین پرعرق بنمودی و صد حیف / کنونم داغ غم داغ غلامی بر جبین باشد
خمیده تهای آن ابروی وآن جنبیدن مژگان / نه چون غارتگر جان و بلای اهل دین باشد
مرا از اشک باشد تکمه ها در آستین بی تو / ترا گر تکمهٔ زرینه زیب آستین باشد
بچشم کم مبین ای چرخ یار نازنینم را / کمر ها دیده باشی لیک کمتر این چنین باشد
ز آزاد وفا کیشان و خونریز مسلمانان / فلک را از نگاهت آرزو یک آفرین باشد
چگویم با تو قربانت شوم، نام دلنشان خود / شهید عشق نام من بدور آخرین باشد
ببازاری که سرها را خریداری شود پیدا / سرم زیب سنانت ای بت ناز آفرین باشد
ز مجلس رفتی و سوی قتیل خود ندیدی تو
چه سازی گر ترا هم چون تو شوخی در کمین باشد (۱۵۷/۲ ب)

دمی که یار سرم بر سنان بجنباند ۲۶ قضا زبان زپی الامان بجنباند
بشکر مقدمت، ابر در چمن بعدی چه عجب / که برگ برگ درختان زبان بجنباند
مسیح مردن خود آرزو کند بدعا / گر آن پری لب معجز نشان بجنباند
زخواب فتنهٔ خوابیده میکند بیدار / کسیکه حلقهٔ آن آستان بجنباند
زند ز رشک بخون غوطه ابر دریا بار / چو چشم من مژه خونفشان بجنباند

بزند آهِ شرربار خویشتن تا زم — که پای طاقت کوه گران بجنباند
رود عنان شکیب هزار کس از کف — بهر طرف که نگاهش عنان بجنباند
ز رشک تا کمر آفتاب خون جوشد — میان چو آن بت نامهربان بجنباند
کدام چیز بود در جهان جز آن مژگان — که نشتری بدل اتش و جان بجنباند
هزار پردهٔ ناموس را دهد بر باد — برخ چو طرف نقاب آن جوان بجنباند
چو پا ز نازنهی بر زمین بحال بدان — که مرده در بر خاک استخوان بجنباند
بروز حشر ستانش بلذت عجبی — رگ هوس تن کشتگان بجنباند
توئی که سلسلهٔ شوق حوریان هر صبح — هوای زلف کجت در جهان بجنباند
رسید کار بعالم کنون ز دوری آمد — بآن که کنگر هفت آسمان بجنباند
مریض عشق تو پهلوی خویش بر بستر — تو خود بگو که چه سازد چسان بجنباند
چکیدهٔ خفقانست نالهٔ من تدارد — که هر زمان دل کتوبیان بجنباند
زبیم تیر تو جبریل را روا باشد — که پر برون شده از آشیان بجنباند
هزاربار زمادر دهان گل باشد — که پیش آن گل رعنا دهان بجنباند
فلک چو تیر نشاند بخاکش آخرکار — کسی که قوس قزح سان کمان بجنباند
زباد آه سحرگاهیم نشد روزی — که مهد خواب ترا یک زمان بجنباند

نشد قتیل زیاران که یک کس اندره درد
سری بنعش من خسته جان بجنباند
(۱۶۲/۲ ب)

پس از مرگ من شیدا دیار عشق ویران شد ۲۷ — چو من در قبر رفتم دوستی با خاک یکسان شد
دو عالم قیمت یک دل کم است ای دشمن جانها — چنین جنس گران بهر دو دیوار ارزان شد
هجوم درد هجران بود چندان گرد دل امشب — که صبر بیکس و کو از کنار من گریزان شد
اگر سر رفت غم نبود و گر دل رفت باکی نه — سرم قربان آن نوک سنان دل نذر پیکان شد
بدست خویشتن بود ست مشکل خویش را کشتن — چه مشکلها که مقدور از روی تو بر من چه آسان شد
نشد چون غنچهٔ تصویر گاهی واد هان من — چسان راز نهان من چو بوی گل پریشان شد
توان از سر بلای خصم وا کردن به تدبیری — چه باید کرد هر گه یار جانی دشمن جان شد
چنان نالید زیر خاک در محشر شهید تو — که خورشید قیامت در نقاب گرد پنهان شد
ز پشت پا نگاهی از حیا سر بر نمیدارد — حیا داری چنین چون قاتل گبر و مسلمان شد

نمیدانم چه آمد از قتیل خسته جان یارب
که از خونش سر کوی کسی رشک گلستان شد
(۱۵۴/۲ ب)

مستان دمیکه باده بجام از سبو کنند ۲۸ — رقصی بیاد نرگس مخمور او کنند

تا من جدایم از تو مکن جور بر کسی — ترسم که دیگران بجفای تو خو کنند
پا بر زمین نمی نهی از ناز چون زنند — آنانکه پایبوس ترا آرزو کنند
از چاک پیرهن بنمایند سینه را — خوبان چو چاک سینه عاشق رفو کنند
زاهد مبین بچشم کم آن زلف یار را — کاین زنگیان بخون فرنگی وضو کنند
عرفان صوفیان بود اخفای راز خویش — ورنه بدین لباس ترا جستجو کنند
دامن ز گرد پاک مکن کین سحاب سرخ — در حشر کشتگان تو طوق گلو کنند
از اشک سرخ من که بهجر تو می چکد — آسودگان خاک غم تازه نو کنند
از عرش بگذرد سر فخر فرشتگان — گر خاک آستان ترا رفت و رو کنند

شاید قتیل اهل بهشت بین تبسم است
شوخی که صدق لعل لبش آرزو کنند
(۹۰/۲ ب)

چه عجب راست عیان راز نهان تو شود ۹۲ سر پر خون کسی زیب سنان تو شود
نه همین گرد می عیش شب و روز مرا — شب چه خوشها که از سرخی پان تو شود
ثمر دوستی اینست دلا آخر کار — آنکه یار تو بود دشمن جان تو شود
برده از ساده رخان دل خط عنبر قامت — صد بهار آمد و قربان خزان تو شود
یاد حور بهشتی نکنی زاهد اگر — نام آن رشک پری ورد زبان تو شود
گر فلک جا دهدت بر در آن رشک پری — مسند قیصر و تخت جم از آن تو شود

لایق جور و جفا نیست غلامی چو قتیل
مکن انکار که خنجر به زبان تو شود
(۹۲/۲ ب)

نخور می با رقیبان بیوفایها زبان دارد ۳۰ دلی خونابه نوشان ناله آتش فشان دارد
خدا را گرمی خود کم کن ای هنگامه محشر — که مجنون گوش بر بانگ درای کاروان دارد
بود آرامگاهی طرفه از خود رفتگی ای دل — بهر خاکی که افتادیم یارا آسمان دارد
بود فصل بهاران چندروزی آب و رنگ گل — رخ او در خزان از خط بهار بیخزان دارد
برد از زندگی حظ آنکه آگاهست از مردن — چه داند قدر هستی هر که عمر جاودان دارد
نبست انکار خال و خط خوبان میکنی زاهد — تماشای جهان را کی که رنگین سایبان دارد
نمیداند ز فرط ضعف آداب طپیدن را — خدنگش سرگرانی با شکار ناتوانی دارد
نباشد هیچ غم از رفتن فصل بهار او را — گلستان عندلیب از آه خود در آشیان دارد
گریم را فشاری دادی و جانم در تنم آمد — حنای پنجه تو آب حیوان در بنان دارد

مکن در عشق خوبان تا سحر تفتیش حال تو
قتیل خسته جان با خود دم آتش فشان دارد
(۱۴۶/۲ ب)

۳۱
شب شعلهٔ شوق که کدام آتش بجگر زد — کز سینه دل غمزده با ناله بدر زد
شب آن نگه مست خدنگم بجگر زد — تا دست برم سوی جگر تیر دگر زد
رشک همه‌جا خون مسلمان شده کوئیش — آن مغبچه چون دست نگارین بکمر زد
کج گوشهٔ چشمی بمن ای آتنگ بدرود — صد جان گدای نگاه تو تیر زده
گل عجیب رسید آتشی از آب برآمد — یارب چه نوا مرغ چمن وقت سحر زد
شیرین دهنان را نبود هیچ وفائی — فرهاد وفا پیشه عبث تیشه بسر زد
برگوشه ده صد جیب رد پا جامه قبا کرد — این فتنه سراز چاک گریبان که بدر زد
سوزی بقتیل تو نشد گور دمن هم
بگریست قضا زین الم و سینه قدر زد
(۲۰۷/۲ الف)

۳۲
ریخت خونم نگه یار بهار است بهار — لاله گون شد دل و دین مه رو یار بهار است بهار
گل ز شوق تو رسیداست چو سودا زدگان — پیرهن چاک بیازار بهار است بهار
داغ سودای تو کرده است چراغان مرهی — برفکن پرده ز رخسار بهار است بهار
آتش افتاد بجان من و آن غیرت حور — کرد گل زینت دستار بهار است بهار
سرپا زد بمن آن پای نگارین از ناز — یعنی ای میکش سرشار بهار است بهار
کرد از خنده پس از قتل من آن رشک چمن — گلستان نقش من زار بهار است بهار
لخت دل بر سر شاخ مژهٔ تر دارم — تو هم آ ای بت عیار بهار است بهار
بر سر زخم من جان بلب ای دشمن جان — می نهد مرهم زنگار بهار است بهار
ساقی امشب می گلگون بقدح ریخت قتیل
بزم شد غیرت گلزار بهار است بهار
(۱۹۹/۲ ب)

۳۳
خورشید شد شبنم فشان روی عرق تا کش نگر — مهتاب گل کرد از کتان پیراهن چاکش نگر
ای باغبان بی‌اجر تا چند نالی از چمن — وارد بهار تازهٔ رو سوی فتراکش نگر
آن عیسی شیرین سخن کو مرده را امیدوار جان — آمادهٔ خون ریختن امروز بر خاکش نگر
خون شهید ناز تو تاثیر با دارد عیان — گر قصد گلگشتی بود رو لاله بر خاکش نگر
ای رستم زور آزما بر بی‌دلی تازان مشو — گر مرد میدانی بیا مژگان سفاکش نگر
قمری گرفت مشکل بود از سرو دل برداشتن — یکره خدارا آن قد موزون و چالاکش نگر
از عکس روی زنگیان آینه کی گردد سیه — هم خلوت تر دامنان با دامن پاکش نگر
ای آنکه در روز وفا صفهای مردان دیدهٔ — آماده با فوج نگه در چشم بیباکش نگر
امروز هر چو لاله‌گش جان جدائی پیش رفت — تن با طپان در خون ببین سر با بفتراکش نگر
حال قتیل خسته جان تا چند پرسی از کسان
رخسار زرد او ببین مژگان نمناکش نگر
(۱۹۸/۲ ب)

گردید با غنج ادا آن مه صفت آرا یکطرف ۲۴ در تیغ او در خاک و خون غلطیده سرها یکطرف
در جستجوی منزلت تا رفته از چشم من جان شد مسافر یکطرف دل رفت تنها یکطرف
یارب مبادا آفتی آید برین بیچاره دل با هم مقابل شده صف غم یکطرف ما یکطرف
شب در خیال گشتنم با جمعی از مه طلعتان او تیغ در کف یکطرف من در تماشا یکطرف
اما تو هم داری خبر یا نه که بیرون از درت جان داده صد کس یکطرف شوریست برپا یکطرف
از بسکه چشم بر زمین با اشک ریزد لخت دل سیر گلستان یکطرف جاریست دریا یکطرف

مسکین قتیل ای همنشین از درد هجر آمد بجان
خنجر بنه بر حلق او لطف و مدارا یکطرف
(۲۹۳/۲ ب)

هرچند رشک عارض حوراست روی گل ۲۵ کفر است بی رخ تو نگاهی بسوی گل
هرجا که وا نمود رخت زلف عنبرین باشد متاع سوختنی رنگ و بوی گل
زان دم که رفته بچمن من فدای تو بوی گلست در صدد جستجوی گل
ای باغبان ببین رخ آن غیرت بهار تا کی حکایت سمن و گفتگوی گل
دارد اگرچه دیده بدیدار دوست باز مرغ چمن فغان کند از بیم خوی گل
ای عندلیب سوی گلستان چه خوانیم بیدرد من کجا و کجا آرزوی گل
گر زگست اشاره کند سوی او شود باد بهار تشنهٔ خون عدوی گل
ای آنکه خلق محو تماشای روی تست تا چند دل نهی بتماشای روی گل

رفتیم دی بباغ من و او بهم قتیل
من سوی عارضش نگران او بسوی گل
(۲۲۰/۲ و)

داغها بر جگر از یار ستمگر دارم ۲۶ شکوه ها زین فلک سوخته اختر دارم
گاه در خون طپم و گاه زنم بر سر سنگ نه ببالین سر الفت نه به بستر دارم
ترسم آلوده شود دامنت از خون دلم پاره های دل پرخون ز رهت بر دارم
لطف سیر گل و ریحان ز من خسته مپرس جای گل من بگریبان خود اخگر دارم
مسند علم .. کی بپسندم تا من بر سر از خاک در میکده افسر دارم
وه چه سازم که چو امروز کنم رام او را کند آن آهوی چین از بر من فردا رم

چه بگویم بتو حال دل بیتاب قتیل
آستین شب همه شب بر مژهٔ تر دارم
(۲۲۷/۲ ب)

بیاد مردگان کوی خود را زنده از سر کن ۲۷ لب بامی که داری مطلع خورشید محشر کن
کسی از رشک هم برحال کس شاید نخواهد شد ز خون عاشقان تا می توانی آستین پر کن

ندیدی غیر امشب فندقی در بزم معشوقی　　تماشای دل پرخون ما بر نوک خنجر کن
کنی تا چند چشم غیر از دیدار خود روشن　　ز شمع عارضت .... کن

. . . .

بکار من مسیحائی ز لعل روح پرور کن　　حذر بهر خدا از آه دلهای پر آذر کن
باشکی چند مفریب ای قتیل آن شوخ پرفن را
خریدار متاعت نیست کس رو فکر دیگر کن
(۵۹۱/۲ ف)؟

۴۸ ز بس لذت نصیب از تیغ آن گلگون قبا پوشم　　اگر صد ره بمیرم در حیات خویشتن کوشم
گذشتم از دو عالم تشنه لب چون غنچه گوشم　　تمنای تو کرده است آرزوها را فراموشم
ز خون دیده کردم رشک گلزار ارم کویت　　گلستان کن شبی ای سرو رنگین جلوه آغوشم
دل صدپاره در بر دارم و سربار دوشم شد　　سراپا جای رحم آن نگار خویش بر دوشم
نمیگردد ز سیر باغ خشکی روزنیم بی تو　　ز نم گل بیتو چون بر سر گلگون چسان نوشم
بیا و پاک کن گرد غم از رخسار من روزی　　ز شرم طاعنان تا چند روی خویش را پوشم
نه تنها دیده دارد انتظار جلوهٔ رویت　　که دشنام ترا مشتاق از عمری بود گوشم
قتیل آن دم که تنها یار می آید به پیش من
می مستی نگاهش میکند در ساغر هوشم
(۴۴۴/۲ ب)

۴۹ دریاب که در بادیه شور جرس است این　　یا نالهٔ زار دل بیتاب کس است این
از گردش گردون سیه نامه حذر کن　　دود دم گرم من آتش نفس است این
برخیز و وداع تن خاکی بکن ای جان　　کز بهر تو ای طائر قدسی قفس است این
ای اشک جگرسوز میا بر سر مژگان　　ترسم که همه آتش و دشت خس است این
چون گرد سر ناوک ناز تو نگردم　　دانم که دم نزع مرا دادرس است این
بر دیدهٔ پرخون من بی سر و سامان　　رحم آر که چشمت نه مرا دادرس است این
بر خال و خط و لعل بتان دل منه آخر　　قوت طلح و موید غذای مگس است این
چون شمع سحر جز نفسی نیست حیاتم　　بنمای رخ خود که دم باز پس است این
بر قاتل من راه مگیرید خدا را　　آخر نه همان یار مسیحا نفس است این
از آه قتیل اهشب آتش بتن افتاد
یاران بکه دارد سر یاری چه کس است این
(۲۵۴/۲ ب)

۴۰ دمیکه گل بسرای لاله زار جان زدهٔ　　هزار خنده بروی بهشتیان زدهٔ
نشانه موج هوا گردهٔ به تیر ادا　　ز مار بر سر خورشید و مه کمان زدهٔ
چسان ز حال اسیران خود توئی آگاه　　کجات سر به دیار دلستان زدهٔ

عجب مدار کمر بندم از یکیین خویشش   کنون که دست خود از ناز بر میان زده
قتیل شب ز غمت مردو زنده گشت سحر
گمان برم سر پای ما . . . . . . زده   (۱۷۷/۲ ب)

پنهان کن از من زاهدا اسباب ایمان در بغل   ۱۰۴   دارم ز آه آتشین برق درخشان در بغل
بین قدرت جلوه گری از مشت خاک آدمی   هر ذره پنهان بود خورشید تابان در بغل
از علم چشم مست او کس سر نتابد گوئیا   دارد نگاه ناز او مهر سلیمان در بغل
من چون نریزم خون دل از دیده ای رشک چمن   آئینه از عکس رخت دارد گلستان در بغل
از دست دل تنگ آمدم چون می برد یا رب بسر   آنکس که چون من باشدش این دشمن جان در بغل
از بسکه هر شب خون دل از دیده بیرون آیدم   مژگان خونبار مرا باشد بدخشان در بغل
رفت آن بلای جان قتیل از خانه سوی میکده
در کف سر پر خون من قرابه پنهان در بغل   (۲۲۲/۲ و)

این چه انصافست ای عکست پری در آینه   ۲۰۴   خون ما ریزی و خودداری نظر در آینه
دست از خود رفته باید گرفتن تا بکی   شانه در دستت بود در دست دیگر آینه
نازنین دستت چه میدانست تیغ انداختن   می کند تعلیم جرأت ای ستمگر آینه
آن قد چالاک را چون در کنار خود کشید   ریخت در صحرای دلها رنگ محشر آینه
گر نه دلدار تو ای بهر بودی تکیه اش   تا ابد میکرد از غم خاک بر سر آینه
بسکه در دور تو از هر سمت دارد جلوه مرگ   گر فلاطون هم بود او راست در بر آینه
خون من جای مداد این صفحه را زید قتیل
دارد از چین جبینش تار مسطر آینه   (۲۰۰/۲ و)

شب ریخته خونها نگه یار دو سحر هم   ۲۰۳   بیرون نخرامیده از آن کوچه خبر هم
از جا نروم چون ز تماشای خرامش   آن جنبش پا دل برد و تاب کمر هم
سودای جهانم به تمنای نگاری   کرده است دم گرم می دو دیده تر هم
این گفت دبر آمود شهیدت ز طپیدن   عمریست که آخر شده این تازه سفر هم
میرفتی و پنهان ز رقیبان تو بودم   چون سایه تقفای تو میخاک بسر هم
دیگر چه حجع داشته ابروی تو از ما   دل شد هدف ناوک نازت و جگر هم
گر بهر چرا تیغ کشی از پی خونریز   هنگامه محشر شود از بیم تو برهم
استاد کنون وعده وصلت یقین است   شد در کشتن از دیده و از ناله اثر هم
خنجر خون کمان ریزی و خنجر زنده کی باز   پیشش تو قضا آمده اندازه و قدر هم
بر نعش قتیل آمده خلق بتماشا
بود عجب آید گر آن رشک قمر هم   (۲۰۰/۲ ب)

چه عیاری که با تو بر نیاید هیچ عیاری ۴۴ دل از ما برده در یک تبسم کرده کاری
زمانی جلوه بنما بمن از گوشهٔ بامی نشینم تا بکی دور از تو رو بر روی دیواری
پی تسخیر بر دانا برای قتل هر عاشق ترا از زلف کجی دادند و چشم مست خونخواری
بنه فهمیده پای جبرئیل از آشیان بیرون که گسترده است دام از طرهٔ مشکین ستمکاری
رخت در هوشیان هنگام هولی دیدنی دارد تو گوئی ره غلط کرده است خورشید زعفرانزاری
ترحم کن که در کویت بروز آورده ام شبها مرا اندوه بر تا فو نه همدردی نه غمخواری

قتیل بسیر پا را سر و کار است با دردت
نه حاجت با مسیحائی نه الفت با پرستاری (۳/۲۲/۱۲ ه)

شد آخر روز و گشت آسوده خلق از شور هر کاری ۴۵ شب آمد ما و زاری تا سحرگه زیر دیواری
ز تاراج نگاه کافر او در بساط خود دل آتش نفس می بینم و آه شرر باری
نخواهی کرد قصد دیدن آن بیوفا ناصح که در هر گوشه دارد نرگس مستش گرفتاری
ندارد هیچ سودی زیر دیوار تو نالیدن سرت گردم نداری گوش بر آواز بیماری
چسان بر بندم از کوی تو ای آرام جان یاران نظر سوی دری دارم سری با سنگ دیواری
بمرگ کشتگان تو مرا یادی نمی آید که پرسی از لب جان پرور خود حال بیماری

قتیل آسان نباشد با نگار ساده خوابیدن
نباید تا بکار پاسبانی بخت بیداری ۲۲/۲/۱۲ ه

واقف

سیه کرد از تغافل بسکه چشمش روزگار ما ۱ چو گرد سرمه خیزد تیره در محشر غبار ما
مزاج ما بهر نیسان در نفس تغییر اگر یابد شود آب و هوای گلستان ناسازگار ما
جبا بین گرم خونبها که دیدی نیست امروزش بطفلی بر دهای ما شکست چشم اشک زما
ازین تنخی بدانی نیست ما را بعد مردن هم که باشد یادگاری از کوه غم سنگ مزار ما
نداریم از کسی در گریه امید مددگاری دل خون گشته شاید ساعتی آید بکار ما
بعد خون جگر کرده دل را پرورش لیکن چو طفل شوخ رست آخر برون از اختیار ما
ثبات بندگی نگر که نقش سجده در کویش پس از ما همچو خاتم ماند عمری یادگار ما
چه بیرون میکنی از کوی خود ما خاکساران را که آداب نشست و خاست میداند غبار ما

تمام سال از تأثیر اشک و آه خود واقف
هوای سرد و آب گرم باشد در دیار ما

عجایب رونقی دادم من سرگشته سودا را ۲ نمودم بوته دار از نقش پا دامان صحرا را
تماشا چشم هوس در خواب کی بیند بدین عصمت که هم بستر نمی سازی بخود تصویر دیبا را
بود هر ذره ی من مضطرب از مهر خورشیدی که می آرد چو شبنم در پریدن چشم حربا را
نباید تنگ چشمان را رفیق خویشتن کردن رسید آخر نظر از دیده ی سوزن مسیحا را
چنان با خود ملایم ساز دشمن را ز خوش خلقی که گردد سبزه گر بر ریزه ای مینا نهی پا را
ز بوی زلف خوبان سخت در پرهیز می باشم مبادا در دماغم ره فتد این درد سودا را
عزیز آید به چشم هر که نامی از جنون دارد دهم چون سرمه جا در دیده ی خود سنگ خارا را
چنان در پرده ماند بحد فنای من که نام او ز شوخی چاک می سازد گریبان معما را

ز فیض بخت گردیدیم از بحث و جدل خارج
بپرس از دیگران ماهیت نزاع میر و ملا را

گریبان گر نباشد چاک می سازیم دامان را ۳ که دست شوق ما نشناسد از دامان گریبان را
لب پان خورده اش در خون کشد لعل بدخشان را بر آرد پنجه ی رنگین او از بیخ مرجان را
نظر سوی خود آرایی نباشد دردمندان را که دست از سرمه شستن لازم آید چشم گریان را
بجز مستی که چشمش را کند تحریک خون ریزی که دیگر بر سر کار آورد شمشیر مژگان را
بفکر آن دهان از بس جهان تنگ است در چشمم دل موری تصور می کنم ملک سلیمان را
اگر ننوشت یوسف نامه ای از مصر معذور است که میداند سوادی نیست چشم پیر کنعان را
از آن لب خنده ی شیرین تواند ساختن ارنه گرسنه چشمی داغم بشوراند نمکدان را
نمی دانم چه آید بر سر دل از سر زلفش صبا بسیار می آرد خبرهای پریشان را
چو نرگس ناخن چیدن بهر انگشت می خواهند بود بسیار ذوق دل خراشی خوش نگاهان را

سر آوارگی چون من ندارد هیچ کس واقف
که پای خفته ام در خواب می بیند بیابان را

مکن بی جا ز کوی خود چو من بی خانمانی را ۴ غریبی، دردمندی، خاکساری، ناتوانی را
مکن تکلیف شرح درد دل آزرده جانی را مزن انگشت بر لب ناتوانی بی زبانی را
غم بسیار و من از یار دارم رخصت آهی چسان یارب ادا سازم به سطری داستانی را
سواری تاخت آورد است بر معموره ی هوشم که بر هم می زند از یک عنان گردش جهانی را
مرا دیوانه می مانند طفلان جای آن دارد که در پیری به دل جا داده ام عشق جوانی را
شکایت چون کنم در پیش او از شور بختی ها چرا در تلخ گفتن آورم شیرین دهانی را
بپای خود ازین گلزار نتوانم برون رفتن مگر چون سایه گیرم دامن سرو روانی را
فلک از سیر دور خود نه دارد غیر ازین مطلب که آمد بر سر نامهربانی مهربانی را

صبا اریار از حال حست پرسد، بگو، دیدم — در آتش ساز تب سوزنده مشت استخوانی را
ندانم عشق خود را بنگین این قدر دانم — که خونم سرخ خواهد کرد خاک آستانی را
مشو مغرور از رنگین نوای خویشتن بلبل — بیا بشنو ز من یکره صفیر خون چکانی را
ندارم بیش ازین طاقت که باشم پاسبان دل — خدا مندا بسر وقتم رسانی دلستانی را
به تمکش بر غریب افتاده مستان عندلیب من — برای خاطرش خالی توان کرد آشیانی را
کجا آن گل خبر از رنگ زردی های من دارد — بجای نامه بفرستم باو برگ خزانی را
سوار رخش تازی سوی من ترکانه میتازی — مبادا سر دهد دل ناله ی آتش عنانی را
عزیز وقتم و چرخم به چاه خواری افگنده — نی افتد بسر وقتم گذاری کاروانی را

نظیری گفت چون آن یار آید بر سر وقت
"کجا بودی که امشب سوختی آشفته جانی را"

۵ بازآ و تسلی بده این دل نگران را — کز گریه ی من بیم خرابی است جهان را
از محفل خوبان نتوان کرد برونم — داغم من دل سوخته این لاله ستان را
کرده است من غم زده را شاد به تیری — قربان کمان تو نمایم دل و جان را
پیمان گسل افتاده ای ای شوخ وگرنه — پیوند بزلف تو کنم رشته جان را
اجزای دل خویش بتدبیر کنم جمع — شیرازه توان بست گر اوراق خزان را
ای دل ترا تا دل نام تو دیوانه نهادند — بدنام مکن سلسله ی زلف بتان را
سروش چو برفتار بر آید به لب جو — رفتار فراموش شود سرو روان را

واقف ز دهان و کمر یار چه پرسی
از هیچ خبر نیست من هیچدان را

۶ چرا در گریه آمدی چو من آزرده جانی را — خراب از سیل کردی خانه آبادان جهانی را
ندانم کز صف مژگان خوبان رو بگردانم — توانم سرخ کرد از خون خود نوک سنانی را
ز سوزم رونقی در خاندان عشق پیدا شد — چراغ داغم آخر کرد روشن دودمانی را
خدنگ غمزه اش خوردم، پیدا از من چنان هوشم — که میگیرم به دعوی هر زمان ابرو کمانی را
درین فکرم که رنگین قصه ی خود را کنم انشا — بخون دل نویسم سرخی هر داستانی را

نظیری گفت چون آن شوخ آمد بر سرم وقت
"کجا بودی که امشب سوختی آزرده جانی را"

۷ یار گماشت به سرم بگر خود ربای را — از سر من که جز خدا وا کند این بلای را
عاشق تیره روز را تا ز نظر نیفگند — به که نصیحتی کنی نرگس سرمه سای را

چین بر جبین مزن اگر پیش تو آمدم که من
یا دم سرد میروم گرم نه کرده جای را

بسکه بدحال زار من گریه ی زار زار کرد
قطره ی اشک هم نماند دیده ی دجله زای را

منت بر چشم کس کند جلوه کجا نگار ما
کز پس ناز خواهد از آینه رونمای را

از دم صبح وا شود غنچه اگر ترا دلی است
خیز و غنیمتی شمر این دم دل کشای را

لطف تو شاه من اگر شامل حال من شود
جام جهان نما کند کاسه ی این گدای را

حوصله تنگ تا کجا ضبط نفس که طالعم
کرده نصیب دوری حوصله آزمای را

غمزدهٔ زمانه ام هیچ زیان نمی شود
گر تو به کار من کنی غمزه ی غمزدای را

چاره نمی توان نمود هست برادری بهم
دلبری وفای را عمر گریز پای را

بی غم عشق آنکه مرد هیچ سعادتی نبرد
خوردن استخوان او چند کند همای را

آه که آه آه من می نرسد بماه من
آه که نیست چاره ای طالع نارسای را

گر نه وزیدی ای صبا بر سر زلف یار ما
پس ز کجا گرفتی این بوی جنون فزای را

یار چو دید حال من خنده ی قاه قاه زد
آه مگر بباره این گریه ی های های را

لخت دل و جگر مرا ساز معاش روز و شب
طالع برگ عیش کو عاشق بی نوای را

واقف پر گناه هم بهره ز قسمت هیچی
ای به در تو التجا فاسق و پارسای را

۸

هواداری ندارم تا براندازد حجابش را
صبا شاید ز روی لطف بردارد نقابش را

نا من آن بی مروت روی گردان شد نمی داند
که در طالع کسوف واقع هست آفتابش را

خدا خیرش دهد با من سلوک خوب می ورزد
بلطفم پیش می آید نیم قایل عتابش را

عنان را خود نگه دارد مگر رعنا سوار من
چو من بی دست و پائی ورنه چون بوسد رکابش را

باین تقریب شاید سرنوشت من توان گفتن
خدا سازد که افتد حاجت انشای کتابش را

دلم در آتش افگندی دمی از غصه میسوزم
مبادا بشنود نامحرمی بوی کبابش را

شود بی پرده حسنش از تقاضای دل آزاری
ز بس شوخ است مژگان چاک می سازد نقابش را

سوالی دارم از جانان که جان تازه میخواهم
بجز آن لعل مسیحا دم که میگوید جوابش را

دل صد چاک همچو شانه نذر زلف او کردم
نه دانم چیست باعث یارب اکنون پیچ و تابش را

مشو در فکر تعمیر دل ویرانی من واقف
به عمر خضر نتوان کرد آبادان خرابش را

۹

ترحم چو دهم جان در انتظار بیا
پی تلافی ما فات بر مزار بیا

ز خون من همه خوبان به کف حنا بستند
تو هم بکن قدمی رنجه ای نگار بیا

شود که وا شود این غنچه ای که دل نام است
شگفته تر ترم ای غیرت بهار بیا

اگر به کار منت آمدن بخاطر هست
بیا که رفت مرا دست و دل ز کار بیا

۱۱

گذر ای سیل شتابان ز در خانهٔ ما   غمی راست توان کرد بویرانهٔ ما

شوکت عشق نموده است چنین مجنون را   یک تن از طفل نبود منکر دیوانهٔ ما
گرچه ابنای زمان طفل مزاج اند ولی   هیچ کس گوش نینداخت بافسانهٔ ما
نیست در مشرب وحدت گذر موج ولی   چون حباب است یکی شیشه و پیمانهٔ ما
کار ما عشق رسانید بجائی که شود   نبض بیمار رگ خواب ز افسانهٔ ما
از خنکی طالع که درین فصل بهار   سیل تشریف نیاورد بویرانهٔ ما
اضطراب دل ما برد ز کونین آرام   در جهان است تو گوئی پر پروانهٔ ما

گر نه ز دست کسی در دلش پر نقش واقف
درد میکرد چرا شب همه شب شانهٔ ما

۹

خواهم که یک شب گریه ای دریای دیدارش کنم   شوری بعالم افکنم از خواب بیدارش کنم
دولت اگر دستم دهد از دست اغیارش کنم   گر بخت یار من شود با خویشتن یارش کنم
گر دل [illegible] دیده ام یاری کند   چندان [illegible] بیزارش کنم
تا چند [illegible] مستی [illegible]   [illegible] بازارش کنم
با این همه [illegible]   تا چند آزارم کند تا چند آزارش کنم
سودا ز لعل شیرین [illegible]   سرمایه [illegible] گرفتارش کنم
از بسکه زلفت [illegible]   گر سبحه صد دستم فتد فی الحال زنارش کنم
از حال زار خود دگر [illegible] بی خبر   خفته است [illegible] مست عشق [illegible] کنم
واقف ندارد آن پسر از شان حسن خود خبر   آئینه بنمایم باو وز خود خبر دارش کنم

۱۰

با غیر ترا خطاب تا کی   با من سخن عتاب تا کی
تو مست می غرور تا چند   من با جگر کباب تا کی
ای بخت اگر نمرده ای تو   چشمی بگشای خواب تا کی
سیلاب شو ای دل خدا را   آرام کن اضطراب تا کی
از دست بشوی خون اغیار   دست تو و این خضاب تا کی
نخوانده تو عرضه ام کنی چاک   من منتظر جواب تا کی
گفتی که بخانهٔ تو آیم   ای خانهٔ من خراب تا کی

واسوخت ز عشق واقف آخر
بیچاره کشد عذاب تا کی

غزل غالب در نثر غالب

غالب غزل سرا

غزلیات

ابیات

غالب غزل سرا

تا مردش نامم به اسداللهی برآورد و تخلصم را در غزل به غالب بلند آوازگی داد هرچند مدعی من بدین
نام بر دانش پرستان بداو نهیدست نماند که به پرویز نان جوید و خود را میر بادشاه و خواجه خسرو گوید
چنانچه در مقطع غزل خود از دزدیدن سری بفغان آمده ام و میگویم ـ

فرد: هر کجا غالب تخلص در غزل بینی مرا
میتراشش آنرا و مغلوبی بجایش می نویس

کپ ۳۷، تقریظ دیوان خواجه حافظ شیرازی

سخن را از فراوانی بر روی هم افتادن است و گره در گره گردیدن و من آن میخواهم که اندک گویم و
سود بسیار دهد و شنونده آنرا زود دریابد و این پیچ روانی پذیر نیست مگر آنکه گوینده در آن کوشد که
بنشستی از گفتن آمایه دور تر زند که سر این هر دو رشته با همدگر نتوان تافت و نقش یکی در آئینه دیگری
نتوان یافت ـ

کپ ۷۴، نامه بنام مرزا علی بخش خان بهادر

مزد چهل سال جگر کاوی آنست که فراهم آوردم و بر فرق قدردان سائی افشاندم اکنون نام بدان
روانی و آشتم بدان گرمی نیست گوئی پس از شکستن آن گنجینه رفته و از سخن هر چه ازل آمده من بود
گفته شد ـ

کپ ۷۶، نامه بنام نواب مصطفی خان بهادر

من هم درین شیوه که عبارت از ثنا خوانی و سخن فروشی است تنگ دهان خویشم و از خجلت تا کی
سر در پیش چنانکه عرفی فرماید ـ فرد: ز دودمان اصیلم نهایع گل هم نفس
که شرم این سخنم خوی ز چهره بیرون داد

کپ ۸۵، نامه بنام مولوی کرم حسین خان سفیر شاه اوده

انصاف بالای طاعت است بدعوی گاهی که توانائی قتیل و ابیغرو هیئت فرهنگ مسلم داشته دلهای
نکته‌حسین عاقبت بشیوائی شیوه بر افراشته باشند باید گفت که تا کجا طبع منانی است و ما را چه
مایه لغت درین جگر خائی است ـ

کپ ۹۲، رقعه بنام حکیم احسن الله خان

شعر و سخن را با شماره گستری پیوند بود هاست و شگفته و نیرو و شرافت در شعر افشانی در آغاز ریخته گفتن
دیده بودم زبانی غزل سرائی بودی تا پارسی زبان شدن سخن یافت آن ای وادی عنان اندیشه بر تافت و دیوانی مختصری
اندوخته فراهم آورده و آنرا گلدسته طاق نسیان کرده کا بیش سی سال است که اندیشه پارسی سگال است.

کپ ۹۱: نامه بنام شمس الامرا ...

اکنون گاه آنست که بساط شعر در نوردم و بنجار غزل خوانی گردم تا چه آید که خاک نشین کنج ناکامی درشت نگاه
نگه چه شود و سر شاد و بانگ بازی پرایی [د] گلیم در هوای سخن پید از شن تا کجاست [درینجا غزل را ندانند]

کپ ۱۰۹، نامه بنام حضرت مجتهد العصر سلطان العلما ..

هرچند از دیر باز گفتن ریختہ نمی‌خواهم و به پارسی زبان سخن سنج‌ایم لیکن چون رضای خاطر حضرت ظل الٰهی در آنست که چگونه گفتار بدان حضرت فلک رفعت ارمغان می برده باشیم ناچار گاه گاه ریختہ هم میگوئیم۔

کپ ۱۱۱ ، نامہ بنام نواب علی بہادر ...

از من که همه عمر می پیموده ام و در آن سرخوشی چند غزل فسرده ام ما گرفتنی۔ بجاده نثر گام سوده هم بدان خرامش مستانه نمی‌تواند بوده ام دیده درین روزگار که دل دونیم است۔

کم ۱۳۳ ، سبب تالیف کتاب

... مجھے اپنے ایمان کی قسم، میں نے اپنی نظم و نثر کی داد باندازۂ بایست پائی نہیں، آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیے ہیں، بقدر ہزار ایک، ظہور میں نہ آئے۔

خطوط، غ : ۹۷ ؛ خط ۴۴ بنام علاء الدین احمد خاں علائی

کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعروں کے مجھ کو بھی یہ سمجھے ہو کہ استاد کی غزل یا قصیدہ سامنے رکھ لیا یا اس کے قوافی لکھ لیے اور ان قافیوں پر لفظ جوڑنے لگے۔

شاعری معنی آفرینی ہے، قافیہ پیمائی نہیں ہے۔

خطوط، غ : ۱۹۰ ؛ خط ۹۳ بنام منشی ہرگوپال تفتہ

میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں، گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہوں :

وائے بر جانِ سخن گر بہ سخنداں نرسد

... نواب صاحب، اب نہ دل میں وہ طاقت، نہ قلم میں وہ زور۔ سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے، بے تامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں، ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بقول مرزا عبدالقادر بیدل :

جہدہا در خورِ توانائی ست
ضعف یکسر فراغ می خواہد

خطوط، غ : ۳۵۶ ؛ خط ۶ بنام انور الدولہ شفق

ہر شخص نے قصیدہ داں بک ایک قصیدہ در پایۂ غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی :

قسم بخدا نہ پذیرفت در ہر پا رم بہ
چو نامہ کہ نبود تا نوشتہ عنوانش

یہ شعر میرا ہے۔ ولیعہد خسرو دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدے کا۔

خطوط، غ : ۲۵۹ ؛ خط ۷ بنام میر حبیب اللہ ذکا

... میں اسوات میں ہوں، مُردہ شعر کیا کہے گا؟ غزل کا ڈھنگ بھول گیا۔ معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے؟ رہا قصیدہ، ممدوح کون ہے؟ ہا انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے

ای دریغا نیست ممدوحی سزاوار مدیح
ای دریغا نیست معشوقی سزاوار غزل

خطوط، غ : ۳۸۶ ؛ خط ۱۳ بنام عبدالغفور سرور

پہلے اپنا ایک شعر کمال گستاخی کو کار فرما کر لکھتا ہوں اور یہ نہیں لکھتا کہ یہ شعر میں نے کیوں لکھا ہے۔

شعر یہ ہے:

مرا بغیر ز یک جنس در شمار آورد
فغان کہ نیست ز پروانہ فرق تا مگسش

بہر حال حضرت کو یہ معلوم ہے کہ میں اہلِ زبان کا پیرو اور ہندیوں میں سوائے امیر خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں۔ جب تک قدما اور متاخرین میں مثل صائب و کلیم و اسیر و حزین کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا اس کو نظم و نثر میں نہیں لکھتا۔

خطوطِ غ: ۴۸۰: خط ۸ بنام عبدالغفور سرور

سوائے ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے، کوئی قوت باقی نہیں رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے، مگر حیران رہتا ہوں کہ یہ نثر میں نے کیونکر لکھی تھی اور یہ شعر کیوں کر کہے تھے۔ عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے:

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

خطوطِ غ: ۴۹۳: خط ۱۶ بنام عبدالغفور سرور

مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگانِ تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرعۂ طرحی کو کیا بھیجے گا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھے گا۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اس کو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو تو آئندہ نہ ہو۔

خطوطِ غ: ۵۱۲: خط ۱ بنام قاضی عبدالجمیل

ابتدائے فکرِ سخن میں بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ... لکھتا تھا۔ پندرہ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا۔

خطوطِ غ: ۵۲۲: خط ۹ بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

بارہ برس کی عمر سے نظم و نثر میں کاغذ مانند اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کر رہا ہوں۔ باسٹھ برس کی عمر ہوئی۔ پچاس برس اس شیوہ کی ورزش میں گزرے۔ اب جسم و جاں میں تاب و تواں نہیں۔

خطوطِ غ: ۵۲۹: خط ۱ بنام قدر بلگرامی

پچھتر برس کی عمر۔ پندرہ برس کی عمر سے شعر کہتا ہوں۔ ساٹھ برس بکا، نہ مدح کا صلہ ملا: غزل کی داد بقول انوری سے

اے دریغا نیست ممدوحی سزاوار مدیح
وی دریغا نیست معشوقی سزاوار غزل

سب شعرا سے اور احباب سے متوقع ہوں کہ مجھے زمرۂ شعرا میں شمار نہ کریں۔

خطوطِ غ: ۵۳۵: خط ۲۲ بنام قدر بلگرامی

... مدح کا صلہ نہ ملا، غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی، بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ:

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی
دہن بر چہرہ زخمی بود، بہ شد

خطوط، ج: ۵۸۳: خط بنام عبدالغفور خاں نساخ

... غایت ما فی الباب یہ ہے کہ سخنورانِ گزشتہ کا طرز شناس اور ان نازک خیالوں کا پیرو ہوں اور مبداء فیاض سے مجھ کو ان کی تقلید میں پایۂ تحقیق ملا ہے اور میں صاحبِ طرزِ جدید ہوں۔

خطوط، ج: ۶۴۶: خط بنام مولوی نعمان احمد

ایک شعر میں نے بہت دن سے کہہ رکھا ہے۔ اس خیال سے کہ میرے بعد کوئی میرا دوست میرا مرثیہ لکھے اور اس شعر کو بند قرار دے کر ترکیب بند رقم کرے۔

وہ شعر یہ ہے:

رشک عرفی و فخر طالب مرد اسد اللہ خانِ غالب مرد

دو صاحبوں کو اس کام کے واسطے اپنے ذہن میں ٹھہرایا، ایک تو نواب مصطفیٰ خاں سو انھوں نے شعر کہنے سے توبہ کی، دوسرے نواب ضیاء الدین خاں، وہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور شعر کم کہتے ہیں۔ پس اب میں اپنے پیر و مرشد صاحب عالم صاحب سے اس عنایت کا امیدوار ہوں کہ یہ کاغذ اپنے پاس رہنے دیں اور وقت پر ترکیب بند لکھیں۔

خطوط، ج: ۶۵۴: خط بنام سید مقبول عالم

غزلیاتِ فارسی

غزلی کہ اندرین روزہا بتازگی در روش تازہ گفتہ ام بعد عذر خواہی آن تقصیر کہ قلمی بر حاشیۂ مکتوب می نگارم، چشم آن دارم کہ داغ محرومی قبول نہ بینم و از دیدہ بدل جا گزینید۔ غزل: رفتم کہ کہنگی ز تماشا برافگنم، تا پایان غزل۔

کپ ۳۵، نامہ بنام شیخ امام بخش ناسخ

غزلی از فکرہای تازہ ہمدرین ورق مینگارم و از شما بدین تفقد امیدوارم کہ ویژہ از بہر این کار بدان والا گہر بپویید و غزل را پیش بار یافتگان بزم والا یش [مرجع ضمیر مولانا علی اکبر شیرازی است] برخوانید و عرضہ دارید کہ ہندوستانی بدین ہنجار در پارسی زبان سخن میسراید اگر آنچہ میگویید در خورد آفرین است دستوری تا دیگر از کلک و ورق کام ستانم و بخیال غزل گفتاری شادمان باشد و سہ خاموشی تا بو ازین گرد این آرزو دیگر وی ہرزہ خون جگر نخورد۔ غزل: بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم، تا پایان غزل

کپ ۵۵، نامہ بنام مولوی نور الحسن

چون مخدوم مرا به نامهای نامی مسروری هست عهد کرده ام که در هر نامه یک دو چامه یعنی غزل
می نگاشته باشم تا فرمان بجای آورده باشم۔

کپ ۶۶، نامه ۱۹ بنام مولوی سراج الدین احمد

فرمانی که در باب فرستادن غزلهای تازه ازین پیش بمن داده اید هنوز بر جان و دل بود انست تا ریش
دل در خور تاره فشانی بود و ناخن فکر پیشه جگر کاوی داشت، هیچ نامه مرا بی غزل ندیده آید اکنون که بخود هم
آویزشهای رنگارنگ است قافیه سخن سنجی تنگ است منم که اگر از روزگار نه ابسیار بلکه اندک آسایش
یافتمی به نیروی فکر پنجه ارباب فن بر تافتمی سخن کوتاه با اینهمه دل افسردگی هرچه از قسم شعر بزبان خواهد
گذشت بپای نجیبگری خامه روشناس نگاه التفات خواهد گشت۔

کپ ۷۰، نامه ۲۷ بنام مولوی سراج الدین احمد

امیدوارم که بحذای چند پیش از رسیدن این عرضداشت سید امانت علی صاحب رسیده
آداب نیاز را بموقف قبول و غزلهای فارسی را بمنظر التفات رسانده باشند۔

کپ ۸۱، نامه بنام میر سید علیخان بهادر عرف حضرت جی

جگر پالائی غم و جانگدازی یاس و ناسازگاری منش و آشفتگی رای و تنگی دل و پراگندگی اندیشه و
تیرگی هوش اثر یکی ازینهمه سخنوری را سخنی فراگیرد و نفس ناطقه که شعله چراغدانی و شمع آسمانی است دیگر
آن گرمی تر بود فرو میرد۔ مگر اینهمه را همه دچندان دیگر غمهای هر روزه دارم چگونه داد گفتار توانم داد و چسان به
مدحگستری توانم گفت ناچار بعقیده راه نبرده غزلی به زمین آورده ام بر ضمیر سخن سنج گهر داور داد
پیشه مشهود است اندیشه بشرط تأمل نشان نخواهد ماند که دستی از بهر انگشتش نی و درین ناخن نهان است
خواهش خامه را در نگارش غزل چه عنوان است اگر از عنوانهای رنگین نپذیرند چه شگفت و اگر از ناله
عمر دگان نشاط تمیز مگیرند چه عجب مرا خود از هیچ نال طلب شکستن است و دل بامیدواری پاسخ
نیستی تا رافت و عطوفت چه اقتضا فرماید و ازین پرده که بر روی ساز ستایش است چه رنگ نماید۔
غزل: تا لبم شکر لطف تو همی تا من مست تا پایان غزل۔

کپ ۹۰، نامه ۲ بنام جناب حسن تا حسین صاحب ۔۔

دیروز دینه چون شب شد بزم سخن آراستند ما نیز هرگه غزل نگفته بودم از شرم تهی دستی
سر در پیش داشتم و دنقش با انجمن حضوری بود که هرگز بخاطر نگذشت والاجاه نواب ضیاء الدین خان
طال الله بقائه و دو رشته بهم گذاشته زین العابدین خان عارف رفتم حسن خان محو یعنی این هر دو
ایشان پیشه شامگاه بخلوتکده تنهائی من آمدند غزل آوردند و بدان گونه سرها جهان شکار کنند بفیل
باد کنند مرا با خود بردند بیدار مخدوم معظم و صدر اعظم مولوی محمد صدر الدین خان بهادر تلافی رنج راه کرد
یاری هر چند هر دو ایشان بودند که ناسی پی قدم را بجا نظر نموده بودند غزل مولانا صهبائی در زمین طرحی
دو سه بیت دلنشین داشت بالجمله چون نام غزلخوانی سرآمد گریبانم نمی آید و دامانم نمی آید

مشمول سالم طرح کردند از یاران بنده میرزا زین العابدین خان عارف و جواهر سنگه جوهر در زمین طرح دو غزل نخوانده نقش نغز گوئی بکرسی نشاندند من غزلی که پیدا سازند بگفته بودم بنظر مهر سرای آمدم۔ غزل :

صبح شد خیز که تا روداد اثر بنمایم
چهره آغشته بخوناب جگر بنمایم

کپ ۱۹۴ نامه بنام نواب مصطفی خان بهادر

دی آدینه روز بود و نوید بزم سخن سامعه را نوید شادمانگی همی داد فرخ سروش از غیب در آمد و مرا با انجمن ببرد میر نظام الدین ممنون و مولوی امام بخش صهبائی چون در نخوردند تا مدنکس بخدمت حضرت آنده فرستاده شد اگرچه دیر آمدند اما آمدند و دلم را اعتماد به کار افزایش بخشیدند بنده را در زمین گریستن نگارش قصیده اتفاق افتاده بود آن می سنجیدم که این ورق را چون بیات نامقبول باز پرم در ریخته گویان را در سر ندهم از آمدن حضرت آزرده دل بخود باز آمد و زبان بزمزمه ستودن یافت سخن نیز ناخوانده حاضر بود و در زمین گریستن غزلی انشا کرده چون قصیده مرا شنود و تحمل بشد و از گفته خود سخنی خوانده در گذشت امروز در بند آن بودم که قصیده بصفحه نویسم و به پیوست نامه در بند لفافه نهم تا نیم روز فرصت نگارش دست بهم نداد هنگام نماز پیشین بود که سحابی دو فوج بهم آمدند از اگر به در آستین دارین را گلدسته در دست برید فرخنده نامه بمن سپرد و در رفت و ابر باریدن آغاز کرد از قطره عبیر بخت و من از روی نامه گهر میچیدم تا اینکه گلبه ام پر از آب و دامنم از گوهر نایاب پر شد زهی غزل و خوشا غزل پایه این زمین را آسمان برده اند و سخن را بجوهر منش زمینیان از آسمان فرود آورده سخن سرودن حق شماست اگر آبروی ستودن نداشته باشیم بر خود ناز میتوانیم کرد۔

کپ ۱۹۵ نامه ۳ بنام نواب مصطفی خان بهادر

قصیده گریستن با آنکه از دلم بزبان رسیده و از زبانم بدر تراویده و تا جهان در دل جا دارد خشاده غزلی که امروز بمن رسید هم از دلم رفت و هم از نظر افتاد زهی غزل و خوشا غزل اگرچه نارسائی و کج مج زبانم اما اگر هر بیت را جدا گانه یک قصیده دستمزد میتوانم آه از این مقطع و داد از این مقطع زبانم ستایش این مقطع کراست با آنکه در سخن ترا خواهد دل از فروغ گوهر شماست مرا بر شمار شب ذهنم جا سخن آنید که پیکر سخن را جان بخشید در مشاعره که گذشت غالب زمین گرمی غزل خیز بر ریخته گویان گذشت غزلی خود نگفته بیش از ده غزل نخوانی گفت بخدمت حضرت آنده بنام ایشان فرستاده ام و سر بر آن داشتم که چون بنامه کامیاب گردم و آنرا پاسخ نگارش نمایم که بنگرش جهان غزل سرمایه من باشد امروز تا نامه رسید همین دم به پاسخ نگاری نشستم و تا ورق بپایان نرسید نان نخوردم۔ فرد :

دیده ام آن هنگامه بی خوف محشر داشتم
خود همان شور است کاندر نیست نا بوده ام

کپ ۱۹۶ نامه ۴ بنام نواب مصطفی خان بهادر

در باب این سحر نو آئین که در تخمیس غزل این آشفته نوا بکار رفت اگر نه ازان ترسم که نکته چینان گفتار مرا خوشامد شناسند من هاتم و دل که چه گفته شود و سخن از درازی بکجا رسد

کپ ۱۰۲، نامه بنام الوما العلہ ...

بچشم داشت ایثار عطیه قبول و آوازه نوید وصول سه غزل ارمغانی میفرستم۔

کپ ۱۰۵، نامه بنام آغا بزرگ شیرازی ...

دو بار بسالدین رسید و از جانب ملازمان دو غزل از من طلبید در نخستین وهله گفتم که گزینده غلط کرده است و مثنوی را غزل دانسته پاسخش همبرین قاعده گزاریم رفت و باز آمد و گفت آنچه کرت اول گفته بود گفتم من و ایمان من که پیمان بفرستادن دو غزل بسته ام اینک پس از رفتن بعد از کاوکاو اندیشه های فراخ و تاب دادن سررشته خیالهای دراز بخاطر گذشت که بهانه جفت نوالبحاسب، قبله دو شعر فرموده اند و گذارنده دو غزل می سنجد و هر ابنا یاد باد آن ذوق که در قطع صحرای جنون خود عصای بود گر در پای خاری داشتم

اتفاق سفر افتاده به پیری غالب
آنچه از پای نیامد ز عصا می آید

ابیات:

تا سر خار کدامین دشت در جان میخلد
کز هجوم ذوق میخاید کف پایم هنوز
نم اشکی چو بجا کم بفشانی از مهر
خاک بالد بخود و مهر گیا خیزد از د
بسکه لبریز ست از اندوه تو سرتا پای من
تا که میرویدچو خار ماهی از اعضای من
خیز کز ناز وعدن در جلیبی دمیم
نالہ خود را از خویش واشنیده دهیم
زسعی هرزه به بیجا صلی علم گشتیم
چو باد بید پدید آمد از آماده ما

دست بسته عرض میکنیم که مقصود من از تحریر این ابیات، نه آنست که مشتمل بر مضامین عصا قصد کرده باشم اما چون اندرین هنگام اوراق مسودات خودم در نظر بود شعری چند که پاره مناسبت و علاقت بمدعا داشت عجالۃً انتخاب کرده شد۔

کپ ۱۱۵، نامه ۲ بنام میانداد العله ...

گانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں۔ دو فارسی غزلیں ... اپنے حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں، بھائی صاحب کی نذر:

از جسم بجان نقاب تاکی؟ — این گنج درین خراب تاکی؟

دوش بکنہ گردش بختم نگہ بر روی تو بود — چشم سوی فلک و روی سخن سوی تو بود

خطوط، غ: ۶۲: خط ۹ بنام علاؤ الدین احمد خاں علائی

میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پر لکھ کر ایک مطرب کو دیے، وہ مجلسوں میں گانے لگا۔ اکبرآباد و لکھنؤ تک مشہور ہوئے۔ وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے:

از جسم بجان نقاب تاکی — این گنج درین خراب تاکی

خطوط، غ: ۲۴۲: خط ۲۰ بنام خواجہ غلام غوث بیخبر

شب کو ناگاہ ایک نئی زمین خیال میں آئی۔ طبیعت نے راہ دی، غزل تمام کی۔ اسی وقت سے یہ خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں۔ خدا کرے آپ پسند کریں اور میرے قبلہ جناب میرزا محمد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے شفیق منشی نادر حسین خاں اور اُن کے بھائی صاحب اس کو پڑھیں ....

ای ذوق نواسنجی، بازم بہ خروش آور
غوغای شبیخونی، بر بنگہ ہوش آور

خطوط، غ: ۳۵۱: خط ۲ بنام انور الدولہ شفق

ابیات غزلہای فارسی

بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں تو واسطہ اس کے اعلان و شہرت کا ہوتا تو عند اللہ مجھ کو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو مجھ کو اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ:

غالب:

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد، ناچار مسلمان شو

حافظ:

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ — چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

مولانا روم:

مذہب عاشق ز مذہبہا جداست — عاشقان را مذہب و ملت خداست

خطوط، غ: ۲۰۰: خط ۵ بنام علاؤ الدین احمد خاں علائی

بھائی صاحب کی رضا جوئی مجھ کو منظور اور یہ غزل معروض ہے۔ میری طرف سے سلام کہو :

از من غزلی بگیرد بفرمای کہ مطرب — در نی دمد از روی نوازش دو سہ دم را

غزل :

جز دفع غم زیادہ نبود است کام ما — گوئی چراغ روز سیاہست جام ما

خطوط، غ : ۶۷ : خط ۱۲ بنام علاؤالدین احمد خاں علائی

بھائی تمہارا باپ بدگمان ہے، یعنی مجھ کو زندہ سمجھتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر پڑھ کر سناؤ :

گمان زیست بود بر منت ز بی دردی
بد است مرگ ولی بدتر از گمان تو نیست

مجھے کفن و دفن کی فکر پڑ رہی ہے، وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا؟ مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھا لو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیج دو۔ میں اصلاح درست کر کے بھیج دوں گا۔ عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے۔ آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا، وہ لکھ بھیجا۔ اب جو کچھ یاد آگیا، وہ لکھتا ہوں :

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست — در امر خاص حجت دستور عام چیست؟

خطوط، غ : ۷۵ : خط ۲۰ بنام علاؤالدین احمد خاں علائی

چھاپے کے اجزا [illegible] میں سنئے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی، جس کے دو شعر قطعہ بند ہیں۔

در زندہ گوہری چو من اندر زمانہ نیست — خود را بخاک رہ گذر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللّہیان منم — آوازۂ "انا اسد اللّہ" در افگنم

خطوط، غ : ۵۲۸ : خط ۲ بنام عبدالرزاق شاکر

شکست کا تو بیان ہو ہی نہیں سکتا مگر ہاں یہ میرا شعر ہے

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن
اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانی ہاست

خطوط، غ : ۵۵۵ : خط ۱۹ بنام قدر بلگرامی

انتقادات غالب

شعرای فارسی زبان شبہ قارہ

غالب کہتا ہے کہ ہندوستان کے سخنوروں میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ کے سوا کوئی استاد مسلم الثبوت نہیں ہوا۔ خسرو کیخسرو قلمرو سخن طرازی ہے۔ یا ہم چشم نظامی گنجوی وہم طرح سعدی شیرازی ہے۔ خیر فیضی بھی شعر گوئی میں مشہور ہے۔ کلام اُس کا پسندیدہ جمہور ہے دیکھو عبدالقادر بدایونی کیا لکھتا ہے۔ منتزہ ہے سپاہی فالیز "۔ آرزو فقیر اور رشید اور بہار وغیرہم انہیں میں آگئے۔ ناصر علی اور بیدل اور غنیمت ان کی فارسی کیا۔ ہر ایک کا کلام بنظر انصاف دیکھئے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ متین اور مکین اور واقف اور قتیل یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجئے۔ ان حضرات میں عالم علوم عربیہ کے شخص ہیں۔ خیر یوں فاضل کہلائیں کلام میں اُن کے مزا کہاں۔ ایرانیوں کی سی ادا کہاں۔ فارسی کی قاعدہ دانی میں اگر کلام ہے اُس میں پیروی قیاس ایک بلائے عام ہے۔ وارستہ سیالکوٹی نے خان آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے اور ہر اعتراض بجا ہے۔ باایں ہمہ وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر جاتا ہے منہ کی کھاتا ہے۔ مولوی احسان اللہ ممتاز کو صنائع لفظی میں دستگاہ اچھی تھی۔ اس شیوہ روش کو خوب برت گئے۔ فارسی وہ کیا جانیں۔ قاضی محمد صادق اختر عالم ہوں گے۔ شاعری سے اُن کو کیا علاقہ۔

خطوط، ج: ۴۹۷: خط ۲۲ بنام چودھری عبدالغفور سرور

شعرای ایران و شبہ قارہ

میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے مخدومزادہ خضر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس میں ایک میزان عرض کرتا ہوں۔ حضرت صاحب اپنے صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل و واقف سے لے کر بیدل و ناصر علی تک اس میزان میں تولیں۔ میزان یہ ہے کہ رودکی و فردوسی سے لے کر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ ان حضرات کا کلام تھوڑے تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے۔ سعدی و جامی و ہلالی یہ اشخاص متعدد نہیں۔ فغانی اور ایک شیوۂ خاص کا مبدع ہوا۔ خیالہائے نازک و معانی بلند۔ اس شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے۔ سبحان اللہ طالب سخن میں جان پڑگئی۔ اس روش کو بعد اُس کے صاحبان طبع نے سلاست کا چربہ دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں۔

خطوط، ج: ۵۰۰: خط ۲۴ بنام چودھری عبدالغفور سرور

سبک ہای شعر فارسی

رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا۔ اور سعدی کے طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے۔ تو اب

طرزیں تین ٹھہری ہیں (۱) خاقانی اُس کے اقران (۲) ظہوری اُس کے امثال (۳) صائب اس کے نظائر۔ خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے۔ بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو ہم نے جانا کہ یہ طرز چوتھی ہے۔ کیا کہنا خوب طرز ہے، اچھی طرز ہے، مگر فارسی نہیں ہے ہندی ہے۔ دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال باہر ہے۔ داد! داد!! انصاف انصاف! نظم:

اگرچہ شاعرانِ نغز گفتار ز یک جام اند در بزم سخن مست
ولے با بادہ بعضے حریفان خمارِ چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعارِ این قوم ورائے شاعری چیزے دگر ہست

خطوط، غ: ۵۰۰؛ خط ۲۴ بنام چودھری عبد الغفور سرور

فاخر مکین

فاخر مکین ایک شاعر تھا شجاع الدولہ و آصف الدولہ کے عہد میں۔ اس نے سعدی و نظامی و حزیں کے اشعار کو اصلاحیں دی ہیں۔ جب ایک ہندوستانی بے علم تنگ مایہ اساتذۂ نامی عجم کے کلام کو اصلاح دے۔ اگر ایک عالم خاساتی نے ایک ہندی کے مطلع میں تصرف کیا تو کیا قباحت لازم آئی۔ خدا کا شکر کہ مجھ کو ستر برس کی عمر میں پچاس برس کی مشق کے بعد استاد میسر آیا۔
خطوط، غ: ۶۳۳؛ خط ۲۷ بنام خواجہ غلام غوث بیخبر

یک غزل عہد شاہجہان

شراب نقل نخواہد بگیر ساغر را کہ احتیاج شکر نیست شیر مادر را (سلیم)

یہ غزل شاہجہان کے عہد کی طرحی ہے۔ صائب و قدسی و شعرائے ہند نے اس پر غزلیں لکھی ہیں
خطوط، غ: ۱۸۶؛ خط ۸۸ بنام مرزا تفتہ

مطلع سر غزل

دیکھو اور سمجھو کہ یہ جو دیوان مشہور ہیں۔ حافظ و صائب و سلیم و کلیم ان کی آغاز کی غزل کے مطلعے دیکھو اور حروف و الفاظ کا مقابلہ کرو کہیں ایک صورت، کہیں ایک ترکیب، ایک زمین، ایک بحر پاؤ گے چہ جائے اتحادِ حروف و الفاظ۔
خطوط، غ: ۵۵۴؛ خط ۷؛ بنام قدر بلگرامی

استناد شعر

رودکی و فردوسی سے لے کر جامی تک اور جامی سے صائب و کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو یا کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمیں دکھاؤ۔ اس کو اگر میں نہ مانوں اور سند نہ جانوں تو میں گنہگار۔
خطوط، غ: ۵۷۳؛ خط بنام منشی کیول رام ہشیار

عماد فقیہ

عماد عماید شعرائے قدیم میں سے ہے اُسی کے یہاں سات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :

پای سرتا نشود راہ تو رفتن نتوان ۔ جز بہ جا مدب مژہ کوی تو رفتن نتوان

خطوط، غ : ۴۶۵ : خط ۱۴ بنام منشی حبیب اللہ ذکا

غزل و آواز خوانی

گانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں۔

خطوط، غ : ۶۲ : خط ۹ بنام علاؤالدین احمد خان علائی

مغربی و قدسی

مغربی "عرفا" میں سے ہے۔ بیشتر اس کے کلام میں مضامین حقیقت آگئیں ہیں لیکن "سامان گلہ" اس زمین میں میں نے اس کی غزل نہیں دیکھی۔ حاجی محمد جان قدسی کی غزل اسی زمین میں ہے۔

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا ۔ نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

یہ شعر ایک اُس کا مجھے یاد ہے۔ بھائی تمہارا باپ بدگمان ہے، یعنی مجھ کو زندہ سمجھتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر پڑھ کر سناؤ :

گمان زیست بود بر منت ز بی دردی
بد است مرگ ولی بدتر از گمان تو نیست

خطوط، غ : ۷۵ : خط ۲۰ بنام علاؤالدین احمد خان علائی

بیت نظیری

...نظیری علیہ الرحمۃ کا شعر ایک کاغذ پر لکھ کر میرے گلے میں ڈال دیجئے اور زمرۂ شعراء میں سے مجھ کو نکال دیجئے۔ شعر یہ ہے :

جو ہر بینش من در تہ زنگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت، نہ پرداخت دریغ

خطوط، غ : ۴۹۶ : خط ۲۲ بنام عبدالغفور سرور

تکمیل ذوق و علم زبان فارسی

فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہے، پھر تتبع کلام اہل زبان، لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اس کے کہ ان کی موزونی طبع کا نتیجہ کہیے اور کسی تعریف کے شایاں نہیں ہیں۔ نہ ترکیب فارسی، نہ معنی نازک۔ ہاں الفاظ فرسودہ و عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں، وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید و طواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بالاستیعاب دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لے جائے، تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے۔

خطوط، ج ۱: ۴۷۳: خط ۶ بنام چودہری عبدالغفور سرور

غنیمت و قتیل

... خلیفہ شاہ محمد و مادھو رام و غنیمت و قتیل ... راہ سخن کے غول ہیں، آدمی کے گمراہ کرنے والے۔ یہ فارسی کو کیا جانیں؟ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے۔

خطوط، ج ۱: ۳۴۹: خط ۱ بنام انورالدولہ شفق

بیت حزین

انتہای آرزوی متقدمین و ابتدای آبروی متاخرین شیخ علی حزین سراید:

فرد: شبها برده ام از صدق بخاک شهدا
تا دل و دیدهٔ خونابه فشانم دادند

کپ ۲۶، دیباچہ دیوان فارسی

بیت صائب

صائب که مراد او را ازین مند کلاهی و بدرود سخنش راهی است حسن را بآراستگی زیور تشبیه بشعرش میستاید جائیکه میفرماید۔ فرد: فدای حسن خداداد او شوم که سراپا
چو شعر حافظ شیراز انتخاب ندارد

کپ ۲۷، تقریظ دیوان خواجہ حافظ شیرازی

بیت فیضی

عمری است که بدین بیت ابوالفیض فیضی زمزمه می سنجم و بدین هوس نشاط می اندوزم که چون پای دوست از گرد راه بآب دیده فرو شویم و خواهم که بدان چند بهنجار چشم بدوشی گویم همین دو مصرع فیضی در بال پرواز طائر آواز من باشد۔ فرد :

حاجی بادیه پیما زکجا می آئی
خبرداری اگر از ره مقصود بیار

کپ ۸۵، نامه ۲ بنام نواب مصطفیٰ خان بهادر

صائب و عرفی و نظیری و حزین

از زمزمه پارسی گویان کلام صائب و عرفی و نظیری و حزین مد نظر داشته باشند نه در نظر داشتن که سواد ورق از دیده بدل فرو نیاید بلکه همه کوشش در آن رود که جوهر نقطه را بشناسند و فروغ معنی را بنگرند و سره را از ناسره جدا کنند۔ کپ ۱۱۱، نامه بنام نواب علی بهادر۔۔

واسوخت ملا وحشی

چه مایه سخن ریزه های پراگنده گرد باید آورد تا بپارسی زبان دیگر در نثر واسوخت توان نوشت از پهلوانان پهلوی گوی هیچکس را ندیده ام که بدین روش نورد آزموده باشد بدین هنجار زمزمه سروده باشد ملا وحشی که از سخن پیرنمان خراسان است در جریده نظم مسدسی دارد که مردم آنرا واسوخت نامند هرچند بر حافظه خودم اعتماد نیست اما شگفت که این بیت هم ازان مسدس باشد۔ بیت :

تو نه آنی که غم عاشق زارت باشد
ور شود خاک بر آن خاک گذارت باشد

حسبةً لله دانا دلان دیده در فراهم آیند و واسوخت ملا را با واسوختهای امروز زبانان لکهنو سنجند چنانکه فارسی با هندی در شورانگیزی و ذوق افزائی برابر توانند بود شان پهلوی و پارسی بلندتر ازان ست که بدین پایه فرود آورند کرشمه های لولیان هند و شوخیهای دلدادگان ایشان لیقه جز بزبانی ایشان گزارش نپذیرد و اینگونه ترهات در خور گفتار پارسی زبان صورت قبول نگیرد۔ تنی چند از ریخته گویان دهلی و لکهنو طرح تازه ریخته اند و در تغزل از زبان زنان نواهای دل آویز انگیخته سرایندگان آن پرده سرمست میزامند و اینچنین شعر را ریختی همی نامند آهنگ گفتن واسوخت در زبان هندی بدان ماند که درین مجسته زبان ریختی گویند درازی سخن چیست واسوخت در فارسی نتوان گفت در نثر خود امکان ندارد و در نظم ذوق باید و زبان ندارد نامه برین پوزش انجام می پذیرد که غالب بی برگ و نوا شرمسار ست و از خواجه بپذیرفتن پوزش امیدوار۔

کپ ۱۰۶، نامه بنام منشی رحمت الله خان

فرهنگ غالب

حال و احوال | حال کی جگہ حالات یا احوال لکھنا قبیح نہیں ہے خصوصاً احوال کہ یہ بہ معنی واحد مستعمل ہے اور استعمال یہاں تک پہنچا ہے کہ احوال بمعنی جمع مستعمل نہیں ہوتا جیسے حور کہ بمعنے حورا کے اہل فارس کو صیغہ واحد قرار دے کر الف نون کے ساتھ اس کی جمع لاتے ہیں۔ سعدی کہتا ہے ؎

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف　　　از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

بلکہ حور کو حوری کہہ کر اس کی جمع حوریان لاتے ہیں۔ حافظ لکھتا ہے ؎

حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

میں نے ایک مقطع میں حال کی جگہ احوال لکھا ہے ؎

جان غالب تاب گفتار ے گمان داری ہنوز　　　سخت بیدردی کہ می پرسی ز ما احوال ما [۴ : ۴؛ مقطع]

آخر مجھ کو اور فیضی کو معترض سے زیادہ اساتذہ عجم کے کلام پر اطلاع ہے وہ آبستنی کیوں لکھتا اور میں احوال کیوں لکھتا۔ صائب کی ایک غزل جس کا ایک مصرعہ یہ ہے ؎

ہر لحظہ دارم نیتی چون قرعۂ رمالہا

اس غزل میں اسی نے ایک جگہ احوالہا لکھا ہے۔ داد کا طالب غالب

خطوط، غ : ۵۴۳ : خط ۴ بنام قدر بلگرامی

خراب و خرابہ | میرا ایک مطلع ہے ؎

از جسم بجان نقاب تا کے　　　این گنج درین خراب تا کے [۱۶۲ : ۳۳۳ : مطلع]

ایک گروہ معارض ہوا کہ گنج کو "خرابہ" کہو نہ "خراب" میں متحیر کہ یارب کس سے کہوں "خرابہ" مزید علیہ "خراب" ہے۔ مثل ویران و ویرانہ و موج و موجہ۔ الحاق ہائے ہوز سے لغت دوسرا نہیں پیدا ہوا۔ بارے صائب کے دیوان میں ایک مطلع نظر آیا ؎

بفکر دل نہ فتادے بہیچ باب دریغ　　　بہ گنج راہ نہ بردی درین خراب دریغ

یہ مطلع لکھ کر معترض صاحبوں کو بھیج دیا کہ غالب کو صدر نہ دیجئے جو پوچھنا ہے وہ صائب سے پوچھ لیجئے۔

خطوط، غ : ۳۴۳ : خط ۱۱ بنام خواجہ غلام غوث بیخبر

مغان شیوہ دلبران | ... ایسے معشوق کہ جو مغاں شیوہ ہیں۔ اور مغوں کی جہاں اور روشیں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھوں میں مہندی لگائے رہتے ہیں۔ اور معشوقوں کے ہاتھ بھی حنائی ہوتے ہیں۔

نادرات : ۵۸ : خط ۴۳

[شرارہ آتش زردشت مدہ نسادم بود　　　کہ غم بداغ مغان شیوہ دلبرانم سوخت،

[دیوان حاضر ص۵ ، غ ۷۱ : بیت]

نقاب و حجاب؛ گل و خراب

نقاب اس شعر میں بمعنی حائل ہے۔ حائل کو وجہ و رُخ کی خصوصیت نہیں۔ دو چیزوں کے بیچ میں جو شے آجائے۔ بلکہ اُس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جو چیز ایک چیز کی مانع نظارہ ہو وہ نقاب ہے۔ اُس شے نامرئی کا رخ بمناسبت نقاب مقدر ہے اور یہ الفاظ یہ جز او بلیغ ہے۔ " حجاب " کا یہاں اوپری یعنی بے محل اور ناملائم ہونا بشرط عقل سلیم و طبع لطیف ظاہر ہے۔ " گل " " خاک بآب آمیختہ " کو کہتے ہیں۔ وہ رُخ آفتاب تک کہاں پہنچے۔ ہاں گرد و غبار میں آفتاب چھپ جاتا ہے۔ اُس کا استعمال از روئے مجاز جائز ہے " گنج در ویرانہ تا کے " یہ بہت لطیف بات ہے یعنی افسوس کیا جاتا ہے اُس گنج کے بیکار ہونے کا " گنج " سے غرض یہی تو نہیں کہ جنگل میں مدفون رہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مدفن سے نکلے اور صرف ہو اور لوگ اس کے وجود سے تمتع پائیں۔ یہاں ایک اور دقیقہ ہے کہ اس شعر میں گنج مشبہ بہ اور روح انسانی مشبہ ہے۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ روح کا تعلق جسم سے جاودانی نہیں۔ پس ایک قباحت ہے اگر ایک غمزدہ ستم زدہ قطع تعلق روح کا منتظر اور مشتاق ہو۔ مثلاً ایک میعادی محبوس حسرتمندانہ کہے کہ الٰہی وہ دن کب آئے گا کہ میں قید سے نجات پاؤں۔ کب تک سڑک کاٹوں۔ کب تک رنج اٹھاؤں۔

خطوط، غ : ۲۴۴ : خط ۲۲ بنام خواجہ غلام غوث بیخبر

"ہمہ عالم" بدون اضافت

میرا شعر ہے

جزوے از عالم و از ہمہ عالم بیشم + ہمچو موئے کہ بتان راز میان برخیزد

[۲۸ : ۱۰۶ : ۹] خستہ عرا حتہاے اعتراض ہوا ہے۔ منشار اعتراض یہ کہ " عالم " مفرد ہے اس کا ربط " ہمہ " کے ساتھ بحسب اجتہاد قتیل ممنوع ہے۔ قضارا اُس زمانہ میں شاہزادہ کامران درانی کا سفیر گورنمنٹ میں آیا تھا۔ کفایت خاں اُس کا نام تھا اُس تک یہ قصہ پہنچا اس نے اساتذہ کے یان سات شعر ایسے پڑھے جس میں " ہمہ عالم " و " ہمہ روز " و " ہمہ جا " مرقوم تھا اور وہ اشعار قاطع برہان میں مندرج ہیں۔

خطوط، غ : ۵۲۶ : خط ۱۰ بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

عروضِ غزلیات

فهرست بحور و اوزان غزلیات

ترتیب : شماره بحر، بحر، شماره وزن، وزن، شماره غزل

۱- بحر خفیف

(و) مسدس مخبون محذوف : فاعلاتن مفاعلن فعلن :

۹۸

(ب) مسدس مخبون مقصور : فاعلاتن مفاعلن فعلات :

۷۷، ۸۸، ۱۹۶، ۲۸۱، ۳۳۱

۲- بحر رجز

(و) مثمن سالم : مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن :

۴۶، ۱۶۱، ۱۸۶، ۱۹۰، ۳۰۰

(ب) مثمن مطوی مخبون : مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن :

۳۴، ۱۰۱، ۲۰۲، ۲۵۳، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۸۲

۳- بحر رمل

(و) مثمن محذوف : فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن :

۴، ۵، ۱۹، ۲۹، ۵۳، ۵۴، ۶۳، ۶۴، ۷۵، ۸۷، ۹۲، ۹۴، ۱۳۰، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۶۶، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۷، ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۴۲، ۲۵۲، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۲، ۲۷۶، ۳۰۲، ۳۲۸

(ب) مثمن مخبون : فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

۳۲۴

(ج) مثمن مخبون محذوف : فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۸، ۹، ۱۰، ۳۸، ۳۹، ۴۲، ۴۳، ۴۷، ۶۶، ۶۹، ۷۰، ۷۸، ۸۰، ۹۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۹، ۱۲۰،

۱۲۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۲، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۸۲، ۱۸۹، ۱۹۴،
۱۹۷، ۲۰۵، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۵۴، ۲۶۷،
۲۸۳، ۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۹، ۳۱۵، ۳۳۲

(د) مثمن مشکول : فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن :
۲۳۸

(ہ) مسدس محذوف : فاعلاتن فاعلاتن فاعلن :
۲۸۰، ۳۱۶، ۳۲۰، ۳۳۰

۴۔ بحر متقارب

مثمن سالم : فعولن فعولن فعولن فعولن :
۱۰۴، ۱۴۴، ۳۰۶

۵۔ بحر مضارع

(ی) مثمن اخرب : مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن :
۱۵، ۵۱، ۱۲۷، ۲۰۰، ۲۴۸، ۲۶۰، ۳۱۸

(ب) مثمن اخرب محذوف : مفعول فعلن مفعول فعلن :
۲۶۱

(ج) مثمن اخرب مکفوف محذوف : مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن :
۱۱، ۱۲، ۲۰، ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۳۶، ۴۹، ۵۰، ۵۸،
۵۹، ۶۱، ۶۲، ۶۸، ۷۲، ۷۹، ۸۳، ۹۰، ۹۱، ۹۶،
۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۳، ۱۵۲،
۱۶۴، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۳، ۱۹۹،
۲۰۱، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۲۳، ۲۴۰، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷،
۲۵۰، ۲۵۱، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۸۶، ۲۹۲، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۷،
۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۵

(د)* مثمن مقبوض مخبون : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن :
۱۱۵

(د)* مطابق با بحر مجتث مثمن مخبون

(ه) ؎ مثمن مقبوض مخبون محذوف : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن :

۱۶، ۱۷، ۲۷، ۲۸، ۴۶، ۵۲، ۵۵، ۵۶، ۶۷، ۷۱،
۷۶، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۲۴،
۱۲۵، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۷۳، ۱۸۳، ۱۸۷،
۱۹۱، ۱۹۲، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۳۹، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۷۴،
۲۷۹، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۸، ۲۹۳، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۱۲،
۳۱۴، ۳۲۱، ۳۲۷، ۳۲۹، ۳۳۴

۶ - بحر منسرح

(الف) مثمن مطوی مخور : مفتعلن فاعلات مفتعلن فع :

۱۴۹، ۲۳۶، ۳۰۸

(ب) ؎ مثمن مطوی موقوف : مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلان

۱، ۴۸، ۱۲۶، ۲۱۵، ۲۳۲، ۲۷۷، ۳۰۱، ۳۲۶

۷ - بحر ہزج

(الف) مثمن سالم : مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن :

۲، ۶، ۷، ۱۳، ۱۴، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۳۲،
۳۳، ۳۷، ۴۰، ۴۱، ۴۴، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۳۱، ۱۳۷،
۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۲۲۱،
۲۲۴، ۲۲۹، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۹، ۲۹۴

(ب) مثمن اخرب مکفوف مقصور : مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیل :

۳، ۱۸، ۲۳، ۲۴، ۴۵، ۵۷، ۶۵، ۷۳، ۷۴، ۸۱،
۸۲، ۹۳، ۱۰۷، ۱۱۴، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۴، ۱۴۱، ۱۵۸، ۱۶۲،
۱۶۳، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۵۷، ۲۶۹،
۲۷۰، ۲۷۱، ۲۹۵، ۲۹۷، ۳۰۵، ۳۱۱

(ج) مثمن اشتر : مفاعیلن فاعلن مفاعیلن فاعلن :

(ه) ؎ مطابق با بحر مجتث مثمن مخبون محذوف

(ب) ؎ مطابق با بحر مجتث مثمن مطوی مقصور

۶۰، ۱۶۷، ۲۲۸

(د) مثمن مکفوف محذوف : مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن :

۱۰۸، ۱۶۸

(ه) مسدس اخرب مقبوض محذوف : مفعولُ مفاعلن فعولن :

۱۶۰، ۳۳۳

(و) مسدس محذوف : مفاعیلن مفاعیلن فعولن :

۱۷۴، ۱۹۵، ۲۳۰، ۲۴۱، ۳۲۱

کلید فہرست بحور و اوزان غزلیات

ترتیب : شمارہ غزل، شمارہ بحر و شمارۂ وزن در فہرست بحور و اوزان

۱ : ۶، ب	۲۶ : ۷، الف	۵۱ : ۵، الف
۲ : ۷، الف	۲۷ : ۵، ہ	۵۲ : ۵، ہ
۳ : ۷، ب	۲۸ : ۵، ہ	۵۳ : ۳، الف
۴ : ۳، الف	۲۹ : ۳، الف	۵۴ : ۳، الف
۵ : ۳، الف	۳۰ : ۵، ج	۵۵ : ۵، ہ
۶ : ۷، الف	۳۱ : ۵، ج	۵۶ : ۵، ہ
۷ : ۷، الف	۳۲ : ۷، الف	۵۷ : ۷، ب
۸ : ۳، ج	۳۳ : ۱، الف	۵۸ : ۵، ج
۹ : ۳، ج	۳۴ : ۲، ب	۵۹ : ۵، ج
۱۰ : ۳، ج	۳۵ : ۵، ج	۶۰ : ۷، ج
۱۱ : ۵، ج	۳۶ : ۵، ج	۶۱ : ۵، ج
۱۲ : ۵، ج	۳۷ : ۷، الف	۶۲ : ۵، ج
۱۳ : ۷، الف	۳۸ : ۳، ج	۶۳ : ۳، الف
۱۴ : ۷، الف	۳۹ : ۳، ج	۶۴ : ۳، الف
۱۵ : ۵، الف	۴۰ : ۷، الف	۶۵ : ۷، ب
۱۶ : ۵، ہ	۴۱ : ۷، الف	۶۶ : ۳، ج
۱۷ : ۵، ہ	۴۲ : ۳، ج	۶۷ : ۵، ہ
۱۸ : ۷، ب	۴۳ : ۳، ج	۶۸ : ۵، ج
۱۹ : ۳، الف	۴۴ : ۷، الف	۶۹ : ۳، ج
۲۰ : ۵، ج	۴۵ : ۷، ب	۷۰ : ۳، ج
۲۱ : ۷، الف	۴۶ : ۵، ہ	۷۱ : ۵، ہ
۲۲ : ۷، الف	۴۷ : ۷، الف	۷۲ : ۵، ج
۲۳ : ۷، ب	۴۸ : ۶، ب	۷۳ : ۷، ب
۲۴ : ۷، ب	۴۹ : ۵، ج	۷۴ : ۷، ب
۲۵ : ۷، الف	۵۰ : ۵، ج	۷۵ : ۳، الف

۷۶ : ۵ ، ه
۷۷ : ۱ ، ب
۷۸ : ۳ ، ج
۷۹ : ۵ ، ج
۸۰ : ۳ ، ج
۸۱ : ۷ ، ب
۸۲ : ۷ ، ب
۸۳ : ۵ ، ج
۸۴ : ۵ ،
۸۵ : ۵ ، ه
۸۶ : ۵ ، ه
۸۷ : ۳ ، الف
۸۸ : ۱ ، ب
۸۹ : ۵ ، ه
۹۰ : ۵ ، ج
۹۱ : ۵ ، ج
۹۲ : ۳ ، الف
۹۳ : ۷ ، ب
۹۴ : ۳ ، الف
۹۵ : ۳ ، ج
۹۶ : ۵ ، ج
۹۷ : ۳ ، ج
۹۸ : ۱ ، الف
۹۹ : ۵ ، ه
۱۰۰ : ۵ ، ه
۱۰۱ : ۲ ، ب
۱۰۲ : ۷ ، الف
۱۰۳ : ۳ ، ج
۱۰۴ : ۴ ،

۱۰۵ : ۳ ، ج
۱۰۶ : ۳ ، ج
۱۰۷ : ۷ ، ب
۱۰۸ : ۷ ، د
۱۰۹ : ۵ ، ج
۱۱۰ : ۵ ، ج
۱۱۱ : ۵ ، ه
۱۱۲ : ۵ ، د
۱۱۳ : ۷ ، الف
۱۱۴ : ۷ ، ب
۱۱۵ : ۵ ، د
۱۱۶ : ۵ ، ج
۱۱۷ : ۵ ، ج
۱۱۸ : ۷ ، الف
۱۱۹ : ۳ ، ج
۱۲۰ : ۳ ، ج
۱۲۱ : ۳ ، ج
۱۲۲ : ۷ ، ب
۱۲۳ : ۷ ، ب
۱۲۴ : ۵ ، د
۱۲۵ : ۵ ، ه
۱۲۶ : ۶ ، ب
۱۲۷ : ۴ ،
۱۲۸ : ۵ ، ج
۱۲۹ : ۵ ، ج
۱۳۰ : ۳ ، الف
۱۳۱ : ۷ ، الف
۱۳۲ : ۳ ، ج
۱۳۳ : ۳ ، ج

۱۳۴ : ۷ ، ب
۱۳۵ : ۵ ، ه
۱۳۶ : ۵ ، ه
۱۳۷ : ۷ ، الف
۱۳۸ : ۵ ، ج
۱۳۹ : ۵ ، ج
۱۴۰ : ۷ ، الف
۱۴۱ : ۷ ، ب
۱۴۲ : ۳ ، ج
۱۴۳ : ۵ ، ج
۱۴۴ : ۴
۱۴۵ : ۷ ، الف
۱۴۶ : ۲ ، الف
۱۴۷ : ۳ ، الف
۱۴۸ : ۳ ، الف
۱۴۹ : ۶ ، الف
۱۵۰ : ۵ ، ه
۱۵۱ : ۵ ، ه
۱۵۲ : ۵ ، ج
۱۵۳ : ۳ ، ج
۱۵۴ : ۷ ، الف
۱۵۵ : ۷ ، الف
۱۵۶ : ۳ ، ج
۱۵۷ : ۵ ، ه
۱۵۸ : ۷ ، ب
۱۵۹ : ۳ ، ج
۱۶۰ : ۷ ، ه
۱۶۱ : ۲ ، الف
۱۶۲ : ۷ ، ب

۱۶۳ : ۷، ب
۱۶۴ : ۵ ج
۱۶۵ : ۵، ه
۱۶۶ : ۳، الف
۱۶۷ : ۷، ه
۱۶۸ : ۷، د
۱۶۹ : ۵، ج
۱۷۰ : ۵، ج
۱۷۱ : ۳، الف
۱۷۲ : ۳، الف
۱۷۳ : ۵، ه
۱۷۴ : ۷، و
۱۷۵ : ۳، الف
۱۷۶ : ۷، الف
۱۷۷ : ۷، الف
۱۷۸ : ۷، الف
۱۷۹ : ۵، ج
۱۸۰ : ۵، ج
۱۸۱ : ۵، ج
۱۸۲ : ۳، ج
۱۸۳ : ۵، ه
۱۸۴ : ۵، ج
۱۸۵ : ۳، ج
۱۸۶ : ۲، الف
۱۸۷ : ۵، ه
۱۸۸ : ۵، ج
۱۸۹ : ۳، ج
۱۹۰ : ۲، الف
۱۹۱ : ۵، ه
۱۹۲ : ۵، ه
۱۹۳ : ۵، ج
۱۹۴ : ۳، ج
۱۹۵ : ۷، ه
۱۹۶ : ۱، ب
۱۹۷ : ۳، ج
۱۹۸ : ۷، ب
۱۹۹ : ۵، ج
۲۰۰ : ۳
۲۰۱ : ۵، ج
۲۰۲ : ۲، ب
۲۰۳ : ۳، الف
۲۰۴ : ۳، الف
۲۰۵ : ۳، ج
۲۰۶ : ۵، ج
۲۰۷ : ۳، الف
۲۰۸ : ۵، ج
۲۰۹ : ۵، ج
۲۱۰ : ۵، ج
۲۱۱ : ۷، ب
۲۱۲ : ۷، ب
۲۱۳ : ۳، الف
۲۱۴ : ۳، الف
۲۱۵ : ۳، ج
۲۱۶ : ۳، الف
۲۱۷ : ۳، الف
۲۱۸ : ۳، ج
۲۱۹ : ۵، ه
۲۲۰ : ۵، ه
۲۲۱ : ۷، الف
۲۲۲ : ۳، ج
۲۲۳ : ۵، ج
۲۲۴ : ۷، الف
۲۲۵ : ۷، ب
۲۲۶ : ۷، ب
۲۲۷ : ۳، الف
۲۲۸ : ۷، ج
۲۲۹ : ۷، الف
۲۳۰ : ۷، ه
۲۳۱ : ۳، الف
۲۳۲ : ۷، ب
۲۳۳ : ۷، ب
۲۳۴ : ۳، الف
۲۳۵ : ۳، الف
۲۳۶ : ۳، الف
۲۳۷ : ۳، ج
۲۳۸ : ۳، د
۲۳۹ : ۵، ه
۲۴۰ : ۵، ج
۲۴۱ : ۷، و
۲۴۲ : ۳، الف
۲۴۳ : ۳، ج
۲۴۴ : ۳، ج
۲۴۵ : ۸، ج
۲۴۶ : ۵، ج
۲۴۷ : ۵، ج
۲۴۸ : ۵، ج
۲۴۹ : ۳، ج

۲۵۰ : ۵، ج
۲۵۱ : ۵، ج
۲۵۲ : ۳، الف
۲۵۳ : ۲، ب
۲۵۴ : ۳، ج
۲۵۵ : ۷، ب
۲۵۶ : ۷، الف
۲۵۷ : ۷، ب
۲۵۸ : ۷، الف
۲۵۹ : ۵، ه
۲۶۰ : ۵، الف
۲۶۱ : ۵، ب
۲۶۲ : ۵، ه
۲۶۳ : ۵، ه
۲۶۴ : ۵، ج
۲۶۵ : ۳، الف
۲۶۶ : ۵، ج
۲۶۷ : ۳، الف
۲۶۸ : ۳، الف
۲۶۹ : ۷، ب
۲۷۰ : ۷، ب
۲۷۱ : ۷، ب
۲۷۲ : ۳، الف
۲۷۳ : ۲، ب
۲۷۴ : ۵، ه
۲۷۵ : ۷، الف
۲۷۶ : ۲، ب
۲۷۷ : ۶، ب
۲۷۸ : ۷، الف

۲۷۹ : ۵، د
۲۸۰ : ۳، د
۲۸۱ : ۱، ب
۲۸۲ : ۲، ب
۲۸۳ : ۳، ج
۲۸۴ : ۵ [illegible]
۲۸۵ : ۵، ه
۲۸۶ : ۵، ج
۲۸۷ : ۳، ج
۲۸۸ : ۵، ه
۲۸۹ : ۷، الف
۲۹۰ : ۳، ج
۲۹۱ : ۳، ج
۲۹۲ : ۵، ج
۲۹۳ : ۵، ه
۲۹۴ : ۷، الف
۲۹۵ : ۷، ب
۲۹۶ : ۵، ه
۲۹۷ : ۷، ب
۲۹۸ : ۵، ه
۲۹۹ : ۳، ج
۳۰۰ : ۲، الف
۳۰۱ : ۳، ج
۳۰۲ : ۳، الف
۳۰۳ : ۳، ج
۳۰۴ : ۳، ج
۳۰۵ : ۷، ب
۳۰۶ : ۴
۳۰۷ : ۵، ج

۳۰۸ : ۵، ب
۳۰۹ : ۳، ج
۳۱۰ : ۵، ج
۳۱۱ : ۷، ب
۳۱۲ : ۵، د
۳۱۳ : ۵، ج
۳۱۴ : ۵، ه
۳۱۵ : ۳، ج
۳۱۶ : ۳، ه
۳۱۷ : ۵، ج
۳۱۸ : ۵، الف
۳۱۹ : ۵، ه
۳۲۰ : ۳، ه
۳۲۱ : ۷، و
۳۲۲ : ۵، ج
۳۲۳ : ۵، ج
۳۲۴ : ۳، ب
۳۲۵ : ۵، ج
۳۲۶ : ۳، ج
۳۲۷ : ۵، ه
۳۲۸ : ۳، الف
۳۲۹ : ۵، ه
۳۳۰ : ۳، ه
۳۳۱ : ۱، ب
۳۳۲ : ۳، ج
۳۳۳ : ۷، ه
۳۳۴ : ۵، ه

جمع ابیات

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات	شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۲	۱	۱۱	۲۱	۲۹	۷
۳	۲	۱۲	۲۲	۳۰	۱۰
۳	۳	۱۶	۲۲	۳۱	۱۰
۴	۴	۱۱	۲۳	۳۲	۱۷
۵	۵	۱۲	۲۴	۳۳	۱۰
۶	۶	۱۵	۲۵	۳۴	۹
۷	۷	۱۳	۲۵	۳۵	۱۳
۷	۸	۷	۲۶	۳۶	۱۳
۸	۹	۱۰	۲۷	۳۷	۱۰
۸	۱۰	۱۰	۲۷	۳۸	۱۱
۹	۱۱	۱۰	۲۸	۳۹	۱۲
۱۰	۱۲	۱۳	۲۹	۴۰	۱۰
۱۱	۱۳	۹	۲۹	۴۱	۱۱
۱۱	۱۴	۱۰	۳۱	۴۲	۱۰
۱۲	۱۵	۱۲	۳۲	۴۳	۱۰
۱۳	۱۶	۱۲	۳۲	۴۴	۹
۱۳	۱۷	۱۱	۳۳	۴۵	۹
۱۴	۱۸	۹	۳۴	۴۶	۱۰
۱۵	۱۹	۱۰	۳۵	۴۷	۱۴
۱۵	۲۰	۹	۳۶	۴۸	۱۲
۱۶	۲۱	۱۲	۳۶	۴۹	۱۰
۱۷	۲۲	۱۰	۳۷	۵۰	۱۰
۱۷	۲۳	۹	۳۸	۵۱	۱۰
۱۸	۲۴	۱۲	۳۸	۵۲	۱۳
۱۹	۲۵	۱۰	۳۹	۵۳	۱۱
۱۹	۲۶	۱۳	۳۹	۵۴	۱۱
۲۰	۲۷	۹	۴۰	۵۵	۱۱
۲۱	۲۸	۱۰	۴۱	۵۶	۱۰

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات	شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۴۱	۵۷	۱۰	۵۹	۸۵	۱۰
۴۲	۵۸	۱۰	۶۰	۸۶	۱۱
۴۲	۵۹	۱۰	۶۱	۸۷	۱۲
۴۳	۶۰	۱۲	۶۱	۸۸	۱۱
۴۴	۶۱	۱۰	۶۲	۸۹	۱۰
۴۴	۶۲	۱۰	۶۴	۹۰	۱۰
۴۵	۶۳	۱۰	۶۵	۹۱	۱۱
۴۶	۶۴	۱۰	۶۶	۹۲	۱۰
۴۶	۶۵	۱۰	۶۷	۹۳	۱۰
۴۷	۶۶	۱۰	۶۸	۹۴	۱۰
۴۷	۶۷	۱۰	۶۹	۹۵	۱۰
۴۸	۶۸	۱۰	۷۰	۹۶	۱۲
۴۹	۶۹	۱۰	۷۱	۹۷	۱۰
۴۹	۷۰	۱۱	۷۲	۹۸	۱۲
۵۰	۷۱	۱۵	۷۳	۹۹	۱۰
۵۱	۷۲	۱۰	۷۴	۱۰۰	۱۴
۵۲	۷۳	۱۱	۷۴	۱۰۱	۱۰
۵۲	۷۴	۱۱	۷۵	۱۰۲	۱۵
۵۳	۷۵	۱۰	۷۶	۱۰۳	۱۱
۵۴	۷۶	۱۲	۷۷	۱۰۴	۹
۵۵	۷۷	۱۲	۷۷	۱۰۵	۱۰
۵۶	۷۸	۱۱	۷۸	۱۰۶	۱۱
۵۶	۷۹	۱۰	۷۹	۱۰۷	۱۰
۵۶	۸۰	۱۰	۷۹	۱۰۸	۱۱
۵۷	۸۱	۱۰	۸۰	۱۰۹	۱۰
۵۸	۸۲	۶	۸۱	۱۱۰	۱۰
۵۸	۸۳	۱۲	۸۱	۱۱۱	۱۰
۵۹	۸۴	۱۰	۸۲	۱۱۲	۱۰

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات	شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۸۲	۱۱۳	۱۰	۱۰۲	۱۴۱	۱۲
۸۳	۱۱۴	۱۰	۱۰۳	۱۴۲	۱۰
۸۴	۱۱۵	۱۰	۱۰۴	۱۴۳	۱۰
۸۴	۱۱۶	۹	۱۰۴	۱۴۴	۱۰
۸۵	۱۱۷	۱۰	۱۰۵	۱۴۵	۱۲
۸۶	۱۱۸	۱۳	۱۰۶	۱۴۶	۱۱
۸۶	۱۱۹	۱۰	۱۰۶	۱۴۷	۱۰
۸۶	۱۲۰	۱۰	۱۰۷	۱۴۸	۹
۸۸	۱۲۱	۱۲	۱۰۸	۱۴۹	۱۰
۸۸	۱۲۲	۱۰	۱۰۸	۱۵۰	۱۲
۸۹	۱۲۳	۱۲	۱۰۹	۱۵۱	۱۱
۹۰	۱۲۴	۱۲	۱۱۰	۱۵۲	۱۰
۹۱	۱۲۵	۱۲	۱۱۰	۱۵۳	۱۱
۹۱	۱۲۶	۱۰	۱۱۲	۱۵۴	۱۰
۹۲	۱۲۷	۱۴	۱۱۳	۱۵۵	۱۱
۹۳	۱۲۸	۱۲	۱۱۴	۱۵۶	۱۲
۹۴	۱۲۹	۱۱	۱۱۴	۱۵۷	۱۱
۹۴	۱۳۰	۱۰	۱۱۵	۱۵۸	۹
۹۵	۱۳۱	۱۲	۱۱۶	۱۵۹	۱۰
۹۶	۱۳۲	۱۳	۱۱۶	۱۶۰	۱۲
۹۷	۱۳۳	۱۲	۱۱۷	۱۶۱	۱۰
۹۷	۱۳۴	۱۴	۱۱۸	۱۶۲	۱۳
۹۸	۱۳۵	۱۲	۱۱۹	۱۶۳	۱۲
۹۹	۱۳۶	۱۲	۱۱۹	۱۶۴	۱۰
۱۰۰	۱۳۷	۱۰	۱۲۰	۱۶۵	۱۰
۱۰۰	۱۳۸	۱۰	۱۲۱	۱۶۶	۱۰
۱۰۱	۱۳۹	۱۰	۱۲۲	۱۶۷	۹
۱۰۲	۱۴۰	۱۲	۱۲۳	۱۶۸	۱۰

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات	شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۱۲۳	۱۶۹	۱۲	۱۵۰	۱۹۷	۱۲
۱۲۴	۱۷۰	۱۰	۱۵۱	۱۹۸	۱۰
۱۲۵	۱۷۱	۱۰	۱۵۱	۱۹۹	۱۰
۱۲۶	۱۷۲	۱۰	۱۵۲	۲۰۰	۱۱
۱۲۷	۱۷۳	۹	۱۵۳	۲۰۱	۱۳
۱۲۷	۱۷۴	۱۰	۱۵۴	۲۰۲	۱۰
۱۲۸	۱۷۵	۱۵	۱۵۴	۲۰۳	۱۰
۱۲۹	۱۷۶	۱۲	۱۵۵	۲۰۴	۹
۱۲۹	۱۷۷	۱۱	۱۵۵	۲۰۵	۱۲
۱۳۰	۱۷۸	۱۱	۱۵۶	۲۰۶	۹
۱۳۲	۱۷۹	۱۰	۱۵۷	۲۰۷	۱۰
۱۳۳	۱۸۰	۱۰	۱۵۷	۲۰۸	۱۰
۱۳۴	۱۸۱	۱۰	۱۵۸	۲۰۹	۱۲
۱۳۵	۱۸۲	۱۰	۱۵۹	۲۱۰	۱۱
۱۳۶	۱۸۳	۱۰	۱۵۹	۲۱۱	۱۰
۱۳۷	۱۸۴	۹	۱۶۰	۲۱۲	۱۲
۱۳۸	۱۸۵	۱۰	۱۶۱	۲۱۳	۱۲
۱۳۹	۱۸۶	۱۰	۱۶۲	۲۱۴	۱۵
۱۴۰	۱۸۷	۹	۱۶۲	۲۱۵	۱۰
۱۴۱	۱۸۸	۱۰	۱۶۳	۲۱۶	۱۲
۱۴۲	۱۸۹	۱۰	۱۶۴	۲۱۷	۱۱
۱۴۳	۱۹۰	۱۰	۱۶۵	۲۱۸	۱۰
۱۴۴	۱۹۱	۱۰	۱۶۵	۲۱۹	۱۰
۱۴۵	۱۹۲	۱۰	۱۶۶	۲۲۰	۱۵
۱۴۶	۱۹۳	۱۰	۱۶۷	۲۲۱	۱۰
۱۴۷	۱۹۴	۱۰	۱۶۷	۲۲۲	۱۰
۱۴۷	۱۹۵	۱۰	۱۶۸	۲۲۳	۱۰
۱۴۹	۱۹۶	۹	۱۶۹	۲۲۴	۱۲

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات	شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۱۶۹	۲۲۵	۱۰	۱۹۲	۲۵۳	۱۰
۱۷۰	۲۲۶	۱۰	۱۹۲	۲۵۴	۱۳
۱۷۱	۲۲۷	۱۵	۱۹۴	۲۵۵	۹
۱۷۲	۲۲۸	۱۱	۱۹۴	۲۵۶	۱۰
۱۷۲	۲۲۹	۱۲	۱۹۵	۲۵۷	۱۰
۱۷۳	۲۳۰	۱۵	۱۹۶	۲۵۸	۱۱
۱۷۴	۲۳۱	۱۰	۱۹۷	۲۵۹	۱۲
۱۷۵	۲۳۲	۱۳	۱۹۷	۲۶۰	۱۱
۱۷۶	۲۳۳	۹	۱۹۸	۲۶۱	۱۰
۱۷۶	۲۳۴	۱۱	۱۹۹	۲۶۲	۱۰
۱۷۷	۲۳۵	۱۱	۱۹۹	۲۶۳	۱۰
۱۷۸	۲۳۶	۱۱	۲۰۰	۲۶۴	۱۱
۱۷۸	۲۳۷	۱۵	۲۰۱	۲۶۵	۱۰
۱۷۹	۲۳۸	۱۱	۲۰۱	۲۶۶	۱۰
۱۸۰	۲۳۹	۹	۲۰۲	۲۶۷	۹
۱۸۱	۲۴۰	۱۲	۲۰۳	۲۶۸	۱۰
۱۸۱	۲۴۱	۱۲	۲۰۳	۲۶۹	۱۰
۱۸۲	۲۴۲	۲۰	۲۰۴	۲۷۰	۱۰
۱۸۴	۲۴۳	۱۰	۲۰۴	۲۷۱	۱۰
۱۸۵	۲۴۴	۱۲	۲۰۵	۲۷۲	۱۰
۱۸۵	۲۴۵	۹	۲۰۶	۲۷۳	۱۱
۱۸۶	۲۴۶	۱۱	۲۰۶	۲۷۴	۱۰
۱۸۷	۲۴۷	۱۲	۲۰۷	۲۷۵	۱۵
۱۸۷	۲۴۸	۱۰	۲۱۲	۲۷۶	۹
۱۸۹	۲۴۹	۱۲	۲۱۳	۲۷۷	۱۱
۱۹۰	۲۵۰	۱۰	۲۱۳	۲۷۸	۱۰
۱۹۰	۲۵۱	۱۰	۲۱۴	۲۷۹	۱۳
۱۹۱	۲۵۲	۱۲	۲۱۸	۲۸۰	۱۰

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۲۱۹	۲۸۱	۹
۲۱۹	۲۸۲	۱۲
۲۲۰	۲۸۳	۱۰
۲۲۱	۲۸۴	۱۰
۲۲۲	۲۸۵	۱۲
۲۲۲	۲۸۶	۱۰
۲۲۳	۲۸۷	۱۷
۲۲۴	۲۸۸	۱۱
۲۲۵	۲۸۹	۱۱
۲۲۶	۲۹۰	۱۰
۲۲۶	۲۹۱	۱۱
۲۲۷	۲۹۲	۹
۲۲۸	۲۹۳	۹
۲۲۸	۲۹۴	۱۰
۲۲۹	۲۹۵	۹
۲۲۹	۲۹۶	۱۲
۲۳۰	۲۹۷	۱۰
۲۳۱	۲۹۸	۱۱
۲۳۱	۲۹۹	۱۸
۲۳۳	۳۰۰	۱۱
۲۳۳	۳۰۱	۱۰
۲۳۴	۳۰۲	۱۱
۲۳۵	۳۰۳	۱۰
۲۳۵	۳۰۴	۱۰
۲۳۶	۳۰۵	۱۰
۲۳۶	۳۰۶	۱۲
۲۳۷	۳۰۷	۱۷
۲۳۸	۳۰۸	۱۳
۲۳۹	۳۰۹	۱۲

شمارهٔ صفحه	شمارهٔ غزل	تعداد ابیات
۲۴۴	۳۱۰	۹
۲۴۵	۳۱۱	۱
۲۴۵	۳۱۲	۱
۲۴۶	۳۱۳	۱۳
۲۴۷	۳۱۴	۹
۲۴۷	۳۱۵	۱۰
۲۴۸	۳۱۶	۱۱
۲۴۸	۳۱۷	۱۰
۲۴۹	۳۱۸	۹
۲۵۰	۳۱۹	۱۵
۲۵۱	۳۲۰	۱۰
۲۵۱	۳۲۱	۱۳
۲۵۲	۳۲۲	۹
۲۵۳	۳۲۳	۱۰
۲۵۶	۳۲۴	۹
۲۵۶	۳۲۵	۷
۲۵۷	۳۲۶	۶
۲۵۷	۳۲۷	۰
۲۵۸	۳۲۸	۹
۲۵۹	۳۲۹	۱۳
۲۵۹	۳۳۰	۹
۲۶۰	۳۳۱	۱۰
۲۶۰	۳۳۲	۱۱
۲۶۱	۳۳۳	۷
۲۶۴	۳۳۴	۷
	مجموع ابیات غزلیات =	۳۶۰۱
۲۶۵	فردات	۵
	جمع کل ابیات =	۳۶۰۶

اشخاص و اماکن غزلیات

اشخاص غزلیات

اماکنِ غزلیات

آزردہ، مفتی صدر الدین کشمیری دہلوی: وفات دہلی، ربیع الاول ۱۲۸۵ھ (جون ۱۸۶۸ء) بعمر ۸۱ سال
تامسن (جیمس)، ولادت نواحی کیمبرج (انگلستان) ۳ مئی ۱۸۰۴ء، سیکرٹری حکومت ہند، کلکتہ، از ۱۸۳۰ تا ۱۸۳۲ء،
ایضاً آگرہ ۱۸۳۳ء، واپسی بانگلستان ۱۸۳۹ء، واپسی بہ آگرہ ۱۸۴۰ء، سیکرٹری تا ۱۸۴۱ء، ممبر بورڈ آف
ریوینو ۱۸۴۱ء، فارن سیکرٹری حکومت ہند ۱۸۴۲ء، لیفٹیننٹ گورنر صوبہ شمال مغربی از ۱۲ دسمبر ۱۸۴۳ء،
تا وفات، وفات بریلی ۹ اکتوبر ۱۸۵۳ء۔

جیمس تامسن: رک: تامسن۔

حسرتی نواب محمد مصطفٰے خان شیفتہ، و۔۔: ولادت، دہلی ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء، اشاعت تذکرہ گلشن
بے خار ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء، سفر حجاز، روانگی از دہلی ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ، واپسی بدہلی ۲۳ ذی الحجہ
۱۲۵۶ھ/۱۶ فروری ۱۸۴۱ء، وفات دہلی ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ/ جولائی ۱۸۶۹ء۔

خانجہان خان: رک: معتمد الدولہ۔

سراج الدین احمد، مولوی: وہ غالب کے خاص الخاص دوستوں میں تھے (عود صفحہ ۱۶۶)
عجب نہیں کہ کانپور کے باشندے ہوں (متفرقات صفحہ ۳۵ و صفحہ ۸) عبدالکریم میر منشی دفتر کدۂ فارسی
یا خلیل الدین خان یا دونوں سے رشتہ داری ہونی بھی دور از قیاس نہیں (متفرقات صفحہ ۱۸، ۲۴،
۲۶ خطوط صفحہ ۳۹۲) جس وقت غالب کلکتہ گئے ہیں، یہ اعیان دفتر کونسل سے تھے (خط ۲۲) اس کے بعد
ابھی تیاں زندہ ہی تھے کہ یہ زینت بخش پیش گاہ صدر عدالت ہو گئے تھے (خط ۳۲) جناب مہر کا یہ قول کہ
کاروبار کے سلسلے میں مقیم کلکتہ تھے (غالب صفحہ ۱۱۵) صحیح نہیں۔ گل رعنا کی ترتیب ان کی تحریک سے ہوئی اور
اسی کا ذکر اس کے دیباچے میں ہے۔ دیوان فارسی میں بھی انہیں یاد کیا ہے:

باسراج الدین احمد چارہ جز تسلیم نیست
ورنہ غالب می گزد ذوق غزل خوانی مرا

مقطع کی ابتدائی شکل ہے۔ دیوان مروجہ میں مصرع آخر میں کچھ تغیر کیا ہے۔ ان کے نام کے ۸ خط پنج
میں اور ۱۲ متفرقات میں ہیں۔ ان میں سے گیارہ دونوں میں مشترک ہیں۔ غالب نے اوائل ۱۸۵۹ء میں دستنبو
کا ایک نسخہ انہیں بھجوایا ہے اور ایک خط میں جو رمضان ۱۲۷۰ھ کے کچھ بعد کا لکھا ہوا ہے ان کے نام
کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ (عود صفحہ ۱۶۶)، "آثار غالب، صفحہ ۵۷۔

ان کے وطن کے بارے میں جناب قاضی عبدالودود صاحب نے محولہ بالا بیان کے حاشیے میں اشارا
کیا ہے "بعض خطوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ لکھنؤ مسکن تھا (پنج صفحہ ۶۲)"
مقابلے کے لئے 'باغ دودر' میں جوہر کے نام کے پہلے دو خط بھی دیکھیں جن میں مولانا سراج الدین
احمد اکبر آبادی کا ذکر ہے (باغ دودر صفحہ ۱۱۵، تحقیق نامہ صفحہ ۳-۸)

شیفتہ، رک: حسرتی۔

طلسمِ معنی

بزم

۲ : ۱ : ۵
۳ : ۲ : ۵
۸ : ۹ : ۲
۱۴ : ۱۸ : ۳
۱۸ : ۲۴ : ۲
۲۲ : ۳۰ : ۵
۲۳ : ۳۲ : ۳
۲۸ : ۳۹ : ۸
۴۱ : ۵۶ : ۲
۵۱ : ۷۲ : ۴
۵۶ : ۷۹ : ۹
۵۸ : ۸۲ : ۵
۶۷ : ۹۳ : ۷
۶۹ : ۹۵ : ۸
۷۳ : ۹۹ : ۶
۸۰ : ۱۰۹ : ۲
۸۰ : ۱۰۹ : ۴
۸۰ : ۱۰۹ : ۷
۸۲ : ۱۱۲ : ۴
۸۳ : ۱۱۴ : ۳
۸۶ : ۱۱۸ : ۴
۸۶ : ۱۱۸ : مقطع
۸۸ : ۱۲۱ : ۶
۹۲ : ۱۲۰ : ۴
۱۰۹ : ۱۵۱ : ۳
۱۰۹ : ۱۵۱ : ۲
۱۱۴ : ۱۵۷ : ۳

۱۱۹ : ۱۶۴ : ۴
۱۲۰ : ۱۶۵ : ۳
۱۲۰ : ۱۶۵ : ۸
۱۲۹ : ۱۷۷ : ۸
۱۳۰ : ۱۷۸ : ۹
۱۳۲ : ۱۷۹ : ۷
۱۳۸ : ۱۸۵ : ۵
۱۴۳ : ۱۹۰ : ۴
۱۴۵ : ۱۹۲ : ۲
۱۵۳ : ۲۰۱ : مطلع
۱۵۴ : ۲۰۳ : ۷
۱۶۳ : ۲۱۶ : ۳
۱۶۴ : ۲۱۷ : مقطع
۱۶۷ : ۲۲۱ : ۸
۱۷۳ : ۲۲۹ : ۵
۱۷۴ : ۲۳۱ : ۷
۱۸۲ : ۲۴۲ : ۲
۱۸۲ : ۲۴۲ : ۱۳
۱۸۷ : ۲۴۸ : مقطع
۱۸۹ : ۲۴۹ : ۳
۱۹۰ : ۲۵۱ : مقطع
۱۹۲ : ۲۵۴ : ۱۲
۲۲۸ : ۲۹۳ : ۶
۲۳۱ : ۲۹۹ : ۱۲
۲۳۱ : ۲۹۹ : ۱۴
۲۳۵ : ۳۰۴ : مقطع
۲۳۷ : ۳۰۷ : مطلع
۲۳۷ : ۳۰۷ : ۲
۲۴۵ : ۳۱۱ : ۲

حیرت

۱۵ : ۱۹ : مطلع
۱۷ : ۲۱ : ۴
۱۷ : ۲۳ : ۵
۱۸ : ۲۴ : ۳
۳۲ : ۴۴ : مطلع
۳۲ : ۵۸ : ۲
۶۸ : ۹۴ : ۲
۸۸ : ۱۲۱ : ۵
۱۶۲ : ۲۱۵ : مقطع
۱۷۸ : ۲۳۱ : مطلع
۱۹۰ : ۲۵۰ : ۲
۱۹۰ : ۲۵۰ : ۵
۱۹۵ : ۲۵۶ : مطلع
۱۹۵ : ۲۵۶ : ۸

دشنه

۳۶ : ۴۹ : ۹
۵۴ : ۷۷ : ۶
۷۹ : ۱۰۸ : ۶
۸۹ : ۱۲۳ : ۲
۹۳ : ۱۲۸ : ۷
۹۴ : ۱۲۹ : ۱۰
۱۰۸ : ۱۵۰ : ۷
۱۲۳ : ۱۶۸ : ۳
۱۳۷ : ۱۸۲ : ۵
۱۹۵ : ۲۵۶ : ۲
۲۲۶ : ۲۹۰ : مقطع

شوخ یشوخی

عشرت

غمزه

منتظر

ناز

۳۳ : ۴۵ : ۷
۳۵ : ۴۷ : ۱۲
۳۶ : ۴۹ : ۸
۳۸ : ۵۱ : ۹
۳۹ : ۵۴ : ۴
۴۰ : ۵۵ : مطلع
۴۱ : ۵۶ : ۷
۴۱ : ۵۷ : ۴
۴۱ : ۵۷ : ۵
۴۲ : ۵۸ : ۸
۴۲ : ۵۹ : ۴
۴۴ : ۶۱ : ۶
۴۵ : ۶۳ : ۲
۴۵ : ۶۳ : ۸
۵۰ : ۷۱ : ۲
۵۰ : ۷۱ : ۵
۵۰ : ۷۱ : ۱۰
۵۲ : ۷۳ : ۴
۵۲ : ۷۴ : ۲
۵۶ : ۷۹ : مقطع
۵۷ : ۸۱ : ۸
۶۱ : ۸۷ : ۶
۶۱ : ۸۸ : مقطع
۶۵ : ۹۱ : ۲
۶۷ : ۹۳ : ۲
۷۱ : ۹۷ : ۹
۷۴ : ۱۰۱ : ۳
۷۵ : ۱۰۲ : ۱۰
۷۶ : ۱۰۳ : ۴

۷۹ : ۱۰۷ : ۶
۸۰ : ۱۰۹ : مطلع
۸۱ : ۱۱۰ : ۵
۸۲ : ۱۱۲ : ۵
۸۲ : ۱۱۲ : ۶
۸۲ : ۱۱۳ : ۳
۸۳ : ۱۱۳ : ۸
۸۳ : ۱۱۴ : ۶
۸۳ : ۱۱۴ : ۸
۸۶ : ۱۱۸ : ۳
۸۸ : ۱۲۲ : مقطع
۹۰ : ۱۲۴ : ۷
۹۴ : ۱۲۹ : ۹
۹۴ : ۱۳۰ : ۶
۹۶ : ۱۳۲ : ۱۱
۹۶ : ۱۳۲ : مقطع
۹۷ : ۱۳۳ : ۹
۱۰۰ : ۱۳۸ : ۲
۱۰۰ : ۱۳۸ : ۷
۱۰۱ : ۱۳۹ : مقطع
۱۰۲ : ۱۴۱ : ۱۰
۱۰۵ : ۱۴۵ : ۴
۱۰۶ : ۱۴۶ : مقطع
۱۰۶ : ۱۴۷ : ۷
۱۰۸ : ۱۴۹ : ۹
۱۱۰ : ۱۵۲ : ۳
۱۱۳ : ۱۵۵ : ۸
۱۱۴ : ۱۵۶ : ۳
۱۱۹ : ۱۶۳ : ۶

۱۲۶ : ۱۷۲ : مطلع
۱۲۹ : ۱۷۶ : ۴
۱۲۹ : ۱۷۷ : ۳
۱۲۹ : ۱۷۷ : ۹
۱۲۹ : ۱۷۷ : ۱۰
۱۳۳ : ۱۸۰ : ۸
۱۳۸ : ۱۸۵ : ۶
۱۳۹ : ۱۸۶ : ۶
۱۴۰ : ۱۸۷ : ۷
۱۴۲ : ۱۸۹ : ۴
۱۴۵ : ۱۹۲ : ۷
۱۴۶ : ۱۹۳ : ۳
۱۵۵ : ۲۰۵ : ۱۰
۱۵۹ : ۲۱۱ : ۳
۱۶۵ : ۲۱۹ : مطلع
۱۶۵ : ۲۱۹ : ۹
۱۶۷ : ۲۲۱ : ۹
۱۶۷ : ۲۲۲ : ۸
۱۶۸ : ۲۲۳ : ۷
۱۶۹ : ۲۲۴ : ۸
۱۶۹ : ۲۲۴ : ۱۱
۱۶۹ : ۲۲۵ : ۵
۱۷۱ : ۲۲۷ : ۳
۱۷۳ : ۲۲۹ : ۲
۱۷۶ : ۲۳۳ : ۵
۱۷۶ : ۲۳۴ : ۷
۱۷۸ : ۲۳۶ : ۹
۱۷۹ : ۲۳۸ : مطلع
۱۷۹ : ۲۳۸ : مقطع

۱۸۰ : ۲۳۹ : ۷
۱۸۱ : ۲۴۰ : ۵
۱۸۱ : ۲۴۱ : ۵
۱۸۲ : ۲۴۲ : ۵
۱۸۲ : ۲۴۲ : ۱۵
۱۸۵ : ۲۴۴ : ۱۰
۱۸۹ : ۲۴۹ : ۲
۱۹۰ : ۲۵۰ : ۶
۱۹۲ : ۲۵۳ : ۸
۱۹۵ : ۲۵۷ : ۷
۱۹۵ : ۲۵۷ : مقطع
۱۹۶ : ۲۵۸ : ۴
۱۹۹ : ۲۶۲ : ۹
۱۹۹ : ۲۶۳ : ۲
۲۰۰ : ۲۶۴ : ۷
۲۰۳ : ۲۶۸ : ۶
۲۰۷ : ۲۷۵ : ۶
۲۰۷ : ۲۷۵ : ۱۲
۲۱۹ : ۲۸۱ : ۳
۲۱۹ : ۲۸۱ : ۳
۲۲۲ : ۲۸۵ : ۲
۲۲۶ : ۲۹۰ : مطلع
۲۲۶ : ۲۹۲ : ۸
۲۳۰ : ۲۹۷ : ۶
۲۳۳ : ۳۰۰ : ۲
۲۳۵ : ۳۰۳ : ۵
۲۳۶ : ۳۰۶ : ۶
۲۳۹ : ۳۰۹ : ۱۱
۲۴۶ : ۳۱۳ : ۴

۲۵۰ : ۳۱۹ : ۵
۲۵۱ : ۳۲۱ : ۵
۲۵۲ : ۳۲۲ : ۹
۲۵۳ : ۳۲۳ : مطلع
۲۵۷ : ۳۲۶ : ۱۳
۲۵۷ : ۳۲۷ : ۵
۲۵۸ : ۳۲۸ : ۷
۲۶۵ : فردات : ۱

وقا

۳ : ۳ : ۲
۱۳ : ۱۷ : ۵
۱۷ : ۲۲ : مطلع
۲۲ : ۳۰ : ۹
۲۵ : ۳۴ : مقطع
۳۲ : ۴۳ : ۷
۳۵ : ۴۷ : ۵
۳۸ : ۵۲ : ۴
۳۸ : ۵۲ : ۷
۳۹ : ۵۳ : ۵
۴۲ : ۵۸ : ۷
۴۴ : ۶۱ : ۶
۴۶ : ۶۲ : ۳
۵۲ : ۷۴ : ۳
۵۸ : ۸۲ : ۴
۵۸ : ۸۳ : ۱۰
۶۲ : ۸۹ : ۹
۷۳ : ۹۹ : ۹
۷۴ : ۱۰۰ : مطلع

۷۴ : ۱۰۰ : ۳
۷۴ : ۱۰۱ : ۴
۸۰ : ۱۰۹ : ۸
۸۲ : ۱۱۳ : ۹
۸۸ : ۱۲۲ : ۸
۹۲ : ۱۲۷ : ۲
۹۴ : ۱۲۹ : ۴
۹۴ : ۱۳۰ : مطلع
۹۵ : ۱۳۱ : ۵
۱۰۳ : ۱۴۲ : ۴
۱۰۸ : ۱۴۹ : مطلع
۱۲۷ : ۱۷۳ : ۸
۱۳۲ : ۱۷۹ : ۴
۱۳۳ : ۱۸۰ : مقطع
۱۳۴ : ۱۸۱ : مطلع
۱۳۵ : ۱۸۲ : ۶
۱۴۲ : ۱۸۹ : ۱۴
۱۴۳ : ۱۹۰ : ۶
۱۵۶ : ۲۰۶ : ۸
۱۵۷ : ۲۰۷ : ۷
۱۶۵ : ۲۱۹ : ۲
۱۷۴ : ۲۳۱ : ۵
۱۷۴ : ۲۳۱ : ۸
۱۸۰ : ۲۳۹ : ۸
۱۸۵ : ۲۴۴ : ۴ ۳
۱۸۵ : ۲۴۴ : ۵
۱۸۷ : ۲۴۷ : [illegible]
۱۹۳ : ۲۵۵ : ۱
۱۹۷ : ۲۵۶ : ۳

۱۹۸ : ۲۷۱ : ۵
۱۹۹ : ۲۷۲ : مطلع
۱۹۹ : ۲۷۲ : ۲
۱۹۹ : ۲۷۳ : ۷
۲۰۱ : ۲۷۶ : ۷
۲۱۲ : ۲۷۷ : ۵
۲۱۳ : ۲۷۸ : ۷
۲۱۴ : ۲۷۹ : ۶
۲۲۳ : ۲۸۷ : ۹
۲۳۱ : ۲۹۸ : ۶
۲۴۷ : ۳۱۵ : مطلع
۲۵۲ : ۳۲۲ : ۷

رحمت

۹ : ۱۱ : ۹
۲۷ : ۳۸ : ۷
۶۵ : ۹۱ : ۱۰
۷۲ : ۹۸ : ۷
۷۵ : ۱۰۲ : ۷
۱۰۳ : ۱۴۲ : ۶

۱۱۹ : ۱۶۳ : ۴
۱۸۶ : ۲۴۷ : ۴
۲۵۱ : ۳۲۰ : مقطع

ہنگامہ

۲ : ۱ : مطلع
۳ : ۳ : ۵
۱۱ : ۱۳ : ۳
۱۲ : ۱۵ : مطلع
۲۸ : ۳۹ : ۱۱
۳۵ : ۴۷ : ۸
۴۴ : ۶۲ : ۸
۴۵ : ۶۳ : ۳
۴۶ : ۶۵ : ۴
۴۶ : ۶۵ : ۸
۵۵ : ۷۸ : ۷
۵۶ : ۸۰ : ۶
۶۱ : ۸۷ : ۵
۶۹ : ۹۵ : ۸
۷۵ : ۱۰۲ : ۹

۸۶ : ۱۱۹ : ۴
۸۶ : ۱۱۹ : ۵
۸۸ : ۱۲۲ : ۵
۱۱۴ : ۱۵۶ : ۹
۱۱۶ : ۱۵۹ : ۴
۱۲۷ : ۱۷۴ : ۳
۱۲۷ : ۱۷۲ : ۵
۱۲۹ : ۱۷۶ : ۱۱
۱۵۳ : ۲۰۱ : ۴
۱۸۱ : ۲۴۱ : مقطع
۱۸۷ : ۲۴۸ : ۳
۲۰۳ : ۲۶۸ : ۹
۲۰۳ : ۲۶۹ : ۷
۲۰۴ : ۲۷۱ : ۶
۲۳۰ : ۲۹۷ : ۶
۲۳۱ : ۲۹۹ : ۲
۲۳۴ : ۳۰۲ : مطلع
۲۳۵ : ۳۰۳ : ۶
۲۳۶ : ۳۰۶ : ۴
۲۴۵ : ۳۱۱ : ۷

غالب کا عالم خیال

شاعر

۳ : ۲ : مقطع
۳ : ۳ : مطلع
۴ : ۴ : ۴
۴ : ۴ : ۶
۴ : ۴ : ۷
۴ : ۴ : ۸
۴ : ۳ : ۹
۴ : ۴ : ۱۰
۴ : ۴ : مقطع
۵ : ۵ : ۳
۵ : ۵ : ۴
۵ : ۵ : ۵
۵ : ۵ : ۶
۵ : ۵ : ۷
۵ : ۵ : ۸
۵ : ۵ : ۹
۵ : ۵ : ۱۰
۵ : ۵ : ۱۱
۵ : ۵ : مقطع
۶ : ۶ : ۲
۶ : ۶ : ۱۰
۷ : ۷ : ۴
۷ : ۷ : ۵
۷ : ۷ : ۱۲
۷ : ۷ : مقطع
۷ : ۸ : ۵
۷ : ۹ : ۸

۸ : ۱۰ : ۴
۸ : ۱۰ : ۸
۸ : ۱۰ : ۹
۸ : ۱۰ : مقطع
۹ : ۱۱ : مطلع
۹ : ۱۱ : ۶
۹ : ۱۱ : ۹
۹ : ۱۱ : مقطع
۱۰ : ۱۲ : ۲
۱۰ : ۱۲ : ۳
۱۰ : ۱۲ : ۴
۱۰ : ۱۲ : ۶
۱۰ : ۱۲ : ۸
۱۰ : ۱۲ : ۹
۱۰ : ۱۲ : ۱۰
۱۰ : ۱۲ : ۱۱
۱۱ : ۱۳ : مطلع
۱۱ : ۱۳ : ۸
۱۱ : ۱۴ : ۵
۱۱ : ۱۴ : مقطع
۱۲ : ۱۵ : مطلع
۱۲ : ۱۵ : ۴
۱۲ : ۱۵ : ۵
۱۲ : ۱۵ : ۶
۱۲ : ۱۵ : مقطع
۱۳ : ۱۶ : مطلع
۱۳ : ۱۶ : ۴
۱۳ : ۱۶ : ۵
۱۳ : ۱۶ : ۶

۱۳ : ۱۶ : ۷
۱۳ : ۱۶ : ۸
۱۳ : ۱۶ : ۱۱
۱۳ : ۱۶ : مقطع
۱۳ : ۱۷ : ۸
۱۴ : ۱۸ : ۲
۱۴ : ۱۸ : ۴
۱۴ : ۱۸ : ۶
۱۴ : ۱۸ : ۷
۱۴ : ۱۸ : مقطع
۱۵ : ۱۹ : مطلع
۱۵ : ۱۹ : ۲
۱۵ : ۱۹ : ۳
۱۵ : ۱۹ : ۵
۱۵ : ۱۹ : ۶
۱۵ : ۱۹ : ۷
۱۵ : ۱۹ : ۸
۱۵ : ۱۹ : ۹
۱۵ : ۱۹ : مقطع
۱۵ : ۲۰ : مطلع
۱۵ : ۲۰ : ۸
۱۵ : ۲۰ : مقطع
۱۶ : ۲۱ : مطلع
۱۶ : ۲۱ : ۳
۱۷ : ۲۲ : ۳
۱۷ : ۲۲ : ۵
۱۷ : ۲۳ : ۷
۱۸ : ۲۴ : مقطع
۱۹ : ۲۵ : مقطع

۱۹ : ۲۶ : ۱۰
۱۹ : ۲۶ : ۱۲
۱۹ : ۲۶ : مقطع
۲۰ : ۲۷ : ۲
۲۰ : ۲۷ : ۳
۲۰ : ۲۷ : ۴
۲۰ : ۲۷ : ۶
۲۰ : ۲۷ : ۷
۲۰ : ۲۷ : ۸
۲۰ : ۲۷ : مقطع
۲۱ : ۲۸ : ۷
۲۱ : ۲۸ : ۸
۲۱ : ۲۸ : مقطع
۲۱ : ۲۹ : مطلع
۲۱ : ۲۹ : ۳
۲۱ : ۲۹ : ۴
۲۱ : ۲۹ : ۵
۲۱ : ۲۹ : ۶
۲۱ : ۲۹ : مقطع
۲۲ : ۳۰ : ۴
۲۲ : ۳۰ : مقطع
۲۲ : ۳۱ : ۷
۲۳ : ۳۲ : ۴
۲۳ : ۳۲ : ۶
۲۳ : ۳۲ : مقطع
۲۴ : ۳۳ : مطلع
۲۴ : ۳۳ : مقطع
۲۵ : ۳۴ : ۲
۲۵ : ۳۴ : ۵
۲۵ : ۳۴ : مقطع
۲۵ : ۳۵ : مطلع
۲۵ : ۳۵ : ۶
۲۵ : ۳۵ : مقطع
۲۶ : ۳۶ : ۳
۲۶ : ۳۶ : ۱۲
۲۶ : ۳۶ : مقطع
۲۶ : ۳۷ : مقطع
۲۷ : ۳۸ : ۲
۲۷ : ۳۸ : ۶
۲۷ : ۳۸ : ۷
۲۷ : ۳۸ : مقطع
۲۸ : ۳۹ : ۷
۲۸ : ۳۹ : ۱۰
۲۹ : ۴۰ : ۸
۲۹ : ۴۰ : مقطع
۲۹ : ۴۱ : ۲
۲۹ : ۴۱ : ۵
۲۹ : ۴۱ : مقطع
۳۱ : ۴۲ : مقطع

حریم دوست

۲ : ۱ : ۲
۲ : ۱ : ۳
۳ : ۲ : ۷
۳ : ۲ : ۸
۳ : ۳ : ۴
۳ : ۳ : ۶
۳ : ۳ : ۷
۳۳ : ۳ : ۱۱
۳ : ۳ : ۱۱
۳ : ۳ : ۱۳
۳ : ۳ : ۱۴
۳ : ۳ : ۱۵
۴ : ۴ : مطلع
۴ : ۴ : ۲
۴ : ۴ : ۳
۵ : ۵ : مطلع
۵ : ۵ : ۱۱
۶ : ۶ : ۴
۶ : ۶ : ۱۲
۶ : ۶ : ۱۴
۷ : ۷ : مطلع
۷ : ۷ : ۳
۷ : ۷ : ۶
۷ : ۷ : ۱۱
۷ : ۸ : مطلع
۷ : ۸ : ۲
۷ : ۸ : ۳
۷ : ۸ : ۴
۷ : ۸ : ۶
۸ : ۹ : مطلع
۸ : ۹ : ۳
۸ : ۹ : ۴
۸ : ۹ : ۵
۸ : ۹ : ۶
۸ : ۹ : ۷
۸ : ۱۰ : ۲

۸ : ۱۰ : ۵
۹ : ۱۱ : ۳
۹ : ۱۱ : ۶
۹ : ۱۱ : ۸
۱۰ : ۱۲ : ۷
۱۱ : ۱۳ : ۶
۱۱ : ۱۴ : ۸
۱۲ : ۱۵ : ۶
۱۲ : ۱۵ : ۷
۱۳ : ۱۶ : ۲
۱۳ : ۱۶ : ۱۰
۱۳ : ۱۷ : مطلع
۱۳ : ۱۷ : ۲
۱۳ : ۱۷ : ۳
۱۳ : ۱۷ : ۴
۱۳ : ۱۷ : ۵
۱۳ : ۱۷ : ۶
۱۳ : ۱۷ : ۷
۱۳ : ۱۷ : ۸
۱۳ : ۱۷ : ۹
۱۴ : ۱۸ : مطلع
۱۴ : ۱۸ : ۵
۱۷ : ۲۲ : مقطع
۱۷ : ۲۳ : ۴
۱۷ : ۲۳ : ۴
۱۹ : ۲۵ : مطلع
۱۹ : ۲۵ : ۶
۱۹ : ۲۶ : ۳
۱۹ : ۲۶ : ۷

۱۹ : ۲۶ : ۹
۱۹ : ۲۶ : ۱۲
۲۰ : ۲۷ : ۵
۲۱ : ۲۸ : ۲
۲۱ : ۲۸ : ۳
۲۱ : ۲۸ : ۵
۲۱ : ۲۸ : ۹
۲۱ : ۲۹ : ۵
۲۲ : ۳۰ : مطلع
۲۲ : ۳۰ : ۲
۲۲ : ۳۱ : مطلع
۲۲ : ۳۱ : ۵
۲۲ : ۳۱ : ۶
۲۲ : ۳۱ : ۸
۲۲ : ۳۱ : ۹
۲۲ : ۳۱ : مقطع
۲۳ : ۳۲ : ۷
۲۳ : ۳۲ : ۹
۲۳ : ۳۲ : ۱۱
۲۴ : ۳۳ : مطلع
۲۴ : ۳۳ : ۴
۲۵ : ۳۴ : ۵
۲۵ : ۳۴ : ۷
۲۵ : ۳۵ : ۲
۲۵ : ۳۵ : ۳
۲۵ : ۳۵ : ۸
۲۵ : ۳۵ : ۹
۲۵ : ۳۵ : ۱۱
۲۶ : ۳۶ : مطلع

۲۶ : ۳۶ : ۳
۲۶ : ۳۶ : ۴
۲۶ : ۳۶ : ۷
۲۶ : ۳۶ : ۸
۲۶ : ۳۶ : ۹
۲۷ : ۳۷ : ۴
۲۷ : ۳۸ : ۹
۲۸ : ۳۹ : مطلع
۲۸ : ۳۹ : ۲
۲۸ : ۳۹ : ۳
۲۸ : ۳۹ : ۴
۲۸ : ۳۹ : ۵
۲۸ : ۳۹ : ۶
۲۸ : ۳۹ : ۷
۲۸ : ۳۹ : ۹
۲۸ : ۳۹ : مقطع
۲۹ : ۴۰ : مطلع
۲۹ : ۴۰ : ۵
۲۹ : ۴۰ : ۶
۲۹ : ۴۱ : مطلع
۲۹ : ۴۱ : ۳
۲۹ : ۴۱ : ۵
۳۱ : ۴۲ : ۳
۳۱ : ۴۲ : ۵
۳۱ : ۴۲ : ۶
۳۱ : ۴۲ : ۷

گورستان

۳ : ۲ : مقطع

۳ : ۳ : ۱۲
۶ : ۷ : ۹
۸ : ۹ : مطلع
۱۰ : ۱۲ : ۹
۱۶ : ۲۱ : ۸
۲۱ : ۲۸ : ۶
۲۳ : ۳۲ : ۵
۲۵ : ۳۵ : ۱۲
۲۶ : ۳۶ : ۷
۲۹ : ۴۱ : ۴

خواجہ

۳ : ۲ : ۴
۳ : ۲ : ۵

تہیدست

۳ : ۲ : مطلع
۳ : ۲ : ۳
۱۱ : ۱۴ : مقطع

خدا

۲ : غزل ۱
۳ : ۲ : مطلع
۳ : ۲ : ۲
۳ : غزل ۲
۱۱ : ۱۴ : ۶
۲۵ : ۳۵ : مقطع
۲۹ : ۴۰ : ۷

میکدہ

۲ : ۱ : ۱۰
۳ : ۲ : ۸
۳ : ۲ : ۹
۳ : ۳ : ۷
۶ : ۶ : ۶
۶ : ۶ : ۹
۷ : ۸ : مقطع
۱۰ : ۱۲ : ۱۱
۱۳ : ۱۷ : ۱۰
۱۴ : ۱۸ : ۸
۱۶ : ۲۱ : ۲
۱۶ : ۲۱ : ۸
۱۹ : ۲۵ : ۸
۱۹ : ۲۶ : ۲
۲۰ : ۲۷ : مطلع
۲۰ : ۲۷ : ۵
۲۱ : ۲۸ : مطلع
۲۱ : ۲۸ : ۵
۲۱ : ۲۸ : مقطع
۲۲ : ۳۱ : ۸
۲۲ : ۳۱ : ۹
۲۲ : ۳۱ : مقطع
۲۳ : ۳۲ : ۳
۲۳ : ۳۲ : ۱۰
۲۴ : ۳۳ : ۳
۲۵ : ۳۴ : مطلع
۲۵ : ۳۵ : ۸

۲۶ : ۳۶ : ۳
۲۶ : ۳۶ : ۱۰
۲۷ : ۳۷ : ۵
۲۷ : ۳۸ : ۳
۲۷ : ۳۸ : ۴

صحرا

۲ : ۱ : ۷
۲ : ۱ : ۹
۶ : ۶ : ۸
۸ : ۹ : مقطع
۸ : ۱۰ : ۳
۱۵ : ۲۰ : ۲
۱۶ : ۲۱ : مقطع
۱۸ : ۲۴ : ۱۱
۲۰ : ۲۷ : ۳
۲۱ : ۲۹ : ۲
۲۲ : ۳۰ : ۸
۲۳ : ۳۲ : ۱۳
۲۵ : ۳۴ : ۳
۲۸ : ۳۹ : ۹

کوہ و بیابان

۲ : ۱ : ۸
۳ : ۲ : ۹
۵ : ۵ : ۲
۶ : ۶ : ۱۳
۸ : ۹ : ۹
۸ : ۱۰ : مطلع

۱۰ : ۱۲ : ۷
۱۰ : ۱۲ : ۱۰
۱۲ : ۱۵ : ۸
۱۲ : ۱۵ : ۹
۱۵ : ۲۰ : ۷
۱۶ : ۲۱ : ۹
۱۶ : ۲۱ : ۱۰
۱۸ : ۲۴ : ۶
۱۹ : ۲۵ : ۲
۱۹ : ۲۵ : ۳
۱۹ : ۲۵ : ۴
۱۹ : ۲۵ : ۹
۱۹ : ۲۶ : ۵
۲۲ : ۳۰ : ۵
۲۳ : ۳۲ : ۱۶
۲۴ : ۳۳ : ۸
۲۴ : ۳۳ : ۹
۲۶ : ۳۶ : ۵
۲۷ : ۳۸ : مقطع
۲۹ : ۴۱ : ۷

شاہراہ

۲ : ۱ : ۶
۸ : ۱۰ : ۳
۱۷ : ۲۱ : ۴
۱۷ : ۲۲ : مقطع
۱۷ : ۲۳ : ۸
۱۸ : ۲۴ : ۸
۱۹ : ۲۶ : ۸

۲۹ : ۴۰ : ۲
۲۹ : ۴۰ : ۳
۲۹ : ۴۰ : ۴
۲۹ : ۴۰ : ۶

عرش، افلاک و سیارگان

۲ : ۱ : ۹
۳ : ۲ : ۲
۱۱ : ۱۳ : ۴
۱۵ : ۲۰ : ۳
۱۶ : ۲۱ : ۱۱
۱۷ : ۲۲ : ۶
۲۲ : ۳۱ : ۲
۲۲ : ۳۱ : ۷
۲۵ : ۳۴ : ۲
۲۵ : ۳۴ : ۳
۲۵ : ۳۴ : ۶
۲۶ : ۳۶ : ۱۲

بازار

۲ : ۱ : مطلع
۳ : ۳ : ۵
۷ : ۷ : ۸
۱۵ : ۲۰ : ۲
۱۸ : ۲۴ : ۷
۱۹ : ۲۶ : ۱۰
۱۹ : ۲۶ : ۱۱
۲۰ : ۲۷ : مقطع
۲۴ : ۳۳ : ۶

۲۸ : ۳۹ : ۱۱
۲۹ : ۴۱ : ۳
۲۹ : ۴۱ : ۹

آئینہ

۳ : ۳ : ۱۰
۴ : ۴ : ۵
۵ : ۵ : ۶
۷ : ۸ : مطلع
۷ : ۸ : ۳
۱۰ : ۱۲ : مطلع
۱۰ : ۱۲ : مقطع
۱۲ : ۱۵ : ۱۰
۱۸ : ۲۴ : ۳
۲۱ : ۲۸ : ۲
۲۳ : ۳۲ : ۸
۲۶ : ۳۶ : ۸
۲۷ : ۳۷ : ۶
۳۱ : ۴۲ : ۲
۳۱ : ۴۲ : ۴
۳۱ : ۴۲ : ۸

آتش

۳ : ۲ : ۳
۴ : ۴ : ۷
۶ : ۶ : ۳
۷ : ۷ : ۱۱
۷ : ۷ : مقطع
۹ : ۱۱ : ۳

۱۱ : ۱۳ : ۸
۱۲ : ۱۵ : ۹
۱۴ : ۱۸ : ۳
۱۶ : ۲۱ : ۶
۲۱ : ۲۹ : ۴
۲۲ : ۳۰ : ۲
۲۳ : ۳۲ : ۱۴
۲۴ : ۳۳ : ۵
۲۵ : ۳۵ : ۴
۲۶ : ۳۶ : ۱۲
۲۷ : ۳۷ : ۲
۲۷ : ۳۷ : ۳
۲۷ : ۳۷ : ۸
۲۹ : ۴۱ : ۳

باغ - (بہار)

۲ : ۱ : مقطع
۳ : ۲ : مقطع
۳ : ۳ : ۳
۶ : ۶ : ۸
۱۰ : ۱۲ : ۳
۱۱ : ۱۳ : ۲
۱۳ : ۱۶ : ۳
۱۳ : ۱۷ : ۴
۱۴ : ۱۸ : ۲
۱۶ : ۲۱ : ۵
۱۶ : ۲۱ : ۶
۱۶ : ۲۱ : ۷
۱۷ : ۲۲ : ۷

۱۹ : ۲۵ : ۵
۱۹ : ۲۲ : ۴
۲۰ : ۲۷ : ۷
۲۱ : ۲۸ : ۳
۲۱ : ۲۹ : ۴
۲۱ : ۲۹ : ۵
۲۱ : ۲۹ : ۶
۲۳ : ۳۲ : ۱۱
۲۳ : ۳۲ : ۱۲
۲۸ : ۳۹ : مطلع
۲۸ : ۳۹ : ۲
۲۹ : ۴۱ : ۸

باغ - (خزاں)

۳ : ۳ : ۳
۱۷ : ۲۲ : ۷
۲۷ : ۳۸ : ۳

بزم

۳ : ۱ : ۵
۲ : ۱ : ۶
۳ : ۲ : ۴
۳ : ۲ : ۵
۳ : ۲ : مقطع
۶ : ۶ : ۳
۶ : ۶ : ۱۰
۸ : ۹ : ۲
۱۱ : ۱۳ : ۳
۱۲ : ۱۵ : مطلع

۱۳ : ۱۷ : مقطع
۱۴ : ۱۸ : ۳
۱۵ : ۱۹ : ۴
۱۵ : ۲۰ : ۳
۱۸ : ۲۴ : ۲
۲۲ : ۳۰ : ۵
۲۳ : ۳۲ : ۳
۲۴ : ۳۳ : ۷
۲۶ : ۳۶ : ۱۰
۲۸ : ۳۹ : ۸

خانقاہ

۱۰ : ۱۲ : ۱۲
۱۳ : ۱۷ : ۱۰
۲۳ : ۳۲ : ۱۶

دربار

۳ : ۲ : ۳
۲۷ : ۳۷ : مطلع

دیر

۳ : ۳ : مطلع
۱۱ : ۱۴ : ۳

بہشت

۲ : ۱ : مقطع
۳ : ۲ : ۶
۳ : ۳ : ۳
۷ : ۷ : ۱۰

۹ : ۱۱ : ۴۰
۱۴ : ۱۸ : ۸
۱۸ : ۲۴ : ۹
۲۳ : ۳۲ : ۱۰
۲۵ : ۳۴ : مطلع
۲۵ : ۳۴ : ۴

شب

۳ : ۳ : ۸
۷ : ۸ : ۶
۷ : ۸ : مقطع
۱۱ : ۱۳ : مطلع
۱۳ : ۱۶ : ۹
۱۸ : ۲۴ : ۴
۲۰ : ۲۷ : ۶
۲۲ : ۳۱ : ۳
۲۳ : ۳۲ : ۱۵
۳۱ : ۴۲ : ۸

روز

۳ : ۲ : مقطع
۱۳ : ۱۶ : ۹

۲۷ : ۳۷ : ۳
۳۱ : ۴۲ : ۸

مسجد (واعظ، منبر، شیخ، زاہد)

۳ : ۳ : ۸
۱۱ : ۱۴ : ۹
۱۲ : ۱۵ : ۱۱
۱۵ : ۲۰ : ۵
۱۸ : ۲۴ : ۴
۱۹ : ۲۵ : ۷
۲۵ : ۳۴ : ۸
۲۹ : ۴۰ : ۵

مدرسہ

۲۷ : ۳۷ : ۸

سمندر (بحر، دریا)

۱۵ : ۱۹ : ۹
۱۹ : ۲۶ : ۶
۲۳ : ۲۳ : مطلع
۲۶ : ۳۶ : ۶
۲۷ : ۳۷ : ۷

زندان

۱۲ : ۱۵ : ۸
۱۷ : ۲۳ : ۶
۱۷ : ۲۳ : مقطع
۱۸ : ۲۴ : مطلع

دوزخ

۳ : ۲ : ۶
۳ : ۳ : مقطع
۹ : ۱۱ : ۴
۱۹ : ۲۶ : مطلع
۲۵ : ۳۴ : ۴

زمانہ و روزگار

۱۱ : ۱۴ : ۸
۱۷ : ۲۲ : مطلع
۱۷ : ۲۲ : ۴
۲۰ : ۲۷ : ۶
۲۲ : ۳۰ : ۳
۲۳ : ۳۲ : مقطع
۲۶ : ۳۶ : ۷
۳۱ : ۴۲ : ۹

رفعِ اعتراض

انیسویں صدی میں غالب کی فارسی غزل پر قاطعِ برہان کے ہنگامے میں مخالف حضرات کی طرف سے
صرف ایک ہی اعتراض ملتا ہے، جو مرزا رحیم بیگ کا بنایا میرٹھی نے کیا۔ یہ اعتراض "ساطعِ برہان" میں ص ۱۲۷ پر
"تظلمات" اور "دارنی" کی بحث کے ضمن میں آیا ہے:

"جناب خود بر سین پاسخ کہ معلوم است فتح دادہ شستند کہ درین بیت بروی مفتوح پاسخ
را بقافیہ "مسلخ" و "مسلخ" نگاشتند۔

غزل:
با تو شدیم چنین پیام گزارہ!!
چہ شکیم باز زنش پاسخ!

وبلفظ سین چند جا در خمسۂ نظامی آمدہ۔

ابیات:
حدیثِ این عروس دشاو فرخ!!
کہ اہلِ بزم راچون داد پاسخ!!

نہاد از شرمناکی دست بر رخ
ستایش کرد و دادش باز پاسخ

اس اعتراض کا کوئی جواب نہ غالب نے دیا، نہ غالب کی طرف سے دیا گیا۔ "نامۂ غالب" میں بھی اس
کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔

غالب کا زیرِ بحث شعر اس مطلع کی غزل میں ہے:

تا بشوید نہادِ ما ز دو سخ
گشت گرمابہ ساز از دوزخ

لفظ پاسخ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ مرکب ہے "پاد" اور "سخ" سے۔ "پاد" کے معنی ہیں ضد، مخالف اور
توڑ۔ یہ پہلا جزو پادزہر میں موجود ہے یعنی ضدِ زہر بمعنی تریاق۔ دوسرا جزو "سخن" کے معنی میں ہے اور سخن کے ساتھ
متحد الاصل ہے۔ لفظ سخن کی ملفوظی صورتیں تین ہیں: سخن بفتحتین، سخن بضمِ اول و فتحِ ثانی اور سخن بضمتین۔
اسی لفظ کی قدیم تر صورت جو متقدمین کے کلام میں خاص طور پر چوتھی اور پانچویں صدی ہجری
میں ملتی ہے "سخون" ہے، بفتحِ اول۔ پاسخ کا تلفظ بفتحِ سین نزدیک غیر متوقع نہیں بلکہ اس کے
شواہد و اسناد بھی مل جائیں گے۔ یہاں سند پیش کرتے ہوئے ہمیں یہ التزام ملحوظ ہے کہ غالب کے کسی ایرانی
معاصر یا قریب العصر شاعر کے ہاں سے اس تلفظ کی مثال صحیح فارسی کلام میں پیش کریں تاکہ یہ سوال

بھی نکتہ غور طلب ہے کہ 'پاسخ' صحیح سہی، غالب کے عہد میں متروک ہوچکا ہوگا یا فصیح کلام میں اس کا استعمال نہ ہوتا ہوگا
'پاسخ' کا تلفظ جو غالب نے قافیے میں استعمال کیا، ادیب الممالک فراہانی قائم مقامی (ولادت ۱۸۶۰ء، وفات ۱۹۱۷ء)
کے ہاں ملتا ہے، جنھیں ایران کے مشہور محقق اور ادیب وحید دستگردی نے "بزرگ ترین استاد سخنِ عراقی
در قرن اخیر" کہا ہے۔

ادیب الممالک نے اپنی ایک طویل نظم 'در ستایش فرہنگ پارسی' کے بند ہشتم میں، جس کی فنی ہیئت قصیدے کی ہے پاسخ بفتحِ سین استعمال کیا ہے وہ بھی مطلع میں:-

ای آنکہ گفتارِ ترا ہر پرسش و ہروان پاسخ بود!
وز آتشِ عشقت دلم تابندہ چون دوزخ بود!

اس قصیدے کے دو شعر یہ ہیں، دوسرے شعر میں پھر یہی قافیہ آتا ہے:

وستا خہا گستاخہا دونان _ دشمان ماخہا
خوامیگران ضیاخہا ہم پختہ گر مطبخ بود!

زنبور مخ ولیشہ بق وت پوستین وخزی عرق؛
دیگر جواب دیادہ رتق این ہر دو را پاسخ بود

(دیوان کامل ادیب الممالک، تہران، ۱۳۱۲ھ ش
ص: ۷۲۵-۷۲۶

ایک تضمینی مقطع

غالب کے اس مقطع میں: غالب کہ بہ است از غزلم مصرعِ استاد
بادام صفایِ گلِ بادام ندارد

استاد سے مراد گیارھویں صدی ہجری کا ایک شاعر صامت اصفہانی ہے جس کا یہ شعر بہت مشہور رہا ہے:

مارا نگہِ چشم تو از چشم تو خوشتر
بادام صفایِ گلِ بادام ندارد

ماخذ

آتشکدہ، آذر، حسن سادات ناصری، تہران، ۱۳۳۶ھ ش۔

ادیب الممالک فراہانی، دیوانِ کامل ـــ، وحید دستگردی، تہران ۱۳۱۲ھ ش۔

ارمغانِ آصفی جلد ۱، تالیف محمد عبدالغنی، مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۴م

ارمغانِ آصفی جلد ۸، تصحیح عبدالمجید خاں، مطبوعہ آگرہ ۱۳۲۶ھ

ارمغانِ پاک، شیخ محمد اکرام، چاپ سوم، تہران، ۱۳۴۳ھ ش

امیر خسرو، دیوانِ کامل، پ ـ 31 ـ ۱۱ AP ۲، دیوانِ نہایۃ الکمال، مرتبہ سید یسین علی نظامی دہلوی، مطبع قیصریہ دہلی ۱۳۳۲ھ

انشاء، کلام ـــ، مرزا محمد عسکری و محمد رفیع، الہ آباد ۱۹۵۲م

انوری، دیوان ـــ، سعید نفیسی، تہران، ۱۳۳۷ھ ش۔ کلیات نظم انوری، نولکشور، کانپور، ۱۸۹۷م

انیس العاشقین، رتن سنگھ زخمی، پ ـــ I 23

باغِ دو در، مرتبہ وزیر الحسن عابدی، لاہور ۱۹۶۸م

باقر، دیوان مرزا ـــ اصفہانی، پ آذر ـــ ۱۵۱۲

بیاض ـــ مطالع اساتذہ، پ ـــ 3 ـــ KP ۲ VII

بیدل، دیوان ـــ، پ ـــ 70 ـــ AF ۲ VI

تاریخ احوال، تالیف حزین اصفہانی، کلیات حزین، نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ

تحفۂ سامی، سام میرزا، پٹنہ ہند، ۱۹۳۴م

تذکرۂ طاہر نصر آبادی، تہران، ۱۳۱۷ھ ش

جامی، دیوان ـــ پژمان، تہران

جلال اسیر، دیوان ـــ، نولکشور لکھنؤ ۱۸۸۰م

جویا، کلیات ـــ تبریزی، محمد باقر، لاہور ۱۹۵۹م

حافظ، دیوان ـــ تصحیح علامہ قزوینی، تہران ۱۳۲۰ھ ش

حزین، کلیات نسخ علی، نولکشور، لکھنؤ ۱۲۹۳ھ

حسن سنجری، دیوان ـــ دکنی، حیدرآباد دکن ۱۳۵۲ھ

حیران قمی ہمدانی، دیوان ـــ پ ـ 31 VI ۲ P

خریطۂ جواہر، تتمۂ دیوانِ مظہر جانِ جاناں، مطبع مصطفائی کانپور، ۱۲۷۱ھ

خزانۂ عامرہ، آزاد بلگرامی، نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۰۰ء

خطوطِ غالب، مرتبہ جناب غلام رسول مہر، طبع دوم، لاہور۔

خواجو، دیوانِ اشعار ـــــ کرمانی، حضریات، تصحیح احمد سہیلی خوانساری، چاپ تہران

خیر البیان، تذکرہ ـــــ، روٹو گراف

دیوانِ اکبری، مطبع کوہ نور، لاہور، ۱۳۰۹ھ

رومی، دیوانِ کبیر شمس تبریز، علامہ بدیع الزمان فروزانفر، تہران، نولکشور، لکھنؤ

ریاض العارفین، رضا قلی ہدایت، تہران، ۔۔۔۔

زخمی، دیوان، رتن سنگھ، پ ـــــ ۳۱۵۳/۱۴۷ (شیرانی)

ساطع برہان، رحیم، دہلی، ۱۲۸۴ھ

سالک قزوینی، دیوان ـــــ، پ ـــــ، Acc- 3087

سروِ آزاد، آزاد بلگرامی، تصحیح عبداللہ خان و مولوی عبدالحق، آگرہ ۱۹۱۳ء

سرور کشمیری، دیوان لچھمن رام ـــــ، پ ـــــ KPIVI-34

سعدی، کلیات ـــــ، بمبئی ۱۳۳۰ھ

سیدا، دیوان ـــــ، پ ـــــ، Acc- 3132

شاہی، دیوان ـــــ، پ ـــــ، ۳۰۷۹/۷۴ (شیرانی)

شمعِ انجمن، نواب صدیق حسن، بھوپال، ۱۲۹۳ھ

شوکتِ بخاری، دیوان ـــــ، نولکشور، ۱۸۷۳ء

صائب، دیوان ـــــ، نولکشور، کانپور، ۱۸۹۳ء

صبحِ گلشن، سید علی حسن، بھوپال، ۱۲۹۵ھ

صحبت لاری، دیوان ـــــ، چاپ شیراز ۱۳۳۳ھ

صفی قزوینی، دیوان ـــــ، پ ـــــ، PIVI - 256

طالب، دیوان ـــــ پ ـــــ PIVI 212

طغرا، کلیاتِ ملا ـــــ قلمی پ PI X-5

ظہوری، دیوان ـــــ، طبع نولکشور، کانپور پ ـــــ APIVI-65A

ظہیر، دیوان ـــــ فاریابی، مرتبہ ہاشم رضی، جزوِ انتشارات کاوہ تہران۔

عالی، کلیات نعمت خان ـــــ، پ ـــــ آزاد ۲۲۰ ع، پ ـــــ SPIVI - 5

عراقی، کلیات ـــــ تصحیح سعید نفیسی، تہران ۱۳۳۵ھ ش۔

عرفی، دیوان ـــــ شیرازی، SPIVI 48A

عرفی ، کلیات ـــ شیرازی ، مرتبہ غلام حسین جواہری ، چاپ تہران

عماد فقیہ ، کلیات ، Pi VI 301

عنصری ، دیوان ـــ یحییٰ قریب ، تہران ، ۱۳۱۳ ھ ق ، نولکشور ، لکھنؤ ، ۱۹۲۲ء

غنی ، دیوان ـــ طبع نولکشور ، ۱۹۱۵ء

غنیمت ، دیوان ـــ کنجاہی ، مرتبہ پروفیسر غلام ربانی عزیز ، طبع پنجابی ادبی اکادمی ، لاہور۔

فارس ، دیوان ـــ ، پ ـــ ۳۱۴۵/[illegible] (شیرانی)

قاآنی ، دیوان ـــ ، پ ـــ ۵۲۰۹/۲۱۹۸ (شیرانی)

فرہنگ انجمن آرای ناصری API I 27

فصیحی ، دیوان ـــ ، پ ـــ ، ۱۶۷

فغانی ، دیوان ـــ بتصحیح سہیلی خوانساری ، تہران ۱۳۴۰ ھ ش

فیضی ، دیوان ـــ ، پ ـــ API VI-52 ، پ ـــ API VI-113

قاسم الانوار ، دیوان ـــ ۱۸۹۰ء

قتیل ، دیوان ـــ ، پ ـــ Pi IV 177

قدسی ، دیوان ـــ ، پ ـــ SPI VI-52 ، پ ـــ SPI VI 82 ، پ ـــ آذر ، ۱۱۹

کامران ، دیوان ـــ ۱۹۲۹ء

کتاب الشوقیات ـ دیوان خواجوی کرمانی ، چاپ تہران۔

کلمات الشعراء ، سرخوش ، بتصحیح صادق علی دلاوری لاہور ، [illegible]

کلیات سودا ـــ نولکشور ، کانپور ۱۸۷۳ء

کلیات نثر غالب ، طبع اول ، لکھنؤ ۱۸۶۸ء

کلیم ، دیوان ـــ کاشانی ، پ ـــ SPI V 161

گلستان مسرت ، (حدیقۃ المعانی) API VII 2

لباب الالباب ، عوفی ، بتصحیح سعید نفیسی ، تہران ۱۳۳۵ ھ ش

مآثر رحیمی ، تالیف عبدالباقی نہاوندی ، کلکتہ ۱۹۲۵–۱۹۲۷ء

مآثر غالب ، مرتبہ جناب قاضی عبدالودود ، طبع اول ، علی گڑھ ۱۹۴۹ء

مائل تتوی ، غزلیات در مقالات الشعراء ، سندھی ادبی بورڈ کراچی

مجالس النفائس ، تالیف امیر علی شیر نوائی ، ترجمہ علی اصغر حکمت ، تہران ۱۳۲۳ ھ ش

مجلۂ علوم اسلامیہ ، جلد ۳ ، نمبر ۱

مجمع النفائس ، تالیف شیخ سراج الدین علی خان آرزو ، پ ـــ PI I 24

محتشم کاشی ، دیوان ـــ ، پ ـــ SPI VI-58

محتشم کاشی ، دیوان ، تہران ، ۱۳۴۴ ھ ش

محسن تاثیر، دیوان پ PI VI 63
مخفی، دیوان ــــ لکھنؤ، نولکشور ۱۸۷۶ء
مسعود سعد سلمان، دیوان ــــ مرتبہ رشید یاسمی، چاپ تہران ۱۳۱۸ھ ش
مشتاق، دیوان ــــ اصفہانی، تصحیح حسین مکی تہران ۱۳۲۰ھ ش
مغربی، دیوان ــــ پ ــــ PI VI 269
مقالات الشعراء، تذکرہ محمد ــــ تالیف خلیل تتوی تصحیح و حواشی سید حسام الدین راشدی، سندھی ادبی بورڈ، کراچی
ملک قمی، دیوان ــــ پ ــــ SPL VI-66
منت، دیوان ــــ قلمی
موارد المصادر، تالیف ابوالسفر سید علی، مطبوعہ آگرہ
مولوی، دیوان تبریز. تصحیح علامہ بدیع الزمان فروزانفر، تہران
نادرات غالب، مرتبہ آفاق حسین آفاق دہلوی، کراچی ۱۹۴۹ء
ناصر علی، دیوان ــــ پ ــــ SPL VI Z 1A
نسبتی، دیوان ــــ، نسخہ خطی در کتاب خانہ عمومی پنجاب، لاہور۔
نظیری، دیوان ــــ نیشاپوری، مرتبہ مظاہر مصفا، چاپ تہران ۱۳۴۰ھ ش
نعمت اللہ ولی، دیوان ــــ شاہ، چاپ تہران علمی ۱۳۲۸ھ ش
نگار، جولائی ۱۹۶۰ء، مقالہ: غالب کی فارسی تصانیف از مالک رام
واقف، دیوان ــــ پ ــــ PI VI 1743
والہ، دیوان علی قلی خان ــــ داغستانی، پ ــــ SPI VI-115
وحید قزوینی، دیوان ــــ، نسخہ خطی در کتاب خانہ عمومی پنجاب، لاہور، شمارہ ۲۵۳۰
ہاتف، دیوان ــــ اصفہانی ۱۳۲۰ھ ش
ہفت اقلیم، تالیف امین احمد رازی ۱۹۱۸ء
ہلالی، دیوان ــــ، سعید نفیسی، تہران ۱۳۳۷ھ ش
ہمام تبریزی، دیوان ــــ، موید ثابتی، تہران ۱۳۵۱ھ ش

یادگار غالب، الطاف حسین حالی، لکھنؤ، ۱۹۱۲ء
یوسفی، دیوان ــــ، پ ــــ آذر ۳۴۲

مندرجات

ضمیمہ

دستارِ غالب

(غالب کی تصویر سے متعلق جو اس مجموعے میں شامل ہے)

غالب کی مشہور ٹوپی 'کلاہ پاپاخ'[1] میں کیڑا لگ گیا تھا اور وہ پہننے کے قابل نہیں رہی تھی۔ یہ واقعہ یکم دسمبر ۱۸۴۸ء سے کچھ دن پہلے کا ہے۔ اس کی اطلاع غالب نے اپنے ایک شاگرد جواہر سنگھ جوہر کو اپنے ایک فارسی خط میں دی تھی جو ان کی 'پنج آہنگ' میں شامل ہے۔ ان دنوں جوہر کا قیام لاہور میں تھا۔ غالب نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں ننگے سر رہ گیا ہوں اور اب چاہتا ہوں کہ دستار باندھا کروں۔ تم مجھے دستار کا ریشمی کپڑا بھیجو جو پشاور اور ملتان میں بُنا جاتا ہے۔

فارسی خط کی متعلقہ عبارت یہ ہے:-

''فرایاد شما خواہد بود کہ کلاہی از بوست برہ داشتم۔ حالیاً آنرا کرم خورد و سرم بے کلاہ ماند، اگرچہ کلہ نمی جویم، اما لنگ ابریشمی چنانکہ در پشاور و ملتان سازند و اعیان آن قلمرو بسر بیچند می خواہم۔ اما لنگیے کہ[2] رنگہای شوخ برنایانہ نداشتہ باشد و حاشیہ سرخ نبود و معہذا پردازہای[3] نازک و طرازہای نغز داشتہ باشد و نارہای زر و سیم را دران صرف نکردہ باشند و ابریشم سیاہ و سبز و کبود و زرد دربافتن آن بکار رفتہ باشد و غالب کہ دران دیار اینچنین متاع زود و آسان بہ دست آید،

۱۔ 'پاپاخ' چغتائی ترکی کا لفظ ہے جس کے معنی (جہاں تک ہم اپنے مطالعے سے معلوم کرسکے ہیں) 'آرائش' کے ہیں۔ پاپاخ کا دوسرا تلفظ 'پپاخ' بھی ہے۔ دیکھیں فرہنگ ترکی بہ روسی، مطبوعۂ روس۔

۲۔ اکبر الحسن صاحب فریدی نے تصویر بنانے میں اس کا لحاظ رکھا ہے۔

۳۔ ہماری مرتبہ پنج آہنگ شائع کردہ مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء میں متعلقہ عبارت صفحہ ۵۹۶، ۵۹۷ پر ہے۔ یہ لفظ وہاں طباعتی غلطی سے 'پرادز' چھپ گیا ہے۔

بجویند و بہم رسانند وسوی من در ڈاک روان دارند و قیمت آن بردارند ، تابہا نخواہند نوشت نخواہم سند - ہدیہ و ارمغان آنست کہ ناخواستہ فرستند و آنچہ خواستۂ کسے باشد ہدیہ نمی تواند بود - از گفتار من آن نسنجند کہ ہدیہ از شما نپذیرم[۳] ، لابلکہ لنگ را خریدارم و ہرچہ ناخواستہ باشد آنرا پذ[۴]رفتار - بہرحال در فرستادن لنگ درنگ و در نگاشتن قیمت تکلف نکنند و نیز سلام من بہ شوق تمام بخدمت سیدی و مولائی مولوی رجب علی خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ رسانند والدعاً نگنشتہ صبح آدینہ یکم دسمبر ۱۸۴۸ء چہارم محرم الحرام ۱۲۵۱ ھجری -''

اس اقتباس میں ہم نے آخر کے وہ جملے بھی لے لئے ہیں جن میں غالب نے سید رجب علی ارسطو جاہ کو سلام لکھا ہے اور خط کی تاریخ نگارش درج کی ہے - یہاں ان الفاظ :

'' در نگاشتن قیمت تکلف نکنند و نیز سلام من بہ شوق تمام بخدمت سیدی و مولائی......رسانند'' میں حسن طلب ہے - مولوی سید رجب علی اس حسن طلب کو سمجھ گئے - چنانچہ غالب کے ایک فارسی خط میں جو باغ دودر میں ہے اس سلسلے کی بات ملتی ہے -

۲۳ دسمبر ۱۸۴۸ء تک غالب نے دستار کے کپڑے کا انتظار کر کے جوہر کو پھر لکھا :

(۱) اقبال نشانا ، تمہارا ۱۳ دسمبر کا لکھا ہوا خط ملا ، دل خوش ہوا اور اس خط میں مولانا [سید رجب علی خان بہادر] کا خط دیکھ کر خوشی اور بھی بڑھ گئی - معلوم ہوا کہ مولانا نے کوئی ہدیہ بھیجا ہے - میرے لئے یہ ہدیہ بخشش ایزدی اور توقیع سرفرازی ہے -

(۲) لوگ شاہوں اور شہزادوں کے آگے زمیں بوس ہوتے ہیں اور اُن سے خلعت پا کر ہزار فخر کرتے ہیں ، میں جو بندۂ علی بن ابیطالب علیہ الصلوۃ والسلام ہوں مجھ کو اُن کی اولاد میں سے ایک منتخب ہستی کی طرف سے عطیہ ملے تو اپنے اوپر ناز کیوں نہ کروں؟

(۳) مولانا کے خط کا جواب ابھی میں نے نہیں لکھا ہے - چاہتا ہوں

۴- غالب 'ز' سے لکھتے تھے -

کہ میرے لئے یہ سامان فخر و ناز مجھ تک پہنچے تو جواب میں سپاسگزاری کا اظہار کروں۔

(۴) اور ہاں [جوہر] عزیز تر از جان ، یہ کیا معاملہ ہے کہ حضرت [مولانا] دو چادریں یعنی دو لنگیاں لکھتے ہیں اور تم ایک بنا رہے ہو ! خط چونکہ خود حضرت مولانا نے لکھا ہے ، یہ سہو کاتب بھی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً جیسا کہ مولانا نے لکھا ہے [موصوف نے] دو چادریں دی ہیں ! تم نے فی‌الحال ایک بھیجی ہے ، دوسری رکھ چھوڑی ہے کہ چند دن کے بعد اپنی طرف سے بھیجو اور میری فرمائش پوری کرنے سے بچ جاؤ۔

(۵) اس لطیفے کے بعد جو ازراہ محبت و مسرت ہے یہ بات کہنی ہے کہ تمہارے خط میں تھا کہ لنگی کا پارسل آج بھیجا ہے اور یہ بات ۱۳ دسمبر کی تھی ، لیکن آج دسمبر کی تیئیس ہو گئی ، پارسل مجھے نہیں ملا۔ تم نے لکھا ہے پندرہ دن کے اندر مل جائے گا۔ یا الٰہی انگریزی ڈاک کو کیا ہو گیا ہے کہ لاہور سے دہلی دو ہفتے میں پہنچے گی ! کیا یہ چھ مہینے کی مسافت ہے ؟ مظفرالدولہ [سیف الدین حیدر خاں ، نواب حسین مرزا (یعنی معین الدولہ ذوالفقارالدین حیدر خاں ذوالفقار جنگ) کے بڑے بھائی] نے لکھنئو سے ایک کتاب کا پارسل بھیجا ہے ، تین دن میں لکھنئو سے دہلی پہنچ گیا ہے۔ [دہلی سے] ان دونوں مقامات ، لاہور اور لکھنئو کی مسافت برابر ہے۔ خدا کی پناہ اگر وہ چادر کسی منزل بہ منزل پیادہ چلنے والے مسافر کو دی ہوتی تو کیا ہوتا۔ لامحالہ دسمبر ۱۸۴۹ء یعنی آئندہ سال جاڑوں میں پہنچتی۔ [اس مقام پر اصل متن میں 'برسد' ہے لیکن قرینے سے ظاہر ہے کہ 'میرسید' تھا جو غلطی سے 'برسد' لکھا گیا] ۔ بہرحال یہ مسئلہ جواب چاہتا ہے۔

(۶) تمہارے والدین ، تمہارا بھائی اور تمہارے متعلقین سب بخیر و عافیت ہیں۔ از اسداللہ ، مرسلہ شنبہ ، ۲۳ دسمبر ۱۸۴۸ء۔

(ترجمہ از تحقیق نامۂ باغ دودر ، ص ۱۸)

سہ شنبہ ۲۰ فروری ۱۸۴۹ء کو غالب نے جوہر کو ان کے

۱۲ فروری ۱۸۴۹ء کے خط کے جواب میں جو فارسی خط لکھا ہے اس میں کہا ہے:

ان مبارک ایام میں ولی نعمت [سید رجب علی] کی طرف سے دو دوپٹوں کا ریشمی کپڑا، ایک سر کی شال اور دو توقیع نامے مجھے ملے۔ اور میں نے ان دونوں عطیوں اور دونوں مکرمت ناموں کا الگ الگ سپاس ادا کیا اور جواب لکھا۔

(ترجمہ از تحقیق نامۂ باغ دودر، ص ۱۸ و ۱۹)

اس سے ظاہر ہے کہ غالب نے پہلی مرتبہ فروری ۱۸۴۹ء کے آغاز میں دستار زیب سر کی ہوگی۔ اس کے بعد بھی انہوں نے جوہر سے دستار منگوائی تھی:

(۱) نوردیدہ و سرور سینۂ غالب منشی جواہر سنگھ عمر و دولت میں کامگار رہیں۔ خط پہنچا، لنگی پہنچی، غزل پہنچی۔ خط سے تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی اور معلوم ہوا کہ مہر نیمروز تمہیں مل گئی ہے۔ یقیناً خط آنے کی خوشی ہوئی، چوما اور آنکھوں سے لگایا، لنگی اور غزل کی بات یہ ہے کہ دونوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ لنگی مجھے اس لئے درکار ہے کہ سر پر باندھوں۔ تم خود ہی انصاف کرو کہ کیا یہ لنگی سر پر باندھی جا سکتی ہے! بارے بے مصرف بھی نہیں ہے! گرمیوں میں رات کو بستر کی چادر، اور جاڑوں میں دن کو حمام کی لنگی بن سکتی ہے، دستار نہ بن سکے نہ سہی۔ اسی طرح غزل بھی مہمل ہے۔ لنگی دوبارہ بھیجو اور غزل دوسری کہو، والدعاء۔

از اسداللہ، نگاشتۂ شنبہ ۲۰ مارچ ۱۸۵۰ء
(ترجمہ از تحقیق نامۂ باغ دودر، ص ۲۷)

"(۱) سپاسی کزان نامہ نامی شود — سخن در گزارش گرامی شود

خدا کے حضور میں شکر اور اُس خواجہ مرتضوی تبار کی خدمت میں سپاس بجا لاتا ہوں۔

(۲) پہلی دولت و سعادت جو مجھے حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ سعادت نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کے خط کے ساتھ جناب کا والا نامہ ملفوف ملا، اور دوسری نعمت وہ سنہرے حاشیے کی بہار بداماں سبز سرخ چادر ہے، جو آپ نے بھیجی ہے۔ گورنر کے دربار سے خلعت پا کر جو مجھے بارہا ملا ہے اور سلطان دہلی کی طرف سے پیراہن ملبوس خاص ملنے پر جو ایک بار ازراہ مہر شاہانہ مجھے عطا ہوا تھا وہ خوشی نہ ہوئی تھی جو خدا گواہ ہے آپ کی طرف سے اس سبز و سرخ چادر کے ملنے پر ہوئی۔ یہ شاہانہ خلعت نہیں کہ آزاد مرد اسے نگاہ میں نہ لائیں اور ارباب بصیرت اسے اپنے لئے مایۂ فخر نہ سمجھیں۔ یہ خلعت خانۂ آل عبا کا عطیہ ہے، اس میں ظاہر کی سرفرازی بھی ہے اور باطن کی سعادت بھی۔

(۳) آج منگل کا دن، دسمبر کی چھبیس ہے، آدھا دن گزرا تھا۔ نیر اعظم سمت الرأس پر پہنچا تھا کہ یہ دولت گنج آباد آورد کی طرح مجھے ملی۔ فوراً آدمی بھیج کر سبز ریشم منگایا، دونوں ٹکڑوں کو اسی وقت سلوایا، آئینہ سامنے رکھا اور بصد فخر دستار سر پر باندھ کر یہ عریضہ لکھنا شروع کیا۔

(۴) آپ نے تحریر کیا ہے کہ یہ چادر مانگے بغیر بھیجی جا رہی ہے، گستاخی نہ ہو تو یہ کہوں کہ بے مانگے نہیں ملی ہے۔ بظاہر فرمائش میں نے جواہر سنگھ سے کی تھی مگر ملنے کی امید خدا سے رکھتا تھا۔ آپ کو قرب الٰہی حاصل ہے، کچھ عجب نہیں ہے کہ میرے دل کی مراد اظہار میں آنے سے پہلے آپ کے علم میں آ گئی ہو۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کرد ظرف خواہش ما کوتہی   قطرۂ آبی ز دریا خواستیم

والسلام بالوف الاحترام بندۂ درگاہ اسداللہ، ۲۶ دسمبر، ۱۹۴۸ء۔"

سہ شنبہ ۲۶ دسمبر ۱۸۴۸ء کو غالب نے جواہر سنگھ جوہر کو اپنے ایک فارسی خط میں دستار کے کپڑے کے بارے میں لکھا تھا۔ متعلقہ عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

''آج منگل کا دن ، دسمبر کی چھبیسویں تاریخ ہے وہ گراں بہا عطیہ ، یعنی دستار کا کپڑا مجھے ملا ۔ خط اس کے ساتھ نہ تھا ۔ ڈاک کے ہرکارے نے بھی مجھ سے کچھ نہ مانگا ۔ عنوان بر پوسٹ پیڈ لکھا تھا ، لیکن چونکہ میں جانتا ہوں کہ اس میں کیا ہے ، لانے والے کو انعام دے دیا ۔ پارسل کھولا ۔ کپڑے کو دیکھ کر جامے میں پھولا نہ سمایا ۔ اسی وقت کپڑے کے دونوں ٹکڑے جوڑ کر سر پر دستار باندھی ۔

مگر بھائی مجھے یہ کپڑا اس لئے چاہئے تھا کہ سر پر باندھوں اور دستار بر سر نکلوں ۔ دہلی والوں کی طرح [رومال سموسہ بنا کر] شانوں پر نہیں ڈالتا ۔ بارے مولانا کو جواب اور عطیے کا سپاس لکھ کر اس ورقے میں تمہارے نام کا خط لکھ کر حضرت مخدوم [مولانا رجب علی خان بہادر] کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ۔''

اگرچہ غالب جوہر سے ۱۸۵۰ء تک دستار کے کپڑے کی فرمائش کرتے رہے ، لیکن ان کے ایک فارسی خط سے جو انھوں نے جوہر کو ۲ مارچ ۱۸۵۰ء کو لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کے پاس دو دستاریں تھیں ، ایک رجب علی ارسطو جاہ کی لاہور سے بھیجی ہوئی اور ایک وہ جو دہلی میں کالے صاحب سے انھیں عطیے میں ملی تھی :

''لنگی (دستار) کا کپڑا تم نے ڈاکخانے کے ذریعے بھیجا تھا رائے جی کے آنے پر ڈاک سے انھیں اور ان سے مجھے ملا ۔ چونکہ میرے ڈھب کا نہ تھا ، تمہیں واپس کر دیا ، یعنی تمہارے والد کو لوٹا دیا ۔ اب اس بارے میں فکر نہ کرنا ۔ میں نہ رقم مانگتا ہوں نہ لنگی ۔ میرے حکم کی تعمیل کرنا اور اب جو کچھ لکھتا ہوں ہرگز اس کے خلاف نہ کرنا ، یعنی نظر میں رکھنا کہ جب ملتان کا راستہ کھلے اور وہاں کی لنگیاں لاہور آئیں ، تو ایک لنگی خرید کر مجھے بھیجو ، ایسی جیسی میں لکھتا ہوں ، لیکن جلدی نہیں ہے ، جب بھی عمدہ میری پسند کی اور ارزاں ملے ، اس وقت لے کر بھیجنا ۔ یہ لنگی ایسی ہو کہ ریشم اور سونے کے تار اس کی بناوٹ میں قطعاً نہ ہوں ، نہ تانے میں نہ بانے میں ۔ فقط ریسمان (= نخ) کی بنی ہوئی ہو ، جسے ہند کی زبان میں سوت کہتے

ہیں۔ کنارے سیاہ یا نیلے ہوں اور کپڑا باریک دھاریوں کا، کالی یا نیلی یا زرد دھاریوں کا، باریک بناوٹ کا نرم اور سبک کپڑا ہو، غرض ایسے نمونے کا کپڑا ہو، جیسا پیرانہ سال قلندر منش لوگوں کو زیب دیتا ہے۔

اس وقت میرے پاس مولانا [سید رجب علی] کی عطا کردہ دو لنگیوں میں سے ایک اور ایک حضرت کالے صاحب [حاجی غلام نصیرالدین] کی بخشیدہ ہے۔ یہ دونوں میرے استعمال میں ہیں، سر پر باندھتا ہوں۔ مولانا کی عطا کردہ لنگیوں میں سے ایک میں نے یوں کہا کہ ''زرین طیلسان'' میں نے اپنے گھر میں دے دی ہے۔ دیکھو نقد رقم یا قیمتی زرتار لنگی نہ بھیجنا، خدا کی قسم میں نہیں لوں گا۔''

(ترجمہ از تحقیق نامۂ باغ دودر، ص ۲۲ و ۲۳)

اس خط میں غالب نے جس طرح کے کپڑے کی فرمائش کی ہے اس کو نظر میں رکھ کر اکبر الحسن صاحب فریدی نے غالب کی وہ تصویر بنائی ہے جو اس ایڈیشن میں شائع کی جا رہی ہے، اس میں غالب دستار باندھے ہیں اور یہ ان کے بالکل بڑھاپے کا زمانہ ہے۔

یہ تصریر اکبر الحسن صاحب فریدی نے کلیات غالب کے تحقیقی ایڈیشن کے لئے ہماری درخواست پر بڑے فنکارانہ اہتمام سے تیار کی ہے، جس کے لئے ہم ان کے ممنون اور سپاس گزار ہیں۔ مرتب

سلطان الشعراء، برہان الفضلاء ، سالک عالی منزلت ، موسیقار باعظمت ، طوطی شکر مقال، ممدوح سعدی و اقبال اور عظیم طباع و مخترع حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی ہفت صد سالہ تقریبات کی جانب پہلا قدم

خسروِ" شیریں زبان

تصنیف

اقبال صلاح الدین

* یہ کتاب «جامع جمیع کمالات» خسرو" کی تاریخی پس منظر میں سوانح حیات کا آئینہ ہے۔
* یہ کتاب خسرو" کی فارسی اور اردو شاعری، فارسی نثر نویسی، موسیقی دانی اور تصانیف کا تجزیہ و تبصرہ پیش کرتی ہے۔
* یہ کتاب خسرو" کے فارسی اور اردو کلام کی مختلف اصناف کے بہترین انتخاب کی حامل ھے۔
* یہ کتاب خسرو" کی گوناگوں شخصیت اور ان کے آفاق فن پر مشاہیر عالم کی اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان میں آراء کا ایک خوبصورت مرقع ہے۔
* یہ کتاب اردو، فارسی، تاریخ اور تصوف کے عام قاری اور ایم ۔ اے کے درجہ تک کے طالب علم کی علمی ضروریات کو پورا کرنے والی حوالے کی ایک منفرد تصنیف ہے۔
* یہ کتاب ''خسرویات'' پر مصنف کے پانچ سالہ عمیق اور دقت طلب مطالعہ کا حاصل ہے۔

آفسٹ طباعت، خاص ایڈیشن : ۹۰۰ میری لائبریری میں ۴۰۵

ناشر مکتبۂ میری لائبریری، لاهور ۔ ۲